تیسرا باب

بائبل کی فہرستِ مسلّمہ

عہدِ عتیق

کُتبِ مُقدّسہ کی مسلّمہ فہرست کے لئے یُونانی لفظ ''کینن'' اِستعمال ہوتا ہے۔ اُس سے مُراد وہ اصُول یا معیار ہے جس کے ذریعہ کوئی چیز جانچی یا ناپی جاتی ہے۔ پھر یہ لفظ اُس چیز کے لئے استعمال ہونے لگا جو کسی معتبر یا مُستند معیار سے ناپی گئی ہو۔ کُتبِ مُقدّسہ پر بھی اِن دونوں معنوں میں اِس لفظ (کینن) کا اِطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ :-

۱- وہ خود خُدا کا دِیا ہُوا اصُول یا رہبر ہیں۔

۲- وہ الہام کے معیار پر پُوری اُترتی ہیں۔

تاہم یہ بات صاف عیاں ہے کہ کُتبِ مُقدّسہ اِس لئے مُستند اور معتبر نہیں ہیں کہ کِسی اِنسانی کمیٹی نے اُنہیں اَیسا مرتبہ عطا کیا ہے بلکہ اِس لئے کہ اُن پر خُدا کی طرف سے ہونے کی مُہر لگی ہے۔ یہ حقیقت اُن کو باقی تمام کُتب سے ممتاز حیثیت بخشتی ہے۔

الغرض لفظ ''کینن'' کی مندرجہ بالا تشریح کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اِس سے مُراد کلامِ با اختیار ہے۔ اب ہم اِس با اختیار کلام کی تدریج تاریخ کا مُطالعہ کریں گے کہ شروع زمانہ سے لوگ کِس طرح اُس کو خُدا کا کلام مانتے آئے ہیں۔

بائبل کی فہرستِ مسلّمہ کی حد بندی

پروٹسٹنٹ کلیسیا اُن کُتب [illegible]

مانتے [illegible]

میں پایا جاتا ہے۔ لیکن عبرانی بائبل میں اُن کُتب کو مندرجہ ذیل تین حِصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اوّل - توریت - پیدائش سے اِستثنا تک۔

دوم - انبیاء - (ا) انبیاءِ قدیم - یشوع، قُضاۃ، سموئیل اور سلاطین۔

(ب) انبیاءِ مابعد - یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل اور بارہ نبیوں کی کتاب یعنی ہوسیع سے ملاکی۔

سوم - "نوشتے"۔ توریت اور انبیاء کے عِلاوہ دُوسری کُتب مثلاً دانی ایل اور زبُور وغیرہ۔

یہ تین حِصّے اِس امر کا ثبوت ہیں کہ کتابِ مُقدّس کی فہرستِ مسلّمہ میں تین مدارج ہیں۔ اُن کے مُطابق پہلے توریت پھر انبیاء کے صحائف اور آخر میں "نوشتے" شامل کیے گئے ہیں۔ لیکن اِس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اُن کے مرتّب ہونے کی یہی تارِیخی ترتیب تھی۔

توریت جِس کا مطلب "تعلیم" ہے کا اِطلاق بائبل کی پہلی پانچ کتابوں پر ہوتا تھا (ہوسیع ۸: ۱۲)۔ یہُودی ہمیشہ اِسے الٰہی شریعت اور مُوسیٰ کی تصنیف مانتے تھے۔

نبی اپنی زندگی مخصُوص کر دیتا تھا تاکہ وہ ہمیشہ لوگوں پر خُدا کے پیغام اور اُن کے لئے اُس کے مقاصد کو ظاہر کرتا رہے۔ اُس کے پیغام کا بہت تھوڑا حصّہ زمانہ مُستقبل کے واقعات اور پیشین گوئی سے مُتعلّق تھا۔ الٰہی مکاشفہ کی منادی زیادہ تر زبانی ہوتی تھی اور بعد ازاں اُسے قلم بند کیا جاتا تھا۔ لیکن خُدا اِنسانی تارِیخ اور اِنسان کے ساتھ اپنے تعلّقات میں بھی اپنا اِنکشاف کرتا رہا ہے۔ لہٰذا واجب تھا کہ تارِیخی کُتب، جن کے مُصنّفین نبی تھے اور جن میں نبوّت کی رُوح پائی جاتی ہے، صحائفُ الانبیاء میں بھی شامل کی گئیں (مثلاً ناتن، ۱۔ تواریخ ۲۹: ۲۹ اور یسعیاہ ۲۔ تواریخ ۳۲: ۳۲)۔

اور ۲۔ تواریخ، عزرا اور نحمیاہ کی کتابیں انبیاء کی کُتب میں شامل نہیں تھیں کیونکہ اُن کے مُصنّفین اِصطلاحی معنوں میں انبیاء نہیں تھے۔ بہُت سے زبُوروں کے مُصنّفین کو ہم نہیں جانتے لیکن اُن میں سے بعض داؤد بادشاہ نے لکھے ہیں۔ نئے عہدنامہ میں اُسے دانی ایل کی طرح نبی کہا گیا ہے۔ لیکن یہ اُن عام معنوں میں ہے جن کا اطلاق ہر اِلہام سے لِکھنے والے شخص پر ہوتا ہے۔

[illegible] خیال کی جاتی ہیں۔ آستر اور [illegible]

[illegible] "میں

عنصر کا انکار کرتے ہیں، جس میں مسیح کا کنواری مریم سے پیدا ہونا اور جسم میں جی اٹھنا بھی شامل ہے۔

جدید نظریہ

بعض مصنفین کی یہ کوشش ہے کہ ویل ہاسن کے عہدِ عتیق کے نظریہ کو عہدِ جدید کے سچے انجیلی ایمان کے ساتھ ملا دیں۔ وہ مسیح کے معجزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ ایمان اُنہیں "مذہبِ[1] استدلال" کے الزام سے بری کر دیتا ہے۔ لیکن وہ بے اصولی کے الزام سے آسانی سے چھوٹ نہیں سکتے۔ وہ حقیقت میں دو کشتیوں میں سوار ہیں۔ ایک طرف تو وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کا مصلوب ہونا اور مُردوں میں سے جی اُٹھنا تاریخی واقعات ہیں اور اِس لئے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ لیکن دُوسری طرف سے وہ پُرانے عہد نامہ کے معجزانہ واقعات کو اتنی تواریخی اہمیت نہیں دیتے۔

حقیقت میں کینن پائتھین[2] ایڈمز نے خروج کے معجزات کی تشریح آتش فشاں اور برقی عناصر سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ آخر میں لکھتا ہے کہ کوہِ سینا سے کوئی بلند اور مہیب آواز سُنائی نہیں دی تھی اور کہتا ہے کہ توریت میں محض افسانوں اور قصے کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے اور اُس سے اصلی تاریخی حقیقت کو معلوم کرنا محض قیاس آرائی ہے۔ لیکن اگر کوہِ سینا سے کوئی آواز سُنائی نہیں دی تو بپتسمہ اور مسیح کی صُورت کے بدل جانے کے بیانات کی حقیقت کس طرح تسلیم کی جا سکتی ہے اور اگر معجزات غیر فطرتی اتفاقیہ واقعات کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ہم پانچ ہزار آدمیوں کو کھلانے اور لعزر کو مُردوں میں سے جلانے کے لئے کیا تشریح پیش کر سکتے ہیں؟

یہ ممکن نہیں کہ واقعات کی مذہبی اہمیت کو اُن کی تواریخ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ مسیح اور اُس کے شاگرد خُدا کے کاموں کو ظاہر کرنے کے لئے عہدِ عتیق میں سے اُن تاریخی مثالوں کا اقتباس اِس لئے کرتے ہیں کہ وہ یادداشتیں اِس قابل ہیں کہ اُن پر اعتبار کیا جائے اور ایمان لایا جائے۔ یہ خیال افسانوں اور روایات کے مجموعہ کے نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ اِس امتیاز سے چشم پوشی نہیں کی سکتی۔

یعنی یہ اصول کہ مذہب کی بنا صرف عقل پر ہونی چاہیئے۔

1 Rationalism

2 Canon Phythian Adams

ڈاکٹر ویلر رابنسن[1] نے بجا طور پر تواریخ کے اِس پُرانے اصُول کے خلاف احتجاج کیا ہے جس کا یہ تقاضا ہے کہ جن واقعات کو عبرانی درُست اور صحیح مانتے تھے، ہم اُن سے بھی زیادہ اُنہیں صحیح مانیں۔ لیکن فی الحال ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اُس زمانہ کے مُصنّفین اور قارئین کا ایمان مذکورہ بالا جدید نظریہ سے بالکل مختلف تھا۔

مختلف نظریے

تنقیدِ جدید سے جو سوالات پَیدا ہوتے ہیں اُن کا گہرا تعلق مسیحی ایمان سے ہے۔ لہٰذا اِنسانی دلائل یا مسیحی ایمان اور تجربہ اِس پر غیر جانبدارانہ طور پر غور کرنے میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ جو لوگ مسئلہ ارتقا سے بہت اثر پذیر ہُوئے ہیں وہ ہر ایک مذہب کو قدیم پست حالی سے متواتر ترقی کی طرف جاتے ہُوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ دُوسری طرف وہ گروہ جو فضلِ الٰہی کے مُعجزہ کو اِنسانی کمزوری پر فتح پاتے دیکھ کر متاثر ہوتا ہے، اِس بات کو معلُوم کرنے میں کوئی مُشکل نہ پائے گا کہ خُدا نے اپنے آپ کو مُوسیٰ پر اُسی طرح آسانی سے ظاہر کیا، جس طرح آئندہ زمانوں میں انبیاء پر۔ ایک ایسا شخص جس میں ویل ہاسن کی عجیب اور انوکھی قیاس آرائیوں اور شک کرنے والی رُوح کا اثر ہو خیال کر سکتا ہے کہ خیمہ کی بناوٹ کسی بعد کے مُصنّف کا تصور تھا۔ لیکن برعکس اِس کے وہ آدمی جس کی رگ رگ میں عبرانیوں کے خط کی رُوح سرایت کر گئی ہو اُس کی حقیقت پر ایمان رکھتا ہے اور اُن شرعی رسُومات میں خُدا کا دِیا ہُوا نمُونہ اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہے۔

وہ جن کی نظر میں عہدِ عتیق کے واقعات روائتی کہانیاں ہیں اُس کے متعلق سوالات کو اُس روشنی میں نہیں دیکھ سکتے جس میں وہ لوگ دیکھ سکتے ہیں جو اُسے قدیم دُنیا کے ایک اہم خطّے کی تہذیب و تمدّن کے تاریخی علم کا لاثانی منبع تصور کرتے ہیں۔

یہی بات "دستاویزی نظریے" اور دیگر نظریات پر صادِق آتی ہے جو اِس کی حمایت کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص عرصۂ دراز تک عبرانی زبان اور اُس کے اسلُوبِ بیان کی خوبیوں کے مُطالعہ میں صرف کرتا ہے تو اُس کا دماغ اِس طرف راغب ہوتا ہے کہ خاص الفاظ اور محاوروں کے اِستعمال کی بنا پر اپنا نظریہ قائم کرے۔ لیکن وہ لوگ جن کے خیالات ایک بڑے منطقی سانچے میں ڈھل چُکے ہیں ایسے طریقے کے بارے میں شک کریں گے جو موجودہ ادبیات

1 Dr. Wheeler Robinson

کے امتحان میں پورا نہیں اُترتا۔

ویل ہاؔسن کے نظریہ کے مخالفین اور حمایتیوں نے سچائی کی تلاش میں چند امُور کو پہلے سے ہی یقینی قرار دِیا ہے اور اُن سے ہی اُن کے نتائج ضرور اثر پذیر ہوتے ہیں۔

ویل ہاؔسن کے نظریہ کی بنیاد مذہب استدلال پر ہے

تنقیدی نظریہ کے مُختلف حِصّے ایک منطقی زنجیر سے بندھے ہُوئے ہیں جس کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ اصحاب جنھوں نے معجزات کا اِنکار کرنے سے اپنے دلائل کا آغاز کِیا اور کہا کہ معجزات صِرف افسانہ ہی ہیں، اُنہیں اپنے ارتقائی نظریہ کی وجہ سے مجبوراً "دستاویزی نظریہ" اور مذہب کے ارتقا کا نظریہ قائم کرنا پڑا لہٰذا اُنھوں نے الہام سے بھی اِنکار کیا جس کا ذکر بائبل میں ہے۔ پھر اُس میں بیان شُدہ داستانوں اور روائیتوں کی چھان بین کے بعد اپنے نظریے کے مطابق "صحیح اور درُست" تواریخ تیار کی۔ اِس کے بعد یہ ممکن ہو گیا کہ ہر نقاد اپنے اپنے "دستاویزی" نظریہ اور مذہب کے ارتقا کے نظریہ کے مُطابق ایک ایک صحیفہ کے سنِ تصنیف کا تعیّن کرے۔ اِس طرح ایک کِتاب جس کا یہ دعویٰ ہے کہ اُس کا مضمون قابلِ اعتبار ہمعصر مواخذ سے حاصل کِیا گیا ہے، اب ایک اَیسا مجموعہ بن کر رہ گئی جو صِرف رُوایات، افسانہ جات اور قِصّے کہانیوں پر مُشتمل ہو۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ معجزہ کچُھ چیز نہیں تو بے شک مندرجہ بالا منطق یا دلیل قابلِ قبُول ہو سکتی ہے۔ لیکن اَیسے اصحاب گو استدلالیہ نظریہ کے مخالِف ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اِن کا نظریہ بالآخر اُن کو اسی نتیجہ پر لے آئے گا جو استدلالیوں کے نظریہ کا ہے۔ لہٰذا جو دستاویزی نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ادبی اصُولات کے تحت اُن پر فرض ہے کہ وہ اسے اُس کی تعیّن کردہ تاریخوں سمیت قبُول کریں آخرکار اِس نتیجے پر پہنچیں گے کہ بائبل معجزات اور پیشین گوئیوں سے خالی، تاریخی لحاظ سے ناقابلِ اعتبار اور اپنے الہامی ہونے کے دعوےٰ میں غلط ہے بلکہ اس کے برعکس یہ اِنسانی دماغ کی اختراع ہے۔

جس قدر زیادہ اس مسئلہ پر غور کریں اُتنا ہی زیادہ صاف اور روشن ہو جاتا ہے کہ ہمارے سامنے دو مُختلف نظامِ خیال ہیں جو دو بالکُل مختلف بنیادی اصُولوں پر قائم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اِن دونوں کے درمیان مُشترک رہنا چاہتے ہیں وہ بے اصُولی اور کمزوری کی اُلجھن میں پھنس جاتے ہیں۔ اِس وجہ سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ ڈبلیو۔ ایچ گرین[1]، آر۔ ڈی۔ وِلسن، اور

---

1 W.H. Green, R.D. Wilson, Orr and Allis

اور ایلیس جیسے علماء جو اپنے عبرانی علم میں ویل ہاسن اور ڈرائیور سے کسی طرح بھی کم نہ تھے اُنہیں حقائق سے تحقیق کا کام شروع کر کے اُن سے بالکل برعکس نتیجہ پر پہنچے۔

اگر ویل ہاسن اور ڈرائیور کا نظریہ مدلّل اور قطعی ہے تو صداقت کی خاطر اُس کی پیروی کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ لیکن اب ہم یہ ثابت کریں گے کہ حقیقت اِس کے برعکس ہے۔

تنقیدِ جدید کی کمزوریاں

ا۔ بیرونی شہادت کی عدم موجودگی۔

ابتدا میں ہی تنقیدِ جدید ہمارے لئے یہ امر لازمی قرار دیتی ہے کہ بیرونی شہادت کے بغیر ہی بہت سی تحریروں، مصنّفین اور مؤلفین کی اصلیت اور وجود کو تسلیم کر لیا جائے لیکن اِن مصنّفین کا عبرانی ادب اور روایت میں نام تک نہیں ملتا حالانکہ عبرانی روایتیں بڑے آدمیوں کے ناموں کو محفوظ رکھنے کے لحاظ سے مشہور ہیں۔ جب ہم اِن تحریروں کی پُرزور اصلیت پر غور کرتے ہیں اور یہ بھی کہ قومی زندگی پر اُن کا کتنا گہرا اثر ہوا تو یہ اُس نظریہ کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔ "پرانے عہدنامہ کے کسی نقاد نے کبھی یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ توریت کی مختلف دستاویزیں جو اُنہیں دستیاب ہوئیں، اُن میں تقدیس اور اختیار کہاں سے آگیا۔"[1] کیا یہ ممکن ہے کہ استثنا کی کتاب کے مصنّف کا نام تو بالکل فراموش ہو گیا ہو لیکن آٹھویں صدی ق۔م کے انبیاء اصغر کے نام نہایت احتیاط سے محفوظ رکھے گئے ہوں؟

بعض علماء کے جوش اور سرگرمی نے اِن فرضی اشخاص کی تعداد کو غیر معیّن حد تک بڑھا دیا ہے۔ جہاں کہیں مشکل درپیش ہوئی یا کسی نظریہ کو ثابت کرنے کی ضرورت پڑی تو "جے" یا "ای" یا اُن کی اب کثرت سے بڑھتی ہوئی تعداد میں سے کسی سے منسوب کر دیتے ہیں۔[2] اِن خیالی مصنّفین کی بڑھتی ہوئی تعداد اور تواریخی کتب کے مصنّفین کے قدیم مواخذ کے استعمال میں امتیاز کرنا چاہئے۔ لیکن یہ امر قابلِ یقین نہیں کہ عبرانی ادب کے اعلیٰ ترین نمونے بعض گمنام اور بھولے ہوئے مصنّفین نے بے ربط چیتھڑوں کو جوڑ کر تیار کئے تھے اور جن قدیم اور بزرگ تاریخی ہستیوں کے ناموں کو عبرانی روایتیں اِن کتب سے وابستہ کرتی

---

1 Robertson, *Temple and Torah*, p. ۵
2 Phythian Adams, *Call of Israel*, p. 58

آئی ہیں اُنہیں اُن کی تصنیف تسلیم نہ کیا جائے۔

۲۔ کمزور بنیادیں

ویل ہاسن نے اپنا "دستاویزی" نظریہ زیادہ تر دو بنیادوں پر قائم کیا اور یہ دونوں کی دونوں غیر محفوظ اور کمزور ہیں[1]۔ پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے ایام سے پیشتر کوئی لکھنا نہیں جانتا تھا جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس نظریہ کے مطابق عہدِ عتیق کی داستانیں زبانی ایک پُشت سے دُوسری پُشت تک پہنچائی گئی تھیں۔

دوم یہ کہ اسرائیلی مذہب توہم پرستی سے شروع ہو کر بُت پرستی میں تبدیل ہُوا جو اُن کے ہمسایوں یعنی اہلِ کنعان سے مُشابہ تھی اور پھر رفتہ رفتہ انبیاء کے ایام میں خُدائے واحد کی پرستش پر جا پہنچا۔ یہ اُس مذہبی ارتقا کی حد تھی۔

ان میں سے پہلا خیال تو غلط ثابت ہو چُکا ہے اور دعویٰ کرنے والے اُس سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ ابرہام کے زمانہ میں اُور کے شہر میں عام لوگ لکھنا جانتے تھے۔ اوّلین کتبوں کا موضوع شریعت کے قوانین کے مطابق ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے کسی قوم کے قوانین ہی سُپردِ قلم ہُوا کرتے ہیں۔

سر۔ ایل[2] وولی کا خیال ہے کہ ابرہام نے اپنے خاندان کی راہنمائی کے لئے لکھے ہوئے قوانین مہیا کئے۔ یہ حقیقت ہے کہ مُوسیٰ کی شریعت کے بہت سے اصول حمُوربی[3] کے مجموعۂ قوانین سے ملتے ہیں۔ اِس لئے خروج ۳۴: ۲۷ میں مُوسیٰ کے احکام کے قلم بند کرنے کا جو حُکم دیا گیا وہ بالکل درُست معلوم ہوتا ہے۔

ابرہام کے زمانہ سے بہت پہلے شجرہ ہائے نسب لوحوں پر لکھ کر محفُوظ کئے جاتے تھے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ اسیری کے بعد معرضِ تحریر میں آئے، بلکہ برعکس اِس کے وہ بہت قدیم زمانہ میں لکھے گئے تھے اور بائبل کا سب سے پُرانا مواد شمار کئے جا سکتے ہیں۔

ویل ہاسن کا خیال ہے کہ جن دنوں میں بنی اسرائیل فلسطین میں آباد ہُوئے وہاں تہذیب و تمدن کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ گو ابھی تک اُس مُلک کے باشندے

---

1 For a full examination of the theory and a justification of this statement see Aalders, *A Short Introduction to the Pentateuch*, Tyndale Press 2 Sir L. Woolley
3 Hammurabi's Code

کافی تعداد میں پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن پھر بھی ہمیں بابل کے پیکانی اور میخی رسم الخط اور قدیم عبرانی رسم الخط میں بہت سی دستاویزیں، تحریرات اور خطوط دستیاب ہوئے ہیں جن سے ویل ہاسن کی غلط فہمی عیاں ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر ای۔ رابرٹسن، جو مانچسٹر یونیورسٹی میں سامی زبانوں کے پروفیسر تھے، اپنی ایک عالمانہ کتاب کی کئی جلدوں میں ثابت کرتے ہیں کہ سموئیل کے زمانہ سے پہلے توریت ایک مکمل نسخہ کی صورت میں موجود تھی۔

دوسرا خیال کہ پرانے عہدنامہ کا مذہب بت پرستی سے خدا پرستی کی طرف مائل ہوا حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ یہ نظریہ کہ آدمی پہلے بندر تھا لیکن آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہوا انسان بنا آج کی نسبت ڈارون کے ایام میں زیادہ مرغوب تھا، کیونکہ دو جنگ ہائے عظیم میں وحشیانہ حرکات کے ظاہر ہونے سے بہت سے فرضی خیال پامال ہو چکے ہیں۔

اس امر کے بہت سے ثبوت موجود ہیں کہ روحانی زوال کس قدر دور تک پھیلا ہوا تھا۔ مثال کے طور پر ہندوستان کی بت پرستی کو لیجئے۔ سنسکرت کا ادب ثابت کرتا ہے کہ جوں جوں دور ماضیٔ بعید کی طرف جائیں اتنا ہی زیادہ ہم واحدانیت کے پاس پہنچتے جاتے ہیں۔ یونانی، لاطینی اور سنسکرت میں خدا باپ کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ان کا ایک ہی اصل سے ہونا (جوپتر۔ زیوس پتر۔ دیوس پتر وغیرہ) اس بات کا ثبوت ہیں کہ ماضی کے دھندلکوں میں جب آریہ نسل ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوئی تھی ایک ہی خدا کی بطور باپ کے پرستش ہوتی تھی۔

پروفیسر سینتھ[1] عہد عتیق کے لاثانی مذہب پر زور دیتے ہوئے عبرانی زبان اور ادب کے عالموں کو آگاہ کرتا ہے کہ وہ قدیم مذاہب کے مطالعہ کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ علاوہ ازیں گذشتہ چند سالوں سے ایسے ثبوت بہم پہنچ رہے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے مظاہر پرست لوگ بھی ابتدا میں ایک ہی خدا کے ماننے والے تھے جو ان کی نظر میں خالق عالم، خدائے تعالےٰ اور خدا باپ تھا۔

زمانۂ قدیم سے سامی نسلوں میں لفظ "ایل[2]" سے بلند و بالا خدا کے معنی مراد لئے جاتے تھے جو سب دیوی دیوتاؤں سے اعلےٰ اور بالاتر تھا اور ادنےٰ درجہ کے تمام دیوی دیوتاؤں اور روحوں سے علیحدہ ہستی رکھتا تھا۔

1 Professor Snaith 2 El

ڈاکٹر لینگڈن نے جو آکسفورڈ میں "اسوریات"[1] کے پروفیسر ہیں، اپنے یقینِ محکم کا اعلان کیا ہے کہ "سومری اور سامی مذاہب کی بت پرستی سے پہلے لوگ خُدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے۔ اِن وجوہات کے باعث مَیں جدید نظریہ کو بالکل مُسترد کرتا ہُوں۔ اِبتدائی کنعانی اور عبرانی مذاہب ٹوٹم[2] کے عقیدہ (ہر چیز میں رُوح کے وجُود کا تصور) سے بھی کہیں پرانے ہیں بلکہ ہمیں اِس میں بھی شک ہے کہ یہ عقیدہ قدیم ایّام میں رائج تھا۔"

اِس لئے پاک کلام کے اِس بیان کو مان لینے میں کسی ہچکچاہٹ کی ضرورت نہیں کہ اِنسان کی بڑھتی ہُوئی برگشتگی کے دِنوں میں بھی چند ایک اشخاص مثلاً حنوک، نُوح، ابرہام اور یعقوب موجود تھے جو خُدائے واحد اور برحق پر ایمان رکھتے تھے۔ اُن میں مؤخرالذکر کی زندگی میں بُت پرستی اور واحدانیت کی کشمکش پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے (پیدایش ۳۱: ۱۹؛ ۳۵: ۲ بمقابلہ یشوع ۲۴: ۲)۔

۲۔ نوشتوں کی تاریخ کا اندازہ مذہبی اِرتقا کے نظریہ پر مبنی ہے۔

تاریخ مقرر کرنے کا بہترین اور واحد طریقہ یہ ہے کہ جو واقعات ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں یا کسی عمارت پر کندہ ہیں، اُنہیں غور سے پڑھیں۔ بعض نقاد تواریخ یا روایت کی پرواہ کئے بغیر ہر باب اور آیت کی تاریخ اُس کے مذہبی نقطۂ نظر کے مطابق مقرر کر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر وہ واقعہ یا بات "عالمگیر" ہے تو اُس کو "فارسیوں" کا زمانہ ٹھہرایا گیا۔ اگر اُس میں شریعت کا بیان ہے تو اسیری سے پیشتر کے زمانہ کی تاریخ نہیں ہوسکتی۔ نیز اُن کے خیال کے مطابق بادشاہت کے زمانہ سے وُہی حالات وابستہ ہوسکتے ہیں، جن میں یہوواہ کے بارے میں بالکل سادہ خیالات ہوں۔

اِس طرح اثبات کو از سرِ نَو مرتب کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً یرمیاہ نبی کا سبت کو ماننے پر زور دینا (یرمیاہ ۱۷: ۲۱-۲۷) بعد کا اندراج قرار دِیا گیا ہے۔ یسعیاہ ۲۴ باب سے ۲۷ تک کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ مضمون مصنف کے زمانہ سے بہت زیادہ ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے اِس لئے اُسے زمانۂ اسیری کے بعد یا ۱۰۳ ق۔م کے زمانہ یا اِس سے بھی بعد کا اندراج کہا گیا ہے، حالانکہ ڈیلیٹیش کہتا ہے کہ اگر کوئی اِنسانی نقاد الٰہی مکاشفہ کی حد کا اندازہ نہیں لگا

---

[1] اسوریات۔ اسور کی زبان، تاریخ اور آثارِ قدیمہ کی تحقیق۔ — 1 Assyriology

[2] ٹوٹم کا عقیدہ۔ — 2 Totemism

سکتا تو پھر ممکن دلیل کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یسعیاہ ہی اس کا مصنف ہے۔ اسی طرح "پی"[1] کے دیر میں لکھے جانے کی ایک وجہ انبیاء کے صحائف میں احباری شریعت کے حوالے کی عدم موجودگی قرار دی جاتی ہے۔ اس دلیل کو مضبوط بنانے کے لئے ایسے مقامات جن میں شریعت کی طرف اشارہ ہے، اور باصحت اور درست معلوم ہوتے، بعد کے زمانہ کے اضافہ سے موسوم کئے گئے ہیں[2]۔

ایک اور مشکل جسے دستاویزی نظریہ کو حل کرنا پڑتا ہے شجرہ ہائے نسب ایسے عناصر ہیں جو بہت ہی قدیم نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ "پی" میں بہت ہی قدیم مواد پایا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کو بعد کی تاریخ دی جاتی ہے اور کوئی سبب بتایا نہیں جاتا کہ یہ زبردستی کس لئے عمل میں لائی گئی ہے اور کیوں "ای" اور "جے" نے ان شجرہ ہائے نسب کو نظر انداز کیا ہے جو بہت قدیم زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایک زمانہ میں یہ خیال رائج تھا کہ پیدایش کی کتاب کے طوفانِ نوح کے بیان میں ان بابلی فرضی کہانیوں کا عکس پایا جاتا ہے جو کسی اسیری کے زمانہ کے مصنف نے لکھی تھیں۔ زیادہ گہرے مطالعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ مندرجہ بالا خیال غلطی پر مبنی ہے۔ اب یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ دنیا کی تخلیق اور طوفان کا بیان جو "پی" میں دیا گیا ہے، اس کا اصل بہت ہی قدیم ہے۔ اور قدیم کنعانی تہذیب سے متعلق ہے، حالانکہ آئندہ صدیوں میں اس کی ترمیم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اب وہ اپنی پہلی اور اصلی صورت سے بہت کم ملتی ہے۔ اس یقینی دعوےٰ کے آخری حصے کے لئے کوئی ثبوت نہیں دیا جاتا۔ لیکن یہ نظریہ ضروری ہے تاکہ "پی" کی تصنیف کی بعد کی تاریخ کو اس کے قدیمی بیان سے مطابقت دی جا سکے۔ علاوہ ازیں مصنف کے نقطۂ نظر کے مطابق تحریروں کی تاریخ مقرر کرنے میں ایک اور کمزوری ہے کہ نقاد اپنے ذاتی نقطۂ نظر اور رجحانات کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ اس کا ثبوت استثنا کی کتاب ہے جس کی تاریخ تصنیف مختلف نقادوں نے جدا جدا مقرر کی ہے اور جہاں تک زبور کا تعلق ہے اس کی فرضی تاریخوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔

یہ بات تواریخ کی تالیف و تحریف میں خاص طور سے نمایاں ہے جہاں ہر ایک بات قیاس آرائی ہے۔ مثال کے طور پر نوح کی کشتی اور اس کے اندر کی اشیاء کے اصل وجود کے

---

[1] تشریح کے لئے نواں باب ملاحظہ فرمائیے۔

[2] آٹھویں باب کا ملاحظہ کیجئے۔

2 Orr, Problem of the Old Testament, p. 305

بارے میں مختلف نظریے ہیں اور اسی طرح دُوسرے امور کے لیئے جہاں کوئی بیرونی معیار تصوّرات کی جانچ کرنے کے لیئے موجود نہیں ہے، مختلف آراء ہیں۔

۴۔ تجزیہ کا طریقہ بے قاعدہ اور غیر معیّن ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ عہدِ عتیق کے بعض مصنّفین نے اُس زمانہ کی جن تحریروں کو استعمال کیا، اُن کے نام دیئے ہیں (مثلاً ۲۔سموئیل ۱: ۱۸)۔ اور یہ بالکل مناسب ہے کہ اس قسم کے استعمال کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جائے۔ لیکن یہ اُس بات سے بالکل مختلف ہے کہ بہت سی ایسی دستاویزیں فرض کی جاتی ہیں جن کے مصنّف کے متعلّق کوئی نہیں جانتا اور جن کو بعد میں کاہنوں کے ایک گروہ نے کتاب کی صورت میں مرتّب کر دیا ہو۔ موخرالذکر حالت میں تجزیہ کرنا ناممکن ہے جب تک کہ ہر ایک فرضی تحریر کا اسلوب بیان فرض نہ کر لیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں ہر نقّاد اپنے نقطۂ نظر کے مطابق مختلف نتیجہ پر پہنچے گا۔

اگر ایک مصنّف کی مستند کتابوں سے اُس کے طرزِ بیان سے واقفیت بھی ہو جائے تو بھی یہ کہنا کہ فلاں کتاب اُس کی تصنیف کردہ ہے یا نہیں بہت ہی مشکل ہے، جیسا کہ پولُس اور یوحنّا کی تحریرات کے بارے میں نقّادوں کے بالکل مختلف خیالات ہیں۔ لیکن جب ایک کتاب کو جس کی صورت ایک ہی مصنّف کی شہادت دیتی ہے اور یہودی روایات ایک ہی مصنّف سمجھتی تھیں، اب اُسے چار مصنّفوں کی تصنیف سمجھی جائے تو یہ لازماً اُن کی طرزِ تحریر، اسلوبِ بیان اور الفاظ کے استعمال کے مفروضات پر مبنی ہو گا۔ لہٰذا ان مفروضہ خیالات میں ہر تبدیلی اُس کے تجزیہ میں فرق پیدا کر دے گی۔

اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ "پی" کا طرزِ بیان ذی فہم، شرعی اور قانونی ہے۔ اس بنا پر پیدائش کے وہ حصّے جو اس طرح شروع ہوئے ہیں "۔ ۔ ۔ ۔ کا نسب نامہ یہ ہے" "پی" سے منسوب کیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اُوپر دیکھ آئے ہیں جب اِن بیانات کی قدیم حالت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے تو یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اُن کا طرزِ بیان صدیوں کے استعمال سے کافی بدل چکا ہے (اگرچہ اُن کی قدیم ظاہری صورت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا)۔ یہ فرض کرنا زیادہ آسان ہو گا کہ یہ شجرہ ہائے نسب "جے" یا "ای" کی خاصیت سے متعلّق ہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے

تب ایک بالکل ہی مختلف تجزیہ عمل میں آئے گا۔ الٰہی ناموں کا استعمال جن پر تجزیہ کی کلید کے لئے بھروسہ کیا گیا تھا اب ایک دھوکہ ثابت ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں نقاد مشکلات کی دلدل میں پھنس گئے جس سے نکلنا محال ہے۔ وہ اس کی کمزوری اور زبونی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور خروج کے ابتدائی ابواب کے بعد اُس کو ترک کر دیا اور یہی مصلحت بھی تھی۔

اگر یسعیاہ کی کتاب کے لئے بھی یہی اصول عمل میں لایا جائے تو اسرائیل کے قدوس کے الفاظ کتاب کی یکسانیت کو ثابت کرتے ہیں۔ بعض جگہوں اور شخصوں کے متبادل نام مختلف مصنفوں سے منسوب کئے گئے ہیں (مثلاً حورب کو "ای" اور کوہِ سینا کو "پی" اور "جے" سے منسوب کیا گیا)۔ لیکن نقاد کے نظریہ میں تبدیلی کے باعث اس کے برعکس حورب کو "پی" اور "جے" سے اور کوہِ سینا کو "ای" سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔

طرزِ بیان کے بارے میں پروفیسر جی۔ اے۔ سمتھ فرماتے ہیں کہ "ایک کتاب میں مختلف طرزِ بیان کے باعث مصنف کے متعلق مختلف نتائج نکالے جا سکتے ہیں[1]"۔ مثلاً یسعیاہ ۱ سے ۳۹ ابواب اور ۴۰ سے ۶۶ ابواب کے طرزِ بیان کے اختلاف کے باعث اُنہیں دو مصنفوں کی تصانیف کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری ابواب کے مصنف نے یسعیاہ کے اندازِ تحریر کی نقل کی ہے۔ یا شاید بعد میں اس کتاب میں اضافے کئے گئے تھے کیونکہ اکثروں نے یہ سمجھا کہ یہ یسعیاہ کی ہی تصنیف ہیں۔

یہ نظریہ جو تجزیہ کی بنیاد خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی مصنف ایک سے زیادہ طرزِ بیان میں مہارت پیدا نہیں کر سکتا بنیادی طور پر غلط ہے۔ نیوٹن نے ریاضی اور نبوت کے بارے میں لکھا اور اُن دونوں مضامین میں اُس کا اسلوبِ بیان اور طرزِ تحریر مختلف ہے۔ سکاٹ نے اشعار کہے اور نثر بھی لکھی۔ نقاد یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حمورابی[2] نے اپنے پیچھے بہادری کی داستانیں اور قانون کی کتابیں چھوڑی ہیں تو پھر موسیٰ کے لئے[3] ایسا کرنا کیوں ممکن نہیں؟

اربابِ تنقید کی متفقہ رائے اِن تنقیدی نظریات کو قبول کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے لیکن متفقہ رائے کیونکر حاصل ہوئی؟ ویل ہاسن سے پیشتر اس مسئلہ پر بہت اختلاف تھا۔ لیکن بہت سے بیانات کے ردوبدل اور آیات کے جوڑ توڑ کے بعد ایک متفقہ تجویز تیار کی گئی۔ اگر اُن لوگوں کی متفقہ رائے جو اُس کے مخالف ہیں اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتی تو کچھ لوگوں کا اُس کی حمایت میں متفق الرائے ہونا کیوں کر اُس کی درستی کو ثابت کر سکتا ہے؟

۳۔ باب نو دیکھئے۔

1 *Isaiah*, vol.1, p. 402   2 Hammurabi

دوہرے بیانات

کسی تصنیف کے مختلف دستاویزوں پر مبنی ہونے کے ثبوت میں پروفیسر ڈرائیور سب سے پہلے اُن بیانوں کو پیش کرتا ہے جو بظاہر ایک ہی تصنیف میں دو مرتبہ آتے ہیں۔ پہلی نظر میں تو ان دوہرے بیانات کی فہرست بہت بڑی معلوم ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ موسیٰ اور دوسرے مورخین کے پاس اطلاعات کے لئے ایک سے زیادہ ماخذ تھے اور شاید بعض چیزوں کا اعادہ صاف نظر آتا ہو لیکن ہم حد بندی کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسے بیانات جو کہ دوہرے بیانات سمجھے جاتے ہیں گہرے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں سے اکثر اِس غرض سے لکھے گئے تاکہ

۱۔ مضمون کی تفصیل اور تشریح ہو جہاں دوسرا بیان پہلے بیان میں اضافہ کرتا ہے۔

۲۔ یا وہ مختلف واقعات سے تعلق رکھتے ہیں جن میں صرف کچھ باتیں آپس میں مطابقت رکھتی ہیں۔

۳۔ یا محض فرضی ہیں جو ایک ہی داستان کی مصنوعی تقسیم کے باعث وجود میں آئے۔ آلڈرس کی کتاب بنام "توریت کا مختصر دیباچہ" کے صفحہ ۴۲ - ۵۳ میں ان کی مکمل تفتیش کا بیان ملتا ہے۔ لیکن یہاں چند ایک مثالیں اُن کے فرضی وجود کی غلطی کو بے نقاب کر دیں گی۔

ا۔ مضمون کی تفصیل میں اضافہ کی صاف مثال پیدائش ۱:۱ سے ۲:۴ تک کے تخلیق کے عظیم الشان منظر (جو موسیٰ پر خاص طور سے رویا میں ظاہر ہوئے ہوں گے) کے بعد انسانی نسل کے آغاز کی داستان شروع ہو جاتی ہے (پیدائش ۲: ۴ - ۲۵)۔

اگر مؤخر الذکر بیان کسی قدیم تختی سے نقل کیا گیا ہو تو ظاہر ہے کہ طرزِ بیان میں ضرور فرق آ گیا ہوگا۔

مضمون کی تفصیل میں اضافہ کی دوسری مثال پیدائش ۲۷: ۱ سے ۲۸: ۱ - ۲ تک ہے، جہاں ربقہ یعقوب کو عیسو کے غصہ سے بچنے کے لئے دور بھیجتی ہے اور اُسے ہدایت کرتی ہے کہ وہ اپنے عزیز و اقارب میں سے اپنے لئے بیوی ڈھونڈے۔ یہاں کوئی اعادہ نہیں، یہ تو محض سلسلہ وار بیان ہے۔

ب۔ کہا جاتا ہے کہ خروج ۲۰: ۴ - ۱۶ اور ۳۴: ۷ - ۱۷ میں ایک بیان دو دفعہ لکھا ہے۔ معترضین کہتے ہیں کہ اول الذکر کی تراشی ہوئی مورت اور مؤخر الذکر کی ڈھالی ہوئی میں تضاد ہے۔ یہ صاف عیاں ہے کہ یہ دو مختلف موقعے ہیں اور ان دو مختلف الفا

کا سبب ۸: ۳۲ سے ظاہر ہے۔

ج۔ اِن دوہرے بیانات کی تلاش نے کئی ایک کہانیوں کو بہت حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ چنانچہ اس عمل سے دوہرا بیان خود بخود پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً پیدایش ۳۷ باب دوہرے بیان کی ایک صاف مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تجزیہ کرنے سے ایک باب کے ۲۶ ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اور اُن میں سے تین ٹکڑے ایک آیت کے تین حصّے ہیں۔ ایک جگہ ۲۸ آیت کی تقسیم سے مفہوم ہی بدل گیا ہے۔ سوداگروں کو اسمٰعیلی اور مدیانی کہنے سے تضاد خیال کیا گیا حالانکہ اگر قضاۃ ۸: ۲۴-۲۶ پر غور کریں تو صاف ظاہر ہے کہ مدیان کے سردار جگہ جگہ جا کر سوداگری کیا کرتے تھے اور اسمٰعیلی بھی کہلاتے تھے۔ اسی طرح کتبوں میں بھی متبادل نسلی نام پائے جاتے ہیں۔ یہوداہ اور روبن کے اعمال و افعال جو قدرتی طور پر ایک کہانی میں یکے بعد دیگرے واقع ہوئے مختلف دستاویزوں کا حصّہ خیال کرنے سے ایک دوسرے کے برخلاف نظر آتے ہیں۔[1]

مؤلف اور اُس کا ناممکن کام

جو کام نقادوں کی طرف سے مختلف فرضی مؤلفین اور مرتبین کے سپرد کیا گیا ہے جو اِن حصّہ جات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے والے تصور کیے جاتے ہیں اس پر غور کرنے سے اِس طریقِ کار کی ساری کمزوری آشکارا ہو جاتی ہے۔ ایسے مختلف اور متفرق ماخذ سے ایسی زبردست کتب کا تیار کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

تنقیدِ جدید کے تجزیہ کو مختلف وجوہات کے باعث حق بجانب کہا جاتا ہے۔ مثلاً طرزِ تحریر اور اسلوبِ بیان میں اختلاف، دوہرے بیانات، داستانوں کا ٹوٹنا، اختلاف اور تضاد۔ لیکن جس طرح یہ وجوہات تجزیہ کے حق میں مضبوط دلائل کا کام دیتی ہیں اُسی طرح اِس ترکیب کے خلاف بھی وہ زبردست حربے ہیں۔

اگر مؤلف کے سامنے دو مکمل بیان تھے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اُن کو باری باری استعمال کرتا لیکن اُس کے اِس عجیب چناؤ کی کیا غرض و غایت تھی کہ اُس نے چھوٹے چھوٹے فقرے چن کر اُن سب کو ملا دیا۔ مثلاً یہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جب پیدایش ۵: ۲۹ کے "پی" کے بیان میں لفظ یہوواہ عین درمیان میں آتا ہے تو اُسے "جے" کے

1 Orr, *Problem of the Old Testament*, Ist edition, p. 237

ایک حصّے سے لے کر "پی" میں کیوں ڈالا گیا ہے۔ لیکن مؤلف کا اس سے کیا مقصد ہے کہ اِس سے چھوٹے سے بیان کو "جے" سے لے کر "پی" کی ساتھ والی آیت میں شامل کر دے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ اور فرض کیجیے اُس کے پاس طوفانِ نوح سے متعلق دو مختلف داستانیں تھیں تو اُس نے دونوں میں سے ایسے حصّوں کو کیوں چن لیا جو اکٹھے ہو کر "زبردست تضاد" بن گئے ہیں؟ کیا وہ ایسا کند ذہن اور کم عقل تھا کہ اس اختلاف کو دیکھ نہ سکا؟ یا یہ محض لاپرواہی اور بے اعتنائی ہے؟

یہ بات اور بھی ناقابلِ تشریح ہے کہ اُس نے "جے" اور "ای" اور "پی" میں سے چھبیس (۲۶) ٹکڑے ماخوذ کیے اور اُنہیں آپس میں اِس طرح جوڑ دیا کہ ایک دوہرا بیان بن گیا۔ یہ بات دلچسپ تو بہت ہے لیکن تنقیدی نقطۂ نظر سے سراسر غلط ہے۔

ایک اور مثال لیجیے۔ خروج ۶: ۲ سے ۷: ۱۳ تک کو "پی" سے منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ وہ خروج ۳ کا دوہرا بیان ہے۔ اِس میں شجرہ ہائے نسب ہیں (جو "پی" میں اکثر پائے جاتے ہیں) جو ۶: ۱۴ سے ۷: ۱۵ تک کے مسلسل بیان کو منقطع کرتے ہیں۔ اب بتائیے کہ مرتب کرنے والے نے اِس کو یہاں کیوں ترتیب دیا جب کہ یہ کسی اور جگہ رکھا جا سکتا تھا جہاں رکھنے سے سلسلہ نہ ٹوٹتا؟ اگر وہ یہ جانتا کہ خروج ۳ اور ۶ کے امتناعی احکام اُس واقعہ کے مختلف اور منحرف بیانات ہیں تو اُس نے اُنہیں مختلف دکھانے کی کوشش کیوں کی؟ اگر اُس نے اُنہیں مختلف تصور کیا تو کیا وہ اپنے خیال میں درست نہیں تھا؟

خروج ۶: ۳ پر بہت زور دیا جاتا ہے کیونکہ اُس میں اِس نظریہ کے مطابق دو وجوہات مندرج ہیں جن کے تحت "پی" بڑی احتیاط سے تخلیقِ عالم اور بزرگانِ اسرائیل کی داستان میں یہوواہ کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔ مرتب کرنے والے کو جس کے سامنے اُن چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی بجائے (جو اُس نے ہمارے لیے بچا رکھے ہیں) "پی" کی پوری تحریر ہو گی یہ جاننا چاہیے تھا۔ تو کیا یہ بات اُس کے حق میں لاپرواہی ثابت نہیں کرتی کہ "پی" میں "جے" اور "ای" کے اِس قدر حصّے بھر دیے گئے کہ "پی" کی تحریر نظر سے اوجھل ہو گئی ہو؟

ہو سکتا ہے کہ ابتدائی کتابوں کی کچھ نظرِ ثانی اور ترمیم ہوئی ہو لیکن یہ کہنا کہ اتنے وسیع پیمانے پر اُن کی ترمیم ہوئی ہے ناقابلِ اعتبار ہے۔ کیگل[1] لکھتا ہے کہ "تمام تواریخ میں عہدِ عتیق کے مؤلف جیسا مزاحیہ شخص نظر نہیں آ سکتا جو کبھی تو پرلے درجے کا احمق اور

1 Kegel, *Away from Wellhausen*, p. 62

بے وقوف ، اور کبھی بہت چالاک اور عیار نظر آتا ہے"۔

تنقیدِ جدید کی دیگر خامیاں

تنقیدی نظریوں میں چند ایک اَور خامیوں کو ظاہر کرنا ضروری امر ہے۔

۱۔ اِس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ جن اصولات پر متن کا تجزیہ کیا گیا ہے اُن کا عام اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ اُن کی درستی اور صحت کے خلاف ایک زبردست چیلنج ہے۔

۲۔ ضروری معاملات میں خاموشی پر بھروسہ کرنا اور اصول بنانا ایک خطرناک امر ہے (مثلاً یہ کہ قدیم تاریخی کتابوں میں شاذ و نادر ہی شریعتِ موسوی کا حوالہ دیا گیا ہے)۔ لیکن علیحدہ حوالوں کی مشتبہ تفاسیر مثلاً خروج ۶ : ۳ اور یرمیاہ ۷ : ۲۹ پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔

۳۔ بعض دفعہ کسی ارامی یا دوسرے لفظ کے استعمال پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ بائبل کی فلاں عبارت کا ٹکڑا بعد کی تصنیف ہے۔ لیکن تحقیقِ جدید ایسے الفاظ اور محاورات کے قدیمی استعمال کی مثالوں کو روشنی میں لا رہی ہے۔

۴۔ گیگل اور دوسرے اصحاب ویل ہاسن اور اُس کے رُفقا پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے اعتراضات کے ثبوت کے لئے متن کو بے جا طریقے سے استعمال کیا ہے۔

۵۔ آثارِ قدیمہ کے حقائق نے بہت سے تنقیدی اصولوں کو متزلزل کر دیا ہے اور بہت کم کی تائید کی ہے۔ اُنہوں نے "جے"، "ای"، "ڈی" اور "پی" میں سے کسی سے بھی آشنائی ظاہر نہیں کی بلکہ نہایت غیر جانبدارانہ طور پر تاریخی کُتب کے تمام حصوں کی تصدیق کی ہے۔

۶۔ وہ نظریات جو سختی سے اِس بات کے حامی ہیں کہ یہ کُتب کئی مختلف ٹکڑے ہیں اُس مقصد اور ترتیب کے اتحاد کا جواب نہیں دے سکتے جو الگ الگ کتابوں اور تمام بائبل مقدس میں موجود ہے۔ ایسے نتائج اِدھر اُدھر کی روایات کے جمع کرنے اور منتشر ٹکڑوں کے جوڑنے سے پیدا نہیں ہوتے۔

۷۔ زیادہ نقصان دہ وہ تخریبی تنقید ہے جو الہامِ الٰہی سے منکر ہے جس کی یہ کتب دعویدار ہیں۔ یہی الہام عہدِ جدید کی تعلیم کی بنیاد ہے۔ اگر نبوّت کے عنصر کو نکال دیں تو یہ امر ہرگز سمجھ میں نہیں آسکے گا کہ وہ تمام نبوّتیں جو مسیح کے بارے میں ہیں اور جن کی طرف خود مسیح اور اُس کے شاگرد ہماری توجہ دلاتے ہیں کس طرح پُوری ہوئیں۔

نیز دُوسری نبوّتیں جو دیگر اقوام کے حق میں تھیں کیسے پُوری ہو چکی ہیں ؟ اور یہودی قوم کی پراگندگی اور مصیبت کے متعلق پیشین گوئیاں جن میں سے چند ایک ہماری آنکھوں نے پُوری ہوتی دیکھی ہیں کس طرح کی گئیں ؟

حال ہی میں نظریات میں تبدیلی

ایسے خیالات سے ، جو انسانی دماغ میں جڑ پکڑ جاتے ہیں چھٹکارا پانا کوئی آسان بات نہیں۔ تنقیدِ جدید اور اُس سے ملحقہ مختلف پیچیدہ خیالات کی حمایت میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ایسا محل جو اتنی محنت و کاوش اور علم و فضل کی دولت سے تیار کیا گیا ہو اُسے گرا کر ایک ایسی نئی عمارت کھڑی کرنا جو پہلی سے بھی زیادہ مضبوط ہو ، کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ہمیں غیب سے مدد پہنچی ہے۔

لوگ زمانۂ حال تک اِس تنقید کو سائنس کے مطابق تسلیم کرنے میں بڑی عجلت سے کام لے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مخالفین کو محض قدیم عقائد و رسوم کا حد سے زیادہ احترام ہے۔ لیکن اِن ایّام میں موجودہ شک پرستی کے خلاف لوگ پہلے سے زیادہ آواز بلند کر رہے ہیں۔ کینن یا تھین ایڈمز نے تاریخ میں "بڑی تبدیلیوں" کے خلاف اپنی آواز اُٹھائی ہے۔ اور بزرگانِ اسرائیل کے بیان کی صداقت پر زور دیا ہے۔ نیز اس نے اِس خیال پر اعتراض کیا ہے جو بارہا اِس تنقید کے حامیوں سے سُنتے ہیں کہ ابرہام کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ واحدانیت کا قائل تھا ، قابلِ قبول نہیں اور بوہل[1] کو اپنے نظریہ کی تصدیق کے لئے پیش کیا ہے[2]۔

پروفیسر سنیتھ[3] زیادہ صفائی سے کہتا ہے کہ جب اَدبی تجزیہ کو حد سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے تو بجائے مُفید ہونے کے وہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اپنی کتاب بعنوان "عہدِ عتیق کے ممتاز اور خصوصی خیالات" کے دیباچہ میں یُوں لکھتا ہے کہ "مسیحی علما پر فرض ہے کہ وہ اِس بات پر کامل ایمان رکھیں کہ کتابِ مقدس خدا کا حقیقی کلام ہے اور عہدِ عتیق اُس کا ضروری اور لازمی حصہ ہے"۔

ایسے بیانات اَور بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جب وہ اُن مصنفین کی طرف سے دیئے جا رہے ہیں جو خود تنقیدی نظریہ کے قائل ہیں۔ پروفیسر ڈینبی سوال کرتا ہے کہ اس اَدبی تجزیہ

1 Bohl   2 *The Fullness of Israel*, pp. 69, 81
3 *Distinctive Ideas of the Old Testament*, pp. 9, 13, 29

کا کس قدر حصہ معقول اور باصحت تسلیم کیا جائے گا؟ اس کا بیشتر ساختہ فرضی اور خیالی ہے۔ پروفیسر ای رابرٹسن اس سے بھی آگے جاتا ہے اور لکھتا ہے کہ گراف ویل ہاسن[1] کا دستاویزی نظریہ عہدِ عتیق پر تاریکی کا پردہ پھیلائے ہوئے ہے۔ یہ وہ سایہ ہے جسے عہدِ عتیق کے موجودہ کثیر التعداد علماء چاہتے ہیں کہ ہٹ جائے۔

باوجود اس تمام محنت کے جو اس کے حامیوں نے اس کے لئے اٹھائی ہے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ایسا نظام جس کی بنیاد لغو منطق اور جھوٹی روحانیت پر ہو وہ کب تک کھڑا رہ سکتا ہے۔ وہ ضرور دھم سے زمین پر آگرے گا۔

---

1 Graf-Wellhausen

ہیوم اور ہکسلے کے اعتراضات

ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہیوم کے دلائل پر تفصیل سے غور کریں۔ اُس نے کہا ہے کہ معجزہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی بھی گواہی کافی نہیں، جب تک کہ وہ ایسی نہ ہو کہ اُس کا جھوٹ ہونا اُس معجزے سے زیادہ معجزانہ نہ ہو، جس کو وہ ثابت کر رہی ہے۔ یا مختصر الفاظ میں یوں کہئے کہ یہ بات ہمارے تجربہ کے خلاف ہے کہ معجزہ سچائی پر مبنی ہو، مگر یہ تجربہ کے خلاف نہیں کہ گواہی جھوٹی ہو۔ اِس دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ یہ حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ اس سے تو یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ تاریخی طور پر مسیح کی ہستی ایک حقیقت نہیں کیونکہ وہ اپنے کاموں کی مانند بے نظیر اور لاثانی ہے۔ لیکن ہیوم کی دلیل میں صرف یہی غلطی نہیں۔ اس میں اور بھی بہت سی منطقی غلطیاں ہیں جن کا پول پیلے[1] نے اپنی کتاب "مسیحیت کی شہادتیں" میں کھول دیا ہے۔

ٹی، ایچ ہکسلے نے اس بات کو ایک مختلف پیرایہ میں پیش کیا۔ اُس نے ذرا چالاکی سے معجزہ کے امکان کو تو تسلیم کر لیا لیکن اُس کے لئے ایسی شہادتیں طلب کرتا ہے جنہیں سائنس کی زبان میں "عین الیقین" اور "سائنٹیفک مظاہرہ" کہتے ہیں۔ مثلاً پانچ ہزار کو کھلانے کے بارے میں ہکسلے کا خیال ہے کہ اس امر کو معجزہ ثابت کرنے کے لئے لازم یہ تھا کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں روٹیوں اور مچھلیوں کو تولا جاتا۔ نیز ایسے ثبوت بہم پہنچائے جاتے جن سے یہ ثابت ہوتا کہ ہر ایک نے سیر ہو کر کھانا کھایا تھا۔[2] یہاں ایک ایسے ثبوت کا تقاضا کیا گیا ہے جس کا مہیا کرنا ناممکن ہے۔ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ چونکہ قدرت میں سلسلۂ ترتیب و تنظیم جاری ہے اِس لئے کسی معجزہ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے روزمرہ کے واقعات سے بڑے ثبوت کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ بات "سائنٹیفک مظاہرے" سے بالکل الگ چیز ہے۔ کسی سابق بعید از قیاس مسئلہ کو سمجھنے اور اُس پر غالب آنے کے لئے ہمارے لئے مناسب ہے کہ یہ امر ملحوظِ خاطر رکھیں کہ کیا اس میں خدا کا کوئی خاص مقصد و منشا تھا؟

بناوٹی اور جھوٹے معجزے

اس سے پیشتر کہ ہم اس موضوع پر بحث کرنا بند کریں لازم ہے کہ ہم چند ایسے واقعات

---

1 Paley, *Evidences of Christianity*
Essays: Science and Christian Tradition, p. 203

پر غور کریں، جنہیں معجزات تو کہا جاتا ہے لیکن اصل میں وہ اس نام سے کہلانے کے حق دار نہیں۔ قرونِ وسطیٰ کے ایسے واقعات ہیں جنہیں "مقدسوں" کی کرامتیں کہا جاتا ہے۔ ارواحیت اور مشرقی بت پرستوں کے کئی عجیب کام بیان کیے جاتے ہیں کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کلیسیائی کاتھولک یا ارواحیت کے عجیب کام تو کبھی بھی وقوع میں نہیں آئے لیکن الیشع اور دوسرے انبیاء نے معجزات دکھائے؟

یہ امر غور طلب ہے کہ کلیسیا کے ابتدائی بزرگان نے اس بات کا صاف صاف اقرار کیا ہے کہ جس قسم کے معجزات کا ذکر انجیل میں ہے ویسے معجزات وہ نہیں کر سکتے تھے۔

ڈی ایچ ہکسلے چند ایک ایسے غیر معمولی معجزات کا ذکر کرتا ہے جو آٹھویں صدی میں ایگن ہارڈ[1] سے رونما ہوئے۔ مثلاً یہ کہ مبارک شہید مارسیلنس اور پطرس کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کی کہانی وغیرہ۔ یہ کرامتیں جن میں خون کا رسنا اور دوسرے علاجوں کا ذکر ہے، بیان کرنے کے بعد ہکسلے یہ پوچھتا ہے کہ ہم ان کو کیوں تسلیم نہیں کرتے حالانکہ انجیلی معجزات درست مانے جاتے ہیں؟ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس انجیلی معجزات کی نسبت ایگن ہارڈ کے معجزات کے لیے زیادہ تحریری ثبوت ہیں اور یوں کہیے کہ وہ زیادہ وزنی بھی ہیں۔ اول الذکر کو قبول کرنا اور مؤخر الذکر کو رد کرنا بے اصولی سے خالی نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں ہماری تشریح صاف اور سادہ ہے۔ بحث کی خاطر ہم مان لیتے ہیں کہ ایگن ہارڈ کے عجیب کاموں کے لیے اچھے تحریری ثبوت ہیں۔ اور یہی ایک بات ہے جس میں ان کے عجیب کاموں کو سبقت حاصل ہے لیکن ہکسلے خود ہی اپنا معاملہ خراب کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ نام نہاد معجزات مکر و فریب، حیلہ سازی اور توہم پرستی پر مبنی ہیں۔ ان واقعات کی اخلاقی پستی اور حقیر یا ادنیٰ مقصد انہیں پاک نوشتوں کے معجزات سے الگ کر دیتے ہیں۔

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک کہ ادراک است عجز از درکِ ادراک

ہکسلے عہدِ جدید کے معجزات کا متوسط زمانے کے معجزات سے مقابلہ کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ یہودی قوم ان عجیب کاموں کے لیے ایسے ہی متوقع تھی جس طرح کہ آٹھویں صدی کے لوگ۔ لیکن یہ درست نہیں۔ فریسیوں نے اس بات کا یقین کرنے سے انکار کیا کہ جنم کا اندھا بینائی حاصل کر سکتا ہے اور جی اٹھنے کی خوشخبری کو پہلے پہل نہ صرف یہودی سرداروں نے ٹھکرا دیا بلکہ خود مسیح کے شاگرد اس کا یقین کرنے سے ہچکچاتے تھے۔

1 Eginhard

بعد کے زمانہ کے معجزات کو مسترد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پاک نوشتوں کے معجزات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے اور ان کی صداقت کے ثبوت بہت کمزور ہیں۔

وہ معجزات جن کا ذکر ہرمز کا گڈریا جیسی جعلی کتابوں میں ہے بالکل طفلانہ اور بے معنی ہیں۔ اور جو متوسط زمانے کے "مقدسین" سے وابستہ ہیں وہ بھی لغو اور فضول ہیں۔ قرونِ وسطیٰ کے معجزات کے مقاصد اور ان کی کیفیات پاک نوشتوں میں مذکورہ معجزات کے مقابلہ میں بہت ادنیٰ اور معمولی ہیں اور یہی بات زمانۂ حال کی ارواحیت پر صادق آتی ہے۔ انجیلی معجزات ایک بڑے ایمان کی تقویت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں جو مندرجہ ذیل عقائد کو ثابت کرنے کے لیے ظہور میں آئے؟ مثلاً مقدسہ مریم کے متعلق یہ عقیدہ کہ ان کی ذات نسلی گناہ سے پاک تھی یا موجودہ زمانہ کے ارواحیت پسند لوگوں کی احمقانہ کرامات وغیرہ وغیرہ۔

جب ہم معجزہ کی شہادت پر غور کرتے ہیں تو انجیلی معجزات کی فوقیت نہایت صفائی سے نظر آتی ہے۔ بہت سے معجزات جو "مقدسین" سے منسوب کیے جاتے ان کی موت کے بہت عرصہ بعد منسوب کیے گئے۔ بے شک عام خیال یہ تھا کہ فلاں فلاں "مقدس" نے معجزے کیے ہوں گے۔ سو اگر ان کی حینِ حیات میں وہ معرضِ تحریر میں نہ آئے تو ان کے مداحوں اور مریدوں نے مستقبل میں یہ کمی پوری کر دی۔ لیکن اس عمل کے سوا قرونِ وسطیٰ کے معجزوں کے لیے ہمعصرین کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا اور جو پیش کیا گیا ہے وہ لغو اور مہمل ہے، اور عموماً غلط، مصنوعی اور بناوٹی ثابت ہو چکا ہے۔ موزلے[1] کہتا ہے "پس ہم ان معجزات میں سے بیشتر کی تردید کرتے ہیں کیونکہ ان کے لیے ثبوت موجود نہیں ہیں۔ ہمارے دلائل کے مطابق یہ لازمی امر نہیں کہ تمام مابعد کے معجزات کو رد کر دینا چاہیے خواہ ان کے لیے کافی ثبوت ہو یا نہ ہو۔"

ایک اور نکتہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بائبل جگہ جگہ جھوٹے معجزوں کا ذکر کرتی ہے (استثنا ۱۳: ۱-۳؛ ۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۹)۔ وہ ہمیں یہ بھی سکھاتی ہے کہ انسانی طاقت سے بڑھ کر واقعات کسی اور طاقت کے ماتحت ظہور پذیر ہو سکتے ہیں جس کی غرض و غایت بری ہو۔ یہ موضوع گہرا اور ایک راز کا حامل ہے، لیکن اصول سادہ اور صاف ہے کہ جیسے حقیقی معجزہ کسی خاص تعلیم کی تصدیق کرتا ہے ویسے ہی معجزہ کی الٰہی اصل کو

1 J. B. Mozley, On Miracles, pp. 181,182

ثابت کرنے کے لیے تعلیم کی صحت اور الٰہی مقصد کا ثبوت بھی ضروری ہیں۔ جب مسیح پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ بعلزبول کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے (متی ۱۲: ۲۴) تو اُس نے اُن کے مفید مقاصد اور عمدہ نتائج کے باعث اُن کے الزام کو غلط ثابت کر دیا۔

معجزات اور عقیدہ

اب ہم معجزات کی صریح اور قطعی اہمیت پر غور کریں۔ وہ شہادت کے لیے مفید اور کارآمد ہیں اور اگر کسی تعلیم سے اُن کا تعلق ہو تو وہ اُس تعلیم کی تائید کرتے ہیں۔

باوجود اس کے چاہیئے کہ ہم قارئین کرام کو خبردار کریں کہ معجزہ نہ تو کسی عقیدہ کی صداقت اور نہ ہی معجزہ دکھانے والے کی خدمت الٰہی کو ثابت کرتا ہے۔ وہ صرف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جس سے معجزہ ظاہر ہُوا ہے اُس کی طرف کان لگا کر سُنیں پھر بعد میں اس بات کا فیصلہ کریں کہ آیا وہ خدا کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے۔ تعلیم کو پہلے ضمیر صحیح اور درست تسلیم کرے پھر معجزہ اُس پر خُدا کی مُہر لگائے "شریعت اور شہادت پر نظر کرو۔ اگر وہ اس کلام کے مُطابق نہ بولیں تو اُن کے لیے صبح نہ ہو گی" (یسعیاہ ۸: ۲۰)۔ خواہ کتنے ہی معجزات دکھلائے جائیں، اگر اُن کی تعلیم اس امتحان میں پُوری نہ اُترے تو یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ عقیدہ اور معجزہ دونوں میں صداقت کے اپنے نشانات کا ہونا لازمی ہے۔ وہ ایک دُوسرے کی حقیقت کو صرف اُسی وقت ثابت کر سکتے ہیں جب یہ نشانات اُن میں پائے جائیں۔

معجزات کی بڑی غرض و غایت یہ ہے کہ پیغمبر اور اُس کے اختیار و رُتبہ کی تصدیق ہو۔ نیز وہ محض بالواسطہ پیغام الٰہی کو مستند ثابت کرتے ہیں۔ اس طریق سے خدا نے انسان کو اپنا مکاشفہ بخشنے کے لیے اس اہم ذریعہ کو استعمال کیا۔ نیز اُس کی وساطت سے اُس نے اپنا مکاشفہ حاصل کرنے والوں کی صداقت کی تصدیق کی۔ جب فرعون نے مُوسیٰ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو وہ حق بجانب تھا (خروج ۷: ۹-۱۰)۔ اور جب آخز نے خدا کے دیئے ہُوئے نشان کو حقارت سے دیکھا تو اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا (یسعیاہ ۷: ۱۰-۱۳)۔ نبی اور فوق الفطرت صداقت کے پیغمبر کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنی سند پیش کر سکے۔ جب نیکدیمس نے مسیح سے کہا "اے ربّی ہم جانتے ہیں کہ تُو خُدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے کیونکہ جو معجزے تُو دکھاتا ہے کوئی شخص نہیں دکھا سکتا جب تک خُدا اُس کے ساتھ نہ ہو" (یُوحنّا ۳: ۲) تو اُس نے بالکل درست کہا۔ مسیح کے کاموں نے اُس کی خدمت کی الٰہی خاصیت کے ساتھ مل کر یہ

ثابت کر دیا کہ وہ خُدا کی طرف سے ہے۔ اور اس حقیقت کی بنا پر نیکدیمس تیار ہو کر آیا تھا تاکہ خدا کی طرف سے بھیجے ہُوئے اُستاد سے صداقت اور سچائی کا کلام سیکھے۔

معجزات الٰہی مُکاشفہ کے لئے آلۂ کار ہیں

معجزات سند یا سفارشی خط سے کہیں زیادہ حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ اُس مُکاشفہ سے بنیادی طور پر گہرا اور حقیقی تعلق رکھتے ہیں جس کے لیے ظہُور میں آئے۔ وہ خُدا کی طرف سے اِس لیے بخشے نہیں گئے کہ ڈھنڈورا پیٹنے والے کا ڈھول بنیں جو مُنادی کرنے سے پہلے آ سے زور زور سے پیٹتا ہے تاکہ عوام کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ وہ مُکاشفہ کا ایک وسیلہ ہیں۔ اُن کا اور مُکاشفہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے یعنی لازمی اور گہرا تعلق ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ مُکاشفہ کا ہی ایک حِصّہ ہیں۔ خُداوند مسیح کے معجزات کارہائے نمایاں تھے اور خوشخبری اُن کے لیے بمنزلہ الفاظ کے تھی۔ خُداوند مسیح نے بتایا کہ وہ نجات دہندہ کا کام انجام تک پہنچانے کے باعث نجات دہندہ ہے۔ اور نجات دہندہ کے کام یہ تھے کہ اُس نے مرد اور عورتوں کو اُن کی جسمانی اور رُوحانی بیماریوں سے شفا بخشی۔ معجزات کے دکھانے کا یہ مقصد نہیں تھا کہ انسان کو متاثر کیا جائے تاکہ وہ ایمان لائے۔ فی الحقیقت وہ اُن ہی سے مخاطب تھا جن میں ایمان تھا۔ لیکن اگر کسی نے اُنہیں حقارت آمیز نظروں سے دیکھا تو معجزوں نے اُس کی خوب ملامت کی۔ یہی سبب ہے کہ مسیح کے وطن مالوف یعنی اپنے وطن کے متعلق کہا گیا ہے کہ "اُس نے اُن کی بے اعتقادی کے سبب سے وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے" (متی ۱۳: ۵۸)۔ معجزات مُکاشفہ کے ایک ضروری حِصّہ کے طور پر دکھائے گئے۔ اس طرح جب خُداوند نے فرمایا کہ "مَیں دُنیا کا نُور ہُوں" تو اُس نے فوراً ایک اندھے کو بینائی عطا کر دی (یُوحنّا ۹: ۵-۷)۔ اور جب اُس نے مرتھا سے کہا کہ "قیامت اور زندگی تو مَیں ہُوں" تو اُسی وقت لعزر کو قبر سے باہر بُلایا (یُوحنّا ۱۱: ۲۵-۴۳)۔ جب اُس نے پانچ ہزار کو کھلایا تو اُس نے ایک زبردست دعویٰ کیا کہ "مَیں زندگی کی روٹی ہُوں" (یُوحنّا ۶: ۳۵)۔

ڈاکٹر آر۔ ای۔ ڈی۔ کلارک[1] نے خوب کہا ہے کہ معجزات مکاشفہ کے خدا اور خدائے خالق کے درمیان ایک گہرا تعلق پیدا کرتے ہیں۔ جب ہمارے خداوند مسیح نے خدائے مکاشفہ کا اظہار کیا تو یہ نہایت ضروری اور موزوں تھا کہ معجزات جو خدائے خالق کے

1 Dr. R.E.D. Clark, *Evangelical Quarterly*, July 1936, p. 240

کام کا ثبوت ہیں دکھائے جائیں۔ خُداوند مسیح کے کثیر التعداد معجزے خُدا کے رحم اور محبت کو ظاہر کرنے کے آئینہ دار تھے۔ یہ معجزات خُداوند کی اِس تعلیم کی تصدیق کرتے ہیں کہ خُدا اپنی مخلوقات کی فکر کرتا ہے تاکہ ہم اِس حقیقت پر ایمان رکھیں کہ وہ اپنی مخلوق کو عزیز رکھتا ہے۔ مسیح نے خود اِس مکاشفہ کو ہم پر واضح کیا۔ پس اہم بات یہ ہے کہ معجزے مسیح میں خُدا کا مکاشفہ ہیں۔ مسیح کی عجیب و غریب زندگی اُس کے عجیب و غریب کاموں سے جُدا نہیں کی جا سکتی۔ وہ ایک ہی چیز ہیں اِس لئے الگ نہیں ہو سکتے۔ ہمارے خُداوند نے فرمایا "اگر مَیں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرو۔ لیکن اگر میں کرتا ہوں تو گو میرا یقین نہ کرو مگر اُن کاموں کا تو یقین کرو تاکہ تم جانو اور سمجھو کہ باپ مجھ میں ہے اور مَیں باپ میں" (یوحنا ۱۰: ۳۷ و ۳۸)۔

حقیقی معجزہ جو نشان کے طور پر مکاشفہ کا ایک ذریعہ ہے محض تصدیق و شہادت سے زیادہ ہے۔ ڈاکٹر ویس لکھتا ہے[1] کہ "معجزات مسیحی مذہب کے لئے کوئی فالتو شے نہیں بلکہ وہ پورے طور پر ایمان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اُن سے ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ الٰہی ذات کے اظہار میں جیسے پاک نوشتوں میں کیا گیا یگانگت اور اتحاد ہے"۔

معجزات گواہی اور شہادت کے لئے مفید ہیں لیکن اِس پہلو کو اختصار کی خاطر ختم کرنے سے پہلے ہم ایک نہایت اہم بیان پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ معجزات مکاشفہ کی تصدیق اور اُس کے اظہار کے لئے آلۂ کار ہیں لیکن وہ ایمان کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔ مسیحی بھروسہ اور ایمان کی بُنیاد ظاہری اور خارجی باتوں پر نہیں اور نہ علم ریاضی کی ثابت کردہ باتوں پر ہے۔ جب ہمارے خُداوند نے یہ دیکھا کہ معجزات کے بارے میں لوگوں کا نقطۂ نگاہ غلط ہے تو اُس نے اُن کی اِن الفاظ میں ملامت کی "جب تک تم نشان اور عجیب کام نہ دیکھو ہرگز ایمان نہ لاؤ گے" (یوحنا ۴: ۴۸)۔

جب اِنسان کا دِل سوائے رُوحانیت اور اخلاق کے کسی اور چیز سے مطمئن نہیں ہو سکتا تو مسیحی دین کے آئندہ حامیوں کی یہ کوشش کہ کوئی خارجی یا ظاہری ثبوت پیش کریں تاکہ اُس کی تسلی ہو، دراصل اُسے نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ یہ بداعتقادی کے بیج بونے کے برابر ہے۔ ایماندار کا بھروسہ خُدا پر ہے، جو معجزہ کی بیرونی گواہی سے نہیں بلکہ رُوح القدس کی اندرونی گواہی سے پیدا ہوتا ہے۔ "رُوح خود ہماری رُوح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے" (رومیوں ۸: ۱۶)۔ اور یہی وہ آخری اور حقیقی سند ہے جس سے دِل قائل ہو جاتا ہے۔

1 Dr. Wace, *International Standard Bible Encyclopaedia*, p. 2066

چھٹا باب

تشریح اور تفسیر کے اصُولات

اِس باب کا مقصد یہ ہے کہ اُن لوگوں کی کچھ رہنمائی کی جائے اور کچھ عملی اِشارات لکھے جائیں جو پاک نوشتوں کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے تربیت پا رہے ہیں۔ حقیقی سمجھ رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اِس کو انجام دینے کے لئے دُعا، جانفشانی، سخت محنت و مشقت اور لگاتار مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔

متن کو سمجھنا

۱۔ مناسب اور موزوں ہے کہ تفاسیر، موجودہ تراجم اور تشریحات کا پورا پورا استعمال کیا جائے۔ یہ ایک غلطی ہے کہ صرف مصدقہ ترجمہ پر اکتفا کیا جائے۔ اگر اِس کے علاوہ تفسیر اور تشریح کا استعمال بھی کیا جائے تو اکثر اِس کے وسیلہ سے بعض حصّوں پر ہمارے لئے نئی روشنی پڑے گی۔ وہ الفاظ یا عبارات جن کی تشریح تفاسیر میں مفصّل بیان کی گئی ہے ہماری سمجھ کو اَور زیادہ روشن کر دیتی ہیں۔

۲۔ اصل متن کے صحیح اور درست معنی تلاش کرنا اپنا نصب العین بنایئے۔ لازم ہے کہ ہر ایک شخص کا یہی اوّلین مقصد ہو۔ یہ اشد ضروری ہے کیوں کہ اکثر اوقات تخیل بے روک ٹوک بلند پروازی کرتا ہے اور اِس طرح ایک خطرناک اور نقصان دہ چیز بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر مندرجہ بالا نصب العین نہ ہو تو ممکن ہے کہ ہم پاک نوشتوں کا مطالعہ کرتے وقت حقیقی اور اصلی مطلب کی بجائے صرف اپنے خیالات کا سایہ اور اپنے تعصبات کا عکس اُن میں پائیں۔

پاک نوشتوں کے مفہوم کا انکشاف استعمال شدہ الفاظ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک لفظ بڑا قیمتی ہے۔ اُس کی اہمیت اِس لئے بھی زیادہ ہے کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ الٰہی مکاشفہ الفاظ میں ظاہر ہُوا اور ایسے الفاظ انتخاب کئے گئے جو اظہارِ مطلب کے لئے موزوں ہیں۔ لہٰذا اُن کی قدر و قیمت ہماری نظر میں اَور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ حقیقت خاص طور سے غور طلب ہے کہ بعض الفاظ کتابِ مقدس میں مستعمل ہونے سے خاص یا نئے معنوں کے حامل

ہیں ۔ اس طرح ان الفاظ کے اِن معنوں کو جاننے سے مکاشفہ کی تفصیل اور اُس کی حقیقت اَور بھی نمایاں ہو جاتی ہے ۔

جب یہ ناممکن ہو کہ بائبل کی اصل زبانوں عبرانی اور یُونانی میں مہارت پیدا ہو تو اُن امدادی کُتب کو خُوب استعمال کریں جو ایسے مُطالعہ کے پیشِ نظر لکھی گئی ہیں ۔ اس طرح سے ہم کُتب مُقدسہ کو اچھی طرح سے سمجھ سکیں گے ۔

۳ ۔ **آپ یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ مُصنّف اور ابتدائی پڑھنے والوں نے اِس عبارت سے کیا مفہوم حاصل کیا** ۔ یہ نہایت ہی ضرُوری اصُول ہے ۔ ہر شخص کے لیئے لازمی ہے کہ وہ مُصنّف کے شعُور ، دماغی کیفیت اور ماحُول میں داخل ہو ، اُس زمانہ کے حالات اور نیز مُصنّف کے حقیقی مقصد کا اندازہ لگا کر اپنے آپ کو بھی اُسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے ۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب پڑھنے والا اُس کے پس منظر اور تاریخی حالات سے واقف ہو ۔ اِس کتاب کے لکھنے سے ہماری یہی غرض و غایت ہے کہ ہم اُن تمام چیزوں کا بیان تفصیل سے لکھیں ۔

۴ ۔ **تصنیف کی امتیازی خُوبی معلُوم کیجیئے** ۔ مثلاً یہ کہ زیرِ غور عبارت تاریخ ہے یا تمثیل ، نظم ہے یا نثر ، خود کلامی یا مکالمہ ہے ۔ صرف ابواب یا کسی دُوسری تقسیم پر بھروسہ مت کیجیئے کیونکہ اصل نسخوں میں یہ تقسیمیں نہیں ہیں ، اور شاید کسی جگہ غیر موزُوں بھی ہوں ۔ مختلف بیانات کے آپس کے تعلق کو معلُوم کرنے کی کوشش کیجیئے ۔

۵ ۔ **اسلُوبِ بیان کو معلُوم کیجیئے** ۔ مثلاً یہ کہ کیا یہ لفظی ہے یا تشبیہی ۔ مجازی اصطلاحات کا لفظی مطلب نہیں نکالنا چاہیئے ۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ کیا یہ بیان سوالیہ ہے یا بیانیہ یا تحکمانہ ؛ قطعی یا شرطیہ ، حقیقی یا قیاسی ۔ پھر اس میں استعمال شُدہ تشبیہات اور فقرات کی خوبیوں کو پہچانیئے جن سے اصل زبان کے نسخوں کے پڑھنے والوں کے رسم و رواج اور اُن کے گرد و پیش کے حالات کا اندازہ لگتا ہے ۔ یہاں تفاسیر اور دُوسری کتابیں جن میں عالمانہ تحقیقات کے نتائج ہیں ، نہایت کار آمد ہیں ۔

۶ ۔ **الٰہی مُکاشفہ کی خصُوصیات کی پہچان** ۔ خُدا نے ہم سے نہ صرف الفاظ میں کلام کیا بلکہ وہ آدمیوں کی زندگی کے ذریعہ سے بھی ہم سے مخاطب ہُوا اور خاص کر اپنے بیٹے ہمارے خُداوند کی زندگی ، مَوت اور جی اُٹھنے کے وسیلہ سے ۔ پس انبیاء کے کلام کے علاوہ وہ حالات اور واقعات بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں جن کا اُنہوں نے ذکر کیا ہے ۔ مسیحیت ایک تاریخی مکاشفہ ہے ۔ اِس لیئے پاک نوشتوں کے اصلی ، لغوی اور تاریخی معنی سنگِ بنیاد کی اہمیت رکھتے ہیں ۔

متن کی تشریح

مسیحی کے لیئے کلامِ مُقدّس کا استعمال یہاں تک ہی کافی نہیں کہ وہ متن کو سمجھ لے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اس کے استعمال کا آغاز ہی ہے ۔

۱ ۔ **صاف اور بے لاگ تشریح** ۔ یعنی بالکُل متن کے حقیقی معنوں کے مُطابق مفہُوم لیجیئے ۔ مناسب یہ ہے کہ الفاظ کے درُست معنی سمجھے جائیں ۔ یہ بالکُل غیر واجب ہے کہ ہم بائبل کے الفاظ کا اپنے لیئے وہ مطلب نکالیں جو وہ حقیقت میں نہیں رکھتے ۔ ہمیں مُبالغہ آمیز یا غیر ضرُوری لفظی تشریح اور خیالی رُوحانیت سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے ۔ اُس کلام میں جو خُدا کے مُنہ سے نکلا اور انبیاء کے الفاظ میں اور دُوسروں کے مثلاً شیطان کے الفاظ میں ہمیں پُورا پُورا امتیاز کرنا چاہیئے ۔ موخرُ الذکر ہمارے افادۂ رُوحانی کے لیئے تحریر کیئے گئے ہیں نہ کہ اِس لیئے کہ ہم اُن کو صحیح اور درُست تسلیم کریں ۔

۲ ۔ **" کُل " کے پیشِ نظر " جُز " کی تشریح کیجیئے** ۔ کسی لفظ یا محاورہ کا مطلب اُس کے سیاق و سباق سے اکثر صاف ہو جاتا ہے ۔ پس یہ ضرُوری ہے کہ کسی لفظ کا مطلب بیان کرنے کے لیئے اُس کے سیاق و سباق کا خاص خیال رکھا جائے ۔ تمام کتاب یا اُس خاص حصّہ کے مقصد کو ملحُوظِ خاطر رکھا جائے جس میں وہ الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں ۔

اسی طرح کُتبِ مُقدسہ کے الہام میں اتحاد کو ہمیشہ مدِنظر رکھنا چاہیئے ۔ ہر ایک کتاب کا دُوسری سے گہرا تعلق ہے ۔ اِس لیئے کُتبِ مُقدسہ کو علیٰحدہ علیٰحدہ نہیں سمجھنا چاہیئے ۔ برعکس اِس کے ہر ایک کتاب یا کسی خاص حصّے کے مطلب کو پاک نوشتوں کی مجمُوعی تعلیم کی رَوشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

۳ ۔ **کلامِ مُقدّس کے مجمُوعی مقصد کو لیجیئے** ۔ انسان کے لیئے خُدا کے ارادہ اور اُس کے ساتھ سلُوک اور خاص کر گنہگاروں کے لیئے نجات کے انتظام کا انکشاف ۔ صرف وُہی اشخاص کلامِ مُقدّس کا صحیح استعمال کر سکتے ہیں جو اس مقصد کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اُس کی غرض و غایت یہ نہیں کہ تمام مضامین پر رَوشنی ڈالے ، یا انسان کے تمام سوالات کا جواب دے ۔ یہ ایک خاص ضرُورت اور مقصد کے لیئے ہے ۔

۴ ۔ **مسیح کو تمام کتابِ مُقدّس کا خاص مَوضُوع سمجھیئے** ۔ پاک نوشتوں کے تمام حصّہ جات مسیح کی گواہی دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ مجسّم ہو کر بنی نوعِ انسان کے پاس آیا ۔ وہ اِس لیئے آیا کہ گنہگار کو نجات دے ۔ وہ پھر آئے گا تاکہ قیامت کے دن عدل و انصاف

کرے۔ وُہی مُخلصی اور مُکاشفہ دونوں کا ذریعہ اور مضمُون ہے۔ اِس تاریخی کتاب میں وہ خُدا کا کلمہ ہے جس سے نجات مِلتی ہے۔ تحریری کلام زندہ کلام کا صِرف پرتَو اور عکس ہے کیونکہ اُس کے بغیر تحریری کلام قائم نہ رہ سکتا تھا مسیح ہی میں اُس کی حقیقی یگانگت اور تکمیل پائی جاتی ہے۔ اِس لئے پاک نوشتوں کے مُطالعہ کا وُہی مرکز ہے۔ اُن کے بھیدوں کو کھولنے کے لئے وُہی چابی ہے۔

۵۔ کتابِ مُقدّس کی تشریح کتبِ مُقدسہ سے کیجئے۔ عہدِ جدید کو سمجھنے کے لئے عہدِ عتیق کو خوب پڑھیئے۔ اور اِسی طرح عہدِ عتیق کا عہدِ جدید کی روشنی میں مُطالعہ فرمایئے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ عہدِ جدید کے مُصنّفین اِس امر پر ایمان رکھتے تھے کہ عہدِ عتیق کی تصنیف کا الٰہی مقصد یہ تھا کہ خُداوند مسیح کی خوشخبری کو سمجھ لیا جائے۔ پس موزوں اور مناسب ہے کہ ایک نوشتے کا دُوسرے سے مقابلہ اور موازنہ کیا جائے تاکہ پاک نوشتے ہی اپنی تشریح اور جانچ کرکے اُس کی تصدیق کریں۔ اِس اُصُول کی پابندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کلامِ مُقدّس یا اُس کے کسی حِصّہ کی تشریح ایسی نہ ہوگی جو دُوسرے حِصّے کے خِلاف ہو۔ صداقت کے ایک پہلو کی تشریح میں مُبالغہ بدعتوں کا آغاز ہے۔

۶۔ جان لیجئے کہ صداقت لامحدُود ہے اور اُس کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ کسی بات کے ایک سے زیادہ پہلو ہو سکتے ہیں، مثلاً مسیح کو "برّہ" اور "شیرِ ببر" کہا گیا ہے (مکاشفہ ۵: ۵ و ۶)۔ محدُود خیالات کے اِنسان کو لامحدُود سچائی کے ایسے پہلو ایک دُوسرے کے متضاد اور غیر موافق معلوم ہوتے ہیں لیکن الٰہی مکاشفہ کا کُلی عزّت کرنے والا طالبِ علم چارلس سمین کے ساتھ مُتّفق ہوگا اور یہ کہے گا کہ سچائی بظاہر دو متضاد پہلوؤں کے سمجھوتے میں نہیں بلکہ دونوں پہلوؤں میں ہے۔

۷۔ اِنسان کا علم محدُود ہے۔ دُوسرے ایمانداروں کے فیصلوں کو نظرِ احترام سے دیکھئے۔ اُن کی متفقہ رائے خاص طور سے قابلِ عزّت ہے۔ اِس حقیقت کو یاد رکھئے کہ چُونکہ اِنسان کی عقل محدُود ہے اِس لئے باوجُود اپنی بلندی اور عرُوج کے صداقت کی معمُوری کو سمجھنے میں قاصر اور عاجز ہے۔ پس یہی مستحسن ہے کہ ہم دُوسروں کی تشریحات اور تفاسیر کی حقیقی قدر و قیمت سمجھیں، خاص کر جب کہ عرصۂ بعید سے اکثر ایماندار اُنہیں صحیح تسلیم کرتے آئے ہیں۔ اور جن امُور پر مُقدسین مُتّفق الرائے نہیں اُن پر اڑے رہنا موزوں نہیں۔

۸۔ رُوح القُدس کی روشنی اور گواہی کے طالب ہوں۔ یہ امر بہت لازمی ہے۔ صِرف رُوح سے منوّر ہونے سے ہم صداقت کا مکاشفہ حاصل کر لیتے ہیں اور صِرف

اُس کی مُہر اور شہادت سے جان سکتے ہیں کہ فی الواقع یہ بات خُدا کی طرف سے ہے۔ صِرف وُہی اعلےٰ اور افضل اُستاد ہے جو اپنے کلام کی صحیح تشریح ہم پر آشکارا کر سکتا ہے۔

کتابِ مُقدّس کی تماثیل اور تشبیہی بیانات کی تفسیر کرنے کیلئے خاص ہدایات

۱۔ اپنی توجہ مرکزی نکتہ یا تعلیم پر لگایئے۔ ہر ایک تفصیل کو مرکزی خیال کے تابع رکھیئے۔ یہ حقیقت فراموش نہ کیجئے کہ تمام تمثیلی بیانات میں بہت سا حِصّہ بیان کو خوبصورت اور رنگین بنانے کے لئے لباس اور منظر کا کام دیتا ہے سو بجز خاص حالات کے ہر ایک تفصیل میں رُوحانی مطلب کی تلاش نہ کی جائے۔ ایسی تفاصیل پر کلامِ مُقدّس کی تصدیق کے بغیر غور نہیں کرنا چاہیئے۔ بعض اوقات ہمارے خُداوند نے ایسی تمثیلیں دیں جن کی تفصیلاً تشریح کی جا سکتی ہے۔ مثلاً بیج بونے والا (متی ۱۳: ۳-۹، ۱۸-۲۳، ۲۴-۳۰ و ۳۶-۴۳)۔ لیکن نیک سامری کی تمثیل کی تشریح جو خُداوند یسُوع نے خود کی کا مقابلہ بیج بونے والے کی تمثیل کی تشریح سے کیجئے (لوقا ۱۰: ۲۷)۔ بعض تمثیلیں ایسی بھی ہیں جنکی ہر ایک تفصیل میں مطابقت پانا مشکل ہے۔

۲۔ مسیحی تعلیم کی بنیاد بائبل کے صاف و صریح بیان پر رکھیئے۔ تمثیل یا تشبیہ اپنی ذات میں وضاحتی چیز ہے اور اِس کا مقصد تشریح اور تفصیل ہے۔ سو یہ مناسب نہیں کہ اِسے ایمان اور عقیدے کی خاص بُنیاد قرار دیا جائے۔ تماثیل، تشبیہات اور اِستعارات کی تشریح کے لئے کلامِ مُقدّس کی تصدیق اور سند کی تلاش کرنا چاہیئے۔ صِرف مشابہت کر پا لینا مُفید نہیں۔ اِس امر کی تسلی اور تشفی کر لینا چاہیئے کہ جو خیال لیا گیا ہے وہ کلامِ مُقدّس کی صداقت کے مُطابق ہے یا نہیں۔

مسیحی زندگی میں بائبل کو اِستعمال کرنے کے لئے عملی طریقے

۱۔ کتابِ مُقدّس کو اپنے ایمان اور چال چلن کا آئین بنایئے۔ کتابِ مُقدّس مسیحی ایمان اور اعمال کی بنیاد ہے۔ لہٰذا یہی زیبا ہے کہ ہر بات میں اُس کی تصدیق حاصل ہو۔ مثلاً اِس بات کو جاننا اپنا مقصد بنایئے کہ گُنہگار اِنسان کی نجات کے لئے کتابِ مُقدّس کی کیا تعلیم ہے۔ اور صداقت کی باتیں جو اِنسان کی ابدی بہبُودی سے متعلق ہیں اُنہیں اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ "جو کوئی تُم سے تمہاری اُمید کی وجہ دریافت کرے، اُس کو جواب دینے کے ہر وقت

CamScanner

مُستعد رہو" (۱۔پطرس ۳: ۱۵)۔ بائبل سے مسیحی عقائد اور اُن کی وجُوہات ڈھونڈنی چاہئیں تاکہ بغیر کسی پس و پیش کے سوالات کا جواب دینے کی قابلیّت حاصل ہو جائے اور ایمان کی صداقت کی تصدیق کر سکیں۔

۲۔ **کتابِ مُقدّس کو اپنی رُوحانی زندگی کا قاعدہ سمجھیئے**۔ یہ آپ کے روزانہ فضل حاصل کرنے کا ذریعہ اور باقاعدہ اِستعمال کی چیز ہے۔ خُدا آج بھی اپنے کلامِ مُقدّس کے وسیلہ سے اُن لوگوں سے خطاب کرتا ہے جو اُس کی تلاش میں ہیں۔ سوا اِس طرح نہ پڑھیئے کہ گویا اِس کا آپ کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ سب سے زیادہ یہ مقصد مدِّ نظر ہونا چاہیئے کہ اُس رُوحانی سچائی کو پہچانا جائے جس کا اطلاق آپ کی شخصی حالت اور ضرورت اور ماحول سے ہو سکے۔ ہمیشہ اِس دُھن میں رہیں کہ جو کچھ آپ نے پڑھا ہے اُس پر عمل پیرا بھی ہوں۔

۳۔ **ضمیر اور فیصلہ کا مقام**۔ کتابِ مُقدّس ہر شخص سے اُس کی فرمانبرداری کے مُطابق کلام کرتی ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ ترقّی کی منزل پر گامزن ہو تو اُسے اِس روشنی کے مُطابق چلنا لازمی ہے جو اُسے کلام کے مُطالعہ سے حاصل ہُوئی۔

۴۔ **خُدا کے کلام کے مُطابق خُدا کی طرف بار بار رجُوع لانے اور بحال کیے جانے کی ضرُورت**۔ اِس امر کی ضرُورت ہے کہ انسان بار بار خُدا کے پاس آئے تاکہ اُس کے کلام کی روشنی میں اپنے آپ کو پرکھے اور اُس گناہ سے واقف ہو جائے جس کا آغاز ہی ہو رہا ہو اور اُن راہوں کو نئے سرے سے دیکھے جن سے پاکیزگی اور محبّت میں ترقّی ہو سکتی ہے۔

۵۔ **فرمانبرداری اور حکمت میں متواتر ترقّی کا امکان**۔ ہم میں سے کسی کے لیے یہ موزوں نہیں کہ ہم تلاش اور جستجو بند کر دیں اور یہ سمجھیں کہ ہم سمجھ کے پُورے اندازے تک پہنچ چکے ہیں۔ اِس امر کی ہمیشہ ضرورت اور گنجائش ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور نئی اور تازہ روشنی کو پا کر اُس میں چلتے رہیں۔

فصلِ دوم

عہدِ عتیق

ساتواں باب

تاریخی پسِ منظر

جدید آثارِ قدیمہ کے انکشافات

اُنیسویں صدی تک قدیم ترین زمانوں کے حالات کا کُل علم ہمیں مندرجہ ذیل ذرائع سے حاصل ہُوا تھا۔

اوّل —— بائبل مُقدّس۔

دوم —— چوٹی کے مؤرّخین مثلاً یُوسِفَس یا ہیرودوٹس ایسے مؤرّخین کی تحقیقات۔

سوم —— یُونانی، ہندوستانی اور دُوسری اقوام کی اَدبی روایات۔

خُدا کا شکر ہے کہ زمانۂ حال میں علمِ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات اِنسان کی اِبتدائی تارِیخ کو سمجھنے کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہُوئیں۔

قدیم عظیمُ الشّان عمارتیں مدّتوں سے خاموش کھڑی کلامِ مُقدّس کی صداقت پر پہلے سے ہی گواہی دے رہی تھیں۔ لیکن اُنیسویں صدی کے شروع میں جب مِصر کی قدیم لکھائی کو پڑھا گیا تو ایک نئے دَور کا آغاز ہُوا۔

اِس کے بعد لیرڈ[1] نے مسوپتامیہ کی سرزمین میں مدفُون عمارات کو کُھدوایا۔ اِتنے میں بابل کے میخی رسمُ الخط کو پڑھنے کا طریقہ بھی معلُوم ہو گیا۔ پھر قدیم کتبوں اور تاریخی دستاویزوں کے حصُول اور اُنہیں پڑھنے کے لئے راستہ کُھل گیا۔

قدیم مصری حرُوف اگرچہ تصویریں ہیں اور تصویریں ہی دکھائی دیتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک تصویر یا تو خود ایک لفظ ہے یا اُس کا ایک حصّہ۔ اِن حرُوف کو پتھروں، چٹانوں یا بعض اَور سخت چیزوں پر کندہ کیا گیا ہے۔

بابل کے میخی رسمُ الخط میں بھی علامات ہیں۔ ہر علامت لفظ کے ایک جزو کو

1 Layard

ظاہر کرتی ہے۔ اِس رسمُ الخط کو سیدھی سطوُر میں لکھ کر حسبِ ضروُرت مُختلف طریقوں سے ترتیب دیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا یعنی رسمُ الخط کی سطوُر ایسی تختیوں پر پائی جاتی ہیں جو چکنی مٹی سے بنائی گئی تھیں۔ قدیم زمانہ کے کاتب دریائے فرات یا دریائے نیل سے چکنی مٹی کے ڈھیلے لے کر اُن سے مناسب تختیاں تیار کرواتے تھے۔ پھر اُن کی سطح خوب ہموار اور صاف سُتھری بنالیتے تھے۔ اور ابھی جب کہ یہ تختیاں گیلی ہی ہوتی تھیں تو اُن پر ایک نوک دار سوُئی سے جو اُن دِنوں لکھنے کے کام آتی تھی حروُف کندہ کرتے تھے۔ بعد ازاں اِن تختیوں کو دھوُپ میں رکھ کر سخت اور مضبوُط بنالیتے تھے یا کسی بڑی بھٹی میں ڈال کر پکالیتے تھے۔ اِس طرح اُن میں ایسی مضبوُطی اور پائداری آجاتی تھی کہ ہزاروں سال گزُر گئے ہیں لیکن اُن میں ہرگز کوئی فرق نہیں آیا۔ ہزاروں ایسی تختیاں ریت یا ریتلی زمین سے برآمد ہوئی ہیں۔

یہ تختیاں اور قدیم یادگاروں، چٹانوں اور مُختلف عمارتوں کی دیواروں پر لکھی ہوُئی عبارات ہمیں قدیم ترین زمانوں کی داستان اپنی زبانِ حال سے سُنا رہی ہیں۔ بعض اوقات یہ داستان افسانہ کے پیرایہ میں ہوتی ہے اور کبھی کبھی دِل آویز اشعار میں۔ کئی دفعہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مصنّفین نے اپنے زمانہ کے درُست حالات مع سن وسال لکھے ہیں۔ اِن تختیوں میں تجارتی رسیدیں، ٹھیکے کے پٹہ جات، سرکاری احکام، شخصی اور سرکاری خط وکتابت، فہرستیں، شرعی اور قانونی کتابیں اور ایسی چیزیں جو تعلیم یافتہ اور مہذب اشخاص کے استعمال کی تھیں ملتی ہیں۔ اِن تحریروں کے علاوہ بہُت سی عبادت گاہیں، گھر اور مقبرے زمین سے برآمد ہوئے ہیں۔ جو اشیا اُن کے ساتھ دستیاب ہوُئیں اُن کا بنظرِ غور مشاہدہ اور معائنہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا گھروں میں استعمال ہونے کے برتن، اوزار، سونے اور چاندی کے زیورات، لڑائی، شکار اور کھیتی باڑی کی مختلف تصاویر، کشتیاں، نانبائی کے تنور، بربط، عورتوں کے بال پن کے مختلف نمُونے سب مِل کر زمانۂ قدیم کے رسم ورواج اور رہنے سہنے کے طریقوں پر بہت روشنی ڈالتے ہیں۔

سر لیونرڈ وولی[1] فرماتے ہیں کہ زمانۂ قدیم کا کھوج نکالنا ایک مُشکل بات ہے۔ یہ اب سائنٹیفک عمل بن گیا ہے۔ پہلے قدیم کھنڈرات کا کوئی ٹیلہ چن کر مشین کے لمبے دھرے

1 Sir Leonard Woolley

زمین میں گاڑ دیتے ہیں اور کھنڈرات کی گہرائی کا اندازہ کرلیتے ہیں۔ پھر سطحی ملبہ، کنکر اور روڑے وغیرہ صاف کرکے آہستہ آہستہ ایک ایک مدفوُن خزانے کو ظاہر کرکے اُس کا پوُرا پوُرا علم حاصل کرتے جاتے ہیں۔

یہ ٹیلے جن میں قدیم شہر مدفن ہیں، عام طوُر پر بہُت بلند ہوتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی ممالک کا دستور تھا کہ جب ایک شہر برباد ہوجاتا تھا تو اُس کے کھنڈرات کے اوُپر نیا شہر تعمیر کردیتے تھے۔ پس ہر ایک ٹیلے کے نیچے کھنڈرات کی تہیں ہوتی ہیں۔ وہ کھنڈرات جو سب سے نیچے ہیں سب سے پُرانے ہیں اور جو سب سے اوُپر ہیں وہ بعد کے ہیں۔ مثلاً جب یریحُو کے شہر کی کھُدائی ہوُئی تو

(۱) عین سطح کے نزدیک بزنطینی[1] زمانے کے کھنڈرات پائے گئے۔

(۲) اُن کے نیچے بیت ایلی حی ایل کے تعمیر کردہ شہر کے کھنڈرات تھے (اس شہر کا ذکر ۱۔سلاطین ۱۶: ۳۴ میں ہے)۔

(۳) اُس کے نیچے پندرھویں صدی قبل از مسیح کی مُختلف چیزوں کے ساتھ جلے ہوُئے گھروں کی تہہ دوُر تک پھیلی ہوُئی تھی۔ یہ شہر اینٹوں سے بنایا گیا تھا اور اس کی بنیادیں اُن پتھروں پر اُٹھائی گئی تھیں جن سے تعمیر کردہ عمارات یشوعؔ کے حکم سے سپُردِ آتش کی گئی تھیں (یشوع ۶: ۲۴)۔

(۴) ماہرینِ علمِ آثارِ قدیمہ جب یہاں کھودتے کھودتے اَور نیچے پہنچے تو اُنھوں نے اُس سے بھی زیادہ قدیم شہر اور اُس کی فصیل کے نشانات پائے۔ اغلباً دو ہزار سال قبل از مسیح کے زمانہ میں یہ شہر ایک بارونق اور مشہوُر جگہ رہی ہوگی۔

(۵) یہ حکایت یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ مندرجہ بالا تہہ کے نیچے ایک اَور تہہ ملی، جو "سنگِ صیقلی"[2] کے زمانہ کی تھی۔ یہاں کمُہاروں کے ہاتھ کے بنے ہوُئے برتن اور صیقل شدہ چقماق کے ٹکڑے دستیاب ہوُئے۔

(۶) سب سے نچلے حصہ میں پامال شدہ فرش پر عام چقماق کے ٹکڑے تھے۔ یہ ٹکڑے "زمانۂ سنگِ تراشیدہ"[3] اور زمانۂ قبل از تاریخ کے انسان اور اُس کے کاروبار اور پیشہ کی گواہی دیتے ہیں۔

اِن کھنڈرات کے سن وسال اور تاریخی زمانہ کو متعین کرنے کے لئے چند ایک اُمور

1 Byzantine 2 Neolithic Period 3 Palaeolithic Age

کو مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے ۔ اوّل یہ کہ یہ کھنڈرات کس شکل و صورت اور کس رنگ ڈھنگ میں ملتے ہیں ۔ پھر اُن کے کتبے ، سِکّے اور دُوسری چیزیں بھی اس مسئلہ کا حل کرنے کے لئے ہماری مددگار ہوتی ہیں ۔ مثلاً قدیم زمانہ میں اہلِ مِصر بھونرے کو ایک مقدّس اور پاک چیز خیال کرتے تھے اور جواہرات پر اُس کی تصاویر تراشتے تھے ۔ اگر ایسے جواہرات ملیں تو ہم آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ کھنڈرات اپنی شکل و صورت ، کتبات اور سِکّوں نیز ان جواہرات کی وجہ سے کس زمانہ کی یادگار ہیں اور وہ کس زمانہ میں آباد بستیاں رہی ہوں گی ۔

یا یُوں کہیے کہ کسی زمانہ میں اہلِ رُوم کا اِنگلستان پر تسلّط تھا ۔ اہلِ رُوم کے زمانہ کی اینٹوں کی ساخت ایک خاص قسم کی تھی ۔ اُن کے فنِ عمارت کا انداز بھی خاص تھا ۔ جب ہم اُن اینٹوں اور اس وضع کی عمارات کو دیکھتے ہیں تو کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہ اہلِ رُوم کی حکومت کے زمانہ کی یادگاریں ہیں ۔ اِسی طرح مشرق کے آثارِ قدیمہ کی عمارات کا مصالح کھانے پینے کے برتن اور جنگ کے اوزار سن و سال معلوم کرنے میں ہماری راہنمائی کرتے ہیں ۔

کوئی پچاس سال کا عرصہ گزرا جب پروفیسر فلنڈرز پیٹری[1] نے اُن ظروف کے ہزاروں نمونوں کا خاص مطالعہ کیا جو زمین سے برآمد ہوئے تھے ۔ پھر بہت احتیاط کے ساتھ اُن جگہوں کا نام و نشان درج کیا جہاں سے وہ نکلے تھے اور جو جو چیزیں اُن کے ساتھ ساتھ خاص خاص جگہوں میں ملیں ، اُن کا پتہ و نشان بھی لکھ لیا ۔ بعد ازاں اچھی طرح اُن کی درجہ بندی کی گئی ۔ اس عمل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر خاص زمانہ اور خاص علاقہ میں خاص خاص نمونوں کے ظروف استعمال ہوتے تھے اور یہی نمونے علمِ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے لئے کسوٹی کا کام دیتے ہیں ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح سن و سال کا فیصلہ کرنا کچھ مشکل ہی ہے ۔ لیکن پھر بھی بہت حد تک وثوق کے ساتھ اُن کھنڈرات اور عمارات کی مسلسل تاریخیں اور زمانے بتائے جا سکتے ہیں ۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں فلاں اشیاء فلسطین میں کانسی کے زمانہ کے[2] ابتدائی ، وسطی یا آخری حصّہ سے متعلق ہیں اور ان زمانوں سے ہماری مُراد دو ہزار پانچ سو سال ، دو ہزار سال اور کوئی سوا تیرہ سو سال قبل از مسیح سے ہے ۔

دھات کے رائج ہونے سے پہلے انسان چقماق کے بنے ہوئے اوزار استعمال کیا

1 Professor Flinders Petrie 2 Bronze Age

کرتا تھا : "زمانۂ سنگِ تراشیدہ" اور پتھر کے ابتدائی زمانہ میں چقماق کو توڑ لیتے تھے ۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ٹوٹے ہوئے پتھر بھدّے اور بے ڈھنگے سے معلوم ہوتے تھے ۔ لیکن سنگِ صیقلی کے زمانہ میں اُنہیں خُوب رَوشن اور صیقل یعنے چمکیلا کر لیتے تھے ۔ یہ ترقّی اس بات کی دلیل ہے کہ انسان تہذیب و تمدّن کی طرف آگے بڑھ رہا تھا ۔

انسانی زندگی کے یہ نشانات ایشیا اور یورپ کے دونوں براعظموں میں پائے جاتے ہیں ۔ لیکن یاد رہے کہ وہ تمام جگہوں میں ایک ہی وقت کی طرف اشارہ نہیں کرتے ۔ مسوپتامیہ میں سنگِ صیقلی کا زمانہ چار ہزار قبل از مسیح میں ختم ہو گیا تھا لیکن فلسطین میں کچھ صدیاں بعد میں ، برطانیہ میں سنِ عیسوی کے قریب قریب تک جاری رہا ۔

زمانۂ سنگِ تراشیدہ کا تعیّن کرنا قدرے مشکل ہے اور بعض کے قول کے مطابق کئی دفعہ محض خیال آرائی ہے ۔

تاریخی دستاویزوں کا ہم تک پہنچنا

مندرجہ بالا انکشافات کی بنا پر مقدّس دستاویزوں کے قابلِ یقین ہونے اور اُن کے سن و سال کے بارے میں جو نظریے پہلے رائج تھے ، اُن میں بہت ترمیم کر دی گئی ہے ۔

بعض مُصنّفین کا خیال تھا کہ بزرگانِ اسرائیل اور اُن کے آباؤ اجداد کی کہانی من گھڑت افسانہ ہے اور ابرہام محض خیالی ہستی ہے لیکن آج سر لینرڈ وولی اپنی تحقیقات کے بعد بتاتے ہیں کہ ابرہام کے وجود کی حقیقت اُن تحریری شہادتوں سے ثابت ہوتی ہے جو قریب قریب اُس کے معاصرین یعنے ہم زمانہ لوگوں نے لکھی تھیں ۔

مِصر اور مسوپتامیہ میں ایسے کتبے دستیاب ہوئے ہیں جو تین ہزار سال قبل از مسیح میں لکھے گئے تھے ۔ نیز بزرگانِ اسرائیل کے دَور کے شرعی قوانین و ضوابط زمین سے نکالے گئے ہیں ۔ سر لینرڈ وولی کہتے ہیں کہ اغلباً ابرہام نے اپنے خاندان کے مفاد کے لئے سومری قوم کے عام قوانین لکھے ہوں گے جو اُس کے خیال کے مطابق اُس کے خانہ بدوش افراد کے لئے موزوں ہوئے ہوں گے ۔ بابل اور مِصر میں ایسی تختیاں ملی ہیں جن پر شجرہ ہائے نسب اور خاندانی تاریخ کندہ ہے ۔ یہ پیدائش کی کتاب سے بہت ملتی جُلتی ہیں ۔ بعض اوقات اِن پر ایسے عنوانات پائے جاتے ہیں جن میں اس قسم کے الفاظ ہیں "یہ فلاں فلاں کا نسب نامہ ہے" یا "یہ آدم کا نسب نامہ ہے" (پیدائش ۲: ۴ ; ۵: ۱) ۔ لفظ "صحیفہ[1]" جو

1 "Sepher"

نامہ کے لئے استعمال ہُوا ہے اِس کے معنی یاد داشت اور رجسٹر کے ہیں۔ اور "قریت سِفر" یعنی یاد داشتوں کا شہر (یشوع ۱۵:۱۵) ظاہر کرتا ہے کہ ایسی یاد داشتیں بڑی اچھی طرح سے محفوظ رکھی جاتی تھیں۔

اِن باتوں کی وجہ سے یہ اعتقاد شرُوع ہُوا کہ مُوسیٰ نے بزرگوں کے اصلی نسخوں سے شجرہ ہائے نسب نقل کئے تھے جو ابرہام اور اُس کی اولاد نے خُوب حفاظت سے رکھے تھے۔ یہ حقیقت خاص طور سے غور طلب ہے کہ "نسل" کے بارے میں وعدے جو خُدا نے خوا، ابرہام، اِضحاق اور یعقوب سے کئے تھے نہایت احتیاط سے محفُوظ کئے گئے ہیں اور شجرہ ہائے نسب بھی اُن ہی لوگوں کے ہیں جن سے وعدے کئے گئے تھے۔ مندرجہ ذیل وجُوہات کے باعث یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اِس کہانی کے بیان کرنے والے وہ خُود آپ ہی تھے۔

ا۔ بیان میں وہ خاص تبدیلی جو پیدائش باب ۱۲ میں نمایاں ہے۔

ب۔ خاندانی حالات کی تفصیلات۔

ج۔ وہ صاف بیانی جس میں ابرہام اور یعقُوب کی کمزوریوں، شکوک اور غلطیوں کا ذکر ہے۔

ابرہام اور یعقُوب کے گُفتار و کردار اور اُس زمانہ میں اُن کے اِردگرد رہنے والے لوگوں کے قوانین اور اُن کی عادات و خصائل میں ایک عجیب قسم کی مُطابقت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً حوری[1] لوح میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے باپ کے دیوتاؤں کو اپنے قبضہ میں کرلے تو وہ اُس کا حقیقی اور قانُونی وارث بن جاتا ہے۔ اِسے پڑھنے سے راخل کا اپنے باپ کے بُتوں کو چُرانے کا مقصد معلُوم ہوجاتا ہے (پیدائش ۳۱:۳۴)۔ یُوسف کی زندگی اور خرُوج کی کتاب میں مصری رسم و رواج بھی ایسی ہی مُطابقت رکھتے ہیں۔

بائبل کے قدیم ترین حوالہ جات جو بعض "کتابوں" اور "لکھائی" کے بارے میں ہیں اُن پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ بہُت سے قدیم شجرہ ہائے نسب دکھائے گئے ہیں (دیکھئے پیدائش ۵:۱)۔ اِسی طرح قوانین وغیرہ دستیاب ہُوئے ہیں (دیکھئے خرُوج ۲۴:۴ اور استثنا ۳۱:۲۶) اور یہ قدیم زمانوں میں جنگ و جدل کے حالات قلم بند کرنے اور اُنہیں محفُوظ کرنے کا رواج تھا (گنتی ۲۱:۱۴ ز ۲۔ تواریخ ۱۲:۱۵)۔ سو کوئی وجہ نہیں کہ جن

1 Hurrian Tablet

کُتب کا حوالہ دیا گیا ہے اُن کی صداقت پر شک کیا جائے۔ بیشک اِن کُتب میں ہمعصر زمانہ کی دستاویزیں بھی تھیں۔ نیز اُن حوالہ جات کی بھی تصدیق ہوئی جن میں ایسی چیزوں کا ذکر ہے جو اُن دنوں میں لکھتے وقت استعمال ہوتی تھیں۔ مثلاً علم آثارِ قدیمہ سے اِس بات کی تصدیق ہُوئی کہ بعض اوقات مٹی کے برتنوں پر ایسی سیاہی کے ساتھ لکھا جاتا تھا جسے بعد میں دھونے سے مٹایا جاسکتا تھا (گنتی ۵:۲۳)۔ اُن دنوں لوہے سے بنے ہُوئے قلم استعمال میں آتے تھے (یرمیاہ ۱۷:۱)۔ مصر اور بابل میں کاتبوں کو لکھنے کے کام پر مامُور کرتے تھے (قضاۃ ۵:۱۴)۔

ہم تصویری حرُوف اور میخی رسمُ الخط کا ذکر تو پہلے ہی کر آئے ہیں۔ لیکن اَب معلُوم ہُوا کہ مُوسیٰ یا اُس سے بھی پیشتر زمانہ میں ایک تیسری قسم کا رسمُ الخط سامیوں میں رائج تھا۔ وہ بلحاظ نمونہ تو عبرانی حرُوف کے مشابہ تھا لیکن شکل و صُورت میں عبرانی کے مربع حرُوف سے مختلف تھا۔ اِسے شاید ابتدائی عبرانی رسمُ الخط کہنا زیادہ موزُوں ہوگا۔

سامی مزدُور بیابانِ سینا میں سرابیت[1] کے مقام پر شاہانِ مصر کے لئے فیروزہ کی کانوں میں کام کرتے تھے۔ یہاں اُس رسمُ الخط کے اوّل نمونے دستیاب ہُوئے ہیں۔ پھر ایسی اور دستاویزیں جبلوس[2]، جزر، بیت شمس، لکیس میں پائی گئیں جو غالباً دو ہزار سے لے کر پندرہ سو سال قبل از مسیح کے زمانہ میں لکھی گئی تھیں۔

ارام کے ساحل کے قریب راس شمرہ[3] کے مقام پر ایک پُورا کُتب خانہ مِلا ہے۔ جب اُسے کھود کر نکالا گیا تو یہاں تختیاں ہی تختیاں تھیں جن پر ایسے حرُوف سے لکھا گیا تھا جو تعداد میں اُنتیس ۲۹ تھے اور عبرانی حرُوفِ تہجی کے مشابہ تھے۔ استثنا ۶:۹ اور ۲۴:۱ میں اِس بات کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل اُس وقت لکھنا جانتے تھے۔ مندرجہ بالا بیان گو ہر ایک بات کو تو واضح نہیں کرتا لیکن اِس بات کو تسلیم کرنے میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ بنی اسرائیل میں طریقۂ تحریر رائج تھا۔

تخلیقِ کائنات سے طُوفانِ نُوح تک

پیدائش کی کتاب ہمارے سامنے خُدا کے اُس سلُوک کا خاکہ پیش کرتی ہے جو اُس نے دُنیا کی "ابتدا میں" ہی اِنسان سے روا رکھا۔ پہلے چار حصّوں یا تختیوں میں جو ۱:۱ تا ۲:۴ ز

1 Serabit 2 Byblos 3 Ras Shamra

۵:۱ اور ۹:۶ سے شروع ہوتے ہیں طوفانِ نوح سے پہلے کے تمام حالات مندرج ہیں۔ تخلیق اور طوفانِ نوح کے بارے میں بہت سی قدیم روایات پائی جاتی ہیں۔ زرتشت اپنی کتاب اوستا میں تخلیق کا ذکر یُوں کرتا ہے کہ خُدا نے پہلے آسمان، پھر پانی، نباتات اور جانور اور سب سے آخر میں انسان کو خلق کیا۔ وہ ایک ایسی بہشت کا ذکر کرتا ہے جہاں خُدا نے ایک بھائی اور بہن کو رکھا تا کہ وہ بنی نوعِ انسان کے پہلے ماں باپ ہوں۔ وہ بالکل پاک اور بے عیب تھے لیکن اہرمن (شیطان) نے اُنہیں بگاڑ دیا۔ وہ گناہ کا شکار ہو گئے۔ اِس کے بعد وہ طوفان اور کشتی کا ذکر کرتا ہے۔

بابل کی گلگامش بہادرانہ نظم میں بھی طوفان اور تخلیق کا بیان پایا جاتا ہے اور اس کا قدیم ترین نُسخہ ایک ایسی لوح پر منقش ہے جس کے اخبار کی طرح چھ کالم ہیں۔ یہ نظم تین ہزار سال قبل از مسیح میں لکھی گئی تھی۔ اِس میں بھی انسان کی اوّلین معصومیت کا ذکر ہے۔ اِس میں تخلیق کا تعلق طوفان کے ساتھ ہے اور طوفان کا تعلق گناہ سے ہے۔ اِس میں ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ ایک بڑی کشتی تیار کی گئی تھی اور اُس کے طفیل صرف ایک خاندان بچ نکلا۔ بعض اور بیانات میں پیدائش کی کتاب سے مشابہت پائی جاتی ہے لیکن اختلافات مُشابہت سے بھی زیادہ نمایاں ہیں۔ اہلِ بابل کی کہانیوں میں کثرت سے بُت پرستی نظر آتی ہے۔ اور اُن میں کتابِ مقدس جیسی سادگی، اخلاقی بُلندی اور خُدا کی واحدانیت کی تعلیم پائی نہیں جاتی۔ سر والِس بج[1] جو اِس موضوع کے با اختیار اُستاد مانے جاتے ہیں اپنا آخری اور قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "کئی دفعہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح کا جو بیان پیدائش کی کتاب میں مرقوم ہے وہ بابلی قصّوں سے اخذ کیا گیا ہے لیکن یہ ہرگز درُست نہیں۔"

بوغز کیوئی[2] کے مقام پر ایک کہانی کا ایک حِصّہ ملا ہے جو حوری[3] زمانہ میں مروّج تھی۔ اُس میں طوفان کا حال مندرج ہے۔ ہیرو کا نام نحمولی ایل[4] دیا گیا ہے۔ مُمکن ہے کہ اِسی نام کا اختصار نوح ہو۔ اِن تمام بیانات کا ماخذ بہت قدیم ہوگا اور شاید اصل واقعات تک پہنچتا ہو۔

یہ حقیقت تو قدیم زمانہ سے واضح تھی کہ مؤرخ بیروسس[5] نے ۲۸۰ ق-م میں طوفان

1 Sir Wallis Budge 2 Boghaz Keui 3 Hurrians
4 Nahmoliel 5 Berossus

کی داستان بابلی عقیدے سے حاصل کی تھی اور طوفان سے پیشتر زمانہ میں دس بادشاہوں کے نام دیئے جنہوں نے اِس بابلی کہانی کے مُطابق چار لاکھ بتیس ہزار (۴۳۲۰۰۰) سال تک حکمرانی کی۔ اِن میں سے آخری کا نام زِس تھراس[1] تھا۔ اُس نے ایک کشتی بنائی جس کے ذریعے وہ اور اُس کا خاندان ڈُوبنے سے بچ گئے۔ طوفان کے بعد اُس نے ایک پہاڑ پر شکرانہ کی قُربانیاں گذرانیں۔ پھر وہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اب ایسے کتبے ملے ہیں جن میں اِن دس بادشاہوں کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے لیکن اِن میں بادشاہوں کے نام اور اُن کی مُدّتِ حکومت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اِن دس بادشاہوں اور نوح کے آباو اجداد میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔

اُور اور کِش کے مقامات میں جب کھدائی ہُوئی تو ہمارے معلومات میں بہت اِضافہ ہُوا۔ ۱۹۲۹ء میں اُور کی زمین میں ایک لمبا دُھرا گاڑا گیا جو زمین کی قسم قسم کی تہوں کو چیرتا ہُوا کچی مٹی تک جا پہنچا۔ یہاں آٹھ فٹ موٹی مٹی کی ایسی تہہ تھی جو صرف دریا میں سیلاب کے آنے سے جم سکتی ہے۔ اِس میں کسی قسم کی کوئی چیز یا ٹکڑا نہ ملا پھر اِس کے نیچے زمانۂ سنگ کے صیقلی کے برتن اور چقماق کے اوزار آپس میں ملے جُلے پائے گئے۔ کِش کے مقام پر بھی بعینہٖ یہی نقشہ تھا۔ سر لیَنرڈ وُولی نے اِس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ تہہ نشین مادے کسی غیر معمُولی اور بہت ہی سخت طوفان کے باعث ظہور پذیر ہو سکتے ہیں جس نے قدیم اِنسانی نسل اور تہذیب کو بالکل ملیا میٹ کر دیا۔ یہ طوفان بلاشک و شُبہ وُہی ہے جس کا ذکر بائبل مُقدس اور سومری روایت اور تواریخ میں پایا جاتا ہے[2]۔ اِس سوال پر اختلافِ رائے ہو سکتا ہے کہ آیا اُس طوفان نے صرف اُس دُنیا کو برباد کیا جس کو نوح کا عِلم تھا، یا تمام رُوئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

سیلاب سے وجود میں آئی ہُوئی اِس تہہ کے نیچے برابر کی سطح پر وُولی کو چقماق کے اوزاروں کے ساتھ ساتھ اُس تہذیب کے اَور نشانات بھی ملے، مثلاً روغن کئے ہُوئے برتن، چکنی مٹی کی بنی ہُوئی کچھ اشیاء جن پر اُن کے مالک کی مُہر تھی اور ایک اینٹ۔ اِس دریافت نے اُس سومری روایت کی تصدیق کر دی کہ طوفان سے پہلے اُن کے آباو اجداد کسی پہاڑی مُلک سے آکر مشرق میں آباد ہُوئے تھے۔ اُنہوں نے پہلے وہاں کے اصلی باشندوں پر اپنا تسلّط جمایا۔ وہ اپنے ہمراہ کھیتی باڑی کا پیشہ، دھات سے چیزیں بنانے کا ہُنر اور فنِ تحریر بھی لائے تھے۔ پیدائش باب ۲ کا عدن[3] اغلباً بابلی زبان کے لفظ ایدِنّو کا

1 Xisuthros 2 Ur of the Chaldees, p. 29 3 Edinnu

کا ہم معنی ہے جس سے مُراد سطحِ مرتفع یا لق و دق میدان ہے اور اس کا استعمال عید نوسپارا[1] میں ہوتا ہے (پیدائش ۲ : ۸)۔

اِن دریافتوں کی دُھندلی روشنی میں نوُح سے پہلے کے زمانہ کے بارے میں ہم کیا معلوم کر سکتے ہیں؟ وہ اِن بیانات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اُس زمانے میں شہر تعمیر کئے جاتے تھے (پیدائش ۴ : ۷)، اور دھات کے اوزار استعمال ہوتے تھے (پیدائش ۵ : ۲۲)۔ دریائے جیحون کے متعلق جو کوش کی سرزمین کو گھیرے ہوئے ہے اب تک کافی اختلافِ رائے ہے (پیدائش ۲ : ۱۳)۔ بعض لوگ اِس سرزمین کا محلِ وقوع دریائے دجلہ کے منبع کے مشرق کی جانب کا علاقہ بتاتے ہیں اور جیحون اور ارکیز[2] کو ایک ہی چیز تصوّر کرتے ہیں۔ دریائے دجلہ اور دریائے فرات کا ذکر یہ ثابت کرتا ہے کہ عدن کا محلِ وقوع مسوپتامیہ کے جنوب کی طرف اِن دریاؤں کے سنگم پر تھا۔ سومری روایت نے بھی اِسی جگہ کو عدن کے لئے متعین کیا تھا۔

ہمارے علم کی روشنی میں یہ موزوں نہیں ہوگا کہ ہم قدیم انسان کی اِن باقی ماندہ اشیاء اور بکھرے ہوئے نقوش کے نتائج سے کوئی نظریہ قائم کریں یا "زمانۂ سنگِ صیقلی" اور "زمانۂ سنگِ تراشیدہ" کی مدّتوں کے بارے میں کوئی قیاس آرائی کریں اور نہ ہی یہ کوئی عقلمندی کی بات ہوگی کہ کسی خاص لفظی یا کسی اور قسم کی تشریح پر زور دیں یا پیدائش کے شجرہ ہائے نسب کے متعلق بحث کریں۔

مسیح کی ولادت سے ۲۸۰ سال پیشتر عہدِ عتیق کا یونانی ترجمہ ہُوا جسے ہفتادی ترجمہ کہتے ہیں۔ اِس کے مطابق پیدائش ۱۱ باب میں مذکورہ طوفان ۲۲۰۰ سال قبل از مسیح میں آیا تھا۔ وولی کا خیال ہے کہ یہ طوفان ۳۵۰۰ ق۔م میں یا اس سے پہلے آیا تھا۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ طوفان کے فوراً بعد کے زمانے میں بیک وقت کریتے، مسوپتامیہ اور مینائی[3] بادشاہو کے زیرِ نگرانی، مصر میں تہذیب و تمدن کی خاص ترقی ہوئی۔

طوفانِ نوح سے ابرہام کی بُلاہٹ تک

جوں ہی تاریخی زمانہ کا آغاز ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسوپتامیہ کے میدان میں دو قومیں اپنے قدم جمائے ہوئے ہیں۔

1 Sippara of Edinnu   2 Araxes   3 Minoan

اوّل:۔ اکادی جو سامی نسل سے تھے اور شمال کی طرف مقیم تھے۔

دوم:۔ سومری جو سامی نسل سے نہ تھے، اور جنوب میں سکونت پذیر تھے۔

اُن کے نہایت ہی قدیم شہروں میں سے اکاد، ارک، اُور اور بابل وغیرہ تھے (پیدائش ۱۰ : ۱۰)۔ اُن کے مقبروں سے بہت خوبصورت اور مرصّع سونے کے زیورات اور قیمتی پتھر برآمد ہوئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان سے لائے گئے تھے۔

یہ مقبرے اُور میں تھے اور طوفانِ نوح کے بعد تعمیر ہوئے تھے۔ ہمیں یہ بھی شہادت ملی ہے کہ وہ لوگ موسیقی، نجوم اور فنِ تحریر میں خوب مہارت رکھتے تھے (پیدائش ۴ : ۲۱)۔

اِس کے بعد وہ زمانہ آیا جب عظیم الشان عمارات اور عبادت گاہیں، اور محلّات تعمیر کئے گئے۔ مصری مخروطی مینار تین ہزار سال قبل از مسیح کے پہلے نصف حصہ میں کھڑے کئے گئے۔ اور اسی زمانہ میں ناسّوس[1] کے شاندار قصر تیار ہوئے۔

پیدائش کے دسویں باب میں مختلف قدیم انسانی نسلوں اور اُن کے جغرافیائی ماحول کا بیان دیا گیا ہے۔ اِس میں خاص خاص قوموں کا ذکر ہے۔ اِس بیان کی قدامت کے کافی ثبوت ہیں۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ کتابِ مقدس کے شجرہ ہائے نسب میں بعض اوقات نام چھوڑ دیئے گئے ہیں جیسے کہ متی پہلے باب میں ہے۔ لہٰذا لفظ بیٹا بعض دفعہ پوتے کے لئے، بعض دفعہ پوتے کے بیٹے یا کسی اور کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جب اُن کے اسماء بار بار دُہرائے جاتے ہیں، تو اُس سے ضرور کوئی خاص مقصد سامنے ہوتا ہے۔ آج یہ ممکن نہیں کہ قدیم بابلی یادداشتوں اور تحریروں میں جو تواریخی بیان پائے جاتے ہیں اُن کے بکھرے ہوئے اجزاء کو پیدائش کی کتاب کے ۱۰ اور ۱۱ باب کے مختصر بیانات کے ساتھ ملا دیا جائے (اِن ابواب میں وہ سب حالات درج ہیں جو ایک ہزار سال میں وقوع پذیر ہوئے)، لیکن اِن میں کوئی تضاد اور تناقص نہیں اور کتابِ مقدس کے بیان کی سادگی اپنی قدامت اور تاریخی حیثیت کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتی ہے۔

برجِ بابل کی تعمیر کی داستان اور وہ روشنی جو علمِ آثارِ قدیمہ نے بابل کے برجوں کی ساخت اور اُن کی تواریخ پر ڈالی ہے اُن کی آپس میں مطابقت کوئی اتفاقیہ بات نہیں ہے۔ لہٰذا اِس میں شک نہیں کہ یہ قدیم تواریخ کا ایک حصہ ہے۔ مصر کے مندر مخروطی میناروں کی مانند ہُوا کرتے تھے جو دھوپ میں سکھائی اینٹوں کو رال (اس کے لئے بابلی لفظ ہی عبرانی میں استعمال کیا گیا

1 Knossos

ہے) سے جوڑ کر تیار کرتے تھے۔ یہ مندر ڈھلوان چبوتروں پر بہت زیادہ بلندی تک پہنچ گئے ہیں۔ ان عمارتوں کی مرمت کے بارے میں بہت سی دستاویزیں ملی ہیں جن میں اکثر یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ "اس کی چوٹی آسمان تک جا پہنچے گی"۔ بابل میں ایک ایسے تباہ شدہ برج کی بنیاد پائی گئی ہے۔ موسیٰ ایسے سامان اور مسالحہ کی طرف ہماری توجہ دلاتا ہے جو مصری فنِ تعمیر سے بالکل مختلف ہے (پیدائش ۱۱: ۳)۔

طوفان کے بعد ابھی چند ہی صدیاں گزری تھیں کہ ایک زبردست بادشاہ شرجون[1] اکادی دو ہزار چھ سو پچاس سال قبل از مسیح میں اُس شہر پر حکومت کرنے لگا۔ اُس نے تمام مسوپتامیہ کو فتح کیا۔ روایات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ اُس نے بحیرۂ رُوم کو عبور کر کے قبرص کو بھی فتح کر لیا تھا۔ وُولی کہتا ہے کہ اُس کی شناخت ہو چکی ہے اور اغلباً وہ عہدِ عتیق کا نمرود ہی تھا جس نے کلنہ کی بنیاد ڈالی اور خداوند کے سامنے ایک شکاری سُورما ہُوا (پیدائش ۱۰: ۸-۱۱)۔

جُوں ہی ابرہام کے زمانہ کے اَور زیادہ نزدیک پہنچتے ہیں ہمیں ایسے کتبے دستیاب ہوتے ہیں جن پر بابل اور دُوسرے شہروں کے بادشاہوں کی فہرست اور اُن کی حکومت کے سن وسال مُندرج ہیں۔ بابل کے پہلے خاندان کے چھٹے بادشاہ کا نام حمورابی تھا۔ اِسے وُولی اور دُوسرے علماء امرافل سمجھتے ہیں جس کا ذکر پیدائش ۱۴: ۱ میں ہے۔ اِن کے علاوہ مینار اور برباد شدہ شہروں کی کھدائیاں ہمارے سامنے کسدیوں کے اُور" اور اُس زمانے کی وسیع دُنیا کی صاف تصویر پیش کرتی۔

ابرہام کے زمانہ کی دُنیا

ا۔ اُور کا شہر

اُور کی کھدائی نے ابرہام کے زمانہ کی گلیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ ان میں دو منزلہ مکانات نظر آتے ہیں جو آرام دہ صاف اور نہایت عُمدہ تھے۔ یہاں عبادت خانے بھی ہیں اور اُن میں ایسی تختیاں ملی ہیں جن پر مذہبی گیت اور بھجن کندہ ہیں جو بوقتِ عبادت گائے جاتے تھے۔ کُتب خانوں سے لُغت کی کتابیں، علمِ ریاضی کی فہرستیں اور طالب علموں کی کاپیاں ملی ہیں

1 Sargon of Agade 2 Woolley, *Ur of the Chaldees*, p. 77

جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ادب اور لٹریچر میں کافی ترقی تھی۔ ایک تختی پر ابرام کا نام لکھا ہُوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اشارہ کسی چھوٹے کسان کی طرف ہے جو ابرام کے زمانے سے ذرا پہلے زندہ تھا۔

ایک مشہور یادگار پر جس کی نقل برطانیہ کے عجائب گھر میں بھی ہے حمورابی کے شرعی قوانین کندہ ہیں۔ ان میں سے بہت سے تو موسوی شریعت سے ملتے جلتے ہیں لیکن بعض اس سے بہت اختلاف رکھتے ہیں۔ دُوسری یادداشتیں نظامِ سلطنت اور بڑے تجارتی سلسلہ کا ذکر کرتی ہیں۔ ایک عبادت گاہ میں قدیم تواریخی دستاویزوں میں کاہنوں کی دی ہُوئی رسیدیں بھی دستیاب ہُوئیں۔ یہ اُن نذرانوں کی رسیدیں تھیں جو لوگوں نے دیوتاؤں کے سامنے پیش کیے۔ مثلاً بھیڑ بھیڑوں کے گلّے، اُون کا گٹھا، غیر ممالک سے درآمد تانبا، بُت کے لیے سونا، دروازوں کے لیے تیل، اور وہاں کام کرنے والوں کے لیے ایک رجسٹر بھی تھا اور تمام مہینہ کا حساب کتاب اور میزانیہ بھی پایا گیا۔ سو ابرہام اپنے ایامِ شباب میں کسی معمولی شہر کا باشندہ نہیں تھا۔ دُنیا اُس کے زمانے میں بہت ترقی کر چکی تھی۔

ب۔ مصر کا راستہ

جب ابرہام اُور سے حاران کو آیا، اور پھر اُسے یہ بلاہٹ ہُوئی کہ وہاں سے نکل کھڑا ہو تو اُس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اکثر لوگ چلا کرتے تھے کیونکہ قومیں آپس میں خوب تجارت کیا کرتی تھیں۔ بابل میں ایسے ظروف دستیاب ہُوئے ہیں جو مشرق کی طرف تو فارس اور ہندوستان سے اور مغرب کی طرف دُور دراز کریتے سے لائے جاتے تھے۔ لُبنان سے دیودار کی لکڑی لایا کرتے تھے اور رال سے جلا ہُوا عمارتی مسالحہ بحیرۂ مُردار سے۔ ماری میں جو اُور اور حاران کے درمیانی راستہ پر واقع ہے ایسی تختیاں پائی گئی ہیں جو مذہبی باتوں، تجارتی معاملوں اور دھات پر کندہ کاری پر خوب روشنی ڈالتی ہیں۔ ایک محل کے کھنڈرات بھی ملے ہیں اور ممکن ہے کہ ابرہام دورانِ سفر میں یہاں ٹھہرا تھا۔

مصر میں بنی حسن کے مقام پر ایک مقبرہ ہے جو دو ہزار ایک سو سال قبل از مسیح میں تعمیر ہُوا تھا۔ اُس کی دیوار پر ایک مشہور تصویر ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ ۳۷ سامی اشخاص کا ایک گروہ اپنے مُلک کی پیداوار ایک مصری حاکم کے پاس لا رہا ہے تاکہ اُس کے عوض مصر کا اناج خریدے۔ اِس گروہ کا سردار "ابی شوا" تھا۔ گروہ کے افراد تیروں، بھالوں اور کمانوں سے مسلح ہیں۔ ایک گدھے کی پشت پر ایک ایشیائی نمونہ کا بربط ہے،

اور دوسری طرف سامان سے بھری ہوئی ایک بند ڈولی ہے۔ دوسرے کتبات میں مذکور ہے کہ کنعان کی سرزمین سے گوند لاشوں پر ملنے کے لئے خوشبو میں اور مُر لائے جاتے تھے۔ نیز اس کا بھی ذکر ہے کہ دمشق سے سُریانی غلام آتے تھے، اور یہ کہ یہ سب سامان دوتین سے گزرنے والی شاہراہ کے ذریعے مصر میں آتا تھا (پیدائش ۳۷: ۲۵؛ ۴۳: ۱۱)۔

کوہ عوفل میں ایسے زیورات ہاتھ آئے جن میں مصری مشرک جوڑے کی تصویر کندہ ہے۔ نیز وہاں ایک بیلن (سلنڈر[1]) بھی دستیاب ہوا۔ اغلباً یہ اشیاء دو ہزار تین سو سال قبل از مسیح کی ہیں۔ اُن پر جو عبارت منقوش ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں مصر اور بابل ایک شاہراہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملحق تھے اور یروشلیم اس شاہراہ پر واقع تھا۔ ایک مصری کہانی میں لکھا ہوا ہے کہ مصری شہزادے سنوحے نے اپنے ملک سے بھاگ کر ملک فلسطین میں پناہ لی۔ وہاں کی پہاڑی سرزمین میں رہائش اختیار کرکے وہ وہاں کی شراب اور شہد سے خوب لطف اندوز ہوتا رہا اور وہیں اسے ایک دُلہن بھی مل گئی۔

ج۔ عبری، اموری اور حتی

پیدائش ۱۴: ۱۳ میں مذکور ہے کہ ابرہام ایک عبرانی (عبری) تھا۔ اور ۱۰: ۲۱ میں لکھا ہے کہ سِم تمام بنی عبر کا باپ تھا۔ اِس نام کے معنی خانہ بدوش اور آوارہ گرد کے ہیں۔ اِس لفظ کی اصل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو بیانِ آیندہ زمانہ کی نسبت (جب اسے صرف بنی اسرائیل کے لئے استعمال کرتے تھے) زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اِس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ابرہام دورانِ سفر اپنی قوم کے اور افراد سے بھی ملا تھا۔ رِم سِن جو حمورابی کا پیش رو تھا، اس کے کتبے ہمیں بتاتے ہیں کہ عبری لوگ فوج میں بھرتی کئے جاتے تھے۔ نیز بابلی متن جو ماری سے دستیاب ہوئے ہیں، اُن میں بھی یہی نام استعمال کیا گیا ہے۔ ان دستاویزوں سے جو بوغز کیوئی کے مقام سے ملیں اور نوزی کے ہم زمن متن کی اصل عبارت سے بھی مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ابرہام "اموری ممرے" کے میدان میں بستا تھا اور اُس کے ساتھ اور اُس کے بھائیوں کے ساتھ رشتۂ اتحاد میں داخل ہوگیا تھا۔ "اموری" کے معنی پہاڑ پر چڑھنے والا ہو سکتے ہیں لیکن بعض دفعہ اسے عام معنوں میں (پیدائش ۱۵: ۱۶؛ ۴۸: ۲۲) اور کئی دفعہ خاص معنوں میں استعمال کرتے تھے بہرحال اکادی

1 Cylinder

دعویٰ تھا کہ وہ اموریوں پر حکمران تھا جو اُن دنوں "مغربی مُلک" میں آباد تھے۔ حمورابی نے بھی اسی دعوے کی تجدید کی ہے۔ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ سامی نسل سے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابرہام کے زمانے سے پیشتر فلسطین پر چڑھ آئے اور وہاں کے اصلی باشندوں کو جو حام کی نسل سے تھے زبردستی اپنی زبان سکھائی۔ کتبوں سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ پہاڑی تھے۔ جب قدیم شہروں کی کھدائی ہُوئی تو ان کے شہر بھی برآمد ہُوئے جو یشوع کے زمانہ میں یردن کے آرپار پہاڑی علاقہ میں خوب آباد اور بارونق تھے (گنتی ۲۱: ۲۱؛ استثنا ۳: ۵؛ یشوع ۱۲ باب)۔ اُن کے گھر نہایت قرینہ اور سلیقہ سے بنائے جاتے جن کے اندر اناج کے کھتے، پانی کے نل اور زمین دوز راستے تھے۔ نیز پانی باہر لے جانے کے لئے نالیوں کا انتظام بھی تھا۔

حتی (مصری زبان میں کھیتا) قوم کے وجود پر بھی لوگوں کو شک تھا۔ لیکن اب ثابت ہو چکا ہے کہ یہ قوم ایک زبردست اور طاقت ور سلطنت کی مالک تھی۔ ۱۸۰۰ قبل از مسیح میں اُنہوں نے بابل پر حملہ کیا اور اُسے خوب لوٹا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسی قوم کے ہاتھوں مصر کا بھی یہی حشر ہوا۔ ان کا دار السلطنت بوغز کیوئی جب ۱۹۰۶ء میں کھود کر نکالا گیا تھا تو حتی اور دوسری زبانوں میں لکھی ہوئی الواحیں کثیر تعداد میں دستیاب ہوئی تھیں۔ ہمارے نقطۂ نظر سے یہ بہت کار آمد اور مفید ہیں کیونکہ حتی زبان کو سمجھنے کے لئے یہ بطور کلید یا چابی کے ہیں۔ وہ ایسی "انڈو یورپین" زبان بولتے تھے جو لاطینی سے ملتی جلتی تھی۔ یہ قوم مشرق سے یہاں آئی تھی۔ بابل کی روایت کے مطابق دو ہزار قبل از مسیح میں حتیوں نے چڑھائی کی تھی۔ کسی زمانہ میں اُن کی سلطنت مشرق میں کپدکیہ سے فرات تک اور جنوب میں اورنٹس قادس تک پھیلی ہوئی تھی۔ بنی حت (پیدائش ۲۳: ۳) جن سے ابرہام کی ملاقات ہوئی شمال سے آکر وہاں بس گئے تھے۔

مندرجہ بالا تفصیلات کو پڑھ کر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ پیدائش کی کتاب میں مسیح سے دو ہزار سال پہلے کے بزرگانِ اسرائیل کی داستان بیان کرتے وقت ملک کنعان کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔ ماہرین علم آثارِ قدیمہ نے زمین کھود کر نئے نئے انکشافات کئے ہیں۔ یہ انکشافات بائبل کی تصویر کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔

ابرہام سے موسیٰ تک

د۔ ابرہام کی بلاہٹ

پیدائش کی کتاب میں ابرہام کی بلاہٹ سے ایک نیا بیان شروع ہوتا ہے۔ اس واقعہ

سے پیشتر کے ابواب مختصر خلاصہ کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔ صدیوں کا ذکر چند ایک جملوں میں کیا گیا ہے لیکن آئندہ ابواب میں تفصیل کے ساتھ شخصی کہانیوں کو پیش کیا گیا ہے جو بعض اشخاص کی اپنی سوانح حیات معلوم ہوتی ہیں۔

ہر ایک شخص پیدایش ۱۴ باب کی قدامت کا قائل ہے۔ امرافل جس کا وہاں ذکر ہے شاید حمورابی ہی تھا۔ کدرلاعمر، اریوک کے مترادف نام عیلام اور لارسا (الاسر) کے بادشاہوں کی فہرست میں آئے ہیں۔ لیکن پورے وثوق سے اُن ناموں کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ شاید تدعال[1] حتی قوم کا بادشاہ تدخالیہ[2] ہی ہو۔ پیٹری[3] کا خیال ہے کہ یشوع کے بعد کا کوئی مصنف اس امر کا اہل نہیں تھا کہ جو جگہیں پیدایش ۱۴ باب میں مذکور ہیں اُن کا ذکر ویسی عبارت میں کر سکتا۔ ڈاکٹر این گلوک[4] جس نے یردن پار کے علاقے کی خوب تفتیش کی تھی لکھتے ہیں کہ علم آثارِ قدیمہ کے حقایق اُن شہروں کے بیان سے عین موافقت رکھتے ہیں جن کا ذکر مذکورہ بالا باب میں پایا جاتا ہے۔

ب۔ ہائی کساس

ہم ٹھیک زمانے کا تعین نہیں کر سکتے لیکن بزرگانِ اسرائیل کے ایام میں کسی وقت مصر پر ہائی کساس[5] (جن کے معنی صحرا کے شہزادے یا چرواہے بادشاہ تھے) نے حملہ کیا۔ یہ تیرہویں سے لے کر سترہویں خاندان کے بادشاہ تھے۔ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ ۱۵۸۰ ق م میں اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا لیکن اس کے آغاز کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ پیٹری کا خیال ہے کہ یہ خاندان ۲۲۰۰ ق م میں حکومت کرنے لگا لیکن ایس۔ اے۔ کک نے دو ہزار قبل از مسیح لکھا ہے۔ دوسرا اس سے بھی بعد کی تاریخ بتلاتے ہیں۔ جو کھدائی فلسطین میں لکیس، یریحو، دبیر، حبرون اور جزار میں ہوئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ان شہروں کے محلِ وقوع پر غاروں میں رہنے والے لوگ آباد تھے۔ ان کے بعد دو ہزار قبل از مسیح میں ایسی قوم آباد ہو گئی جو نہایت عمدہ اور مضبوط گھروں اور پتھروں کے بنائے ہوئے شہروں میں رہتے تھے (مثلاً یریحو)۔ وہ منقش اور خوبصورت ظروف استعمال کرتے تھے اور اپنے شہروں کے گرداگرد خاص قسم کی پختہ اور شاندار فصیل بناتے تھے۔ اس فصیل

1 Tidal 2 Tudkhaliah, Kenyon, *The Bible and Archaeology*, p. 121 3 Petrie 4 Dr. N. Glueck, *The Other Side of the Jordan*, p. 114 5 Hyksos

کی بنیاد ۲۰ فٹ اونچے ترچھے ٹیلے پر ہوا کرتی تھی۔ اُس کے گرد کھائی کھودتے تھے فصیل کی ڈھلوان باہر کی طرف ہوتی تھی اور شہر میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی سنگ بستہ راستہ ہوتا تھا جو ٹیلے تک پہنچتا تھا۔ ایسے ہی فصیل دار شہروں کی خبر جاسوسوں نے اہلِ اسرائیل کو دی تھی (گنتی ۱۳: ۲۸؛ استثنا ۹: ۱)۔

بزرگانِ اسرائیل کی داستان میں جنوبی فلسطین اور مصر پر سامی قوم کا اثر صاف ظاہر ہے۔ ابرہام اناج حاصل کرنے کے لئے مصر میں جاتا ہے (پیدایش ۱۲: ۱۰) اور جرار میں ایک سامی بادشاہ سے ملتا ہے، جس کے ایک سردار کا مصری نام ہے (۲۰: ۲؛ ۲۱: ۲۲) اور اسمٰعیل کو بھی ایک مصری بیوی ہی ملتی ہے (۲۱: ۲۱)۔

جرار کا مقام کھودا گیا ہے[1] اور معلوم ہوا کہ محل شاہی ایک بلند جگہ واقع ہے۔ اُس کے سامنے وہ میدان ہے جو اُس تمام علاقے میں خیمہ گاڑنے کے لئے خوب موزوں ہے اور آج تک بدو اپنے خیمے اُسی میدان میں گاڑتے ہیں (۲۶: ۸)۔

ج۔ بنی اسرائیل کی مصر میں مسافرت

یوسف کے مصر میں داخل ہوتے ہی پیدایش کی کتاب کا بیان گہرا مصری رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اب یہ داستان انواع و اقسام کے رنگ پیش کرتی ہے۔ کبھی ہم مہین کتانی لباس، خاتم شاہی اور طلائی زنجیر دیکھتے ہیں جو فرعون کی نظرِ عنایت کے باعث اُس کے منظورِ نظر یوسف کو عطا ہوئیں، اور کبھی ہم گھوڑوں، گاڑیوں اور رتھوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ نیز یہ داستان خوابوں، اُن کی تعبیروں، کنعانی غلاموں جو اعلےٰ عہدوں پر فائز ہوئے، تباہ کن قحط جب اناج کے ذخیرے جمع کئے گئے اور متواتر کئی سالوں تک لوگوں میں تقسیم ہوتے رہے۔ اور ایشیائی تارکینِ وطن چرواہوں کے مویشیوں اور اُن کے لئے چراگاہوں کے عطیہ پر مشتمل ہے۔

اگرچہ ابھی تک یوسف کا نام نہیں ملا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ کتابِ مقدس کی کہانی اُس زمانہ کے حالات کے مطابق ہے۔

د۔ سختی اور ظلم

ہائی کساس خاندان کے اخراج یا نکلنے کے بعد ایک اور مقامی خاندان نے زور پکڑا۔ یہ اٹھارھواں شاہی خاندان تھا جس کے افراد اپنے پیچھے بہت بڑی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں۔

اُنہوں نے جنوب کی طرف نوبیا[1] اور شمال کی طرف فلسطین بھی اپنی مصری سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اور اُن ہی سلاطین میں وہ نیا بادشاہ بھی تھا جو یُوسُفؔ کو نہیں جانتا تھا (خروج ۱: ۸)۔

کارنکؔ[2] کے مقام پر آمونؔ کے مندر میں ایک منظر نظر آتا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ غُلاموں کا ایک گروہ خُوب زور شور سے کام کر رہا ہے۔ یہ گروہ سامی ہی معلُوم ہوتا ہے۔ اُن کے پاس ایک سخت گیر آقا کھڑا ہے۔ نیچے یہ الفاظ کندہ ہیں "افسرِ محنت اپنے غلاموں سے کہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں چابک ہے، سو تم سُستی سے کام نہ کرو"۔ ایک قدیم کاغذ کے ایک صفحہ پر یُوں لکھا ہے کہ ایک مصری ٹھیکیدار شکایت کر رہا ہے "مجھے تو کچھ بھی نہیں دیا گیا۔ میرے پاس کوئی شخص نہیں جو اینٹیں تیار کرے اور تمام ضلع میں کوئی بھُوسہ نہیں مِلتا۔"

۷۔ مصر سے خرُوج

توتمسؔ اوّل کی دُختر فرخندہ اختر شہزادی "ہیٹ شپ سُٹ"[3] ایک زبردست شخصیت کی مالکہ تھی۔ غالباً یہی "فرعونؔ کی بیٹی" تھی جس نے موسیٰؔ کی پرورش کی۔ یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ وہ ظالم فرعون جس کے ظلم کا بیان کتابِ مُقدّس میں کیا گیا ہے، اُس کا بھائی توتمسؔ سوم تھا۔ وہ ایک زبردست بادشاہ تھا۔ اُس کی بہُت سی شاندار عمارتیں اور کتبے ابھی تک باقی ہیں۔ اور آج بھی ہم اُن میں سے ایک "کلوپیٹرا کی سوئی"[4] انگلستان کے دریائے ٹیمز کے کنارے پر دیکھ سکتے ہیں۔ کارنکؔ کے ایک اُونچے مینار پر اُس کی فلسطینی فتوحات کی ایک فہرست موجود ہے۔ اِس میں کم از کم بیس ایسے شہروں کے نام ہیں جن کا بیان بائبل میں آیا ہے۔

اُس کی فتوحات دریائے فرات پر کرکمیسؔ تک جا پہنچیں۔ اُس نے حتّیؔ اور اموریوںؔ کو شکستِ فاش دی اور اِس طرح نادیدہ و نادانستہ طور پر کنعانؔ میں یشوعؔ کی فتح کی راہ تیار کر دی۔ گارسٹنگ[5] یشوع ۲۴: ۱۲ میں "زنبوروں" کو مصری طاقت سمجھتا ہے کیونکہ مصری تصویری حرُوف کا ایک حصّہ زنبُور ہے جس سے فرعونؔ کی حکُومت مُراد ہے۔ ۱۴۴۷ ق م میں توتمسؔ سوم کے بعد آمن ہوتپ دوم تخت نشین ہوُا۔ جو کہ خرُوج کے وقت کا فرعونؔ تھا۔

1 Nubia 2 Karnak 3 Hat-shep-sut, daughter of Thothmes I 4 Cleopatra's Needle 5 Garstang

بیابان میں آوارگی

آج ہم پُورے وثُوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ بنی اسرائیل کہاں کہاں بیابان میں آوارہ پھرتے رہے کیونکہ اُس راہ کا کھوج نکالنا نہایت مُشکل ہے سراَبت کے کتبے اور کئی دُوسری چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ رسل و رسائل کا ایک سلسلہ مُلکِ مصر سے شروع ہوتا تھا۔ پھر جزیرہ نمائے سیناؔئی میں سے گزرتا ہوُا خلیجِ اکیابؔ کے مشرق میں مدیانؔ کے مُلک میں ختم ہوتا تھا۔ لیکن جیسے کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں، وہ تمام خطّہ بیابان اور غیر آباد حصّۂ زمین پر مشتمل نہ تھا۔ دشتِ سیناؔئی میں بھی زرخیز زمین کے نشانات پائے جاتے ہیں اور کوہستانی مدیانؔ میں تو ضرُور چراگاہوں کی کثرت ہوُئی ہوگی (خرُوج ۲: ۱۶)۔ "قادس" کے معنی "پاکیزہ" یا "الگ کیا ہوُا" کے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ نام ایک سے زیادہ جگہوں کو دیا گیا ہو گا یعنی جہاں جہاں خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔

خرُوج اور گنتی کی بیان کردہ داستان میں مصر کا اثر بہُت آسانی سے معلُوم کیا جا سکتا ہے۔ دس آفتوں کا بیان دریائے نیلؔ کی یاد دلاتا ہے۔ "مصر کی بُنیاد" کا حوالہ (خرُوج ۹: ۱۶، ۲۴) توتمسؔ سوم کے ایک کتبے کے بالکل مُطابق ہے اور پیتل کے آئینے جو عورتیں حوض بنانے کے لیے لائیں (خرُوج ۳۸: ۸) حال ہی میں زمین سے دستیاب ہوُئے ہیں جو اُسی زمانہ کے ہیں۔ خرُوج ۲۱، ۲۳ باب میں اُس قدیم زمانہ کے خصائص صاف ظاہر ہوتے ہیں۔ اُن میں دیئے ہوُئے شرعی قوانین اور فیصلہ جات سادہ طرح کا شتکاروں کے لیے موزُوں تھے اور بعض تو حمورؔبی کے مجموعۂ قوانین سے مِلتے جُلتے ہیں جو کئی سو سال پہلے معرضِ وجوُد میں آ چُکا تھا (خرُوج ۲۱: ۱۶، ۲۳ ، ۲۸ و ۲۹؛ ۲۲: ۲، ۱۰، ۱۲، ۱۳)۔ بعض زمانے کے رسم و رواج پر روشنی ڈالتے ہیں۔ لیکن بعض قوانین مثلاً "پہلوٹھے ہونے کا حق" اور غلاموں کے ساتھ مناسب سلُوک بالکل لاثانی معلُوم ہوتے ہیں۔ یہ معلُوم کرنا کوئی آسان کام نہیں کہ قدیم زمانہ یا اُس زمانہ کے نظام سے اُن کا کیا تعلق تھا۔ لیکن اُن کی قدامت میں کوئی شک نہیں۔

فلسطین پر فتح (۱۴۰۰ تا ۱۰۱۰ ق م)

پروفیسر گارسٹنگ[1] کہتا ہے کہ کئی سالوں کے متواتر مُطالعہ کے بعد اب میں پُورے

1 Prof. Garstang

طور سے قائل ہو چکا ہوں کہ یشوع کی کتاب اور قضاۃ کے صحیفہ کی دستاویزں کی عبارت نہ صرف حقیقت پر مبنی ہے بلکہ وہ اِن قدیم نوشتوں سے ماخوذ کی گئی ہوگی جن کے مصنفین نے اُن واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو گا۔ یہ سارا بیان بہت مفصل اور قابلِ اعتبار ہے۔"

ا۔ یریحو کی فتح

یریحو کی فتح کے بعد جب یشوع نے اُس کے جلانے کا حکم صادر کیا تو اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے اِس فعل سے تقریباً تین ہزار سال کے بعد کے علماء کے لئے صحیح سن مقرر کرنے کا ایک ذریعہ مہیا کر رہا ہے۔ یریحو کی کھدائی اِس حقیقت کا انکشاف کرتی ہے کہ کس زمانہ میں یہ شہر آتش کی نظر ہوا تھا۔ جلی ہوئی اینٹیں اور لکڑی، گھروں میں استعمال کے برتن اور اناج کے بھرے ہوئے کھتے یہ بتا رہے ہیں کہ اِس شہر پر تباہی اُس وقت آئی جب یہ آباد اور بارونق تھا۔ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ اِس جلی ہوئی تہہ کے نیچے ہائی کسس کے زمانہ کا شہر تھا جو تباہ و برباد ہو گیا۔ اور ۱۶۰۰ ق۔م میں پھر از سرِ نو تعمیر کیا گیا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی کچھ ایسے ظروف برآمد ہوئے ہیں جو آئندہ زمانے کے معلوم ہوتے ہیں۔

پاس کے قبرستان سے ایسے مٹی کے برتن اور جواہرات ملے جن پر مُقدس "بھونرے" کی تصویر بھی ہے۔ یہ اشیا امن ہوتپ سوم (۱۴۱۱ تا ۱۳۷۵ ق۔م) کے زمانہ تک کے ہیں۔ لیکن اِس سے آئندہ زمانہ کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی۔ اِن تفصیلات کے علاوہ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مائی کینین کے زمانہ کی چیزوں میں سے کچھ بھی ہمارے ہاتھ نہیں لگا۔ اِس لئے گمان غالب ہے کہ شہر یریحو ۱۴۰۰ قبل از مسیح میں سپردِ آتش ہوا تھا۔ یہ خیال ۱ سلاطین ۶:۱ سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ یہ تاریخ قابلِ تسلیم ہے کیونکہ تین شرائط کو پورا کرتی ہے۔

اوّل :۔ علمِ آثارِ قدیمہ کی شرائط۔

دوم :۔ کتابِ مقدس کا بیان۔

سوم :۔ اسرائیلی اور مصری دستاویزوں کی مطابقت۔

اِن تینوں چیزوں میں اِس قدر موافقت کا ہونا ہرگز اتفاق کی بات نہیں۔

1 Amenhotep III　2 Mykenaean

شہر کی قلعہ بندی دو دیواروں سے کی گئی تھی۔ بیرونی دیوار چھ فٹ چوڑی تھی لیکن اندرونی دیوار بیرونی سے پانچ گز کے فاصلہ پر بارہ فٹ چوڑی بنائی گئی تھی۔ دونوں دیواروں پر شہتیر رکھ کر اُن پر مکان تعمیر کر دیئے گئے تھے۔ صرف ایک ہی پھاٹک برآمد ہوا ہے۔ بیرونی دیوار مغرب کی جانب ترچھی ڈھلوان میں گری ہوئی تھی اور اندرونی کے بیشتر حصہ کا بھی یہی حال تھا۔ مکانات کے کھنڈر اِن دیواروں کے بیچ میں تھے۔ دیوار کے ساتھ ساتھ تمام گھر جل کر راکھ ہو گئے تھے اور اُن کی چھتیں برتنوں پر آ پڑی تھیں۔

آگ سے جلی ہوئی چیزوں کی اِس تہہ کے اُوپر ایک اَور تہہ پائی گئی۔ اِس میں مٹی کے برتن تھے جو بہت قدیم زمانے سے متعلق ہیں۔ اغلباً یہ نویں صدی قبل از مسیح میں بنائے گئے تھے۔ جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ کئی صدیاں گزرنے کے بعد شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا گیا تھا (۱ سلاطین ۱۶:۳۴)۔ ہم بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ علمِ آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے کوئی ایک لاکھ مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے اور بہت سے مقدس بھونروں کا بنظرِ غور معائنہ کیا اور پھر مندرجہ بالا نتیجے پر پہنچے۔

اِس امر کی مزید تصدیق اِس سے ہوتی ہے کہ اُسی زمانہ کی آگ کی تباہی کے نشانات بیت ایل، جزر اور دوسرے شہروں میں بھی پائے گئے ہیں جن کا ذکر یشوع کی کتاب میں آیا ہے۔

ب۔ ہمعصر واقعات

یشوع کی فتح کے دنوں میں اور اُس کے بعد کے طویل عرصہ تک جب فلسطین میں ہلچل مچ رہی تھی ملکِ مصر کا اثر کنعان پر حاوی رہا غالباً امن ہوتپ سوم (۱۴۱۱–۱۳۷۵ ق۔م) کی حکومت مصر کی ترقی کا سنہری زمانہ تھا۔ توتمس سوم نے فلسطین سے دُور پرے حتی سلطنت کو دریائے فرات تک وسیع کر لیا تھا۔ اگر لکسر کے عظیم الشان مندر پر امن ہوتپ کے کتبے قابلِ اعتبار ہیں تو یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام سرزمین اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کرتی تھی۔ تل العمرنا کی قدیم ترین لوحیں اِس زمانہ کی یادگار ہیں۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمالی علاقوں کے بادشاہ اُس سے التماس کرتے تھے کہ وہ اُن پر اپنی مہربانی اور شفقت کا اظہار کرے۔

اخناتن (جسے بعضوں نے امن ہوتپ چہارم لکھا ہے) اُس کا جانشین ہوا۔ وہ

1 Luxor　2 Tel-el-Amarna　3 Akhenaten

مصر کی تاریخ میں ایک ممتاز ترین فرماں روا تھا۔ کسی نامعلوم چیز سے متاثر ہو کر (اور ممکن ہے کہ اُس کو تعلق مذہبِ اسرائیل سے ہو) اُس نے کوشش کی کہ اہلِ مصر بُتوں کی بجائے خُدائے واحد کی پرستش کریں۔ اُس کے وہ الفاظ جن سے وہ خُدائے ذُوالجلال کو خطاب کرتا ہے بعض مقامات پر زبُور کی کتاب کے الفاظ اور محاورات سے ملتے ہیں۔ یُوں کہیے کہ وہ بجائے جہانگیر اور کشور کشائے شہنشاہ کے ایک روشن ضمیر اور صالح صوفی تھا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ حتی بادشاہ جو اُس کے پیش رُو فرماں رواؤں کے سامنے گردن جُھکاتے رہے اب اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہُوئے اور سرکشی کرنے لگے۔ اُنہوں نے گرد و نواح کے علاقوں کو پھر سے فتح کرنا شروع کیا۔

مصر میں تل العمرنا کے مقام پر جو تختیاں برآمد ہُوئیں، وہ اُس زمانے کے فلسطین کی نہایت صاف تصویر پیش کرتی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ یشوع کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ اِن تختیوں کی عبارت بابل کے خطِ پیکانی میں ہے۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اِن دو سلطنتوں نے جن کے درمیان مُلکِ فلسطین واقع تھا اُس پر گہرا اثر ڈالا ہُوا تھا۔

ہم پڑھتے ہیں کہ اخناتن سے فلسطین کے کاہن بادشاہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اُن کو حاکم ہونے کی حیثیت سے اُن کی مدد کے لیے آئے اور اُن کے دُشمنوں سے پناہ بخشے، جنہیں وہ عبرانی اشخاص کہتے ہیں۔ اِن سے ایک خط ابدی خیبا شاہ یروشلیم کا ہے جس کی عبارت حسبِ ذیل ہے "عبرانیوں نے بادشاہ کے شہروں میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ اور اب ایک بھی شہزادہ باقی نہیں رہا۔ سب رئیس مُلکِ عدم ہو چکے ہیں۔" جزر، اسقلون اور مجدّو سے ایسی ہی اپیلیں بھیجی گئی تھیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حملہ آور کون تھے۔ جب پروفیسر گارسٹنگ نے یریحو شہر کو کھود کر نکلوایا تو مختلف اور متضاد خیالات رکھنے والے علماء نے آپ کے اِس فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا کہ یہ عبرانی اشخاص وہی لوگ تھے جنہوں نے یشوع کی زیرِ سرکردگی حملہ کیا، اور جن کا ذکر کلامِ مقدس میں ہے۔

الغرض اِس سے یہ قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ مذکورہ بالا خط میں کنعانی، اموری اور یبُوسی باشندوں نے بنی اسرائیل کے اُس حملہ کا نقشہ کھینچا ہے جو اُنہوں نے فلسطین پر کیا ہے۔

ج۔ راس شمرہ[1] کی تختیاں۔ حوری

شام کے ساحل کے نزدیک راس شمرہ اور دریائے دجلہ کے مشرق میں نوزی اور دوسری جگہوں کے انکشافات سے اِس موضوع پر روشنی پڑتی ہے کہ بنی اسرائیل کے کنعان پر حملہ کرنے کے زمانہ میں شمالی سرحد کی کیا حالت تھی۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں ایک اور قوم آباد تھی جسے حُوری کہتے تھے، اور بائبل مقدس میں بھی اِس قوم کو حوری کہا گیا ہے (پیدایش ۱۴:۶ و ۳۶: ۲۰، ۲۹ و استثنا ۲: ۱۲)۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حوریوں کا دوسرا نام حوی ہے۔ بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کے زمانہ میں وہ مسوپتامیہ، شام اور فلسطین وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے، جہاں وہ آرمینیا کی سطحِ مرتفع سے آ کر آباد ہوئے تھے۔

راس شمرہ سے جو تختیاں برآمد ہوئی ہیں، وہ غالباً شاہ نگمد[2] کے زمانہ میں (۱۵۰۰ ق م) لکھی گئی تھیں۔ تب حوریوں کا ستارہ بلند تھا۔ اِن تختیوں پر مذہبی رنگ غالب ہے۔ اُن میں خدائے عظیم و قادر کو "ایل" اور مُلکِ کنعان کو "ایل کی ساری زمین" کہا گیا ہے۔ لیکن یہ مذہب اصنام پرستی پر مبنی تھا۔ "ایل" کی بیوی "یسیرت" تھی، اُس کا نام اکثر جمع کی صورت میں استعمال ہوا ہے (خروج ۳۴: ۱۳)۔ اُن کی زبان پاک نوشتوں کے مشابہ ہے مثلاً "کاہنوں کے سردار" اور "خدا کی روٹی" (احبار ۲۱: ۲۱)۔ وہ ہدیہ، سوختنی، خطا، اور سلامتی کی قربانیاں۔ ایسی رسوم کا ذکر بھی ہے جو موسوی شریعت میں ممنوع قرار دی گئی تھیں مثلاً برّے کو اُس کی ماں کے دودھ میں پکانا (خروج ۲۳: ۱۹)۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ عبرانی صحیفے راس شمرہ کی تختیوں کے بیان سے بہت ممتاز ہیں۔ اُن میں دیوی دیوتاؤں کی ایک دوسرے کے خلاف سازش یا ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل یا دوسری خیالی اور فرضی بدعنوانیوں کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے۔

قاضیوں کا زمانہ

کارنک، لکسر، قدیم تھیبز[3] اور شمالی مصر کے دار الخلافہ کے کتبے ظاہر کرتے ہیں کہ قاضیوں کے تمام عہدِ حکومت میں فلسطین بلکہ اُس سے بھی پرے کے علاقے مصر کے زیرِ اثر تھے۔ وہ کتبے جو بنی اسرائیل کے خروج سے پیشتر تتمس سوم کے زمانہ کے ہیں، اُن میں

1 Ras Shamra   2 Nigmed   3 Ancient Thebes

اُس کی اُس فتح کی تصویر دکھائی گئی ہے جب وُہ غزہ، تعنک اور مجدّو کو زیر کرتا ہُوا حتیوں پر حملہ آور ہُوا اور اُن کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ ایک صدی بعد کے کتبے سیتی اوّل اور رعمسیس دوم کے معرکوں اور مہموں کو تصویروں کے ذریعے سے پیش کرتے ہیں۔ اور نیز حتیوں کے مخصوص فنِ جنگ کا مکمل نقشہ کھینچتے ہیں۔

پروفیسر گارسٹنگ نے بتایا ہے کہ وہ زمانہ جس کے متعلق قضاۃ کے مصنف نے لکھا ہے کہ "مُلک میں امن تھا" مصر کے اُن زبردست بادشاہوں کا زمانہ تھا جو "فرعون" کہلاتے تھے۔ یہ زمانہ مندرجہ ذیل شاہان سے مطابقت رکھتا ہے۔

اوّل :- قضاۃ ۳ : ۳۰ کا اسّی سالہ چین، رعمسیس دوم کا عہد۔

دوم :- قضاۃ ۸ : ۲۸ کا چالیس سالہ امن، رعمسیس سوم کا عہد۔

اِن دونوں زمانوں کے درمیان بد امنی، ظلم و تشدد اور مخلصی کا دَور مصر کی بے چینی اور کمزوری کا ہمعصر ہے۔ اُس وقت مصر کا تسلط صرف اپنی سرحدوں تک محدود تھا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ قضاۃ کے الہامی مصنف نے مصر کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاموشی دیدہ و دانستہ اختیار کی گئی تھی، پھر بھی خدا کی حاکمانہ عاقبت اندیشی کے سبب سے یہ مطابقت اتفاقیہ بات نہ تھی۔

اُس زمانہ کی اشیاء جن کا انکشاف علمِ آثارِ قدیمہ نے کیا ہے کنعانی مقبروں، اُونچے مقاموں، یسیرتوں اور دُوسری چیزوں پر مشتمل ہے، جنہیں اُس زمانے میں پُوجتے تھے۔ اُن سے بائبل کے اُس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اُن میں عام لوگ غیر مہذب اور بت پرست تھے۔ ۱۹۰۹ء میں پروفیسر میکالسٹر[1] نے جزر کی کھدائی کی۔ اُس نے ایک چٹان کے ایک کتبے پر پڑھا "جزر کی سرحد" اور اس طرح اِس مقام کو پہچان لیا۔ کھنڈرات میں مولک کی پرستش کے دیگر نشانات کے ساتھ ہی مٹی کے برتنوں میں اُن شیر خواروں کی ہڈیاں بھی ملیں جنہیں دیوتاؤں کے سامنے آگ پر قربان کر دیا تھا (احبار ۱۸ : ۲۱)۔

بنی اسرائیل اپنی کم اعتقادی کے باعث اُن کو زیر نہ کر سکے۔ وُہ اُن کے درمیان آباد ہو گئے۔ اُن کے ساتھ شادی بیاہ رچانے لگے۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یہ بھی اُن کی مانند بدی، سیاہ کاری اور معصیت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اُس زمانہ میں اِس قسم کی زندگی کے باقی ماندہ نشانات بھی اِس تصویر کی تصدیق کرتے ہیں۔

1 Professor Macalister

فلستی

یہی وہ زمانہ ہے جب فلستیوں نے کریتے سے دھاوا بول دیا (کفتور۔ پیدائش ۱۰ : ۱۴؛ عاموس ۹ : ۷؛ یرمیاہ ۴۷ : ۴)۔ یہ بیان یونانی روایت کے مطابق ہے۔

غالباً اُن کا آبائی وطن ایشیائے کوچک تھا۔ مدینت ہبو[1] کے مندر میں ایسی تصاویر پائی جاتی ہیں جن میں رعمسیس سوم اور فلستینی حملہ آوروں کے درمیان بحری جنگ ہو رہی ہے۔ اِن فلستیوں نے بحر و بر دونوں طرف سے مصر پر حملہ کیا تھا۔ وہ جنوب میں اسقلون، اشدود، جات، عقرون اور غزہ میں آباد ہو گئے، اور شمال میں بیت شان تک پھیل گئے (۱ سموئیل ۳۱ : ۱۰)۔

اُن کے شہر جن کے کھنڈرات کھدائی کی اُس سطح پر ملتے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ مصر اُن پر قابض تھے، یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُس زمانے میں خوش حالی اور فارغ البالی کا دَور دورہ تھا۔ اور یہ بھی کہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے یہ خطہ کافی ترقی کر چکا تھا۔ اُن کے پاس بہت زبردست ہتھیار تھے۔

اب تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ فلسطین میں شاہانِ اسرائیل سے پہلے وہاں کے باشندے لوہے کے استعمال سے ناآشنا تھے لیکن جرار، جزر اور دُوسرے مقامات پر لوہے کی بنی ہُوئی چیزیں ملی ہیں۔ مثلاً بیلچے، ہلوں کے پھل، ایسی بھٹیاں جن میں کچی دھات کو پگھلا کر صاف کیا کرتے تھے، چھوٹے آتش دان جو تلواریں بنانے اور اُنہیں تیز کرنے کے لئے بہت کارآمد تھے۔ نیز رتھوں کے پہیے اور دُوسری چیزوں کے سانچے بھی دستیاب ہوئے ہیں اور یہ سب قاضیوں کے زمانے سے متعلق ہیں (استثناء ۳ : ۱۱؛ قضاۃ ۱ : ۱۹)۔

داؤد اور سلیمان

رعمسیس سوم کی وفات کے بعد مصری سلطنت کو زوال آ گیا۔ کاہن اور بادشاہ اپنا تسلط جمانے کے لئے آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ بابل اور اسُور اپنے اندرونی معاملات اور باہمی رقابت میں کچھ ایسے منہمک تھے کہ کسی اَور طرف دھیان بھی نہ دے سکے۔ لہٰذا وہ وقت آ چکا تھا جب بنی اسرائیل داؤد اور سلیمان کی سرکردگی میں سیاسی اور اقتصادی

1 Medinet Hebu

طور پر اُس بلندی اور عروج پر پہنچیں جو اُن کی تواریخ میں بہت بڑی اور لاثانی ہے۔ داؤد نے یروشلیم کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور اس طرح تمام قوم ایک مرکزی طاقتور اور زبردست حکومت سے فیضیاب ہونے لگی۔ اُس کے لشکر نے اُس کی سلطنت کو شمال میں دمشق کے پار اور جنوب میں اکابا کی خلیج تک وسیع کر دیا۔

سموئیل اور سلاطین کی کتابوں میں داؤد اور سلیمان کی اُن خدمات کا ذکر ہے جو اُنہوں نے فنِ عمارات کے سلسلہ میں انجام دیں۔ حال ہی میں یروشلیم اور اُس کے گرد و نواح کے کھنڈرات کو کھودا گیا۔ کھودنے اور تحقیق کرنے سے جو نتائج برآمد ہوئے، وہ مندرجہ بالا خدمات کی تصدیق کرتے ہیں اور اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ہیکل کے جنوب مشرق کی طرف عوفل کی پہاڑی وہ مقام ہے جہاں "داؤد کا شہر" آباد تھا اور وہ نالہ جس کے ذریعہ یوآب شہر میں داخل ہوا تھا اب کھولا گیا ہے۔ یبوسیوں کے پتھر کے برج کے اُوپر کے حصے، ملّو اور داؤد کا قلعہ بھی بے نقاب ہو چکے ہیں (۲۔ سموئیل ۵:۹)۔ اِس طرح حضرت داؤد کی زیرِ نگرانی تعمیر شدہ عمارتوں کے بعض حصے اور اُن کی مرمت وغیرہ کی بھی شناخت ہو چکی ہے (۱۔ سلاطین ۱۱:۲۷)۔

سلیمان، زربابل اور ہیرودیس کی ہیکلیں مدت ہوئی برباد ہو چکی ہیں (متی ۲۴:۲) لیکن یبوسی اروناہ کے کھلیان جہاں سوختنی قربانی کا مذبح تھا ابھی تک "قصرِ سنگ" کے نیچے جو "مسجدِ عمرؓ" کہلاتا ہے دیکھا جا سکتا ہے۔

جب ایک مسیحی زائر اس جگہ کی زیارت کرتا ہے تو اُس کے نیچے ایک غار اور پھر ایک نالی کو دیکھتا ہے جو قربانیوں کے خون کو باہر بہا لے جایا کرتی تھی۔ جب وہ اُس ہیکل کے احاطہ میں گھومتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر ایک چٹان پر تعمیر کی گئی تھی اور جس کا سنگِ بنیاد حضرت سلیمان نے رکھا تھا تو اُس کے دل میں ایک عجیب جوش پیدا ہوتا ہے۔

حال ہی میں سر چارلس وارن[1] نے فنیقیوں کی کاریگری کے نشانات دریافت کئے ہیں۔ یہ صور کے پرانے کھنڈرات سے ملتے جلتے ہیں۔ مدت ہوئی، اُن کے بارے میں پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

اس زمانہ میں بنی اسرائیل دوسری اقوام میں خوب عزت و وقار رکھتے تھے۔ خواہ وہ ارامیوں کے خلاف لڑے (۲۔ سموئیل ۱۰:۱۵)، خواہ مساوات کی شرائط پر صور کے ساتھ

1 Sir Charles Warren

معاہدہ تجارت تھا (۱۔ سلاطین ۵ باب)، یا کسی مصری شہزادی سے شادی کا نامہ و پیام کیا ہر بات میں لوگ اُنہیں نظرِ احترام سے دیکھتے تھے (۱۔ سلاطین ۳:۱)۔

سلطنت کی تقسیم اور سامریہ کا زوال

ا۔ سلطنت کی تقسیم

جب یربعام مصر کو بھاگ گیا تو سلیمان کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک زبردست حاکم سیساق تخت نشین ہوا جس نے پھر اپنی قوم کی قوت اور اختیار کا دعویٰ کیا۔ رحبعام کی حکومت کے پانچویں سال میں اُس نے یروشلیم پر اِس مقصد سے چڑھائی کی کہ وہ ظاہر کرے کہ فرعونِ مصر اب تک فلسطین کے حاکم ہیں اور فلسطین کو اپنی ایک باجگزار ریاست تصور کرتے ہیں (۱۔ سلاطین ۹:۱۶؛ ۱۱:۱۴-۲۲)۔

کارنک کے ایک عظیم الشان مندر کے صحن کی ایک دیوار پر اُس نے اِس چڑھائی کی تصویر بنوائی ہے۔ یہاں ۵۶ شہروں کے نام بھی تحریر کئے ہیں جنہیں اُس نے مغلوب کیا۔ اِن میں مجدّو، یروشلیم اور ایک اور جگہ جو "ابرام کا میدان" کہلاتی ہے، بھی شامل ہیں۔ آخر سلیمان کی عیش و عشرت اور رحبعام کی حماقت اپنا رنگ لائیں۔ سلطنت تقسیم ہو گئی اور شان و شوکت جاتی رہی۔

ب:- ارامی طاقت اور اُس کا اثر

اِس وقت سے مصر کی طاقت کو زوال آ گیا۔ وہ لگاتار گھٹتی گئی اور آخرکار اُس کی پہلی حالت کا صرف سایہ باقی رہ گیا۔ اب تاریخ اسرائیل مصر کا ذکر نہیں کرتی۔ لیکن ارامیوں اور اسوریوں کے متعلق زیادہ تفصیل اور تشریح سے کام لیتی ہے۔ اگرچہ ارامی حکومت کی طاقت اسوری سے کچھ کم تھی لیکن زیادہ نزدیکی اور پڑوسی ہونے کی وجہ سے دو سو سال تک شمالی اور جنوبی سلطنتوں سے اُسے زیادہ سروکار رہا۔ ارامی کبھی اُن کے دوست تھے اور کبھی دشمن بن کر اُن کے سامنے آئے۔

سیریا یا ارام (لفظی معنی سطحِ مرتفع یا کوہستانی علاقہ) ایک ایسا علاقہ ہے جس کی حد بندی کا پورا پتہ نہیں۔ اُس میں فرات کی بالائی وادی بھی شامل ہے۔ یہ فلسطین کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں قدیم زمانہ سے ایک سامی قوم آباد تھی جس کے افراد ارامی زبان بولتے تھے۔ یہ زبان عبرانی سے ملتی جلتی تھی۔ وہ دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ یہ نام بن ہدد اور دوسرے ناموں میں

آتا ہے۔ اسیری کے بعد عام یہودی اَرامی زبان بولتے تھے۔ لیکن اُس سے بہُت پہلے ارامیوں سے گہرے تعلقات رکھنے کے باعث ارامی زبان کے کچھ لفظ اور محاورے عبرانی میں گھل مل گئے تھے۔ آج یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کب اور کس زمانہ میں عبرانی زبان میں شامل ہُوئے تھے لہٰذا محض اُن کی بنا پر کسی کتاب کے سنِ تصنیف کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔

دمشق جو بعد میں اَرامی حکومت کا دارُالسلطنت مقرر ہُوا، بہُت ہی قدیم شہر ہے (پیدائش ۱۵: ۲)۔ یہاں کے بادشاہ تُوتمس سوم کو خراج اَدا کیا کرتے تھے۔ اِس امر کا ذکر تل العمرنا کی تختیوں میں پایا جاتا ہے۔ بعد ازاں یہ شہر داؤد کے قبضہ میں آگیا (۲۔ سموئیل ۸: ۶)۔ پھر جلد ہی آزاد ہو گیا، اور ایک ایسی سلطنت کا مرکز بن گیا جو بہُت ہی جلد طاقت وَر بن گئی۔

اس لیے آسا کی دَرخواست جو اُس نے اسرائیل کے بادشاہ بعشا کے خلاف کُمک کے لئے شاہِ اَرام کو بھیجی (۱۔ سلاطین ۱۵: ۱۶–۲۰) فوراً منظُور ہو گئی۔ یہ کیوں؟ اِس لیے کہ شاہِ اَرام اپنا اثر اور رسُوخ بڑھانے کا بہُت خواہشمند تھا۔ اسرائیل اَرام کے قابُو میں آگیا اور ایک صدی تک اپنے طاقت وَر ہمسایہ کے حملوں کا نشانہ بنا رہا (۱۔ سلاطین ۲۰ باب)۔ لیکن اسرائیل کا نقصان یہوداہ کے لیے مفید ثابت نہ ہُوا کیونکہ وہ بھی شاہِ اَرام کے قبضہ میں آگیا۔

ج۔ اخی اب شاہِ سامریہ

اسرائیل اور یہوداہ کے غیر اقوام سے تعلقات ہمیشہ اُن کے لیے نقصان دِہ اور مُضر ثابت ہُوئے۔ اخی اب نے صیدانیوں کے بادشاہ اتبعل کی بیٹی ایزبل سے شادی کی۔ اگرچہ یہ بات مُلکی اور تجارتی نقطۂ نگاہ سے فائدہ مند نظر آتی تھی، لیکن رُوحانی طور پر تباہی اور بربادی کا باعث تھی۔ اخی اب کے باپ عمری نے جو پہلے فوجوں کا سردار تھا سلطنت پر چھاپہ مارا اور اُسے اپنے قبضۂ اِقتدار میں لے آیا اور سامریہ کی پہاڑی پر اپنا دارالخلافہ بنوایا۔ اخی اب نے اُسے از سرِ نو تعمیر کیا اور اُس میں ہاتھی دانت کا ایک بیش قیمت محل بنوایا اور اپنے بُت پرست ہمسایوں کی پیروی اور تقلید کرتے ہوئے عیش و عشرت میں غرق ہو گیا (۱۔ سلاطین ۱۶: ۳۱؛ ۲۲: ۳۹)۔

جب زمین کی کھدائی کی گئی تو سامریہ کا پھاٹک اور اُس کے عظیمُ الشان بُرج بھی برآمد ہُوئے اور جس جگہ اخی اب کا شاہی محل تھا، وہاں سے ہاتھی دانت کی منقش تختیاں، پھولدان کا ایک ٹکڑا، جس کی منقش بیل پر ایک ہمعصر مصری بادشاہ کا کتبہ تھا، نیز خوشبودار تیل وغیرہ کی شیشیاں بہتات سے دستیاب ہُوئیں (۲۔ سلاطین ۹: ۳۰)۔ سامریہ کے نالہ (۱۔ سلاطین ۲۲: ۳۸)

کی شناخت بھی ہو چکی ہے اور اخی اب کے مُختاروں کی فہرست ملی ہے جس میں عبدیاہ کا نام مرقُوم ہے (۱۔ سلاطین ۱۸: ۳)۔

وہ مشہُور یادگار جو سنگِ مواب کے نام سے موسُوم ہے اور جسے میسا شاہِ مواب نے تعمیر کیا تھا (۲۔ سلاطین ۱: ۱؛ ۳: ۴) پیرس کے قصرِ شاہی کے فنونِ لطیفہ کے عجائب گھر میں محفوظ اور موجود ہے۔ یہ بنی اسرائیل کی تصویر دشمن کے نقطۂ نظر سے پیش کرتی ہے۔ ایک کتبے پر یہ حرُوف لکھے ہُوئے ہیں:

"عمری شاہِ اسرائیل نے مُدتِ مدید تک مواب کی مخالفت کی۔ عمری کا بیٹا بھی اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلا۔ اُس نے کہا کہ مَیں مواب کو زیر کروں گا۔ میرے عہد میں کموس نے کہا کہ مَیں اُس سے اور اُس کے خاندان سے اپنی مرضی کے موافق سلُوک کرُوں گا، اور یقیناً اسرائیل ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو گیا"۔

پھر اُن شہروں کی فہرست دی گئی ہے جو اُس نے عمری سے واپس لیے۔ اُن میں نبو، میدبا (یسعیاہ ۱۵: ۲) حورونایم اور قریتائم (یسعیاہ ۱۵: ۵؛ یرمیاہ ۴۸: ۱) بھی شامل ہیں۔

د۔ اسُور کا عرُوج

اخی اب کے زمانہ کے بعد اسُور کتابِ مُقدس میں زیادہ نظر آتا ہے۔ حمورابی کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد ایک نیا خاندان[1] کاشی "بابل پر حکمرانی کرنے لگا۔ اِس وقت اسُور کے سرداروں نے بابل کا جُوا اُتار پھینکا اور ایک خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اُس زمانہ سے بابل اور اسُور کی دونوں سلطنتیں برابر برابر قائم تھیں۔ کبھی یہ اُس پر غالب آتی تھی، کبھی وہ اُسے مغلُوب کرتی تھی۔

ایک مشہُور عمارت پر جو "سیاہ مینار" کہلاتی ہے، سلمنسر سوم کی فتوحات کا حال کندہ ہے۔ یہ بادشاہ نویں صدی قبل از مسیح میں اسُور کا حکمران تھا۔ اِس عمارت کے ایک کتبہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ شاہ مذکُور نے ۸۵۳ ق۔م میں اخی اب شاہِ اسرائیل اور بن ہدد شاہِ اَرام پر قرقر کے مقام پر فتح حاصل کی جنہوں نے شاہِ اسُور کے خلاف آپس میں ایکا اور اتحاد کر لیا تھا۔ اِس کے بعد ۸۴۲ ق۔م میں اُس نے حزائیل شاہِ اَرام کو فتح کیا (۱۔ سلاطین

[1] Kassites

۱۹:۱۵؛ ۲-سلاطین ۸:۹-۱۵)۔ اِس کتبہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یاہُو بن عمری اُسے خراج ادا کیا کرتا تھا۔

حکومتِ ارامی کے زوال کے باعث یُربعام دوم کے عہد میں اسرائیل نے پھر عروج حاصل کیا۔ مجدو کے مقام پر سنگِ یشب کی ایک مُہر پائی گئی ہے جس پر عبرانی میں یہ حروف کندہ ہیں "یہ مُہر یربعام کے خادم شیما کی ہے"۔ شاید وہ شاہِ اسرائیل کا کوئی سردار تھا۔

یُربعام کی وفات کے بعد سامریہ میں متواتر انقلاب آتے رہے۔ وہاں بغاوتیں برپا ہوئیں جن کے باعث آخر کار وہ علاقہ تباہ و برباد ہو گیا۔

ایک مرتبہ پھر یہوداہ کے بادشاہ نے ایک اجنبی سلطان کو دعوت دی کہ وہ اسرائیل پر حملہ کرے۔ لیکن یہ نہ صرف اسرائیل کے لئے بلکہ یہوداہ کے لئے بھی تباہی کا سبب ہوا۔ یسعیاہ نے شاہ آخز کو مشورہ دیا (یسعیاہ ۷ باب) کہ وہ خداوند پر بھروسہ رکھے۔ لیکن اُس نے اُس مشورہ کی پرواہ نہ کی، اور تگلت پلاسر سوم شاہِ اسور سے امداد کی درخواست کی (۲-سلاطین ۱۶:۶-۹)۔

اس بادشاہ نے اس سے پیشتر بابل کو فتح کیا تھا، اور وہاں "پول" کے لقب سے ملقب ہو کر حکمرانی کی تھی۔ وہاں سے اُس نے پہلے ہی فلسطین پر چڑھائی کی تھی۔ اُس کی دستاویزوں میں عزریاہ کا نام چار دفعہ آیا ہے (۲-سلاطین ۱۵:۱۹، ۲۹)۔ اِن دستاویزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اُس نے آخز کی درخواست کو منظور کر کے دمشق پر حملہ کیا اور اُس پر قابض ہو گیا۔ تب اُس نے اسرائیل پر دھاوا بول دیا! اُن کے بادشاہ فقح کو شکست دے کر ہوسیع کو تخت نشین کیا۔ یہ واقعہ ۷۳۴ قبل از مسیح میں ظہور میں آیا۔ بارہ سال بعد ازیں یعنی ۷۲۲ قبل از مسیح میں آخری آفت نازل ہوئی۔ یہ ہوسیع کی سازش کا نتیجہ تھا جو اُس نے "سو" فرعونِ مصر سے مل کر کی تھی۔

بغاوت کو کچلنے کا اسوری طریقہ مختصر اور مؤثر ہوا کرتا تھا۔ وہ باغیوں کے شہر اور دیہات نذرِ آتش کرتے، اُنہیں تلوار سے قتل کرتے یا زندہ جلا دیتے تھے۔ کبھی کبھی اُن کے بدن میں میخیں ٹھونک کر بڑی بے رحمی سے اُن کو ہلاک کرتے تھے۔ اُن کے مویشی، بھیڑیں اور عورتیں گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ اسور پرلے درجے کے بے رحم اور ظالم لوگ تھے۔

سرجون کی تاریخ میں سامریہ کے زوال کا حال یوں بیان کیا گیا ہے۔ "اپنے عہد کے آغاز میں مَیں نے سامریہ کے شہر کا محاصرہ کیا۔ مَیں نے اسے تسخیر کر لیا اور وہاں کے ستائیس ہزار

آٹھ سو بیس (۲۷۸۲۰) اشخاص کو اسیر بنا کر اپنے ساتھ لے گیا"۔ (۲-سلاطین ۱۸:۱۰؛ یسعیاہ ۲۰:۱)۔

کسی زمانہ میں خیال کیا جاتا تھا کہ یسعیاہ نے غلطی سے سرجون کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اب معلوم ہو چکا ہے کہ جب سلمنسر پنجم سامریہ کا محاصرہ کر رہا تھا تو سرجون نے تختِ اسور پر اپنا قبضہ جمایا اور سامریہ کو فتح کر کے کاشیش اور اشدود کے خلاف جنگ کی۔ اُس کے عہد میں مرودک بلدان (۲-سلاطین ۲۰:۱۲) بابل کے تخت پر قابض ہو گیا اور ۷۰۹ ق-م تک حکومت کرتا رہا۔ اور یہ وہ سال ہے جب سرجون نے وہاں آ کر اُس کو شکست دی تھی۔

بادشاہت کے آخری ایام

(۷۲۱-۵۸۶ ق-م)

ان دنوں سلطنتِ اسور اپنے عروج پر تھی اور تقریباً ایک صدی تک یہ حکومت شمال کی طرف سے فلسطین اور ہمسایہ حکومتوں کے لئے خوف اور خطرے کا باعث بنی رہی (یسعیاہ ۱۴:۳۱؛ یرمیاہ ۱:۱۴؛ ۴:۶)۔

سنحیرب ۷۰۵-۶۸۱ ق-م میں حکمران رہا۔ اُس نے اُس حملہ کا حال قلم بند کیا ہے جو اُس نے جنوبی فلسطین پر کیا۔ اُس کی تحریروں میں اسوری سرداروں کے نام بھی درج ہیں:-

رب شاقی (۲-سلاطین ۱۸:۱۷) وزیرِ اعظم تھا۔ ترتان (یسعیاہ ۲۰:۱) کمانڈر انچیف۔

رب ساریس (۲-سلاطین ۱۸:۱۷) رئیسِ اعظم۔ سرآمز (یرمیاہ ۳۹:۳) مجوسیوں کا سردار۔ لکیس کے محاصرہ (۲-سلاطین ۱۸:۱۴) کی تصویر تفصیل سے کھینچی گئی ہے —— "سنحیرب تخت پر بیٹھا ہے، اور لکیس کی لوٹ کا مال اُس کے سامنے سے گزر رہا ہے"۔

یروشلیم کی رہائی اِس بات سے ثابت ہوتی ہے کہ اُس کی فتح کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا۔ لیکن یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ "مَیں نے حزقیاہ بادشاہ کو ایک اسیر پرندے کی طرح یروشلیم میں قید کر دیا ہے"۔ جو تباہی اور ہلاکت اُس کی فوج پر آئی اُسے ہیروڈوٹس اور بیروسس دونوں[1] مؤرخوں نے قلم بند کیا ہے۔ پہلا مؤرخ لکھتا ہے کہ یہ چوہوں کی بلا تھی جو دیوتاؤں کی طرف سے بھیجی گئی تھی۔

اغلباً شاہ سنحیرب کے محاصرہ کے سلسلہ میں حزقیاہ نے تالاب اور نالیاں بنوائیں تاکہ

1 Herodotus and Berossus

یروشلیم کی آب رسانی کے انتظام کو دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھ سکے (۲-سلاطین ۲۰:۲۰؛ یسعیاہ ۷:۳؛ ۲۲:۸-۱۱)۔ اِن تالابوں اور نالیوں کی بہت تلاش کی گئی۔ اور سیلوم کی سرنگ کے مرکز میں سر چارلس وارن[1] کو اُس زمانہ کا ایک کتبہ ملا جسے حزقیاہ کے کاریگروں نے کندہ کیا تھا۔

سنحیرب کے دو بیٹوں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اُس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا اسرحدون اُس کا جانشین ہوا (۲-سلاطین ۱۹:۳۶-۳۷)۔ کیونجک[2] کے مقام پر ایک شاہی فرمان برآمد ہوا ہے جس میں وہ حالات مندرج ہیں جن کے باعث اسرحدون کو اپنے باپ کا تخت نصیب ہوا۔ اِس میں اس کے بھائیوں پر باپ کے قتل کا الزام لگایا گیا ہے، اور یہ کہ اُنہوں نے خدا کا خوف نہ کیا اور باپ کے خلاف اپنی تلوار اُٹھائی۔

یہ بادشاہ جس کی ایک منقش تصویر برطانیہ کے عجائب گھر میں موجود ہے، اور جس نے شمالی فلسطین کو مسوپتامیہ کے شہری باشندوں سے آباد کیا (۲-سلاطین ۱۷:۲۴؛ عزرا ۴:۲) لکھتا ہے کہ "یہوداہ کے شہر کا منسّی" میرے خادموں میں سے ایک ہے"۔ اُس نے ہیکل کی عبادت کو ازسرِنو شروع کیا اور بابل میں کاہنوں کے سلسلہ کو نئے سرے سے قائم کیا۔ اِن امور سے اُس کا مذہبی جوش عیاں ہوتا ہے۔ اِسی جوش کے باعث اُس نے سامریہ کو کاہن بھیجا تھا (۲-سلاطین ۱۷:۲۷)۔ شاید اسی کاہن کے ذریعہ سے سامریوں نے توریت کا پہلا نسخہ حاصل کیا تھا اور اُس سے قدیم رسومات سیکھی ہیں جو آج تک اُن میں مروّج ہیں۔

اِس سے بہت عرصہ پہلے مصری حکومت کو زوال آ چکا تھا۔ آخز نے اِسے "مسلا ہوا سرکنڈا" پایا (۲-سلاطین ۱۸:۲۱)۔ حزقیاہ کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ اِس پر ٹیک نہ لگائے۔ اسرحدون نے خود مصر پر چڑھائی کی اور اُس کے کوشی بادشاہ ترہاقہ کو اسیر کر لیا اور نوف[3] پر قبضہ جما لیا (۲-سلاطین ۱۹:۹)۔ لیکن فرعون نکوہ کے عہد میں اُس نے پھر اپنی گردن اُٹھائی اور بابل کے خلاف اسور کی مدد کی۔ یوسیاہ نے جو اسور کا باجگذار تھا، فرعون کا مقابلہ کیا اور مجدو میں تہ تیغ ہوا۔ ۶۱۲ ق-م میں شاہِ اسور خود سیتھین قبائل کے حملوں سے کمزور ہو چکا تھا۔ ہیرودوٹس کے بیان کے مطابق عین اِس وقت یہ قبائل شمال میں (یرمیاہ ۱:۱۴) تباہی مچا رہے تھے۔ اِس کمزوری کے باعث اسوریوں نے مصر کے حملہ کا مقابلہ نہ کیا۔ واپسی پر فرعون نکوہ نے یہوآخز کو تخت سے اُتار کر اُس کی جگہ

1 Sir Charles Warren 2 Kuyunjik 3 Memphis

یہویقیم کو تخت نشین کر دیا۔

جلاوطنی (۵۸۶-۵۳۷ ق-م)

۱-بابل، خدا کی طرف سے سزا دینے کا ہتھیار

اب مشرقی دُنیا کے لئے ایک نئے دَور کا آغاز تھا اور مختلف واقعات یکے بعد دیگرے بڑی تیزی سے رُونما ہو رہے تھے۔ بابل کی اُٹھتی ہوئی حکومت نبوپلاسر (۶۲۵-۶۰۴ ق-م) کے زمانے میں پہلی دفعہ ظاہر ہوئی۔ اُس نے اپنے بیٹے نبوکدنضر کی شادی مادیوں کے بادشاہ استیاگس[1] کی بیٹی سے کر دی اور ازسرِنو بابل کو ایک خود مختار ریاست بنا دیا۔ ۶۱۲ ق-م میں وہ نینوہ کو اپنے قبضے میں لے آیا۔ ابھی دیر نہ گزری تھی کہ نبوپلاسر نے اپنے فرزند کو مصر کے خلاف چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا۔ ۶۰۵ ق-م میں کرکمیس کے مقام پر ایک جنگِ عظیم ہوئی جس میں مصری افواج بالکل تباہ ہو گئیں اور بابل نے دُنیا کی ملکہ ممتاز کا درجہ حاصل کیا۔ اس وقت سے یرمیاہ نے خداوند کی رُوح سے ہدایت پا کر یہوداہ کے بادشاہوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ بابل کی اطاعت کر کے سلامتی کی راہ پر چلیں۔ لیکن یہ کوشش لاحاصل تھی۔ اُنہوں نے اِس نصیحت کی چنداں پرواہ نہ کی۔ اگرچہ یہویقیم اور یہویاکین نے یکے بعد دیگرے شاہِ بابل کی اطاعت قبول کر لی لیکن ضعیف العقل صدقیاہ بادشاہ نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور بار بار مصر سے مدد کی درخواست کی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۵۸۶ ق-م میں نبوکدنضر نے یروشلیم کا محاصرہ کر کے اُسے تباہ و برباد کر دیا۔

آخری فرعون جس کا ذکر عہدِ عتیق میں ہے حفرع تھا۔ یرمیاہ نے اُس کے متعلق یُوں پیشین گوئی کی کہ مصر بھی اسرائیل کی طرح شاہِ بابل سے شکست کھائے گا (یرمیاہ ۴۳:۸-۱۳؛ ۴۴:۳۰؛ ۴۶:۱۳؛ نیز دیکھئے حزقی ایل ۳۰ باب)۔ اِس صدی میں تحفنحیس میں سر فلنڈرس پیٹری کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں حرف بہ حرف پُوری ہو چکی ہیں۔

ب-جلاوطنی اور واپسی

اِس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ بابل پچاس سال کے لئے کتابِ مقدس کے مناظر

1 Astyages

کا مرکز ہے۔ یہاں اُن کے بعض سردار پہلے ہی کئی سالوں تک نبوکدنضر کے ماتحت جلاوطنی میں کاٹ چکے تھے (۲۔ سلاطین ۲۴ : ۱۵)۔ نبوکدنضر عمارات بنوانے کا بہت شائق تھا۔ اُس کے کتبے اِس حقیقت کے گواہ ہیں۔ اُس نے اپنے دارالخلافہ کو اِس خُوبی سے ازسرِنو تعمیر کیا کہ دورِ حاضرہ کی کھدائی کرنے والے اُس کے عہدِ حکومت سے قدیم تر عمارتوں کے نشان شاذونادر ہی پاتے ہیں "کیا یہ وہ بابلِ اعظم نہیں جس کو مَیں نے اپنی توانائی کی قدرت سے تعمیر کیا ہے کہ دارالسلطنت اور میرے جلال کا نمُونہ ہو"۔

اُس نے بابل کا بُرج نئے سِرے سے تعمیر کیا۔ یہ بُرج کئی دفعہ تعمیر ہُوا۔ محکمۂ آثارِ قدیمہ نے اِس کی پُوری پُوری شناخت کر لی ہے۔ اِس کے علاوہ اَور بہت سی عمارات وغیرہ بھی شناخت ہو چکی ہیں۔ لیکن ہم چند ایک کا ذکر کریں گے۔

۱۔ مشہور و معرُوف معلق باغات جن کا ذکر ڈیوڈورس اور سٹریبو نے کیا ہے۔

۲۔ وہ کنوئیں جو نئے قِسم کے پمپ سے چلتے اور اُنہیں سیراب کرتے تھے۔

۳۔ پانچ سو فٹ لمبا پُل جو نبوکدنضر نے دریائے فرات پر بنایا تھا۔ اور پختہ سڑک جو پُل تک پہنچتی تھی۔

۴۔ وہ بیل اور نبوّ کے مندر (یسعیاہ ۴۶ : ۱-۲) جن کی اُس نے مرمّت کی اور آراستہ کیا۔

۵۔ دو فصیلیں جن میں سے ہر ایک ۲۴ فٹ چوڑی تھی (یرمیاہ ۵۱ : ۵۸) اور جن کے درمیان ۹۰ فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ شہر کے گرداگرد دس میل تک پھیلی ہُوئی تھیں۔

نبوکدنضر کو اپنے کارہائے نمایاں پر فخر نہیں، بلکہ غرُور تھا۔ وہ بہت سے کتبے چھوڑ مرا۔ یہ کتبے بابل کی اُس عظمت کی پُوری پُوری تصدیق کرتے ہیں جس کا بیان دانی ایل کی کتاب میں ہے۔

نبوکدنضر نے اُور کے مندروں کو بھی بحال کیا۔ سر ایل۔ وُولی نے ایک نئی دریافت کی جس کے متعلق اُس کا خیال ہے کہ اُسی زمانے کی عبادت میں یہ انوکھی بات تھی، بادشاہ کے حکم سے ایک وسیع اور فراخ صحن بنایا گیا تھا۔ اُس کے ایک طرف ایک بُت کی چوکی تھی۔ اور یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک بُت کو نصب کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اُس کی پرستش اور عبادت تمام رعیّت پر واجب اور لازم تھی۔ وُولی کی کھنڈرات کی زبان سے بولتے ہُوئے حقائق اور دانی ایل تین باب کے

بیان کی مطابقت کو اِتنا نمایاں دیکھتا ہے کہ اُس زمانہ کے اکثر واقعات صاف اور روشن نظر آتے ہیں۔

اب تک تنقیدی گروہ کے بہت سے عُلماء دانی ایل کی کتاب کو غیر تاریخی کہہ کر رد کر دیتے تھے۔ جو وجوہات اِس روِش کے لئے پیش کی جاتی تھیں اُن میں سے ایک یہ تھی کہ بیلشضر کا نام کسی کتبے میں نہیں آیا۔ لیکن حال ہی میں ایسے کتبے دریافت ہُوئے ہیں جن سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ بیلشضر نبونیدس کا بڑا بیٹا تھا۔

اُن میں سے چار پر اُس کے باپ کی دُعائیں اُس کے حق میں کندہ ہیں۔ اُن سے یہ بھی روشن ہوتا ہے کہ اپنے باپ کی وفات سے پہلے ہی وہ قائم مقام فرماں روا ہو کر حکومت کرتا رہا۔ یا یُوں کہئے کہ وہ دُوسرے درجہ کا حاکم تھا۔ اِسی لئے دانی ایل کو تیسرے درجہ کا حاکم کہا گیا ہے (دانی ایل ۵ : ۲۹)۔ بیلشضر کے معاہدہ کی تین تختیاں دستیاب ہُوئی ہیں۔ وہ مٹی کے لفافوں میں بند تھیں۔ اُن پر شاہی دستخط تھے اور نہایت احتیاط کے ساتھ مٹی کے مرتبانوں میں رکھی گئی تھیں (دیکھئے یرمیاہ ۳۲ : ۱۴)۔

اُور کے مقام پر ایک ایسی جگہ دریافت ہُوئی ہے جو سر ایل۔ وُولی کے خیال کے مُطابق بیلشضر کی راہبہ بہن کا راہب خانہ تھا۔ یہاں بہت دلچسپ کتبے اور کھنڈرات ہیں۔ اِن سب دریافتوں نے دانی ایل کی کتاب کے خلاف تواریخی اعتراضات کرنے والوں کو خاموش کر دیا ہے۔ اُس کی صداقت کا چرچا گھر گھر ہے۔ لہٰذا معترضین نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے۔

۵۳۹ ق۔م میں یکایک بابل کو سخت زوال آیا۔ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو نبونیدس نے لڑائی میں شکست کھائی اُس کے بعد خورس کی فوجوں نے۔ گوبریس (اُس کے فوجی سپہ سالار) کی سرکردگی میں دریا کا رُخ بدل دیا پھر دھوکے سے اُس کے محل اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ یہ دونوں عظیمُ الشان عمارتیں دریا کے بائیں کنارے پر واقع تھیں۔ اُس کے بعد اُنہوں نے بیلشضر کو قتل کیا اور دارا کو اُس کا جانشین مقرر کیا۔ اکثر مؤرخوں نے اُسے گوبریس ہی کہا۔

خورس نے مذہبی تعصب سے کنارہ کشی کی۔ اُس نے بہت سے مقبروں کو پھر تعمیر کیا۔ اُن میں سے ایک کا سر ایل۔ وُولی یُوں ذکر کرتے ہیں کہ اُس کی اینٹوں پر لکھے ہُوئے کتبوں کے مضمون کا آغاز یوں ہے "عظیم و بزرگ دیوتاؤں نے تمام مُلک میرے قبضہ میں کر دیا"۔ یہ کتبہ ہمیں عزرا کی کتاب میں خورس کے اعلان کی یاد دلاتا ہے (عزرا ۱ : ۲) جس میں اُس

نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ یروشلیم کی ہیکل پھر سے بنائی جائے۔

اِسی طرح بادشاہتیں عروج و زوال کو پہنچتی ہیں اور اُن کی تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ "حق تعالیٰ آدمیوں کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور اُسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے" (دانی ایل ۴: ۳۲)۔

اہلِ فارس کا زمانۂ حکومت (۵۳۹ - ۳۳۱ ق م)

ایک بڑی مورت کی رویا میں دانی ایل نے دُنیا کی چار بڑی سلطنتیں دیکھیں۔ اُن میں سے دُوسری سلطنت اہلِ فارس اور مادیوں کی تھی۔ یہ سلطنت خورس سے لے کر سکندرِ اعظم تک رہی۔

خورس نے ۵۲۹ ق م میں وفات پائی اور اُس کے بعد کمبیسیس تخت نشین ہُوا۔ اُس نے مصر کو فتح کیا۔ بعد ازاں سمرڈیس (۵۲۲) دارا گشتاسپ (۵۲۱ - ۴۸۶ ق م) یکے بعد دیگرے تخت نشین ہُوئے۔ اُن کے عہدِ حکومت میں شیشبضر اور زرُبابل نے ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ اگرچہ اُن کی بڑی مخالفت ہُوئی اور مختلف لوگوں نے اُن کے کام میں روڑے اٹکائے لیکن پھر بھی اُنہوں نے اِس کام کو اختتام تک پہنچایا (عزرا ایک سے چھ باب، حجی ایک سے دو باب)۔

۴۸۶ ق م میں دارا کے بعد اخسویرس (آستر کی کتاب کے زمانے کا بادشاہ) تخت پر بیٹھا۔ اُس کی وفات پر ارتخششتا لانگی مانس نے تاج و تخت سنبھالا۔ یہ وُہی شخص ہے جس نے نحمیاہ کو یروشلیم کی دیوار بنانے پر مامور کیا۔ نحمیاہ نے ۴۴۵ ق م میں اِس کام کی تکمیل کی۔ اِس دیوار کی بنیاد کا نصف حصہ مِل چکا ہے اور اب بھی کئی جگہوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ گذشتہ صدی میں جب بشپ گوبٹ[1] نے یروشلیم میں اپنی درس گاہ بنوائی تو پرانی دیوار کی بنیاد اُس چٹان کے باہر نکلے ہُوئے کنارے پر رکھی تھی جسے نحمیاہ کے معماروں نے تراشا تھا اور چھلنے اوزاروں کے نشان اب بھی اُس تراشی ہُوئی چٹان میں صفائی کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

اسوان کے نزدیک الفنطنیہ[2] کے مقام پر کچھ اوراق پیپرس پائے گئے ہیں۔ یہ اُس یہودی نوآبادی سے صادر ہُوئے تھے جو اسیری کے زمانہ میں یا اس سے پیشتر آباد ہو چکی تھی۔ یہ زیرِ بحث زمانہ پر روشنی ڈالتے ہیں (یرمیاہ ۴۴: ۱؛ صفنیاہ ۳: ۱۰) اور ارامی زبان میں لکھے ہُوئے ہیں (یسعیاہ ۱۹: ۱۸ - ۲۲)۔ یہ ۴۷۱ سے ۴۰۷ ق م تک کے زمانہ سے متعلق ہیں۔

1 Bishop Gobat   2 Elephantine near Aswan

۴۰۷ ق م میں یہوُدیہ کے فارسی گورنر کو اِس مضمون کا ایک نامہ بھیجا گیا کہ یہوواہ کی ہیکل جس کی چھت دیودار کی لکڑی کی تھی برباد ہو چکی ہے۔ ازراہِ کرم اِسے نئے سرے سے تعمیر کرائیں۔ اِس نامہ میں سنبلط کو سامریہ کا گورنر اور یوحانان کو یروشلیم کا سردار کاہن لکھا گیا ہے (عزرا ۱۰: ۶؛ نحمیاہ ۳: ۱ - ۲۰)۔ نیز اِس میں اُس رنج و ملال کا بھی ذکر ہے جو لکھنے والے محسوس کرتے ہیں، کیونکہ کاہن ہیکل میں نذر کی روٹیاں، بخور اور سوختنی قربانیاں نہیں لا سکتے جیسے کہ وہ زمانۂ قدیم میں کیا کرتے تھے۔

یرمیاہ کے زمانہ کے لوگوں کی طرح اِن ایام میں بھی اُن کی عبادت میں ذلت آمیز بُت پرستی شامل ہو چکی تھی (یرمیاہ ۴۴: ۱۴ - ۲۸)۔ شاید وہ اُن ہی کی اولاد تھے۔ وہ شریعت کو جانتے اور رسمی طور پر مانتے تھے لیکن سارے دل سے خداوند کی خدمت نہیں کرتے تھے۔

حاصلِ کلام

بیرونی تاریخ کا وُہ ڈھانچہ جو قدیم عمارتوں اور دستاویزوں سے دریافت کی گئی ہے بائبل کے ساتھ پُوری مطابقت رکھتا ہے۔ وُہ گویا ایک لباس تھا جو موزوں اور سڈول جسم پر خُوب اچھی طرح سے بیٹھ گیا۔ دُوسرے ہزار سال ق م دور میں کتابِ مقدس کی داستان اُس زمانہ کے باشندوں کے حالاتِ زندگی اور سفر و حضر کے رسم و رواج پر خوب روشنی ڈالتی ہے۔ اُس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ مصر کے اٹھارہویں اور اُنیسویں شاہی خاندان کا مرتبہ کیا تھا۔ وہ کس شان و شوکت سے اپنی زندگی گزارا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی کہ بنی اسرائیل پر حِتّیوں، ارامیوں اور دُوسری قوموں کا کیا اثر تھا۔ اور اسُور اور بابل کی سلطنتیں کس طرح عروج اور زوال کو پہنچیں۔

جو کچھ تاریخ کے بارے میں صحیح اور درست ہے وُہی اُس زبان پر بھی صادق آتا ہے جس میں وہ قلم بند کی گئی ہے۔ ایک زبردست ماہرِ زبان نے کہا ہے کہ زبان ہر جگہ اُن اقوام کے نقشِ پا کو ظاہر کرتی ہے جنہوں نے مختلف کتابوں کی تصنیف کے زمانے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ہمارا ایمان ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ کتابِ مقدس کو سمجھنے کے لیے زیادہ علم ازحد مفید ہے اور آثارِ قدیمہ کی تحقیقات بھی ہمارے ایمان کو تقویت پہنچاتی ہیں۔

ساتویں باب کا ضمیمہ

عہدِ عتیق کا تاریخی خاکہ

ذیل میں دیئے ہوئے خاکے کا مقصد یہ ہے کہ اسرائیل کی تواریخ کے وہ واقعات جو گرد و نواح کی اقوام سے اثر پذیر ہوئے اختصار کے ساتھ سلسلہ وار پیش کئے جائیں۔

قدیم تواریخ کے ماہروں بعض واقعات کے سن و سال کے بارے میں ایک دوسرے سے اتفاق نہیں رکھتے۔ ذیل میں دی ہوئی تاریخیں اکثر ایس۔ ایل۔ کگ کی کتاب موسومہ عہدِ عتیق اور اس کی جدید تفسیر سے لی گئی ہیں۔ سلاطین کی کتاب کے متعلق ہم کہنا چاہتے ہیں کہ اُس کے اعداد و شمار دوسری پشت تک پہنچنے کے دوران میں کسی حد تک غلطی کا شکار ہو گئے ہیں، لہٰذا بعض اوقات اُن کے معنی صاف ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ شہادتیں جو دوسرے مواخذ سے حاصل کی گئی ہیں غیر مکمل اور جزوی معلوم ہوتی ہیں اس لئے بعض دفعہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ سن و سال جنہیں پیشتر ازیں درست اور صحیح خیال کیا گیا تھا، اُن کی نظرِ ثانی کی جائے۔

مندرجہ ذیل سن و سال ہمارے اُس صحیح ترتیب کے سمجھنے کے لئے مددگار ہونگے جن میں مختلف واقعات رُونما ہوئے۔

نقشہ اوّل

سن قبل از مسیح	بنی اسرائیل	دُوسری اقوام
۳۵۰۰ تخمیناً		طُوفانِ نُوح
۳۴۰۰ 〃		مصر کا پہلا شاہی خاندان۔
		کریت میں پہلا مناؤنی خاندان"
۳۱۰۰ 〃		اُور کا پہلا شاہی خاندان۔
۲۶۵۰ 〃		سرجون اکادی
۲۰۰۰ 〃	ابرہام کنعان میں داخل ہوتا ہے۔	حمورابی کا زمانہ اور مصر میں بارھواں شاہی خاندان۔

Minoan Dynasty

سن قبل از مسیح	بنی اسرائیل	دُوسری اقوام
۱۷۸۵ تخمیناً	یعقوب مصر کو جاتا ہے	
۱۵۸۰ 〃		ہائی کساس کا خارج ہونا
۱۵۰۱		توتمس سوم
۱۴۴۷		امن ہوتپ دوم
۱۴۴۰ 〃	خروجِ اسرائیل	
۱۴۱۱		امن ہوتپ سوم
۱۴۰۰ 〃	یریحو کی شکست	
۱۳۰۰—۱۲۳۴		رعمسیس دوم
۱۲۰۲—۱۱۷۰		رعمسیس سوم
۱۰۵۰ تخمیناً	سموئیل	
۱۰۱۰ 〃	داؤد کی تخت نشینی	
۹۷۴	سلیمان	
۹۷۰	ہیکل کی مخصوصیت	
۹۳۷	سلطنت کی تقسیم	

نقشہ دوم

سن قبل از مسیح	یہوداہ	اسرائیل	دُوسری اقوام
۹۳۷	رحبعام	یربعام اوّل	
۸۷۵		اخی اب	
۸۷۲	یہوسفط		
۸۵۳			جنگِ قرقر
۷۸۳		یربعام دوم	
۷۸۰	عزیاہ		
۷۴۵			تگلت پلاسر سوم (پول)، شاہِ اسور۔

دوسری اقوام	اسرائیل	یہوداہ	سن قبل از مسیح
سلمنسر پنجم شاہ اسور			۷۲۷
		حزقیاہ	۷۲۶
	سامریہ کی شکست		۷۲۱ - ۷۲۲

نقشہ سوم

دوسری اقوام	یہوداہ	سن قبل از مسیح
سنحیرب شاہ اسور		۷۰۵
	سنحیرب یروشلیم کا محاصرہ کرتا ہے۔	۷۰۰
اسرحدون شاہ اسور		۶۸۱
اسربانی پل		۶۶۹
	یوسیاہ	۶۳۷
نینوہ کی شکست		۶۱۲
	یہویقیم	۶۰۸
کرکمیس کی لڑائی		۶۰۵
نبوکدنضر دوم شاہ بابل		۶۰۴
	صدقیاہ	۵۹۷
	یروشلیم کی شکست	۵۸۶
خورس شاہ فارس		۵۵۰
خورس بابل کو فتح کرتا ہے۔		۵۳۹
	زرتابل کے عہد میں واپسی	۵۳۷
دارا گشتاسپ، شاہ فارس		۵۲۱
	زکریاہ اور حجی کی نبوت	۵۲۰
ارتخششتا لانگی مانس		۴۶۴
	عزرا	۴۵۸

دوسری اقوام	یہوداہ	سن قبل از مسیح
	نحمیاہ کا پہلی بار یروشلیم کو جانا	۴۴۵
	نحمیاہ کا دوسری بار یروشلیم کو جانا	۴۳۲
سکندر فارس کو شکست دیتا، اور یروشلیم میں داخل ہوتا ہے۔		۳۳۱
سکندر کی وفات۔ سلوکس کا خاندان سیریا میں، ٹالمی خاندان مصر میں۔		۳۲۳
	ٹالمی فلاڈلفس[1] کی زیر نگرانی ہفتادی ترجمہ شروع ہوا۔	۲۵۰ تخمیناً
	انٹیوکس ایپی فینیس[2] ہیکل کو ناپاک کرتا ہے۔	۱۶۷
	یہوداہ مکابی ہیکل کو پاک کرتا ہے۔	۱۶۵
	پومپائی یروشلیم کو فتح کرتا ہے۔	۶۳
	ہیرودیس اعظم، یہودیوں کا بادشاہ مقرر ہوتا ہے۔	۳۷

1 Ptolemy Philadelphus 2 Antiochus Epiphanes

نقشہ چہارم

سن قبل از مسیح	اسرائیل اور یہوداہ	دُوسری اقوام
۱۰۰۰	متحدہ سلطنت ۱۰۵۰—۹۳۷ تخمیناً	
۹۰۰	منقسم سلطنت ۹۳۷—۷۲۱	
۸۰۰		اسُوری سلطنت کا زمانہ ۸۵۳—۶۱۲
۷۰۰	یہُوداہ کا باقی رہنا ۷۲۱—۵۸۶	
		مصری سلطنت کا زمانہ ۶۱۲—۶۰۵
		بابلی سلطنت کا زمانہ ۶۰۵—۵۳۹
۶۰۰	اسیری ۵۸۶—۵۳۷	
۵۰۰		فارسی سلطنت کا زمانہ ۵۳۹—۳۳۱
۴۰۰	یہوداہ کی بحالی ۵۳۷—۱۶۵	
۳۰۰		یُونانی سلطنت کا زمانہ ۳۳۱—۱۴۶
۲۰۰		
۱۰۰	یہُوداہ کی آزادی ۱۶۵—۶۳	رُومی سلطنت کا زمانہ ۱۴۶—
	رُومی حکومت کے تحت ۶۳—	

آٹھواں باب

عہدِ عتیق کی داستان

عہدِ عتیق کی تاریخ کا صحیح مُطالعہ عہدِ جدید سے الگ نہیں ہوسکتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ عہدِ جدید اُس کی تکمیل کرتا ہے۔ لہٰذا اسی کی روشنی میں ہم عہدِ عتیق کو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ اصل میں عہدِ عتیق اور عہدِ جدید دونوں مِل کر خُدا کا ایک مکمّل اور مُقدس کلام ہیں۔ دونوں انسان پر خُدا کے ذاتی مکاشفہ کا بیان ہیں۔ یہ مکاشفہ اُس وقت اپنے عرُوج پر پہنچا جب وقت کے پُورا ہونے پر خُداوند یسُوع میں اس کا شخصی ظہُور ہُوا۔

کلامِ مُقدس کا خُدا زندہ خُدا ہے۔ اِس لئے وہ اپنے آپ کو اپنے کاموں سے ظاہر کرتا ہے۔ اِس باب میں ہم خُدا کے مکاشفہ کا مقصد اور اُس کی خصُوصیات کا بیان کریں گے جس نے اگلے زمانہ میں ۔۔۔۔ باپ دادا سے حِصّہ بہ حِصّہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کیا۔" پس یہ ظاہر ہے کہ خُدا ہمارا خالق بھی ہے اور نجات دہندہ بھی۔ وہ پاکیزہ انصاف اور مخلصی بخش رحم کو کام میں لاتا ہے تاکہ انسان کو نجات بخشے اور اپنے ساتھ رفاقت رکھنے کے لئے اُس کے دِل کو جیت لے۔

آئندہ صفحات میں ہم یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے کہ خُدا نے اپنے آپ کو انسان پر اِس مقصد سے ظاہر کیا تاکہ وہ ایک پاکیزہ نسل پیدا کرے جو اُس کی خاص میراث ہو۔ یہ تجویز اِس طرح تکمیل کو پہنچتی ہے کہ وہ بتدریج پہلے ایک خاندان، پھر ایک قوم، پھر ایک سلطنت اور پھر سلطنت کے ایک بقیہ کو چُن لیتا ہے۔ بقیہ خُداوند مسیح میں از سرِ نو تخلیق پاتا ہے۔ پس عہدِ جدید عہدِ عتیق کے مکاشفہ کا خلاصہ یُوں بیان کرتا ہے "لیکن تم ایک برگزیدہ نسل، شاہی کاہنوں کا فرقہ، مُقدس قوم اور ایسی اُمّت ہو جو خُدا کی خاص ملکیت ہے۔ تاکہ اُس کی خوبیاں ظاہر کرو" (۱۔پطرس ۲: ۹)۔

بُزرگانِ اسرائیل کی تاریخ

عہدِ عتیق کے آغاز میں دُنیا کی تخلیق کا ایک شاندار بیان پایا جاتا ہے۔ اِس

سے ظاہر ہے کہ خُدا دُنیا کی تخلیق میں اپنا انکشاف کرتا ہے۔ اِنسان خُدا کی کاریگری اور تخلیقِ عالم کا تاج ہے اس لئے کہ خُدا نے اُسے اپنی شکل و صورت پر پیدا کیا۔ پیدایش کی کتاب یعنی دُنیا کی ابتدا کی کتاب میں اِنسان کی آزمائش، اُس کا گرنا، گناہ اور موت کا آغاز، اِنسان کی سرکشی اور بگاڑ کی نہایت مختصر لیکن عُمدہ قلمی تصویر کھینچی گئی ہے۔ آخرکار اُس کو سزا دینے کے لئے ایک ہولناک طُوفان برپا ہوتا ہے۔ خُدا نے نُوح کو ہلاکت سے محفوظ رکھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خُدا کی اطاعت اور فرمانبرداری ہی الٰہی برکات کا سرچشمہ ہے، اور ایمان اُس الٰہی مکاشفہ کا اعتماد ہے جو خُدا نے اِنسان پر ظاہر کیا۔ "ایمان ہی کے سبب سے نُوح نے اُن چیزوں کی بابت جو اُس وقت تک نظر نہ آتی تھیں، ہدایت پاکر خُدا کے خوف سے اپنے گھرانے کے بچاؤ کے لئے کشتی بنائی . . . . اور اُس راستبازی کا وارث ہُوا جو ایمان سے ہے" (عبرانیوں ۱۱: ۷ ؛ اعمال ۱۰: ۳۴-۳۵)۔

کسدیوں کے اُور سے ابرہام کی بُلاہٹ ایک بہُت ہی ضرُوری اور اہم واقعہ ہے۔ یہ وہ شہر ہے، جس کی کھدائی سر لینرڈ وولی نے بڑی محنت اور کاوش سے کروائی۔ قریباً دو ہزار پانچ سو سال قبل از مسیح میں ابرہام خُدا سے بُلاہٹ پاکر حاران کا سفر کرتا ہے اور وہاں سے مُلکِ کنعان کو جاتا ہے۔ اس وقت وہ ایک خانہ بدوش چرواہے کی زندگی بسر کررہا ہے (اعمال ۷: ۲)۔ یہ بُلاہٹ قطعی طور پر رُوحانی اہمیت رکھتی ہے۔ بُت پرستی کی تاریکی سے اپنے لئے ایک اُمّت کا انتخاب کرنا خُدا ہی کا کام تھا۔ ابرہام کے سفروں کا بیان اُس زمانہ کی غیر مذہبی تاریخ سے مِلتا ہے (پیدایش ۱۴ باب اور صفحہ نمبر ۱۴۲ دیکھئے)۔ لیکن کتابِ مُقدّس ایک عام تاریخی کتاب نہیں بلکہ وہ خُدا کا مقصد ظاہر کرنے کے لئے لکھی گئی کہ وہ اپنے لئے ایک خاص اُمّت کو چُن لے جو اُس کی ملکیت ہو۔ اضحاق، یعقوب اور یُوسف کو چُن لینے سے اِس مقصد کے حصُول میں اَور زیادہ ترقی ہُوئی ہے۔ خُدا کی بُلاہٹ پیدایش، ذات یا کسی اَور خوبی پر مبنی نہیں تھی۔ اُس کا انحصار صرف خُدائے قادر کے فضل و کرم پر تھا، جس نے اُن کو نجات اور مخلصی بخشی۔

بنی اسرائیل کا خرُوج

خرُوج کی کتاب کے شرُوع میں اِس امر کا تذکرہ ہے کہ خُدا نے مُوسیٰ کو اپنا خادم ہونے اور بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے رہائی دلوانے کے لئے تعلیم و تربیت کی۔ قحط کے زمانہ میں تو بنی اسرائیل کو نیل کی زرخیز وادی میں خوش آمدید کہا گیا۔ لیکن جب پہلے شاہی خاندان

کے ہاتھ سے حکُومت کی باگ ڈور نکل گئی، اور اُس کی بجائے دُوسرے خاندان کا طُوطی بولنے لگا تو نئے حکمرانوں نے پہلی پالیسی کو بدل دیا۔ پھر کیا تھا، بیچارے اسرائیل غلام ہو کر رہ گئے (اعمال ۷: ۱۹)۔

مُوسیٰ بنی اسرائیل کو مخلصی دلوانے کے لئے خُدا کا چُنا ہُوا وسیلہ تھا۔ خوفناک آفتوں کے سلسلے کے بعد اُنہوں نے رہائی پائی۔ وہ مصر سے روانہ ہُوئے۔ کوہِ سینا اُن کی پہلی منزلِ مقصود تھی۔ یہاں اُنہوں نے خُدا کے جلال کا نظارہ کیا، اور پھر نہایت سنجیدگی سے اُس کے ساتھ ایک عہد باندھا۔ اس عہد کی بنیاد مصر کی غلامی سے رہائی تھی۔ یاد رہے کہ یہ مخلصی اِس سبب سے نہیں تھی کہ بنی اسرائیل اخلاقی یا مالی طور پر غیر اقوام پر فوقیت رکھتے تھے، بلکہ یہ خُدا کی اُس بے انتہا اور پُر فضل محبّت کے باعث تھی جو اُسے اپنے لوگوں سے تھی (استثناء ۷: ۷)۔ جس فضل اور رحم کا وہ حقدار نہ تھا اُس کے لئے شُکرگزاری اور فرمانبرداری کرنا اِنسان کا فرض تھا، چنانچہ خُدا کی طرف سے اُس کا مطالبہ بھی کیا گیا "تم پاک ہو، کیونکہ خُداوند تمہارا خُدا پاک ہے۔" دس احکام پاکیزگی کے اُس اعلےٰ معیار کا خلاصہ ہیں جس کا وُہ اپنے لوگوں سے مطالبہ کرتا ہے۔ لہٰذا عبادت اور اخلاقی زندگی دونوں اِنسان کے لئے ضرُوری ٹھہریں اور خُدا کی برکتیں حاصل کرنے کے لئے فرمانبرداری اور خدمت گویا لازمی شرائط تھیں۔ اُس وقت قربانی کی رسم مُقرّر کی گئی جو گنہگار کے لئے معافی حاصل کرنے کا ظاہری ذریعہ تھا۔ اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ اِنسان کو یاد دلایا جائے کہ گناہ کی مزدُوری مَوت ہے، اور بغیر خُون بہائے مُعافی نہیں۔

خُدا کے لوگوں کی حکُومت کی تنظیم اِس طرح ہُوئی کہ مُوسیٰ نبی بھی تھا اور شریعت کا لانے والا بھی۔ اِس وجہ سے وہ خُدا کی طرف سے بولنے والا بھی تھا۔ ہارُون کہانت کے عُہدہ پر مقرّر تھا۔ نافرمانی کے باعث مُوسیٰ وعدہ کی ہُوئی سرزمین میں داخل ہونے سے محرُوم رہا۔ اُس کی وفات کے بعد یشوع کو لوگوں کا رہبر بنایا گیا۔ ۱۴۰۰ ق۔م کے لگ بھگ دریائے یردن کو عبُور کرنے اور یریحُو کی فتح کے موقعے پر الٰہی حضُوری کا ظہُور ہُوا۔

باوجود اِس کے کہ بنی اسرائیل کو الٰہی رہنمائی بخشی گئی اُنہوں نے پھر بھی گناہ کیا اور غیر اقوام سے خُدا کی مرضی کے خلاف سمجھوتہ یا تعاون کیا، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ کنعان کو پُورے طور سے زیر نہ کرسکے، جس کی وجہ سے سرکشی اور برگشتگی پیدا ہُوئی۔ بارہ قبیلوں پر مُلکِ کنعان کے مختلف حصّے بانٹ دیئے گئے۔ لیکن اُن کے پاؤں اچھی طرح جم نہ سکے۔ اُن میں پُورا اتحاد نہیں تھا۔ وہ متواتر گناہ کرتے رہے۔ اس لئے خُدا نے اُن کو غلامی اور

CamScanner

محکُومی میں رکھا، جب تک اُنھوں نے توبہ اور خُداوند کے سامنے رہائی کے لئے فریاد نہ کی۔ تب اُس نے اُن کو مخلصی دینے کے لئے قاضیوں کو بھیجا۔

مُطلق العِنان حکومت

آخری قاضی سموئیل اسرائیلیوں کے لئے بحیثیت فوجی سردار، نبی اور کاہن کے تھا۔ لیکن جب لوگوں نے بادشاہ کا مطالبہ کیا تو حکومتِ الٰہی کا (جس خیال سے خدا خود اُن کا بادشاہ تھا) خاتمہ ہوگیا۔ اِس کے بعد مذہبی اور سیاسی لیڈروں کو اگر عملی طور پر نہیں تو اصولی طور پر ایک دُوسرے سے علیحدہ کردیا گیا تھا۔

الٰہی نظام حکُومت نے اُس لاثانی تعلق کو اہمیت دی تھی جو خُدا اور اُس کے لوگوں کے درمیان تھا یعنی یہ کہ حقیقت میں خُدا خُود اُن کا بادشاہ اور فرمانروا تھا۔ گو وہ تعلق اب بھی قائم تھا لیکن ایک بادشاہ کے مقرر ہونے کی وجہ سے جو خدا اور انسان کا درمیانی تھا، یہ خصُوصیت دھُندلی پڑ گئی۔ اسرائیل اپنے مُلکی نظام میں تقریباً گردو نواح کی اقوام کی مانند ہوگیا۔ خُدا کے فرمان کے مُطابق سموئیل نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لئے مسح کیا۔ پھر اُس نے اپنے آپ کو وقف کیا تاکہ صرف نبی اور کاہن کے فرائض ادا کرے۔ جب ساؤل نے تجاوز کرکے کہانت کا کام بھی خود ہی انجام دیا اور خدا کے آشکارا حکموں کی خلاف ورزی کی، تو حکُومت کی یہ تنظیم جس کے دو حصّے تھے، یعنی مذہبی و مُلکی، تباہ و برباد ہوگئی۔ خُدا نے بیت لحم کے نوجوان چرواہے داؤد کو بُلایا۔ سموئیل نے اُسے مسح کیا تاکہ اسرائیل کے فوجی اختیار کو اپنے ہاتھ میں لے۔ ساؤل اِس امر سے آگاہ تھا کہ خُدا کی رُوح اُس سے دُور ہوگئی ہے، اِس لئے اُس نے ایک جنّ آشنا عورت سے مدد لینے کی کوشش کی اور لڑائی میں ذِلّت کی موت مرا۔

جب داؤد نے عنانِ حکُومت اپنے ہاتھ میں لی تو بنی اسرائیل میں سے پہلے صرف یہُوداہ نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ لیکن اُس کی جنگی شجاعت، بہادری اور مُصالحت کی پالیسی کی وجہ سے شمالی قبائل نے بھی اُسے قبُول کیا۔ اُس نے اپنی سیاسی کامیابی اور فتح کو مضبُوط بنانے کے لئے اپنی سلطنت کے ساتویں برس میں یبُوسیوں سے یرُوشلیم کو جیت لیا جو ایک قدرتی دارالخلافہ تھا۔ یرُوشلیم دارالخلافہ ہونے کے علاوہ کچھ اور خصُوصیت بھی رکھتا تھا۔ جب

لوگ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایک پاکیزہ اُمّت بنیں۔ لیکن افسوس اُن کا اخلاقی اور رُوحانی تنزل جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسُوریوں نے اُن پر چڑھائی کرکے ۷۲۱ ق م میں سامریہ کو فتح کر لیا اور اُس زمانہ کے رسم ورواج کے مُطابق لوگوں کو اسیر بنا کر لے گئے۔

ب۔ جنُوبی سلطنت

یہُوداہ کی جنُوبی سلطنت میں بھی واقعات اِسی طرح رُونما ہُوئے۔ بے شک اُن کو سزا کچھ دیر کے بعد دی گئی۔ یربعام دوم کے عہدِ حکُومت میں شمالی سلطنت کی فارغ البالی اور خوشحالی کی مثال عزّیاہ کے طویل عہد میں ملتی ہے۔ جس سال عزّیاہ نے وفات پائی یسعیاہ نے خُدائے قدّوس کی رویا دیکھی اور اپنے ذاتی اور تمام قوم کے اجتماعی گُناہوں کا احساس کرکے وہ بے خُود ہوگیا۔ خُدا کے فضل وکرم نے اُس کے دِل کو پاک کیا۔ پھر وہ خدمت کے لئے بُلایا گیا۔ اُس کا پیغام گویا ذاتی تجربہ کا نتیجہ تھا۔ تمام مُلک گناہ آلُودہ ہوچُکا تھا اور نئی زندگی حاصل کرنے کے لئے صرف ایک راہ تھی یعنی توبہ اور الٰہی مُعافی۔

سیاسی طور پر وہ سخت غیر جانبدارانہ روّیہ کا حامی تھا۔ اُس نے کہا کہ یہُوداہ تب ہی محفُوظ رہ سکتا ہے اگر وہ خُدا پر کامل اعتماد رکھے اور سیاسی اُلجھنوں میں گرفتار نہ ہو۔ بظاہری طور پر مصر سے سمجھوتہ کرنا دلکش امر معلوم ہوتا ہے لیکن مصلحت اسی میں ہے کہ اُسے دُور سے ہی سلام کریں۔ حزقیاہ کے زمانہ میں جب اسُوری فوجوں نے سنحیرب کی سرکردگی میں یروشلیم پر چڑھائی کی تو اُس نے یہ تعلیم دی کہ خاموشی سے خُدا پر بھروسہ رکھیے۔ عملی طور پر یہ پالیسی دُرست ثابت ہُوئی۔ اسُوری فوج ایک بلائے ناگہانی کا شکار ہُوئی اور سنحیرب کو مجبوراً واپس جانا پڑا۔

اس پر بھی یہُوداہ نے توبہ نہ کی۔ انجام کار یسعیاہ نے دیکھا۔ وہ قوم صرف آگ اور خون کی سزا ہی سے پاک صاف کی جاسکتی ہے۔ اور ان میں سے ایک بقیہ ہی پاک صاف کیا جائے گا۔ دُکھ اُٹھانے کے بعد رُوحانی شفا صرف ایک درمیانی کے وسیلے سے ہوگی جو اپنے لوگوں کے گناہ خُود اُٹھائے گا (یسعیاہ ۵۲ باب)۔ اسیری کے تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوجائے گا کہ بُت پرستی سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ بُت ہیچ ہیں۔ اگر یہ حقیقت اُن کے دِل نشین ہوگئی تو پھر وہ کبھی بھی بُت پرستی کے دام میں نہ پھنسیں گے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں قوم پھر بُت پرستی اور بدکاری کا شکار ہوگئی۔ یوسیاہ کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے اصلاح ہُوئی۔ اُس کے عہد میں (۶۳۷-۶۰۸ ق م)

ہیکل کی مرمّت کے وقت "شریعت کی کتاب" ملی۔ اِس کے بعد ایک بڑے پیمانے پر مذہبی اصلاحات عمل میں لائی گئیں جو اِستثنا کی کتاب میں دی ہُوئی ہدایات پر مبنی تھیں۔ یہ عبادت کو مرکزی حیثیت دینے پر مبنی تھیں (۲-سلاطین ۲۲، ۲۳ باب)۔ لیکن یُوسیاہ کی دردناک مَوت (جو مصریوں کے خلاف لڑتے ہوئے مجدّو کے مقام پر واقع ہُوئی) کے بعد عوام پھر پُرانی راہوں پر آ گئے۔

اِس وقت یرمیاہ نے اپنی نبوّت کی خدمت شروع کی۔ اُس نے اِس امر پر زور دیا کہ بُت پرستی دوہری گمراہی ہے۔ اِس کے باعث اِنسان دو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اوّل وہ خدا سے دُور چلا جاتا ہے۔ دوم وہ جھُوٹے خداؤں کی پیروی کرتا ہے۔ خُدا نے بھی شکوہ کیا "کیونکہ میرے لوگوں نے دو بُرائیاں کیں۔ اُنہوں نے مجھ آبِ حیات کے چشمہ کو ترک کر دیا اور اپنے لئے حوض کھودے ہیں۔ شکستہ حوض جن میں پانی نہیں ٹھہر سکتا" (یرمیاہ ۲: ۱۳)۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ سزا ضرور ہوگی۔ چنانچہ اُس نے نبوّت کی کہ وہ بابل میں ستّر سال کے لئے اسیر ہو جائیں گے (یرمیاہ ۲۵: ۱۱) اور انجام کار یہ سزا اُن کی مخلصی کا باعث ہوگی (عبرانیوں ۱۲: ۱۱)۔ باقی لوگوں کا ایک بقیہ دُکھوں اور مُصیبت کی بھٹی میں صاف کیا جائے گا۔ اور خُدا سے نیا دِل پا کر وہ اپنے مُلک میں خدمت کریں گے (یرمیاہ ۲۴: ۶-۷)۔

یہوداہ کا آخری زوال جلد واقع ہُوا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ اِس سلطنت نے بابل کے اقتدار اور اُس کی فرمانروائی کو تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیا۔ نبوکدنضر نے خوفناک انتقام لینے کی غرض سے لشکرکشی کی اور ۵۸۶ قبل از مسیح میں یروشلیم پر قبضہ کر کے اُسے تہ و بالا کر ڈالا، صدقیاہ کو اندھا کر دیا اور اُسے اسیر بنا کر بابل میں لے گیا۔ اُس کے ساتھ بیشمار لوگ جلاوطن کیئے گئے۔

آہ۔ گُناہ کا انجام کس قدر خوفناک ہے۔

اسیری

اسیری میں بھی خُدا نے اپنے لوگوں کو نہ چھوڑا۔ حزقی ایل نے اُن لوگوں پر خُدا کی مرضی کو ظاہر کیا جو بابل کی نہروں کے کنارے پر بیٹھ کر رو رہے تھے (زبور ۱۳۷)۔ اُس نے منادی کی کہ جب خُدا کا غضب اور غصّہ دُور ہو جائے گا تو باقی ماندہ لوگ پھر اپنے وطن کو واپس جائیں گے۔ اُنہیں نئی رُوح اور نئی زندگی بخشی جائے گی۔ تب خُدا اُن کے ساتھ ایک شخصی عہد باندھے گا۔ یہ نیا عہد ہوگا۔ یہ عہد وُہ کام انجام

دے گا جو پہلا شرعی عہد انجام دینے سے قاصر رہا۔ اِس عرصہ میں اُنہیں مشورہ دیا گیا کہ جب تک اسیری ختم نہ ہو، وہ اُس مُلک (بابل) کو اپنا گھر سمجھ کر وہاں رہیں۔ دانی ایل کی کتاب جس میں ایمانِ محکم کی ناقابلِ فراموش داستانیں اور عظیم الشان خدمت کا ذکر پایا جاتا ہے اِسرائیل کی اسیری کے اِسی زمانے کی تاریخ ہے۔ اُس وقت خُدا کی دستِ قدرت کی مدد سے ایک نمایاں ترقی ہُوئی۔ چُونکہ اُس وقت ہیکل میں جا کر عبادت کرنا ناممکن تھا لہٰذا قوم کے افراد خُدا کی عبادت کرنے، دُعا مانگنے اور توریت کے پڑھنے کی طرف متوجہ ہُوئے۔ یہ ایک ایسی ترقی تھی جس نے آئندہ عبادت خانوں میں عبادت کی صُورت اختیار کر کے اہلِ یہُود کی زندگی میں ایک مُستقل جگہ بنا لی تھی۔

اسیری سے واپسی

خُدا نے اپنی قوم کی مخلصی کے لئے خورس شاہِ فارس کو ایک عجیب وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ خورس کی یہ پالیسی تھی کہ اسیروں کو وطن میں واپس جانے اور وہاں آباد ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیّا کی جائیں۔ جب ۵۳۹ قبل از مسیح میں اُس نے بابل کو فتح کیا تو مذکورہ بالا پالیسی کے مطابق اُس نے ایک فرمان جاری کیا جس کی رُو سے یہودیوں کو اپنے مُلک میں جانے کی اجازت دی گئی۔

جب وہ واپس آئے تو اُنہوں نے اپنے مُلک کو ویران اور سُنسان پایا۔ واپس آنے والے لوگ تھک کر چُور ہو چکے تھے لیکن حجّی اور زکریاہ نے اُن کی ہمّت افزائی کی۔ اُنہیں اُبھارا تاکہ وہ ایک اور ہیکل تعمیر کریں جس کی بُنیاد ۵۲۰ ق.م میں ڈالی گئی۔ بعد ازاں عزرا (تخمیناً ۴۵۸ ق.م) اور نحمیاہ (۴۴۵-۴۳۲ ق.م) کی راہنمائی میں شریعت کو پھر قائم کیا گیا۔ عزرا اور نحمیاہ کا اتحاد گویا کلیسیا اور حکومت کا بہترین میل ملاپ تھا۔ اُنہوں نے شہر کی دیواروں کو از سرِ نو تعمیر کیا۔

جلاوطنی کے بعد کاہنوں، سیاست دانوں اور نبیوں نے مِل کر باقاعدہ سعی و کوشش کی۔ اُنہوں نے اِس امر پر اصرار کیا کہ اخلاقی پاکیزگی اور رسمی صفائی لازم و ملزوم ہیں۔ غیر اقوام سے شادی اور رشتہ ناطہ کی سخت ممانعت کر دی گئی۔ سُود خوری اور قسم کھانے کی مذمّت کی گئی اور سبت کے دن کو پاک رکھنے کی بہت تاکید کی گئی۔

انبیاء اُس دن کے منتظر تھے جب گُناہ اور ناپاکی دھونے کو داؤد کے گھرانے

اور یروشلیم کے باشندوں کے لئے ایک سوتا پھوٹ نکلے گا (زکریاہ ۱۳:۱) اور جب گھوڑوں کی گھنٹیوں پر مرقوم ہوگا "خداوند کے لئے مقدس" (زکریاہ ۱۴:۲۰)۔ ملاکی کے پُرفضل وعدہ کے ساتھ، جو کاہنوں اور عوام کو یکساں طور پر مخاطب کرتا ہے، عہدِ عتیق کی فہرستِ مسلّمہ ختم ہوتی ہے "تم پر جو میرے نام کی تعظیم کرتے ہو آفتابِ صداقت طالع ہوگا اور اُس کی کرنوں میں شفا ہوگی"۔

نواں باب

توریت

یعنی

بائبل کی پہلی پانچ کتابیں

مُصنّف

توریت کا مُصنّف کون ہے؟ اِس کے بارے میں دو خیال ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ بائبل کی پہلی پانچ کتابوں کا اکثر حصّہ مُوسیٰ کی تصنیف ہے۔

دوم۔ یہ کہ توریت اُن تمام دستاویزوں کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف مُوسیٰ کے زمانے سے پہلے شروع ہُوئی اور ۴۰۰ قبل از مسیح تک جاری رہی۔

اٹھارھویں صدی کے آخر تک پہلی رائے سے کسی نے اختلاف ظاہر نہ کیا۔ لیکن اُس کے بعد دُوسرا نظریہ منظرِ عام پر آیا، اگرچہ اُس کے حامی کبھی بھی اُس کی تصنیف کے سن وسال اور دستاویزوں کی تقسیم پر متفق نہیں ہُوئے پھر بھی یہ دعوٰے ہے کہ اِن دستاویزوں کا صرف چھوٹا سا حصّہ مُوسیٰ کی تصنیف ہو سکتی ہے۔

اِس صدی کے آغاز میں یہ دُوسرا نظریہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے علماء کے دل میں کچھ اِس طرح جاگزیں ہو گیا کہ اگرچہ پہلے نظریہ کے حق میں باقاعدہ ثبوت جمع ہوتے جا رہے ہیں لیکن وہ اُنہیں قابلِ قبول نہیں سمجھتے۔

کتابوں کا اپنا دعوٰی

کسی کتاب کی اپنی گواہی، جو وہ اپنے مُصنّف کے متعلق دیتی ہے، آسانی سے رَد نہیں کی جا سکتی۔ اِس کی اہمیت اَور بھی بڑھ جاتی ہے جب اُس میں اُس کے متعلق

بنت سے ضمنی اشارے بھی ہوں، یا صاف صاف یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ یہ کتاب فلاں فلاں کی تصنیف ہے۔

اِن پانچ کتابوں میں سے تین مُوسیٰ کا ذکر کرتے ہُوئے اُسے ایک مُصنّف اور مُورّخ بیان کرتی ہیں۔ خرُوج ۱۷: ۸-۱۴ میں مُوسیٰ اُن واقعات کو قلم بند کرتا ہے جو عمالیقیوں سے جنگ کرنے کے موقع پر وقُوع میں آئے۔ خرُوج ۲۴: ۴-۷ میں وہ عہد کی شرائط قلمبند کرتا ہے۔ ۲۱ باب سے ۲۳ تک (شاید ۲۰ باب کے ساتھ) وہ تمام لوگوں کو ایک کتاب میں سے اُس عہد کی شرائط پڑھ کر سُناتا ہے۔ گنتی ۳۳: ۲ میں وہ اُن کے سفروں کا حال لکھتا ہے۔ اِستثنا ۳۱: ۹-۱۲، ۲۴-۲۶ نیز ۲۸: ۵۸ تا ۶۱ میں یہ بات اَور بھی صاف ہو جاتی ہے۔ یہاں پر صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ مُوسیٰ نے شریعت کی کتاب تصنیف کی اور اُسے عہد کے صندُوق کے پاس رکھوا دیا۔

یہ بات کہ صرف اِن مقامات میں ہی مُوسیٰ کے مُصنّف ہونے کا ذکر ہے ہمیں متحیّر نہیں کر سکتی۔ دو دفعہ بتایا گیا ہے کہ اُس نے اپنے زمانہ کی تاریخ تصنیف کی اور دو مرتبہ یہ کہ اُس نے شریعتِ الٰہی کو قلم بند کیا۔ پس ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ باقی تاریخ اور شریعت کا بھی مُصنّف ہو سکتا تھا۔ اگر شریعت اُس پر نازل ہُوئی اور اُس نے مِصریں اعلیٰ تعلیم پائی تو وُہی شریعت کو معرضِ تحریر میں لایا ہو گا۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مُوسیٰ ہی توریت کی کتابوں کا مُصنّف ہے۔

اِس طرح توریت کی آخری چار کتابیں صاف طور پر یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ وُہ مُوسیٰ کے قلم سے لکھی گئی تھیں اور کسی نے آج تک یہ کوشش نہیں کی کہ ثابت کرے کہ پیدائش کی کتاب باقی چاروں سے الگ ہے۔ ہر نظریئے کے مُفسّرین کا خیال ہے کہ باقی چار کتابوں اور پیدایش کا ایک ہی مُصنّف ہے۔ پس اگر مُوسیٰ نے شریعت کی کتابیں لکھیں تو یہ کتاب بھی اُسی کی تصنیف ہے۔

جب مُوسیٰ کے متعلق مُصنّف اور تصنیف کی اصطلاحات اِستعمال کرتے ہیں تو اپنا مطلب پُورے طور پر عیاں کرنا چاہیئے۔ "مُصنّف" سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ مُوسیٰ نے یہ کتابیں لکھیں۔ نہ کہ یہ کہ خُدا نے خود املا لکھوانے والے کی طرح اُس کو لکھوائیں یا کوئی اَور ایسا طریقہ اِستعمال کیا۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خُدا نے کس طرح اپنی پاک مرضی مُوسیٰ کے ذریعہ سے ظاہر کی؟ اِس کے جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض اوقات نبی نے خُدا

کی صاف آواز سُنی۔ اور بعض دفعہ الٰہی ہدایت سے اُس کے اندرُونی خیالات اُن آئین و قوانین پر قبُولیت کی الٰہی مُہر لگاتے ہیں جو مُدّت مدید سے سامی قوم میں رائج تھے۔

پیدایش کی کتاب کے بارے میں یہ کہنا موزُوں ہو گا کہ مُوسیٰ نے اُسے مرتب اور مُؤلف کیا۔ دُوسرے مُؤرخین کی طرح اُس نے بھی قدیم دستاویزوں کو اِستعمال کیا جو اُن آدمیوں کی لکھی ہُوئی تھیں جنہوں نے تمام واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا تھا۔ علاوہ ازیں بعض واقعات کے لئے اُس نے غالباً صرف مترجم کا حق ادا کیا اور قدیم کتابوں کو اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے زیادہ آسان اور سلیس زبان میں لکھ دیا۔

یہ خیال کہ مُوسیٰ توریت کا مُصنّف ہے اُن آیات سے بھی مطابقت رکھتا ہے جن کا بعد میں اضافہ ہُوا۔ مثلاً گنتی ۱۲: ۳ نیز ۲: ۱۴، مُوسیٰ کی مَوت کا بیان اور چند ایک ایسے بیانات جو پڑھنے والے کی مدد کے لئے لکھے گئے یا جن کی غرض یہ تھی کہ اِن کتابوں کو موجودہ تاریخ تک مکمل کیا جائے، مثلاً پیدایش ۱۲: ۶ نیز ۱۳: ۷ اور پیدایش ۳۶: ۳۱-۳۹ کے کچھ حصّے۔ شاید قدیم جگہوں کے جدید نام دیئے گئے ہوں۔ یہ یُوں ہو گا جیسے کوئی زمانہ حال کا مُؤرخ رُومی تواریخ لکھتے ہُوئے شہر ایکوے سولس کے لئے اُس کا نیا نام باتھ[1] لکھے یا یُوں کہیئے اگر کوئی پاکستان کی تاریخ لکھے تو لارنس گارڈن کی بجائے باغِ جناح لکھ دے۔ خرُوج ۱: ۱۱ میں اِسی قسم کی ایک مثال ہے، کیونکہ جہاں تک پتہ چلتا ہے اور ثبُوت ملتا ہے، کوئی فرعون بنام رعمسیس مُوسیٰ کے زمانے سے پیشتر حکمران نہیں تھا حالانکہ یہ معلوم ہے کہ رعمسیس دوم (۱۳۰۰-۱۲۲۵ ق-م) عام طور پر اپنے پیش رَو کے کارہائے نمایاں کے لئے خود ہی خراجِ تحسین لینا پسند کیا کرتا تھا اور کئی قدیم شہروں کے نام تبدیل کر کے اپنے نام سے منسُوب کر دیئے۔ پس ممکن ہے کہ مُوسیٰ نے قدیم نام لکھا ہو۔

بعضوں کا خیال ہے کہ شریعت کے احکام میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا تاکہ اُن مسائل کا حل دیا جائے جو مُوسیٰ کے زمانے میں پیش نہیں آئے تھے۔ لیکن تمام شریعت اب بھی شریعتِ مُوسوی کہلاتی ہے، کیونکہ اُس کا کثیر ترین حصّہ مُوسیٰ ہی نے تصنیف کیا تھا۔

مندرجہ بالا بیانات اِس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ صرف چند آیات یا ابواب مُوسیٰ نے قلمبند نہ کئے، جس کا کوئی خاص سبب تھا۔ لیکن مجمُوعی طور پر یہ شریعتِ مُوسوی

1 Aquae Sulis

ہے۔ پس توریت کی اپنی گواہی کے باعث جو وہ اپنے حق میں دیتی ہے، اُن تھوڑے سے اضافات کے سوا تمام کی تمام کتابیں مُوسیٰؑ ہی نے تصنیف کیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یشوعؑ کی زندگی کے دَوران یا اس کے کچھ ہی عرصہ بعد توریت نے اپنی مَوجُودہ صُورت اختیار کی، جب تک اس دعوے کے خلاف کوئی زبردست اور مدلّل ثبوت نہ ملے ایسی مناسب ہے کہ ہم اس دعویٰ کو تسلیم کرلیں۔

مفرُوضۂ ویل ہاسن[۱]

اس امر کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس نظریہ کے آغاز اس کی تاریخ اور اس کی ترقی کا ذکر کریں۔ چوتھے باب میں ہم نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ کس طرح اس نظریہ کے حامی مادہ پرستی کی طرف مائل ہیں اور فوق الفطرت اور معجزانہ واقعات سے انکار کرتے ہیں۔ تاہم یہ تعصب اس مسئلہ کے نتائج کی صحت یا غلطی ثابت نہیں کرسکتا۔ اس لئے مندرجہ ذیل صفحات میں ہم اُن پر غور کریں گے۔

مندرجہ ذیل خاکہ جے۔ ویل ہاسن، ایس آر۔ ڈرائیور، ڈبلیو۔ او۔ ای۔ آسٹرلے، اور ٹی۔ ایچ۔ رابنسن کے عام خیالات کے نتائج کو پیش کرتا ہے۔ یہی ممکن ہے کہ صرف عام نتیجہ پیش کیا جائے کیونکہ تفصیلی باتوں میں بہت اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس نظریہ میں ایک ایسے زمانے کا تصور کیا جاتا ہے جب اہل اسرائیل کے پاس لکھی ہُوئی دستاویزیں نہ تھیں۔ لیکن شہروں میں لوگ رات کے وقت آگ کے ارد گرد بیٹھ کر اُن عظیم انسان کاموں کو جو خدا نے قدیم زمانہ میں اُن کے لئے کیئے کہانیوں کی صورت میں بیان کرتے تھے عبادت گاہیں اور مُقدس مقامات جو ملک میں پھیلے ہُوئے تھے اِن کہانیوں کے مرکز تھے۔ اِن عبادت گاہوں کے رہنے والے اس امر کی کوشش کرتے تھے کہ اُس جگہ کی تلاش کریں، جہاں ہیرِ افسانہ (ہیرو) یا اُس کے کسی کارنامہ کا کھوج نکالیں۔ وہ اپنی تلاش اور جستجو میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ بسا اوقات عبادت گاہ کے کاہنوں کو اخلاقی یا قانونی فیصلے کے لیئے بُلایا جاتا تھا۔ ایسے فیصلہ جات یاد کرلیئے جاتے تھے جو توریت یا شریعت کا جزو بن جاتے تھے۔

۶۰۰ اور ۷۵۰ ق۔م کے درمیان دو مُصنفوں نے ان قدیم کہانیوں اور قوانین کو

---

[۱] باب چہارم تنقید جدید دیکھئے۔

قلمبند کیا۔ اِن دونوں میں سے قدیم ترین "جے" کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس مُصنف کو یقین تھا کہ ابتدا ہی سے تمام بنی نوع انسان یہوواہ کے مُقدس نام سے (انگریزی جہواہ) واقف تھے۔ وہ خود جنوبی سلطنت، اُس کے باشندوں اور اُس کی عبادت گاہوں سے خاص طور سے دلچسپی رکھتا تھا۔ خُدا کے بارے میں اُس کا خیال سادہ اور طفلانہ تھا۔ مثلاً یہ کہ یہوواہ انسان کو مٹّی سے بناتا ہے، باغ میں سیر کرتا ہے اور بابل کا بُرج بنانے والوں کو دیکھنے کے لئے آسمان سے نیچے اُتر آتا ہے۔ یہ مُصنف انسانوں کے نام کے معنی سے بہت دلچسپی رکھتا ہے جیسے کہ آدمؑ اور یعقوبؑ کے بیٹوں کے نام۔ اُس کی لکھی ہُوئی کہانیاں ہمیں یہ سبق سکھاتی ہیں کہ خُدا گناہوں کی سزا دیتا ہے، لیکن راستبازوں کو صلہ اور جزا بھی بخشتا ہے۔

دُوسرا مُصنف "ای" شمالی سلطنت سے دلچسپی رکھتا ہے لیکن علاوہ ازیں وہ اہل مصر کے مُعاملات سے بھی خُوب واقف ہے۔ اُس کا یہ خیال ہے کہ جب مُوسیٰؑ کو کوہ سینا پر جلتی ہُوئی جھاڑی کا مُکاشفہ ہُوا، اُس سے پہلے کوئی یہوواہ کے نام سے واقف نہیں تھا (خروج ۳: ۱۴-۱۵) اس لئے اِس تاریخ سے پہلے وہ خُدا کو الوہیم کہہ کر پُکارتا ہے۔ یہ مُصنف خُدا کے مجسّم اور ظاہری ظہُور کا اتنا قائل نہیں بلکہ وہ اِس امر کو ترجیح دیتا ہے کہ خُدا خوابوں (پیدائش ۲۰: ۳) اور آسمانی آوازوں (پیدائش ۲۱: ۱۷) کے وسیلہ سے اپنے آپ کو انسان پر ظاہر کرے۔

اِن دستاویزوں میں جو جے اور ای نے لکھیں شریعت کے وہ قوانین مندرج ہیں جو مُوسیٰؑ کو کوہ سینا پر دیئے گئے ہیں۔ ای کی تصنیف عام طور پر "عہد کی کتاب" کہلاتی ہے۔ وہ خرُوج ۲۰: ۲۲ سے ۲۳: ۱۹ تک خیال کی جاتی ہے۔

جے کی تصنیف بھی اِسی سے مشابہت رکھتی ہے لیکن قدرے مختصر ہے اور خرُوج ۳۴: ۱۰-۲۸ میں ملتی ہے۔

جے اور ای دو علیحدہ علیحدہ افراد کی تصنیفات ہوسکتی ہیں، یا یہ کہ دونوں دستاویزیں الگ الگ سکُول یا فرقہ کے مختلف مُصنفوں کی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ مُدت گزری جب اِن دونوں کو ایک ہی جگہ جمع کردیا گیا تھا۔ بعض جگہوں میں مُصنف نے اِن کو الگ الگ رکھا۔ لیکن بعض جگہ دونوں حصے کچھ اس طرح شیر و شکر ہوگئے ہیں کہ اب انہیں صحیح طور سے الگ کرنا ناممکن ہے۔

تیسری دستاویز "ڈی" کہلاتی ہے کیونکہ یہ یُونانی میں ڈیوٹرانومی جو ڈی سے

شروع ہوتا ہے ، استثناء کی کتاب کے اکثر حصہ پر مشتمل ہے ۔ ڈی ، ای سے مشابہت رکھتی ہے ۔ لہٰذا اسے بھی شمالی سلطنت سے تعلق ہے ۔ ۶۲۱ ق ۔ م میں یوسیاہ کے زمانہ میں جو شریعت کی کتاب ہیکل میں پائی گئی تھی وہ غالباً یہی تھی (۲ ۔ سلاطین ابواب ۲۲ ، ۲۳) ۔ اس کتاب کو تیسری دستاویز ڈی کہنے کی یہ وجہ ہے کہ جو اصلاحات یوسیاہ کی وساطت سے وجود میں آئیں وہ اس دستاویز کے مطابق تھیں ۔ خاص کر وہ مقام جہاں ایک ہیکل کا ذکر ہے کہ اس میں یہوواہ کی پرستش کی جائے ۔

خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دستاویز شمالی سلطنت کے چند ایک خدا پرست آدمیوں کے ایک گروہ نے مرتب کی تھی ۔ اُن کا تعلق آٹھویں صدی کے انبیاء اور خاص کر ہوسیع سے تھا ۔ ان مصنفین کا زاویۂ نگاہ انسان دوستی اور غریبوں اور مظلوم اشخاص سے حمایت اور ہمدردی کا برتاؤ ہے ۔ مصنفین کے اسی گروہ نے (پیدائش کی کتاب کے سوا) اسرائیلی تاریخ اور قدیم شریعت کی تالیف کی اور چند اضافات اور تفاسیر لکھیں ۔

احبار ۱۷ باب سے ۲۶ تک ایک اور دستاویز ملتی ہے ۔ یہ رسمی پاکیزگی سے متعلق ہے ۔ لہٰذا یہ "ایچ" (انگریزی میں ہولی نیس بمعنی پاکیزگی) کہلاتی ہے ۔ ایچ اور حزقی ایل میں بہت مشابہت ہے ۔ یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ حزقی ایل ایچ سے پہلے تھا لیکن اب بعض مصنفین یہ خیال کرتے ہیں کہ حزقی ایل کا انحصار ایچ پر ہے اور ڈی سے پہلے قلمبند ہوا ۔ ان نقادوں کے خیال کے مطابق ڈی کا تعلق شمال سے ہے لیکن ایچ کا تعلق جنوب سے ہے ۔

ایک اور دستاویز "پی" دستیاب ہوئی ۔ یہ (انگریزی میں پرسٹلی کوڈ) کاہنوں کی شریعت ہے ۔ پی اپنے بلند مگر سنجیدہ طرزِ تحریر ، عمدہ ترتیب ، درست اعداد ، درست سن وسال کی تفصیلات ، صحیح شجرہ ہائے نسب اور رسم ورواج کے موزوں بیان کے باعث مشہور ہے ۔ ای کی مانند پی کا بھی یہ خیال ہے کہ پیدائش کی کتاب کے زمانہ میں کوئی شخص لفظ یہوواہ سے واقف نہ تھا ۔ خروج ۶ : ۳ میں وہ اس بات کو صاف کر دیتا ہے کہ پیدائش کی کتاب کے زمانہ کے لوگ یہوواہ نام سے کیوں ناآشنا تھے ۔ پی کی خاص مثال (پیدائش ۱ : ۱ سے ۲ : ۴ میں تخلیقِ عالم کی بالترتیب کہانی ، خیمۂ اجتماع اور قربانیوں کا بالتفصیل بیان ہے ۔

ابتدا میں خواہ پی میں کچھ ہی مرقوم ہو لیکن اُس کی آخری تشکیل جلاوطنی کے

زمانہ میں کاہنوں کی جماعت کے وسیلہ سے ہوئی ۔ ہیکل سے دور ہونے اور بے دینی کے گھیرے میں آنے کے بعد اُنہوں نے کوشش کی کہ ایک الگ یہودی جماعت بنائیں ۔ اور یہودی تاریخ اور عبادت کو اس طرح نئے سرے سے ترتیب دیں کہ یہودی مذہب اور بُت پرستی میں آسانی سے امتیاز ہو سکے ۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ پی وہی شریعت کی کتاب تھی جس کا نحمیاہ ۸ باب میں ذکر ہے ، اور عزرا نے قوم کے سامنے پڑھی ۔ عزرا کے بارے میں جدید خیال کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ تقریباً ۳۹۸ ق ۔ م میں معرضِ وجود میں آیا تھا ۔

بالآخر کسی ایک مؤلف یا مؤلفین کی جماعت نے ان تمام دستاویزوں کو ایک جگہ جمع کر کے توریت کی تشکیل کی " لیکن کبھی کبھی اس امر کی ضرورت ہوئی کہ مدیرانہ طور پر ترمیم و نظرِ ثانی کی جائے بعض حصے اوروں کی نسبت زیادہ غیر مربوط تھے لیکن دوسری صدی قبل از مسیح کے شروع میں تمام شریعت کو ایک ہی کتاب سمجھا جاتا تھا ۔ اور اُس کی ملی جلی و خلط ملط اصل کے متعلق کسی کو شک و شبہ بھی نہ تھا ۔ پس اگر ہم اس مکمل ترتیب و تدوین کی تاریخ ۴۰۰ قبل از مسیح رکھیں تو کسی بڑی غلطی کا ارتکاب ہو گا ۔[1]

بیرونی شہادتیں

گزشتہ پیراگراف میں جو اقتباس دیا گیا ہے وہ بہت اہم ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسری صدی قبل از مسیح کے آغاز میں تمام شریعت کو ایک ہی کتاب سمجھا جاتا تھا ۔ اور اُس کی ملی جلی اصل کے متعلق کسی کو شک نہ تھا ۔ ہم نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ عہدِ عتیق کی کتابوں میں سے پہلے توریت ہی کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا ۔ پس تیسری صدی میں جب پہلے پہل ترجمہ ہوا ہو گا تو یہی صورتِ حال ہو گی ۔ لیکن اگر یہ دستاویزیں صرف چند سال پہلے مکمل ہو گئی ہوتیں تو لوگ اس امر کو جان لیتے کہ یہ موسیٰ کی تصنیف نہیں ہے ۔

قاعدہ ہے کہ عام لوگوں میں بالعموم اور اہلِ یہود میں بالخصوص عقیدے اور رسومات مستقل صورت اختیار کر لیا کرتے ہیں ، اور ہر نئی بات کی سخت مخالفت ہوا کرتی ہے ۔ کیا یہ بات قابلِ یقین اور قابلِ قبول ہے کہ شریعت کا تمام اور کمال نسخہ موسیٰ کا کہہ کر لوگوں پر ٹھونس دیا گیا ہو اور اُنہوں نے کبھی کوئی سوال نہ اُٹھایا ہو؟ ہمارے پاس کوئی دستاویز نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اسرائیلیوں نے شریعت کی تصنیف اور اس

1 Oesterley and Robinson, *Introduction to the Books of the Old Testament*, p. 63

کے اختیار کے متعلق کبھی چوں و چرا کی ہو۔

سامری توریت کے وجود کی روشنی میں یہ مسئلہ اور بھی زیادہ مشکل بن جاتا ہے۔ الفاظ کے معمولی سے اختلاف کے علاوہ یہ بالکل وہی چیز ہے جو کہ "میسوریٹک متن" اور "ہفتادی ترجمہ" کا نسخۂ توریت ہے۔ پس یہ بات عیاں ہے کہ اگر جدید تنقیدی نظریہ کے مطابق توریت کو ۴۰۰ ق۔م میں پورے طور پر مکمل کر لیا گیا ہوتا تو یا سامری توریت اس کے بعد لکھی گئی ہوگی یا جدید نظریہ کی قطعی نظر ثانی لازمی اور ضروری ہے۔

توریت کا وہ نسخہ جسے سامریہ کی چھوٹی سی جماعت نے نیبلوس[1] میں جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھ کر بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا ہے اُس رسمُ الخط میں زریں حروف سے لکھا ہے جو مسیحی زمانہ کے آغاز میں مربع شکل کے عبرانی حروف سے پہلے مروج تھا۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ ابیشا بن فینحاس بن الیعزر بن ہارون کے کنعان پر قبضہ کرنے کے بعد تیرھواں سال تھا، جب یہ کتاب لکھی گئی اور اس میں شک نہیں کہ یہ بہت ہی قدیم روایت ہے۔ اس کی کئی جلدیں جان ریلینڈز لائبریری مانچسٹر[2] میں موجود ہیں۔ اور اُن میں سے ایک کے بارے میں پروفیسر راجرسن کا خیال ہے کہ یہ اُس جلد سے کئی صدیاں پہلے لکھی جا چکی تھی جو ۱۲۲۰ عیسوی میں نقل کی گئی تھی۔

اس روایت کو نظر انداز کر کے علماء نے توریت کے پہلے پہل سامری جماعت کے قبضہ میں آنے کی مختلف تاریخیں بیان کی ہیں۔ کہتے ہیں کہ :-

۱۔ اس سے وہ جلد (یا جلدیں) مُراد ہے جو رحبعام کے عہد سے شمالی سلطنت میں محفوظ کی گئی تھی۔ یا

۲۔ یہ جلد وہ کاہن لایا تھا جس کا ذکر ۲۔ سلاطین ۱۷: ۲۸ میں آیا ہے جو اسرائیل اور تارک الوطن مخلوط آبادی کے افراد کو سکھانے کے لیے بھیجا گیا تھا کہ کس طرح اُنہیں خدا سے ڈرنا چاہیئے۔

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اگر ان میں سے ایک خیال بھی درست ہے تو تنقیدی نظریہ کے مقرر کردہ سن و سال بالکل غلط ہیں۔

یوسفس یہ کہانی بیان کرتا ہے کہ سکندرِ اعظم (۳۳۰ ق۔م) کے زمانہ میں ایک

1 Nablus 2 John Rylands Library, Manchester

شخص بنام منسّی سردار کاہن کا بھائی تھا۔ اُس نے سنبلط کی لڑکی سے شادی کی۔ اس پر وہ یروشلیم سے نکال دیا گیا۔ سنبلط نے اُس کے لئے کوہ گرزیم پر ایک ہیکل تعمیر کروا دی۔ اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ منسّی ہی وہ شخص تھا جو سامریوں کے پاس توریت لے گیا۔ لیکن نحمیاہ ۱۳: ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تاریخ بتانے میں یوسفس نے غلطی کی ہے کیونکہ یہ واقعہ ۴۳۰ ق۔م میں پیش آیا تھا۔ یہ بات اُن لوگوں کے نظریہ کو غلط ثابت کرتی ہے، جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ مُلک کنعان میں پی کا وجود تیس سال بعد میں ہُوا۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ توریت کی تکمیل اس کے بعد ہُوئی۔ یہ خیال بھی اپنی ذات میں بودا اور کمزور ہے کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سامریوں کو شریعت کا یہ نسخہ اُن کے جانی دشمنوں سے مِلا۔ اور اس سے اُن پر وہی پابندیاں عائد ہوتی ہیں، جو اس دشمنی کی بُنیاد تھیں۔

اگر ہم یوسفس کی پیش کردہ تاریخ تسلیم نہ کریں تو ہمیں ایک ایسا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو اصُولی طور پر بالکل غلط ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک اور سنبلط ایجاد کرنا ہوگا جس نے نحمیاہ ۱۳ باب کے بیان کو از سرِ نو جاری کیا لیکن اس سے بھی مشکل حل نہیں ہوتی، کیونکہ اُس وقت بھی یہودیوں اور سامریوں میں کسی طرح سے دشمنی کم نہ تھی۔ اس نظریہ کے مطابق صِرف کچھ ہی عرصہ پہلے توریت کو مکمل طور پر مرتب کیا گیا تھا۔

جو علماء ویل ہاسن کے نظریہ کے قائل ہیں، اُن کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ ایک اور مشکل پر قابو پائیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اُن کی چھان بین کے طریقہ کے مطابق یشوع کی کتاب بھی اُن ہی جے، ای، ڈی، پی مصنفوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ اور اس لئے یشوع میں اُن ہی کا حصہ ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ خیال درست ہے تو سامریوں نے اسے کیوں تسلیم نہ کیا؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں نے یشوع کی کتاب کو دوسری کتابوں سے الگ کر لیا، کیونکہ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں اور دوسری کتابوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن یہ تقسیم بالکل بناوٹی اور مصنوعی تھی۔ نیز اس کے لئے کوئی بیرونی ثبوت موجود نہیں۔ توریت کا لفظ جو قدیم مسیحی مصنفین مثلاً اوریجن اور ٹرٹولین[1] نے استعمال کیا ہے ایک یہودی محاورہ کے مطابق شریعت کی "پانچ" کتابوں پر مشتمل ہے۔

1 Tertullian

اگر عہدِ عتیق کے اُن سینکڑوں حوالوں کا غور سے مطالعہ کریں جو شریعت اور قربانی سے متعلق ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ بار بار ان پانچ کتابوں کے مضامین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن کہیں بھی کوئی معمولی سا اشارہ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یشوع کی کتاب بھی توریت کا ایک حصّہ تصوّر کی جاتی تھی۔

اگر ہم اُس بیان کو تسلیم کریں جو کتابیں اپنے حق میں دیتی ہیں تو تمام مشکل دُور ہو جاتی ہے اور حقائق ایک قدرتی تشریح کو پیش کرتے ہیں۔ پروفیسر ای۔ رابرٹسن[1] کا نظریہ یہ ہے کہ سموئیل اور دُوسرے نبیوں کی جماعت نے توریت کو تکمیل تک پہنچایا تھا اور اس نظریہ پر مذکورہ بالا اکثر اعتراضات عائد نہیں ہوتے۔ اور اُس کے مُطابق اُن کے تنقیدی نظریات غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔ لیکن بالفرض اگر سموئیل یا کسی اور شخص نے توریت کو مرتب کیا ہو تو بھی یہ سچ ہے کہ توریت کے ساتھ موسیٰ کے علاوہ کبھی کوئی اور نام منسوب نہیں کیا گیا۔ اِس لحاظ سے اگر اس کا مقابلہ زبُور کی کتاب سے کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ وہ روایتی طور پر داؤد سے منسوب ہے لیکن بہت سے عنوانات پر دُوسرے نام بھی مذکور ہیں۔ تاہم تمام عبرانی سلسلۂ ادب میں کسی یہودی مصنّف نے توریت کی کسی روایت کی حمایت یا مخالفت میں کبھی کچھ نہیں کہا۔

زباندانی کی شہادتیں

ہمارے لیئے یہ ممکن نہیں کہ اِس چھوٹی سی کتاب میں اِس مضمون پر کافی روشنی ڈالیں۔ اُمید ہے کہ دلچسپی لینے والے اصحاب پروفیسر آر۔ ڈک۔ ولسن کی مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں گے۔

۱۔ "عہدِ عتیق کی سائنٹیفک[2] تحقیق"

۲۔ "کیا تنقیدِ جدید[3] عالمانہ ہے"

پروفیسر ڈک ولسن ماہرِ لسانیات تھے۔ وہ قدیم مشرقی زبانوں پر خُوب عبُور رکھتے تھے۔ قدامت پسند نظریہ کی حمایت میں یہ حقیقت ایک زبردست لسانی ثبوت ہے کہ گو تواریخ، عزرا، نحمیاہ، آستر اور دانی ایل کی کتابوں میں فارسی الفاظ ملتے ہیں تو بھی

1 Prof. E. Robertson 2 *A Scientific Investigation of the Old Testament* 3 *Is the Higher Criticism Scholarly?*

پی میں (پریسٹلی کوڈ یعنی کاہنوں کی شریعت) کوئی فارسی لفظ نہیں ملتا، حالانکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عزرا کے سکُول نے تیار کیا تھا۔

ایک اور نقطۂ نظر سے پروفیسر اے۔ ایس۔ یہُوداہ نے ثابت کیا ہے کہ توریت کی زبان اور خیالات پر مصری اثر کے نشانات پائے جاتے ہیں، اور اگر موسیٰ ہی اس کا مصنّف تھا تو اس اثر کا ہونا اشد ضرُوری تھا۔

کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ توریت میں مُختلف طرزِ تحریر دیکھنے میں آتی ہیں۔ لیکن اس ضمن میں یہ جاننا ضرُوری ہے کہ پیدایش کی کتاب کیلئے موسیٰ نے مختلف مصنّفین کی قدیم دستاویزیں استعمال کی تھیں اور یہ بھی کہ مختلف مضامین قلم بند کرنے کے لیے مختلف طرزِ تحریر اور مختلف الفاظ کا استعمال ناگزیر ہے۔ ہم اسے دُرست تنقید نہیں کہتے کہ تمام خشک عبارات مثلاً شجرہ ہائے نسب نتیجۂ عہُود اور رسمی ہدایات کو چُن لیں اور یہ کہیں کہ چونکہ یہاں مختلف ذخیرۂ الفاظ ہے اور یہاں عبارت دُوسرے حصّوں سے قدرِ مختلف ہے لہٰذا ان کا مصنّف کوئی اور شخص ہو گا۔

اندرُونی شہادتیں

بیان کردہ اختلافات اور ناموافقت کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مقدّس توریت کے ایک سے زیادہ مصنّف تھے لیکن وُہی دلیل جو اس نظریہ کی تائید میں پیش کی جاتی ہے پیش کرنے والے کیلئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ جدید علمائے ہمیں کافی تعداد میں تدوین و ترتیب دینے والے اشخاص کا پتہ دیا ہے جنہوں نے اس مسودے پر کام کیا ہے اور کافی چھان بین کی ہے تاکہ وہ اپنی محنتِ شاقہ سے ایک ایسا مجمُوعہ تیار کریں جس میں اتحاد اور مطابقت ہو۔ کیا اُن میں سے کسی ایک نے بھی وُہ اختلاف نہیں دیکھے جنہیں عام طور پر صریح اور صاف کہا جاتا ہے؛ برعکس اِس کے تنقید کا یہ ایک اصُول ہے کہ جس قدر اختلاف زیادہ صریح و صاف نظر آتا ہے اُتنا ہی زیادہ امکان ہے کہ اس میں اختلاف بالکل ہی نہ ہو بلکہ اگر وہ تمام حقائق جو مصنّف اور مؤلف کے سامنے تھے ہمارے سامنے بھی ہوں تو ایک سادہ اور سلیس زبان میں تمام حقیقت کی تشریح کی جا سکتی ہے۔

اکثر اختلافات جن کا ذکر کیا جاتا ہے بناوٹی اور مصنوعی ہیں مثلاً شریعت کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اگر دستاویزیں دُرست ہیں اور حقیقت پر مبنی ہیں تو شریعت ایک مکمل چیز ہے۔ مندرجہ ذیل خاکہ سے یہ بات روشن ہو

جائے گی۔

۱۔ دس احکام (خروج ۲۰ باب) ایک اخلاقی مجموعۂ قوانین ہے جو یہوواہ نے اپنے لوگوں کی جماعت کو دیا اور جماعت نے اُن الفاظ کو سُنا (استثنا ۵: ۲۲)۔

۲۔ خروج ۲۰: ۲۲ سے ۲۳: ۳۳ اور ۲۴: ۳-۹ میں خُدا مُوسیٰ کے ذریعے بعض مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی فرمان دیتا ہے جو اُس عہد کی بنیاد ہیں جسے جماعت نے قبُول کیا۔

۳۔ خرُوج ۲۴: ۱۲ سے ۳۱ باب تک مُوسیٰ کو پتھر کی تختیوں پر لکھے ہُوئے دس احکام ملتے ہیں اور نیز خیمۂ اجتماع کے متعلق بالتفصیل ہدایات بھی اِسی حصہ میں مندرج ہیں۔

۴۔ خروج ۳۴: ۱-۲۷ میں اُس عہد کو از سرِ نو بیان کیا گیا ہے کیونکہ لوگوں نے سونے کا بچھڑا بنایا اور اُس کی پرستش کی اور اس طرح اُس پہلے عہد کو توڑ ڈالا تھا۔ چُونکہ جو کچھ اُنہیں خُدا کے حق میں کرنا تھا، اُنہوں نے نہ کیا بلکہ اُسے توڑ دیا، للہٰذا اِسی پہلو کو بیان کیا گیا اور لوگوں کو بُت پرستی کے خِلاف متنبہ کیا گیا ہے۔

۵۔ احبار کی کتاب کے مُطابق مُوسیٰ کو خیمۂ اجتماع میں اُن لوگوں کے لیے عبادت اور زندگی بسر کرنے کے لئے ہدایات دی گئیں جن کو خُدا نے پاک قوم ہونے کے لئے بُلایا تھا۔ یہ باتیں اِس طرح لکھی گئی ہیں گویا کاہنوں کے استعمال کے لئے ایک کتاب ہے۔

۶۔ گنتی کی کتاب کے چند قانُونی حصّوں میں سیاسی زندگی کے مُتعلق متعدد قوانین دیئے گئے ہیں۔

۷۔ استثنا کی کتاب گویا شریعت کا خلاصہ ہے اور یہ اِس لئے کہ جب کوہِ سینا پر شریعت دی گئی تھی تو اکثر افراد کا اس وقت وجود نہ تھا۔ اس وقت وعدہ کی ہُوئی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے شریعت اور احکام کی تفسیر کی گئی ہے۔

ایک مسیحی کے لئے یہ امر یاد رکھنا ضرُوری ہے کہ خُداوند مسیح نے یہُودی روایات کو تسلیم کیا۔ نیز اِس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ توریت سے خُوب واقف تھا، اور وہ شرعی احکام کو مُوسیٰ سے منسُوب کرتا تھا (متی ۸: ۴؛ ۱۹: ۸؛ مرقس ۷: ۱۰؛ لُوقا ۲۰: ۳۷؛ یُوحنا ۷: ۱۹)۔ اُس نے یہُودیوں کو ملامت کی کیونکہ وہ انسان کی بنائی ہُوئی رُوایات پر چلتے تھے، لیکن مُوسوی شریعت کو اُن روایات میں کبھی شامل نہیں کیا۔

اکثر مخالفین چاہتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم کرنے میں اُن سے اتفاق کریں کہ توریت میں بہُت بڑی مُشکلات، اختلافات اور خامیاں ہیں لیکن اگر یہ سچ ہوتا تو خُداوند مسیح کی متجسّس

نگاہیں اُن کو ہرگز نظرانداز نہ کرتیں۔

اس سے ہماری یہ مُراد نہیں کہ توریت مُشکلات سے خالی ہے اور نہ یہ کہ اندرُونی یا داخلی دلائل ہی مُوسیٰ کے مُصنّف ہونے کو ثابت کر سکتے ہیں۔ لیکن مشرقی اندازِ خیالات اور دُنیا کے اِسقدر قدیم زمانوں کے حقائق (جنہیں ہم نہیں جانتے) کو ملحُوظ خاطر رکھتے ہُوئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دستاویزوں کا بے لاگ مُطالعہ کسی ایسے خیال کا انکشاف نہیں کرتا جو اس خیال سے متفق نہ ہو کہ جو توریت ہمارے پاس موجُود ہے اُسے مُوسیٰ ہی نے تصنیف کیا تھا یا ہمعصر مُصنفّین کی تحریرات کا مُطالعہ کر کے اسے خُود لکھا اور مُرتب کیا۔

پَیدائش کی کِتاب

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اس حصّے کے دیباچہ میں ہم مُصنّف کے بارے میں بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہاں چند ایک اور اہم باتوں کا ذکر کرنا لازمی امر معلُوم ہوتا ہے۔ گو مُوسیٰ پیدائش کی کتاب کا مُصنّف ہے لیکن اِس میں ایسے واقعات مندرج ہیں جو مُوسیٰ سے بہُت پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے اور اُن میں سے اکثر خاندانی یادداشتوں اور تحریروں کی شکل میں موجُود تھے جو باپ سے بیٹے کو پشت در پشت وراثت میں ملے۔ قدیم زمانے میں مہذب قومیں اپنی تحریروں اور یادداشتوں کو بڑی احتیاط سے محفُوظ رکھا کرتی تھیں۔

گمانِ غالب ہے کہ بزرگانِ اسرائیل کی داستان یعقُوب اور اُس کے بیٹوں کی وساطت سے مصر میں پہنچی ہوگی اور ہم وثُوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اسی سبب سے ابرہام اور یعقُوب کی زندگی کے حالات تفصیل سے لکھے گئے تھے۔ یہ امر یقینی ہے کہ پیدائش کی کتاب کے ابتدائی ابواب میں بابل کے اثر کے نشانات پائے جاتے ہیں۔[1]

ادبی مُشکلات کا خیال کرتے ہُوئے یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ شاید مُوسیٰ نے انہیں دُوسری زبانوں سے ترجمہ کیا تھا۔ تمام کتاب میں مصری اثر عیاں ہو رہا ہے جس سے یہ

1 P. J. Wiseman, *New Discoveries in Babylonia About Genesis*

CS CamScanner

ظاہر ہوتا ہے کہ مُوسیٰ نے پیدائش کی کتاب اُن ایام میں مرتب کی تھی جب وہ مصر میں قیام کرتا تھا۔

تجزیہ

۱—۵ تخلیقِ عالم اور انسانی نسل کے ابتدائی ایام۔
۶—۹ طُوفانِ نوح۔
۱۰—۱۱ مختلف اقوام کی ابتدا۔
۱۲—۲۳ ابرہام کی زندگی۔
۲۴—۲۶ اضحاق کی زندگی۔
۲۷—۳۶ یعقوب کی زندگی۔
۳۷—۵۰ یعقوب کی زندگی کے آخری ایام اور یُوسف کے حالاتِ زندگی۔

مضامین

بائبل کی باقی کتابوں کی طرح پیدائش کی کتاب میں بھی واقعات اپنی دلچسپی یا سیاسی اہمیت کے باعث چُنے نہیں گئے بلکہ یہ اس لئے لکھے گئے کہ ان میں خُدا کے نجات بخش مقصد یا ارادہ اور بنی نوع انسان کے ساتھ اُس کے سلوک کا بیان پایا جاتا ہے۔

عالم کی تخلیق سے شرُوع کرکے ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ خُدا نے انسان کو اپنی صُورت پر پیدا کیا تاکہ دُنیا ایسے انسانوں سے معمُور ہو جو خُدا کی راہوں پر چلیں۔ اُس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح گناہ دُنیا میں داخل ہُوا۔ جب بدی اور شرارت بڑھ گئی تو دُنیا کی عدالت کے لئے نوح کا طُوفان نازل ہُوا۔ دُنیا کے گناہ کی داستان کے درمیان حنوک کا بیان ہے جو خُدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور مردِ راستباز نوح کا بھی ذکر ہے جو اپنے خاندان سمیت کشتی کے ذریعہ بچ گیا۔

اس کتاب کے شروع میں (۳:۱۵) ایک آنے والے نجات دہندہ اور گناہ پر فتح حاصل کرنے والے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ خُداوند ایک قوم کو تیار کر رہا ہے جو دُنیا میں اُس کی محبت کے مکاشفہ کا وسیلہ ہو۔ وہ عہد جو ابرہام سے باندھا گیا صرف اُس کی اولاد کے لئے ہی نہیں تھا بلکہ اُس کی نسل کے ذریعہ تمام قوموں کی برکت کے لئے ہے (۱۲:۲-۳ گلتیوں ۳:۱۶)۔ برکت کا سِلسلہ اضحاق اور یعقوب کے ذریعہ

سے جاری رہا۔ اُن نسب ناموں میں جو بڑی احتیاط سے محفُوظ رکھے گئے تھے وعدہ کی ہُوئی میراث کی برکتوں کی قدر و قیمت کے نشان پائے جاتے ہیں۔

فرزندانِ یعقوب کو اس غرض سے اکٹھے رکھا گیا تاکہ وہ ایسے قبائل ہوں جنہیں خُدا کی قوم کہا جائے۔ یہُوداہ کو بادشاہی کا عصا پکڑنے کے لئے چُنا گیا "جب تک شیلوہ نہ آئے" (پیدائش ۴۹:۱۰)۔

تمام کتاب کو عہدِ جدید کی روشنی میں پڑھنا چاہیئے تاکہ

۱۔ ایمان کی تعلیم حاصل کریں (عبرانیوں ۱۱ باب)۔
۲۔ خُدا کا مقصد جان لیں کہ وہ اپنے لئے ایک رُوحانی ہیکل تعمیر کرنا چاہتا ہے (اعمال ۷ باب)۔
۳۔ یہ دیکھیں کہ مسیح کی کہانت کا عکس پیشتر سے عیاں تھا (عبرانیوں ۷ باب)۔
۴۔ اور نیز یہ کہ باغِ عدن میں انسان کے آغاز کو اُس کے آخری انجام یعنی خُدا کے فردوس سے جوڑ دیں (مکاشفہ ۲۲ باب)۔

تخلیقِ عالم

دُنیا کی تاریخ کا بیان جو آثارِ قدیمہ سے ظاہر ہوتا ہے ساتویں باب میں آ چکا ہے۔ یہاں داستانِ بائبل کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے کچھ اشارات دیئے جاتے ہیں۔

داستانِ تخلیق دو مسلسل بیانات میں دی گئی ہے (۱:۱-۲:۳ اور ۲:۴-۲۵)۔ پیدائش ۲:۴ کے اِفتتاحی الفاظ کو اس کے بعد کی آیات کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

پہلا بیان کائنات کی تخلیق کے متعلق ہے۔ اس کا ماحول اور منظر مصری معلُوم ہوتا ہے (۲۱ آیت میں "تنّین" یعنی مگرمچھ نہ کہ وہیل مچھلی پر غور کیجئے)۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک رویا ہو جو مُوسیٰ پر ظاہر ہُوئی ہو۔

دُوسرے بیان میں انسانی داستان کا آغاز آدم کے زاویۂ نگاہ کے مطابق دیا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں ایک بہت ہی قدیم روایت کو قلمبند کیا گیا ہے۔ پہلا بیان سائنس کی معلُومات کے ساتھ حیرت انگیز مُطابقت رکھتا ہے۔ مثلاً دُنیا کی تخلیق میں روشنی سب سے اوّل تھی جو کہ آئن سٹائین کے نظریۂ اضافیت کا بنیادی عنصر ہے۔ وہ مدارج جن میں پانی خشکی نباتات، پانی کے جانور، پرندے، بری جانور اور انسان منظرِ عام پر آئے، علم طبقیات الارض (جیالوجی) کے عین مُطابق ہیں۔ اس باب کے لکھنے کا یہ مقصد

نہیں کہ سائنس کے مسائل کی تدریس کی جائے یا تحقیق و جستجو کرنے والوں کو محنت کی سختی سے بچالے۔ لیکن یہ فرض کر لینا عقل و ادراک سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اِن باتوں کو صرف اتفاق سے لکھ دیا ہو۔ یا یہ کہ اُس نے بابل کی فرضی کہانیوں کی چھان بین کرکے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو۔ ایسا خیال تو پاک نوشتوں کے الہامی ہونے سے بھی زیادہ معجزانہ ہوگا۔

ضرورت نہیں کہ لفظ "دِن" کے لفظی معنی لیے جائیں۔ عبرانی ادب میں بھی یہ لفظ ہمیشہ اُن معنوں میں نہیں آتا تھا، جن میں ہم اِسے سمجھتے ہیں (مثلاً یسعیاہ ۲: ۱۲ کا یوحنا ۵: ۱۷ اور عبرانیوں ۴: ۴ کے ساتھ جو سبت کے لیے آیا ہے مقابلہ کیجیے نیز ۲-پطرس ۳: ۸ بھی دیکھیے)۔ شاید دِن سے مُراد وہ دن ہوں جب کہ خُدا نے اپنے بندے پر خلقت کے طریقے کا مکاشفہ کیا یا زمانے کے دَور ہوں۔ بہر حالت میں یہ دِن بالترتیب ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اِس عجیب و غریب باب کی خصوصیت یہ ہے کہ خُدا سب چیزوں کا خالق ہے اور یہ کہ اُس نے اِنسان کو اپنی صورت پر بنایا۔

باب دوم میں تخلیقِ اِنسان کی داستان کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ جس ترتیب کے ساتھ چیزوں کا بیان کیا گیا ہے یہ ترتیب وقت کے لحاظ سے نہیں بلکہ بلحاظِ مضمون ہے۔ لہٰذا حیوانات کی خلقت کا بیان ایسی جگہ مندرج ہے (۲: ۱۹-۲۰) جس سے یہ ظاہر ہو کہ آدم کا اُن میں کوئی مناسب ساتھی نہ تھا۔ اِس باب میں حیاتِ نباتات اور ابتدائی خلقت کا کوئی بیان نہیں ہے لیکن ترکاریوں اور میوہ جات کا ذکر ہے کیونکہ باغِ عدن زراعت کے لیے مناسب تھا (۲: ۸ و ۹)۔ آج بعض عُلماء کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ مہذب اِنسان اور اُس کی کاشتکاری کا آغاز اُس وقت سے ہوتا ہے جو ۸۰۰۰ سے ۶۰۰۰ ق-م کے زمانے کا ہے۔

نسب نامے

پانچویں باب میں نسب ناموں کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نسب نامے کہاں سے آئے۔ وہ لوگ جو عبرانی طرز و طریقہ سے واقف ہیں ہرگز نہیں کہیں گے کہ یہ مَن گھڑت ہیں اور عام طور پر عُلما اِس حقیقت کے قائل بھی ہیں کہ یہ نسب نامے بہت قدیم ہیں۔ وہ تاریخ یا سن کے اندازہ لگانے کے لیے کام نہیں آسکتے اور نہ ہی یہ اُن پاک صحیفوں میں اِس مقصد کے لیے استعمال ہوئے جو اُن کے بعد تصنیف کیے گئے۔

اُن کا مقصد یہ ہے کہ رُوحانی اسباق دلنشین کیے جائیں اور وعدے کے وارثوں کے ساتھ خُدا کی وفاداری دکھائی جائے۔ لوقا میں مسیح کا نسب نامہ پہلے آدمی یعنی آدم تک پہنچتا ہے۔ متی رسول شاہی خاندان کا نسب نامہ ابرہام تک لے جاتا ہے۔ مؤخرالذکر نسب نامہ میں بعض نام حذف کر دیئے گئے ہیں تاکہ یہ فہرست چودہ چودہ پشتوں کے تین حصوں میں تقسیم ہو سکے۔ ممکن ہے کہ پیدایش کے پانچویں باب میں صرف چند ایک خاص خاص نام دیئے گئے ہوں۔

اِنسان کی قدامت

نی اینڈرتھل[1] اور دوسری نسل کے آدمیوں یا آدمی جیسی مخلوق کے ڈھانچوں (یا اُس کے حصّوں) کی دریافت سے ایسے سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب ہمارے موجودہ ناقص علم کے باعث ابھی دیا نہیں جا سکتا۔ علم الانسان کے بعض ماہرین نے اِن کو قدیم زمانوں کے طویل دَور سے وابستہ کیا ہے۔ لیکن اِس خیال کی بنیاد نہایت کمزور ہے۔ لہٰذا زیادہ سنجیدہ اور معقول اشخاص زمانۂ قبل از تاریخ کے کھنڈرات اور نشانات کی نسبت گفتگو کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ بعض مصنفین کا خیال ہے کہ آدم کی تخلیق بہت پہلے ہُوئی تھی اور شاید یہ بگڑی ہُوئی اِنسانی نسلیں تھیں۔ دُوسرے عُلماء اُنہیں اِنسان سے بھی کمتر سمجھتے ہیں کیونکہ آدم کی تخلیق کے وقت سے جب خُدا کا رُوح اُس میں پھونکا گیا اور اصلی نسلِ اِنسانی کا آغاز ہُوا وہ خُدا سے رفاقت رکھنے کے لائق تھی۔

آدم کا گُناہ میں گرنا

پیدایش کی کتاب کے باب دو اور باب تین مکاشفہ کے آخری دو ابواب سے بہت ملتے جُلتے ہیں۔ اِن دونوں مقامات میں یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ تاریخی واقعات کا حصہ کہاں ختم ہوتا ہے اور تشبیہ کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ پھر بھی ہر ایک مسیحی جو اپنی گنہگاری کو محسوس کرتا ہے، وہ آدم کے گناہ کی کہانی کو ایک حقیقت مان کر اُس کا مطالعہ کرتا ہے اور یہی بات عہدِ جدید کی تعلیم میں جڑی گئی ہے (رومیوں ۵: ۱۲؛ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۱؛ مکاشفہ ۲: ۷)۔

1 Neanderthal

جب آدم کی تخلیق ہوئی اُس کی زندگی کا مرکز خُدا تھا اور وہ ہر طرح سے خُدا سے اپنی زندگی حاصل کرتا تھا اور اپنی تخلیق کی غرض و غایت خُدا کی رفاقت میں پاتا تھا۔ اُسے یہ آزادی بخشی گئی کہ وہ اپنے لیے نیکی چُنے یا بدی۔ اِس حد تک وہ اپنی زندگی کا مختارِ کُل تھا۔ پس اُس میں یہ امکان تھا کہ اپنی خودی کو اپنی زندگی کا مرکز بنا لے۔

غرور کے باعث وہ گُناہ میں گر گیا اور جیسا کہ برنر[1] نے لکھا ہے وہ باغی انسان بن گیا۔ اِس کا لازمی نتیجہ ابتری، بدنظمی اور موت تھا۔ اِس کے یہ معنی نہیں کہ انسان کے زوال سے پہلے کسی جانور نے موت کا مزا نہ چکھا تھا بلکہ اِس سے یہ مُراد ہے کہ انسان کی موت اُس کے گُناہ کی سزا تھی۔

۳: ۱۵ میں مخلصی کا وہ قدیم ترین وعدہ ہے جو کلوری پر پُورا ہُوا۔ بے شک یہ تاریکی کی حکمرانی کی گھڑی تھی۔ اِس دُنیا کا سردار نکال دیا گیا (لوقا ۲۲: ۵۳؛ یُوحنا ۱۲: ۳۱؛ مکاشفہ ۱۲: ۹ - ۱۱)۔

۳: ۲۱ میں اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ خُدا نے چمڑے کے کُرتے بنائے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گُناہ اور اُس کی شرمندگی کو ڈھانکنے کے لیے لازم ہے کہ کوئی جان قُربان ہو۔

طوفانِ نوح

تنقید کرنے والے اصحاب طوفان کے بیان کو ج اور پی میں تقسیم کر لیتے ہیں اور جب تمام بیان دو حصوں میں تقسیم ہو چُکا تو کہتے ہیں کہ اِس بیان میں اختلاف ہے۔ خاص کر طوفان سے متعلق عرصہ اور پاک جانوروں کے اعداد و شمار میں جو نوح کے ساتھ کشتی میں داخل ہوئے کافی فرق ہے۔

جب یہ تمام بیان ایک ہی کہانی کے طور پر پڑھا جاتا ہے تو مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ اِس طوفان کا بابلی بیان جس سے بعض عُلما کے خیال کے مطابق کتابِ مقدس کا بیان اخذ کیا گیا ہے پی اور ج سے کچھ ملتا ہے۔ ۷: ۲، ۳ کا حکم ۶: ۱۹ کے حکم کی تشریح ہے۔ شاید پاک جانور خوراک کے لیے درکار تھے۔ بعض دفعہ گنتی دنوں کے حساب سے کی گئی اور بعض دفعہ تاریخوں کے حساب سے۔

1 Brunner

اقوامِ عالم میں طوفانِ نوح کی روایت پھیلی ہوئی ہے۔ سر ہنری ہاورتھ[1] اور دوسرے مشہور سائنسدان علمِ ارضیات کی شہادت کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ واقعی طوفان عالمگیر تھا۔ برعکس اِس کے یہ خیال کہ اِس طوفان کے کچھ دیر بعد دریائے فرات کی وادی ایک بھاری طوفان کی لپیٹ میں آگئی یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس وقت صرف دُنیا کے اِس مرکزی خطے کے باشندگان کو سزا دی گئی تھی۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ وہ لفظ جس کا ترجمہ زمین ہے یہ ضروری نہیں کہ اُس کا مطلب تمام رُوئے زمین ہو بلکہ اِس کے محدود استعمال بھی ہو سکتے ہیں۔ جانوروں کی نسلیں بھی اُن سے زیادہ نہیں تھیں جو محدود علاقے کے آغاز کے لئے درکار تھیں۔

بنی نوع انسان کا بڑھنا اور پھیلنا

دسواں باب بعض قوموں کی ابتدا پر روشنی ڈالتا ہے جو ابرہام کے زمانہ میں رُوئے زمین پر آباد تھیں۔ اُس میں قدیم انسانی نسلوں کا حال بیان کیا گیا ہے اور نیز چند نسب نامے لکھے گئے ہیں۔ باب دس اور گیارہ نہ تو عام لوگوں کی روایتی کہانیاں ہیں اور نہ ہی جدید سائنٹیفک رسالے۔ وہ نوح اور ابرہام کے سلسلے کو آدم کی نسل کے ذریعہ ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جس کے باعث اُن کی تاریخی صداقت پر شک کیا جائے۔

۱۰: ۲۵ میں زبانوں کی گڑبڑ کا ذکر ہے۔ لیکن اُس کی تفصیل دی نہیں گئی کہ یہ گڑبڑ کس طرح رُونما ہوئی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ ۱۱: ۴ میں انسانوں کی اُس حکم کے خلاف کوشش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو ۹: ۱ اور ۷ میں مندرج ہے۔

یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ اِس مقام کے بعد بابل خُدا کے لوگوں کے خلاف نمایاں حیثیت حاصل کرتا ہے (یرمیاہ ۵۱: ۷-۸؛ مکاشفہ ۱۸: ۲)۔

۱۱: ۱ میں ایک ہی بولی کا بیان ۱۰: ۳۱ سے اختلاف نہیں رکھتا کیونکہ اصل زبان میں جس لفظ کا ترجمہ "تمام زمین" کیا گیا ہے اُس سے ایک محدود حصّہ مُراد ہو سکتا ہے۔

ابرہام

پیدایش ۱۱: ۹ کے بعد عہدِ عتیق باقی اقوام کی داستان چھوڑ کر صرف اُس سلسلے کو جاری

1 Sir Henry Howorth

رکھتا ہے جس سے بنی اسرائیل کا تعلق ہے۔ لہٰذا ابرہام کا بیان شروع ہوتا ہے۔ تارح اور ابرہام کا شمال میں حاران (۱۱: ۳۱) کو جانا باقی ارامی لوگوں کی طرح ہوگا جو عبرانی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور جنہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا۔ اس کی تصدیق پیدائش ۲۵: ۲۰ اور استثنا ۲۶: ۵ سے ہوتی ہے۔

چودھویں باب میں ایک قدیم تاریخی بیان ہے۔ یہاں یکایک تاریخی ہستیاں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ملکِ صدق کے بارے میں جو کچھ ہم یہاں پڑھتے ہیں اُس سے زیادہ ہمیں اور کچھ معلوم نہیں۔ اُن دنوں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ ایک شخص کاہن اور بادشاہ دونوں مراتب رکھے۔ یہاں یہ بات صاف عیاں ہے کہ ابرہام کی طرح وہ بھی خدائے واحد کا قائل تھا۔ چنانچہ وہ مسیح کا مثیل ہے (زبور ۱۱۰ اور عبرانیوں ۵ سے ۷ ابواب تک)۔

خدا کے لئے "ایل الیون" کا لفظ اس باب میں استعمال کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کوئپر[1] فرماتے کہ خدا کا یہ نام کتابِ مقدس میں اُس جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں "انسان فضل کے عہد کے باہر کھڑے ہیں" یا یوں کہئے جہاں خدا کے مکاشفہ کا دائرہ غیر اقوام کو چھوتا ہے (گنتی ۲۴: ۱۶؛ دانی ایل ۳: ۲۶)۔

یہاں ہمیں یہ کہنا مقصود ہے کہ پہلے باب سے لے کر ۱۷ باب تک خدا کے چار خاص نام آتے ہیں اور اِن میں سے ہر ایک کی صفت اور خاصیت علیحدہ علیحدہ ہے۔

۱۔ ایل الیون جس کا ذکر مندرجہ بالا ہے۔

۲۔ خدا (ایل یا ایلوہیم) اسم نکرہ کے طور پر آیا ہے تاکہ خدا کے معبود ہونے کو ظاہر کرے۔ لہٰذا یہ لفظ غیر اقوام کے دیوتاؤں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ خداوند (یہوواہ) اسم معرفہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ سچے اور واحد خدا کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (پیدائش ۴: ۲۶؛ خروج ۳: ۱۵؛ استثنا ۳۲: ۳؛ یوحنا ۱۷: ۶)۔ یہ اُس کی شخصیت اُس کے اوصاف، اُس کے اپنے لوگوں سے عہدی تعلق اور مصر سے مخلصی دلانے کی قوت کے مکاشفہ کے اظہار کے لئے موزوں نام ہے (خروج ۶: ۳)۔

۴۔ وہ ابرہام "ایل شدائی" قادرِ مطلق اور خدائے کامل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب بیٹے کے لئے بہت دیر پہلے کیا ہوا وعدہ دوبارہ یاد دلایا جاتا ہے، اور وعدہ پورا ہونے کو تھا (۱۷: ۱)۔ اسی نام سے وہ یعقوب پر ظاہر ہوا (۳۵: ۱۱؛ ۴۸: ۳) تاکہ اُسے یقین دلائے

1 Dr. Kuyper

کہ خدائے قادر جو وعدہ کرتا ہے وہ اُسے ضرور پورا کرے گا۔

خدا کے مکاشفہ کے بھیدوں کا مطالعہ کرنے کے لئے ابرہام سے کئے ہوئے وعدوں پر غور کرنا چاہئے۔

ا۔ ۱۲: ۱-۳ (دیکھئے اعمال ۳: ۲۵؛ گلتیوں ۳: ۸)۔ پہلے یہ وعدہ قومی شکل میں نظر آتا ہے، کہ وہ (ابرہام) ایک بڑی قوم بنے گا۔ اور پھر یہ وعدہ عالمگیر بھی ہے، کہ تمام دنیا اُس کے وسیلہ سے برکت پائے گی۔

ب۔ ۱۵: ۱-۶ میں ایک وارث اور ملک کی میراث کا وعدہ ہے، جس پر قربانی سے مہر کی گئی ہے۔ اور ابرہام کے جواب یعنی قبولیت کو رومیوں ۴؛ گلتیوں ۳: ۶؛ یعقوب ۲: ۲۳ میں ایمان کے باعث راستبازی گنا گیا ہے۔ اِس میں مصر سے رہائی کی پیشین گوئی بھی ہے (پیدائش ۱۵: ۱۳-۱۶؛ نیز دیکھئے اعمال ۷: ۷-۸)۔

ج۔ ۱۷ باب میں خاص "نسل" کا وعدہ ہوا (گلتیوں ۳: ۱۶) اور ختنہ کا نشان مقرر کیا گیا۔

د۔ ۲۲ باب میں ابرہام کے ایمان کو اضحاق کی قربانی سے پرکھنے کے بعد از سرِ نو وعدے کئے گئے ہیں کیونکہ اُس کا ایمان اعمال سے راستباز ٹھہرا (یعقوب ۲: ۲۱ و ۲۲)۔

۱۷: ۵ میں جہاں اُس کا نام ابرام سے ابرہام ہو گیا ہمیں اس بات کی مثال ملتی ہے کہ عبرانی لوگ نام کے لئے بامعنی الفاظ پسند کرتے تھے۔

ایک اور مثال اضحاق میں ہے (پیدائش ۱۷: ۱۹)۔

ختنہ بطور نشان دیا گیا، حالانکہ یہ رسم پہلے ہی سے رائج تھی۔ یہ نشان ایسے ہی تھا جیسے بادلوں میں پہلے قوسِ قزح خدا کے وعدے کو یاد دلاتی تھی۔

ابرہام کے ایمان کا امتحان جو اضحاق کی قربانی کی صورت میں تھا، اُس کے بارے میں بعض نے کہا ہے کہ یہ گرد و نواح میں بود و باش کرنے والی اقوام کی نقل تھی، کیونکہ وہ اپنے بچوں کو بتوں کے آگے قربان کیا کرتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قربانی کا امتحان اُن قربانیوں کے مشابہ نہیں تھا۔ یہاں ابرہام کی محبت نہیں بلکہ اُس کا ایمان پرکھا گیا۔ جیسا کہ یعقوب ۲: ۲۱ اور عبرانیوں ۱۱: ۱۷-۱۹ میں آیا ہے، اُس کا ایمان فتحمند تھا۔ اور اس واقعہ نے اس بات کی نہایت عمدہ مثال پیش کر دی کہ خداوند یسوع نے ہماری خاطر اپنے آپ کو فدیہ میں دیا اور کفارہ ہو گیا (یوحنا ۳: ۱۶)۔

CamScanner

یعقوب

اِضحاق کے مختصر احوال کے بعد ہم یعقوب کی زندگی پر پہنچتے ہیں۔ یہ ایک آپ بیتی معلوم ہوتی ہے اور بے شک اپنی اصلی صورت میں یہ آپ بیتی ہی تھی۔ اُس کا مکر و فریب بھائی سے بُرا سلوک اور اُس کا یُوسف کو منظورِ نظر بنانا کہیں بھی قابلِ تعریف ٹھہرایا نہیں گیا بلکہ اُس کے ڈھول کے پول کھول دیئے گئے ہیں۔ اور اِسی طرح وہ سزا جو اُسے بھگتنی پڑی، اُسے بھی صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اُس کی جلا وطنی، اُس کے مکر و فریب کی سزا ہے۔ اُس کے بیٹوں کے باعث اُس کے دُکھ و مصائب سب کچھ صاف صاف بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی بعد کا مصنف اس طرح نہیں لکھ سکتا تھا، اور نہ کوئی رومان نویس یہ باتیں اپنی طرف سے گھڑ سکتا تھا۔ تمام کمزوریوں کے باوجود اُس کا خُدا کے وعدوں پر ایمان (۲۵: ۲۳) جس کے لئے اُس کی ماں نے اُس کی عمدہ تربیت کی تھی، ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اِس ایمان نے ایک روشن چراغ کی طرح اُس کی راہ کو آخر تک روشن کر دیا (عبرانیوں ۱۱: ۲۱)۔

وہ حقیقی معنوں میں اسرائیل تھا (۳۲: ۲۸)۔ اور ہر تائب گنہگار کے لئے اُس کی زندگی کی کہانی ایک حوصلہ افزا مثال ہے۔

یُوسف اور اُس کے بھائی

فرزندانِ یعقوب کے بارے میں بہت سی داستانیں ہیں۔ لیکن پیدائش کی کتاب میں لکھی ہوئی داستان کی خاص غرض و غایت یہ ہے کہ واضح ہو کہ کس طرح اسرائیل قوم مصر میں پہنچی، اور کس طرح خُدا نے اُنہیں وہاں سے مخلصی دلانے کی تجویز کی۔ اِس طرح یُوسف اِس تمام واقعہ کا مرکز ہے۔ ۳۷ باب کو توریت کے مرتب کرنے کے جدید نظریہ کی بڑی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آخری حصہ میں اس کے متضاد دستاویزوں سے مرتب کئے جانے کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ وہ آیات جے اور ای میں یُوں تقسیم کی جاتی ہیں۔

جے آیات:- ۲-۴، ۱۲-۱۸، ۲۱، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۱-۳۵-

ای آیات:- ۵-۱۱، ۱۹، ۲۰، ۲۲-۲۵، ۲۸ ("گڑھے" تک) ۲۸-
۳۰، ۳۶-

جے کا بیان الگ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یُوسف کو یہوداہ نے بچایا تھا اور

اُس کے بھائیوں نے اُسے کنوئیں میں نہیں ڈالا بلکہ اسمعیلیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ای کے بیان کے مطابق روبن نے اُسے بچایا، اور بھائیوں نے اُسے گڑھے میں ڈال دیا اور وہاں سے اُسے مدیانیوں کا ایک گروہ چُرا کر لے گیا۔

لیکن جس طرح یہ داستان کلامِ مُقدس میں لکھی ہے ویسے ہی اُسے پڑھنا چاہیئے۔ روبن اپنے بھائیوں کو یہ صلاح دیتا ہے کہ اُسے گڑھے میں ڈالا جائے تاکہ وہ بعد ازاں اُسے نکال کر لے جائے۔ کچھ دیر کے بعد یہوداہ نے صلاح دی کہ اُسے گڑھے سے نکال کر بچا لیں اور اُسے بیچ ڈالیں۔ کتابِ مُقدس یہ ہم پر چھوڑتی ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ روبن کچھ دیر کے لئے اپنے بھائیوں سے دُور چلا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ اِس سودے سے لاعلم تھا۔ دو لفظ اسمعیلی اور مدیانی کچھ اُلجھن پیدا کر دیتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ دونوں لفظ ایک ہی گروہ کے لئے استعمال تو نہیں ہو سکتے؟ دونوں ابرہام کی نسل سے تھے (۲۵: ۲) جس کا غالباً مطلب یہ ہے کہ ابرہام کے دونوں بیٹوں کے کچھ لوگ پیرو تھے۔ اِس طرح دو قبائل معرضِ وجود میں آ گئے۔ اسمعیل کا قبیلہ پہلے وجود میں آیا۔ چھوٹے چھوٹے قبیلے پہلے پہل اسمعیل کے گرد جمع ہو گئے۔ ہم قضاۃ ۸: ۲۴ کی گواہی نظر انداز نہیں کر سکتے جہاں لکھا ہے کہ مدیانی ہی اسمعیلی تھے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مصنف نے کیوں یہ نام باری باری استعمال کئے ہیں۔ لیکن انگریزی اور اُردو ادب میں بھی ناموں کا ایسا استعمال پایا جا سکتا ہے۔

اِن دستاویزوں کی تنقیدی تقسیم کے برعکس اِس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ گو یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ای کو یہ علم نہیں تھا کہ یُوسف اپنے بھائیوں کے ہاتھوں بِک چُکا ہے تو بھی ۴۵: ۴-۵ میں جو ای حصے کا تصور کیا جاتا ہے، یُوسف کہتا ہے کہ بھائیوں ہی نے اُسے فروخت کیا تھا۔

یُوسف مصر میں

پروفیسر یہوداہ اور دُوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یُوسف کی مصری داستان میں بہت زیادہ مصری اثر نظر آتا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ پہلے پہل اِس داستان کا ایک حصہ مصری زبان میں لکھا گیا ہو۔ چُونکہ یہ واقعات ایک غیر یہودی ماحول میں وقوع پذیر ہُوئے، اِس لئے ہر جگہ خُدا کے لئے "الوہیم" کا عام لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ صرف ۳۹ باب اِس سے مستثنٰی ہے، اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ یہ باب یُوسف کی آپ بیتی سے ہے،

اور اسی طرح ۴۹: ۱۸ جہاں یعقوب خُدا کے عہد کا نام لیتا ہے۔

مصری اثر کی بہت سی مثالوں میں سے یہاں چند ایک بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ شاہانِ مصر کو صرف فرعون کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کے ساتھ کوئی خاص نام نہیں دیے گئے۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی قبل از مسیح میں مصر کا یہی دستور تھا۔ سلیمان کے زمانے میں یہ دستور ہو گیا کہ اُس کے ساتھ "شاہِ مصر" کا محاورہ یا فرعون کا نام بھی لکھ دیتے تھے (۱۔سلاطین ۹: ۱۶ ؛ ۲۔سلاطین ۲۳: ۲۹)۔

۲۔ ۴۱: ۱۴ میں لکھا ہے کہ یوسف نے فرعون کے سامنے پیش ہونے سے پہلے حجامت بنوائی۔ اور یہ بات مصر کے رواج کے عین مطابق تھی۔ برعکس اِس کے سامی لوگ داڑھی کو عزت کا نشان سمجھتے تھے۔

۳۔ ۴۲: ۳۰ اور ۴۳ اور ۴۴ ابواب میں اکثر یوسف کو "وہ شخص" کہا گیا ہے۔ اور یہ وزیرِ اعظم کا لقب ہوا کرتا تھا۔ چونکہ فرعون کو دیوتا کا درجہ دیا جاتا تھا اِس لئے وزیر ملک میں شخصِ اوّل سمجھا جاتا تھا۔ یوسف وزیر کے تمام فرائض بجا لاتا تھا۔ جیسا کہ ایک مقبرے کے کتبے پر جو تقریباً ایک صدی بعد میں لکھا گیا تھا، یہ فرائض مذکور ہیں۔ قدیم مصری تصاویر میں وزیر کے گلے میں سونے کی زنجیر نظر آتی ہے جس کا ذکر ۴۱: ۴۲ میں آیا ہے۔

پیدایش کی کتاب کے آخری صفحات میں یہوداہ کی برکت میں نجات دہندہ مسیح موعود کی ایک روشن جھلک نظر آتی ہے (۴۹: ۱۰)۔ یہوداہ کی تصویر یوں ہے کہ وہ بطور ایک بادشاہ کے اپنا عصا بطور شاہی جھنڈا کے پاؤں کے درمیان لئے کھڑا ہے۔

"یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی۔ اور نہ اُس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اُس کی مطیع ہوں گی"۔

وہ حکومت کو شیلوہ کے آنے تک بطور امانت رکھے گا۔ زمانۂ قدیم سے یہودی اور مسیحی اس آخری کلمہ سے مسیح موعود ہی مُراد لیتے ہیں گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مفسرین میں سے اکثر نے یہ کبھی نہ سمجھا کہ لفظ شیلوہ کسی شخص کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ وہ کئی اور طریقوں سے اس کا ترجمہ کرتے تھے۔ انگریزی نظرِ ثانی شدہ ترجمہ کا حاشیہ ایسا ترجمہ پیش کرتا ہے کہ "جب تک وہ جس کا وہ ہے نہ آئے"۔

حزقی ایل ۲۱: ۲۷ میں یوں آیا ہے۔ "اور وہ آئے گا جس کا حق ہے"۔ اور یہ ترجمہ مندرجہ بالا انگریزی نظرِ ثانی شدہ ترجمہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ بائبل کے اہم مضامین میں سے کس کی ابتدا آپ پیدایش کی کتاب میں پاتے ہیں؟

۲۔ خُدا نے "ابرہام، اضحاق اور یعقوب کا خدا" کہلانا پسند کیا (خروج ۳: ۶، ۱۵ اور متی ۲۲: ۳۲)۔ تاریخ نے اس کی کیا وجوہات بیان کی ہیں؟

۳۔ یعقوب کی زندگی میں بنی اسرائیل کی بلاہٹ اور اُن کے چُنے جانے کے بے کون کون سے اشارے پائے جاتے ہیں؟ (مقابلہ کیجئے یسعیاہ ۴۴: ۱ و ۲ ؛ یرمیاہ ۳۰: ۱۰ اور ہوسیع ۱۱: ۱)۔

۴۔ کوہِ کلوری پر خداوند مسیح کی عظیم الشان قربانی کی روشنی میں پیدایش کی کتاب میں بیان کردہ قربانیوں کا مطالعہ کیجئے۔

۵۔ یوسف کے چال چلن اور اُس کی زندگی میں کون سی خصوصیات ہیں جن کے سبب سے ہم اُسے مسیح کی مثال کہہ سکتے ہیں؟

۶۔ پیدایش کی کتاب کے ۱، ۲، ۱۴، ۱۷، ۲۱، ۴۸، ۴۹ ابواب میں خُدا کے ناموں کا مطالعہ کیجئے۔ جن حالات میں یہ استعمال کئے گئے ہیں اُن کی روشنی میں خُدا کی ذات اور اُس کی سیرت کا خلاصہ بیان کیجئے۔

خروج کی کتاب

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ نے اِس کتاب میں عمالیقیوں سے جنگ کا حال (۱۷: ۱۴) اور نیز خُداوند کی سب باتیں، جو باتیں اُس نے پہاڑ پر کہیں (۲۴: ۴) لکھی ہیں۔ یہ بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ موسیٰ نے بضلی ایل اور اہلیاب کے لئے خیمہ کی تفصیلات بھی لکھی ہیں تاکہ وہ اُن پر عمل کریں (۲۵: ۹ ؛ ۳۶: ۱)۔ پس یہ کتاب خود ہی موسیٰ کو اپنا مصنف قرار دیتی ہے۔

بعض علما خیمہ کے بیان کو جلاوطنی کے زمانہ میں سے پی سے منسوب کرتے ہیں لیکن اُن کی دلائل کو اِس مقام پر سمجھنا خاص طور سے مشکل امر معلوم ہوتا ہے۔ خیمہ کا نقشہ اور اُس کے سامان کی تفصیل ہیکل سے نہیں ملتی۔ اُس مصنف (یا مصنفین) کی ذہنی حالت

کو سمجھنا مشکل معلوم ہوتا ہے جس نے باوجود اس کے کہ سلیمان کی ہیکل کو بحال کرنے کا خواہش مند تھا پھر بھی ایک عالیشان خیمہ کی ایجاد کی جو ہیکل سے مختلف تھا مگر خدا کے براہِ راست مکاشفہ کے باعث معرضِ وجود میں آیا۔

یہ کتاب بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کرنے سے ۸۰ سال پہلے (۷:۷) سے شروع ہوتی ہے اور خروج کے ایک سال بعد (۴۰: ۲ بمقابلہ گنتی ۱:۱) کے زمانہ پر جب خیمہ کھڑا کیا گیا ختم ہوتی ہے۔ خروج کی تصنیف کے سن و سال نہ صرف بائبل کے ذریعہ سے معین کئے جا سکتے ہیں بلکہ آثارِ قدیمہ کی دریافتوں اور خاص کر ریحیو کی کھدائی کی امداد سے اِس کام کو خوب نبھا سکتے ہیں۔ گمان غالب ہے کہ یہ کتاب پندرھویں صدی قبل از مسیح میں تصنیف ہوئی جب مصر پر امن ہوتپ دوم کا پرچم لہرا رہا تھا۔

تجزیہ

باب ۱	مصر میں ظلم و تشدد۔
۲: ۱-۱۰	موسیٰ کی پیدائش اور اُس کی تعلیم و تربیت۔
۲: ۱۱ سے ۴ باب	موسیٰ مدیان میں، جلتی ہوئی جھاڑی کا مکاشفہ۔
۵ - ۱۳ ابواب	دس آفتیں اور خروج۔
۱۴ - ۱۵ "	بحیرۂ قلزم کو عبور کرنا۔
۱۶ - ۱۹ "	کوہِ سینا تک مشکل سفر۔
۲۰: ۱-۲۱	خدا کے دس احکام جو اُس نے اپنے لوگوں کو دیئے۔
۲۰: ۲۲-۲۳ باب	عہد کی شرائط جو موسیٰ کو کوہِ سینا پر دی گئیں۔
۲۴ باب	عہد کی تصدیق و تائید۔
۲۵ - ۳۱ ابواب	خیمہ کی ترتیب و تفصیل۔
۳۲ باب	سونے کا بچھڑا۔
۳۳ - ۳۴ ابواب	موسیٰ کا خدا کے جلال کو دیکھنا۔ عہدِ الٰہی کا از سرِ نو قائم کیا جانا۔
۳۵ - ۴۰ ابواب	خیمہ کا بنایا جانا۔

مضامین

پیدائش کی کتاب کا آغاز انسان کی تخلیق سے ہوتا ہے۔ یہ تخلیق پاکیزگی، معصومیت

اور خوبصورتی میں ہوئی۔ لیکن انسان گناہ میں گر پڑا۔ اور گناہ و معصیت میں برابر زندگی بسر کرتا رہا۔

بائبل مقدس کی دوسری کتاب یعنی خروج کی کتاب اسرائیل کی غلامی اور مخلصی کی داستان بیان کرتی ہے۔ وہ اُس نجات کی بہت سی تصاویر لا کھڑی کرتی ہے جو ہمارے سردار کاہن کے وسیلے تیار ہوئی۔ خدا کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے ہمارا سردار کاہن موسیٰ سے کہیں زیادہ جلال اور بزرگی کے لائق ہے (عبرانیوں ۳: ۱-۶)، عید فسح (۱-کرنتھیوں ۵: ۷)، مَن (یوحنا ۶: ۳۲)، روحانی چٹان جسے موسیٰ نے پھوڑا (۱-کرنتھیوں ۱۰: ۴) اور قربانیاں (عبرانیوں ۱۰: ۱۱-۱۲) یہ سب چیزیں مسیح اور اُس کے کفارہ کا بیان کرتی ہیں۔

خروج کی کتاب کے دو حصے ہیں:۔

اوّل:۔ ابواب ۱-۱۹ جس میں زیادہ تر تاریخی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

دوم:۔ ابواب ۲۰-۴۰ جس میں شریعت اور قوانین کا ذکر ہے۔

سرگزشت بنی اسرائیل معجزات کے باعث قابلِ غور اور دلچسپ ہے۔ اِس مقام پر مشرقی طرزِ خیال اور اسلوبِ بیان کو مدِ نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔ اِس سوال کے بارے میں کہ خدا نے قدرتی طاقتوں کو اِن نشانوں کے دکھانے کے لئے استعمال کیا تھا مختلف علماء میں اختلافِ رائے ہے۔ مثلاً بیان کرتے ہیں کہ دریائے نیل کا پانی اپنے منبع کے پاس ایک آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے خون آلودہ معلوم ہونے لگا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ کوئی سرخ مواد پانی میں مل گیا اور اِس طرح پانی زہریلا بن گیا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں سینٹ پیئر[1] کے مقام پر آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے کے باعث جزیرے کے ایک طرف کے تمام چشموں کا پانی زہر آلودہ ہو گیا تھا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اُس کے بعد کی متواتر پانچ آفتیں پانی کے زہریلے ہونے کے باعث ظاہر ہوئی تھیں۔

اگر یہ ایسا ہی تھا تو پھر بھی پہلوٹھوں کی موت اور بنی اسرائیل کو اِس آفت سے بچانے کے لئے کوئی قدرتی یا مناسب جواب یا بیان نہیں دیا جاتا۔ اگر خروج اسرائیل امن ہوتپ دوم کے زمانہ میں ہوا تو ہمارے پاس ثبوت موجود ہے کہ اُس کا پہلوٹھا بھی مر گیا تھا۔ اُس کا جانشین توتمس چہارم ہوا جو اُس کا پہلوٹھا نہیں تھا۔ پتھر کی ایک لوح پر یہ کتبہ

1 St. Pierre

کندہ ہے کہ ولی عہد تو تمس چہارم ابھی بچہ ہی تھا جب اُس نے خواب دیکھا کہ ابوالہول[1] نے اُسے بتایا کہ وہ ایک دن مصر کا بادشاہ ہوگا۔ اگر وہ قدرتی طور پر وارث ہوتا تو اِس خواب کی کوئی اہمیت نہ ہوتی۔ پندرھویں باب کے بارے میں ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم ایک نظمی حصّے کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

شریعت

جب ہم شریعت کے اِس سلسلے میں داخل ہوتے ہیں جو خروج اور احبار کی کتابوں میں مندرج ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وُہ خُدا کا عین مکاشفہ ہے۔ کیونکہ خود اُس بیان اور نیز مسیح اور شاگردوں کی تعلیم سے اِس بات کی تصدیق ہوتی ہے (زبور ۱۹: ۷؛ مرقس ۷: ۹؛ رومیوں ۷: ۱۲-۱۴؛ عبرانیوں ۸: ۵، ۹)۔

اِس کی غرض و غایت کو جانچنے کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ ہم اُس زمانہ کے حالات سے واقف ہوں۔ بنی اسرائیل کو غلامی کی حالت سے بلایا گیا تا کہ ایک ایسی قوم بن جائیں جس کا بادشاہ خدا تھا۔ اُنہیں صاف الفاظ، فرامین، خُدا کے شاہی احکام اور عظیم الشان کاموں کے ذریعہ سے اِس امر کی تعلیم و تربیت دی گئی کہ یہوواہ مصر کے دیوتاؤں کی مانند نہیں ہے۔ اُنہیں باطریق احسن سکھایا گیا کہ خدا اُن کے درمیان سکونت کرتا ہے اور کہ وُہ پاک خدا ہے۔ ضروری تھا کہ خدا کی اخلاقی شریعت بڑی سادگی اور صفائی کے ساتھ اُن کے سامنے ہو۔

اِس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ شریعت آنے والی اچھی چیزوں کی مثال اور عکس ہو (عبرانیوں ۹: ۸، ۹؛ ۱۰: ۱)، اور آسمانی چیزوں کا جو مسیح میں پوری ہوئیں ایک نمونہ پیش کرے۔ پولس نے اُسے لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے لئے اُستاد کہا ہے (گلتیوں ۳: ۲۴)۔

[1] یونانی دیومالا (انگریزی Sphinx) شہر تھیبس کی ایک پردار دیونی جس کا سر عورت کا اور بدن شیر کا تھا۔ اُس کی ایک پہیلی تھی جو اُس کا جواب نہ دے سکتا اُسے مار ڈالتی تھی۔ آخر اوڈیپس نے یہ پہیلی بوجھ لی جس پر اُس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کر دیا۔ ابوالہول مصر کا ایک بُت جس کا جسم شیر کا اور سر آدمی کا تھا۔ پُراسرار شخص۔

شریعت کے خاص قوانین رُوحانی، اخلاقی اور معاشرتی حصّوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں جن کا مُدعا و مقصد یہ ہے کہ انسان خدا اور اپنے پڑوسی سے محبت کرے۔

رُوحانی احکام اور شریعت کی بہت سی رسُومات خُدا کی فطرت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ وہ انسان کو فرمانبرداری اور پاکیزگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ بخور جلانے کی قربانی دُعا میں مشغول رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اُس روٹی سے جو میز پر رکھی رہتی تھی ہم یہ سیکھتے ہیں کہ خُدا سے ہر وقت شراکت رکھنا بہت ضروری ہے۔ چراغدان آسمانی روشنی کی ضرورت کو پیش کرتا ہے اور اِسی طرح آگ اور بادل کا ستون خُداوند کی رہنمائی کی اہمیت ظاہر کرتے ہیں۔

اخلاقی شریعت کا خلاصہ دس احکام میں ہے جن کی آج بھی اُتنی ہی ضرورت ہے جتنی اُس زمانہ میں تھی۔ یہ احکام خروج ۲۰: ۲۲ سے ۲۳: ۳۳ میں (جسے عہد کی کتاب کہتے ہیں) بہت سی تفاصیل کے ساتھ مندرج ہیں۔ اِن میں سے بعض عام اہمیت رکھتے ہیں لیکن بعض کا اطلاق خاص موقعوں سے تھا۔ یہودی علمائے شریعت نے شریعت کے مختلف فرامین اور قوانین کو دس احکام کی مختلف سُرخیوں میں تقسیم کیا تھا۔

معاشرتی شریعت قوم اسرائیل کی مُلکِ کنعان میں قومی زندگی کے آغاز پر روشنی ڈالتی ہے۔ چونکہ وہ اُس وعدہ کی سرزمین میں بہت عنقریب داخل ہونے والے تھے اِس لئے یہ ایک قدرتی بات تھی کہ قوانین مکانوں، زمینوں، اور جائیداد کی تفصیلات کے متعلق ہوں۔

رسمی شریعت مسیح میں پُوری ہُوئی اور اب کہانت اور قربانیوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ شہری قانون کی تفصیلات ہماری پیچیدہ اور اُلجھی ہُوئی تہذیب پر عائد نہیں ہو سکتیں لیکن اُن کے بنیادی اصُول تو اب تک باقی ہیں۔ اگر ہم اُن کا مطالعہ کریں اور اُن پر عمل پیرا ہوں تو ہماری موجودہ دُنیا سے کہیں بہتر دُنیا وجود میں آ سکتی ہے۔

تمام شریعت کو خُدا کی رہنمائی اور اُس کے مکاشفہ سے منسوب کرتے وقت یہ غلطی نہیں کرنی چاہیئے کہ کہیں کہ اِس میں ایسے عناصر پائے نہیں جاتے جو مُوسیٰ کے زمانہ سے پیشتر موجود تھے۔ دُنیا کے آغاز سے ہی خُون کرنے کی ممانعت تھی۔ اِسی طرح تمام اخلاقی شریعت پہلے سے موجود تھی۔ بہت سے معاشرتی احکام کی متوازی مثالیں گرد و نواح کے ممالک کی تحریروں میں بھی پائی جاتی ہیں اور بعض تو ابرہام کے زمانہ تک جا پہنچتے ہیں، بلکہ اُس سے بھی پیچھے۔ لیکن کوہِ سینا پر اُن کی تصدیق ہُوئی، یا یُوں کہیئے کہ اُنہیں پھر

CS CamScanner

نے بہرے سے جاری کیا گیا۔

اکثر اوقات موسوی شریعت اور قوانین حمورابی کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ حمورابی دو ہزار سال قبل از مسیح بابل پر حکمرانی کرتا تھا۔ اپنی حکومت کے آخری ایام میں اُس نے ان قوانین کو ایک ستون پر کندہ کروایا جو سات فٹ اونچا تھا، اور جس کا قطر ۲ فٹ تھا۔ بارھویں صدی قبل از مسیح میں عیلامی لوگ اِس پتھر کو اُٹھا کر لے گئے اور اپنی فتح کے نشان کے طور پر اُسے سوسن میں نصب کر دیا۔ موجودہ صدی کے آغاز میں اُس کی دریافت ہوئی۔ اِن قوانین میں سے بعض اِس زمانہ سے بھی قدیم تر تھے، کیونکہ تحریروں میں آیا ہے کہ ۲۷۰۰ قبل از مسیح میں ایک بادشاہ اروکاگینا[1] تھا جس نے ایک ایسا ہی مجموعۂ قوانین شائع کیا تھا، لیکن افسوس کہ محفوظ نہ رہ سکا۔

حمورابی کا مجموعہ ۲۸۲ قوانین پر مشتمل ہے۔ اُن کا انگریزی ترجمہ ۳۰ صفحوں کی کتاب ہے۔ اُس میں چوری، ڈاکہ زنی، لُوٹ، زمین، عمارات، زمیندار اور مزارعین، سوداگروں اور اُن کے گماشتوں، سرائے، قرضہ جات، طلاق، وراثت، متبنیٰ بنانے، زد و کوب میں تلافی نقصان، طبی فیس، عمارات اور اگر عمارت میں خرابی نکلے تو معماروں کی ذمہ داری، مزدوروں، جانوروں، غلاموں کی اُجرت کے متعلق غرضیکہ مختلف سوالوں اور اُن کے مختلف پہلوؤں پر قانونی نگاہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

حمورابی اور موسوی قوانین کا موازنہ بہت دلچسپ ہے۔ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ موسوی شریعت میں انسان کی حفاظت پر اور حمورابی کے مجموعۂ قوانین میں جائداد کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ بابل کے قوانین میں ادنیٰ و اعلیٰ میں تمیز کرتے ہیں۔ لیکن الٰہی شریعت امیر و غریب سے مساوی سلوک روا رکھتی ہے۔ اُس کی تعلیم یہ ہے کہ ہم اہلِ احتیاج اور مظلوموں پر رحم و کرم کریں۔

مندرجہ ذیل انتخاب سے آپ حمورابی کے قوانین کا تصور لا سکتے ہیں۔

قانون ۱۱۷۔ اگر ایک آزاد آدمی قرضہ کے باعث فروخت کیا جائے تو تین سال کے بعد وہ رہائی پائے گا (مقابلہ کیجئے خروج ۲۱: ۲-۶)۔

قانون ۱۹۵۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو مارے تو اُس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے (مقابلہ کیجئے خروج ۲۱: ۱۵)۔

1 Urukagina

قانون ۲۰۶۔ اگر کوئی شخص کسی سے لڑتے جھگڑتے وقت اتفاقاً اُسے زخمی کر دے، تو وہ طبیب کی اُجرت ادا کرے گا (مقابلہ کیجئے خروج ۲۱: ۱۸-۱۹)۔

قانون ۲۶۸۔ اگر کسی بھیڑ خانہ میں کسی بھیڑ کو ناگہاں کوئی حادثہ پیش آئے، تو چرواہا خُدا کے سامنے قسم کھائے اور گلّے کا مالک نقصان کی برداشت کرے (مقابلہ کیجئے خروج ۲۲: ۱۰-۱۱)۔

خروج کے وہ فیصلے جو انسان اور خُدا سے متعلق ہیں، اُن کی بنیاد معاشرتی قوانین کی بجائے کسی اور چیز پر ہے۔ جب مشرقی مذاہب ذلت اور نفس پرستی کی طرف مائل تھے تو اسرائیل کے لئے یہ جاننا لازمی امر تھا کہ خُدا پاک اور راستباز ہے۔ خیمۂ اجتماع میں باقاعدہ عبادت اور رسومات ادا کرتے ہوئے خُدا کے گھر میں آنا کچھ ایسی حقیقت ہے جو دیگر قوانین سے بہت بلند ہے۔ عبرانیوں کا خط خیمہ کی رسومات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ قدیم بزرگان اور مسیحی علماء نے اس کی اور تفاسیر بھی پیش کی ہیں۔ ایماندار پہلے عہد کے احکام میں آسمانی چیزوں کا نمونہ دیکھتے ہیں جو رُوح القدس نے پیش کیا ہے (عبرانیوں ۹: ۱، ۸، ۹، ۲۳)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ رُوحانی اور اخلاقی اصُولات، جو ہر ایک حکم کی بنیاد ہیں کس حد تک ہماری قومی اور شخصی زندگی میں پُورے ہوتے ہیں؟

۲۔ خُداوند مسیح کے جلال کی روشنی میں عبرانیوں ابواب ۸-۱۰ کا مُطالعہ فرمایئے اور خیمہ کے معنی اور حقیقت کی تشریح کیجئے۔

احبار کی کتاب

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

وُہ لوگ جو احبار کی کتاب کے اکثر حصّے کو کاہنوں کا مجموعۂ قوانین خیال کرتے اور اُسے حزقی ایل کے بعد کی کتاب تصوّر کرتے ہیں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:-

اوّل:۔ حزقی ایل کی کتاب کی ایسی باتیں جو احبار کی کتاب سے ملتی ہیں وہ اِس کتاب کے بعض حصّوں کا ماخذ سمجھی جاتی ہیں۔

دوم:۔ لاویوں کے سِلسِلہ کی تفصیلات اور رسمی طور طریقے۔ رسُومات کے بالتفصیل بیان سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے ہیں کہ یہ کتاب بعد کی تصنیف ہے، کیونکہ مُوسیٰ کے زمانہ میں بلکہ اُس سے بھی پیشتر کے زمانہ میں مہذب لوگوں کی مذہبی رسُومات بہت منظّم اور باقاعدہ طور پر ہُوا کرتی تھیں۔ راس شمرہ کی حال ہی میں دریافت کردہ لوحیں یا تختیاں جو خرُوج کے زمانہ کی ہیں، بلکہ اُس سے بھی پہلے استعمال میں لائی گئی تھیں، خطا کی قربانی کا حوالہ دیتی ہیں۔ یہ کئی اور طرح سے بھی احبار کی کتاب سے مشابہت رکھتی ہیں۔

بیشک اِس کتاب کو قدیم زمانہ میں مُوسیٰ نے تصنیف کیا۔ کیا مندرجہ بالا دلائل کی وجہ سے اِس حقیقت کے تسلیم کرنے میں شک کی کوئی گنجائش ہے؟ جو لوگ اِس کتاب کو مُوسیٰ کی تصنیف نہیں مانتے، اُنہوں نے بھی مان لیا ہے کہ ۱۷-۲۶ ابواب میں، جسے پاکیزگی کی شریعت (یا پاکیزگی کے قوانین کا مجموعہ) کہتے ہیں، ایسی خصُوصیات پائی جاتی ہیں جو لازماً قدیم زمانہ سے متعلق ہیں اور بعض تو اُنہیں اِستثنا کی کتاب سے بھی زیادہ پُرانی مانتے ہیں۔ اِن ابواب میں کاہنوں کو لوگوں کی روزانہ زندگی کے لیے ہدایات دی گئی ہیں، جن میں سے زیادہ ناخواندہ تھے اور اِن ہدایات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے خواندہ لوگوں یعنی کاہنوں کے محتاج تھے۔

خرُوج کی کتاب میں خُدا نے کوہ سینا پر گرج کے ذریعہ سے کلام کیا، لیکن اب جب بنی اسرائیل اور خُدا میں عہد قائم ہُوا تو وہ خیمۂ اجتماع کی خاموشی میں اپنا مزید مکاشفہ بخشتا ہے (احبار ۱:۱)۔ خروج ۴۰: ۲ کا مقابلہ گنتی ۱:۱ سے کرنے سے ہمیں ٹھیک وُہ مہینہ معلُوم ہو جاتا ہے جس میں یہ ہدایات ملیں۔ اِن ۲۷ ابواب میں ۵۶ مرتبہ اِس دعوے کو دُہرایا گیا ہے کہ خُدا نے مُوسیٰ کو یہ قوانین دیئے۔ پس اگر ہم اِس امر سے انکار کریں کہ مُوسیٰ احبار کی کتاب کا مُصنّف ہے تو یہ انکار مذکورہ بالا بیان کی صداقت سے انکار کرنے کے برابر ہو گا۔

انبیاء اور قرُبانیاں

انبیاء کے صحائف میں بعض ایسے حوالے ہیں جن کے باعث یہ خیال پیدا ہو سکتا

ہے کہ وہ قرُبانیوں کی اُس شریعت سے بالکُل ناواقف تھے جسے کوہِ سینا پر خُدا نے بنی اسرائیل کے لئے لازم قرار دیا تھا۔ لیکن اگر اُن اقتباسات کی دُوسرے حوالہ جات، مثلاً ۱-سموئیل ۱۵: ۲۲؛ زبور ۴۰: ۶؛ یسعیاہ ۱: ۱۱ کی روشنی میں تشریح و تفسیر کی جائے تو وہ بالکل مختلف سبق سکھاتے ہیں۔ نبیوں کو اِس غلط فہمی کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا کہ قرُبانیاں چڑھانے سے اِنسان راستباز زندگی گزارنے کے فرض سے بری ہو جاتا ہے۔ اِن کے پُرزور الفاظ کی تشریح اِسی تناسب سے ہونی چاہئیے۔ یہ ہوسیع ۶: ۶ سے صاف عیاں ہے: "میں قرُبانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہُوں اور خُداشناسی کو سوختنی قربانیوں سے زیادہ چاہتا ہُوں۔" یہی مطلب میکاہ ۶: ۶-۸ کا ہے۔ عامُوس ۵: ۲۵ کے سوال کا جواب بھی "ہاں" کی صُورت میں ہے، جیسے کہ آسٹرلی[1] نے اپنی کتاب "قدیم اسرائیل میں قربانیاں" میں بیان کیا ہے۔ بالفرض جواب نفی میں بھی ہو تو ممکن ہے کہ بیابان میں چالیس سال کے دَوران میں مویشیوں کی قلّت کے باعث شخصی قربانیاں تقریباً مفقود تھیں یرمیاہ ۷: ۲۱-۲۳ کو دیکھنے ہی ایک مشکل پیدا ہوتی ہے، تاہم مُفسّرین نے بتایا ہے کہ وہ لفظ جس کا ترجمہ آیت ۲۲ میں "بابت" ہے دُوسرے مقامات میں اُس کا ترجمہ "کے لئے" یا "کے سبب سے" کیا گیا ہے (مثلاً پیدائش ۱۲: ۱۷؛ اِستثنا ۴: ۲۱)۔ اِس طرح مفہُوم کہیں بہتر معلُوم ہوتا ہے۔ خُدا کہتا ہے کہ مَیں نے تمہارے باپ دادا سے قربانیوں کے لئے نہیں بلکہ اطاعت و فرمانبرداری کی غرض سے کلام کیا۔

تجزیہ

۱:۱ - ۶: ۷	قرُبانیوں کے قوانین، سوختنی قرُبانی (باب ۱)، نذر کی قرُبانی (باب ۲)، سلامتی کی قرُبانی (باب ۳) خطا کی قرُبانی (۴: ۱-۵: ۱۳)، جرُم کی قرُبانی (۵: ۱۴-۶: ۷)۔
۶: ۸ - ۷: ۳۸	مندرجہ بالا قرُبانیوں کے سِلسلے میں کاہنوں کو ہدایات۔
۸-۹ ابواب	کاہنوں کی مخصُوصیت۔
باب ۱۰	ندب اور ابیہُو کی مَوت۔
۱۱ - ۱۵ ابواب	ناپاک اور پاک ہونے کے بارے میں احکام، پاک اور ناپاک

1 Oesterley, *Sacrifices in Ancient Israel*

جانور (باب ۱۱)، بچّہ کی پیدائش (باب ۱۲)، کوڑھ (ابواب ۱۳ و ۱۴)، جریان (باب ۱۵)۔

باب ۱۶	کفّارے کا دِن۔
۱۷ - ۲۰ ابواب	لوگوں کے لِئے مُختلِف معاشرتی اور مذہبی رسُومات۔
۲۱ - ۲۲ "	کاہنوں کے لِئے ہدایات۔
۲۳ - ۲۵ "	مُقدّس دِنوں اور عیدوں کا بیان۔
باب ۲۶	فرمانبرداری کی برکات اور نافرمانی کی سزا۔
" ۲۷	قسم کھانے اور منّت ماننے کے بارے میں قوانین۔

مضامین

جیسے پیدایش کی کتاب اِنسان کی زبُوں حالی اور خروج اُس کی مخلصی کا بیان کرتی ہے، اُسی طرح احبار میں مخلصی یافتہ لوگوں کے لئے زندگی کی راہ کا ذکر ہے۔ وہ اِنسان جو پاک زندگی بسر کرنا چاہتا ہے، اُس کے لئے یہ کتاب روزمرّہ کا نقشہ تجویز کرکے اِس اَمر کی یاددہانی ہے کہ صرف "اِنسان دوستی" کی روش کافی نہیں۔ اس کی ضرُورت ہے کہ اِنسان مان جائے کہ خُدا کا اِس کی زندگی کے ہر پہلو میں دخل ہے۔

چاہئیے کہ اُس کی رُوح، جسم اور جان پاک ہو۔ ہر ایک مسیحی کے لئے اُن گہرے رُوحانی اصُولوں کی روشنی میں احبار میں دیئے ہُوئے قوانین کا مطالعہ کرنا مُفید ہے، جنہیں مسیح خُداوند کی ذات اور اُس کے کاموں پر عائد کرنے سے ایک نئی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

اِس میں تین خاص قابلِ ذکر امُور ہیں۔ ا۔ قربانیاں، ب۔ خُون سے کفّارہ، ج۔ کہانت۔

ا۔ قُربانیاں

عبرانیوں کے خط میں اِس امر کی تشریح کی گئی ہے کہ قدیم قربانیاں مسیح کی اپنی قربانی کا عکس تھیں (عبرانیوں ۹: ۲۳ و ۱۰: ۱۲)۔ مختلف تفاسیر کی مدد سے اُن کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ سوختنی قربانی مسیح کی کاملیت کا اظہار کرتی ہے جس نے اپنے آپ کو

پُوری طرح صلیب پر قُربان کر دیا۔ نذر کی قربانی مسیح کی زندگی کی روٹی ہونے کی خُوبی کو ظاہر کرتی ہے۔ سلامتی کی قربانی اُس صلح و سلامتی کی خوشی کی طرف اِشارہ کرتی ہے جو مسیح نے ہمیں عطا کی ہے۔ خطا کی قربانی مسیح کی اِس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ وہ خُود ہماری خاطر گناہ ٹھہرایا گیا (رومیوں ۸: ۳)۔ جرم کی قربانی سے یہ اِشارہ ملتا ہے کہ مسیح نے اُن گناہوں کا کفّارہ بھی دیا جن کی اِنسان خُود کسی حد تک تلافی کر سکتا تھا۔

ب۔ خُون سے کفّارہ

احبار میں اِس حقیقت پر بہُت زور دیا گیا ہے۔ اِس ضمن میں ۱۷: ۱۱ کو کلیدی آیت سمجھیئے۔ قربان گاہ پر خُون بہانا گناہوں کا کفّارہ ہے کیونکہ یہ اُس جان کا فدیہ ہے جو گناہ کے باعث مَوت کے قبضہ میں آچکی تھی۔ خُون اُسی وقت کفّارہ کے لائق ہے، جب ذبح ہونے کے بعد مذبح پر بہایا جائے۔ ورنہ اُس میں کوئی قوّت یا تاثیر نہیں۔ اِسی طرح نئے عہد نامہ میں مسیح کا خُون ہمیشہ اُس کے اُس خُون کی طرف اِشارہ ہے جو صلیب پر بہایا گیا۔

خُون کے لِئے بہُت سی رسُومات مقرّر کی گئی ہیں۔ یہ قربان گاہ پر اور اس کے ارد گرد بہایا جاتا تھا (۱: ۵ و ۴: ۷)، جس کے معنی مرنے پر بھی خُدا کی پُوری اطاعت ہیں۔ خُون خیمہ کے پردے پر یا اُس کے سامنے بھی چھڑکا جاتا تھا (۴: ۶)۔ یہ اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کے اِنسانی بدن (عبرانیوں ۱۰: ۲۰) پر قربانی کے خُون کا نشان لگنا لازمی تھا۔ یہ خیال ایک اَور بار کفّارے کے دِن کی ہدایات میں ظاہر ہوتا ہے، جبکہ سردار کاہن پردے کے اندر خُون لے کر جاتا ہے، جس سے قربانی کی تکمیل مُراد ہے۔ خُون کا ایک اَور پُراسرار اِستعمال اُس وقت نظر آتا ہے جب خیمے کے پاک ترین حصّوں پر بھی خُون چھڑکا جاتا ہے۔ اور یہ اِس لئے کہ وہ گنہگار لوگوں کے درمیان واقع ہے (۱۶: ۱۴-۱۹)۔ عبرانیوں ۹: ۲۳ و ۲۴ میں اِس امر کی طرف اِشارہ ہے کہ تمام عالم جس میں آسمانی چیزیں بھی شامل ہیں، کفّارے کے وسیلے سے ہی پاک ہوتے ہیں۔

جب کوڑھی کو پاک صاف قرار دیتے تھے تو اُس وقت بھی اُس پر خُون چھڑکا جاتا تھا (۱۴: ۶ و ۷)۔ "اور تقریباً سب چیزیں شریعت کے مُطابق خُون سے پاک کی جاتی ہیں اور بغیر خُون بہائے مُعافی نہیں ہوتی" (عبرانیوں ۹: ۲۲)۔

ج۔ کہانت

عبرانیوں کا خط کفارے کے دن پر سردار کاہن کے فرائض کی تفصیلات کو بڑی وضاحت سے بیان کرکے ہارون کی کہانت کی امتیازی خصوصیت کی تشریح کرتا ہے (احبار باب ۱۶ اور عبرانیوں ابواب ۹ و ۱۰)۔ مسیح نے اپنی ایک کامل قربانی سے جو گناہوں کے بدلے میں ہمیشہ کے لئے ایک ہی مرتبہ دی گئی ہے آئندہ کے لئے ہارونی کہانت کو غیر ضروری ٹھہرا دیا۔

ہارون کی مثال ملک صدق کی تشریح اور وضاحت ہے (عبرانیوں ۵: ۶)۔ کاہن کے ساتھ قربانیوں اور خیمہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ان سب کی متفقہ گواہی مسیح کے جلال کو پورے طور پر ظاہر کرنے کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

احبار کی کتاب کے اُن حصوں کے علاوہ جن کی تکمیل خاص طور سے خداوند یسوع مسیح میں ہوئی، طہارت اور نجاست کے قوانین بھی بہت دلچسپ ہیں جن لوگوں نے علمِ طب پر کتابیں لکھی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ طہارت اور نجاست کے یہ قوانین بہت عمدہ اور معقول وجوہات پر مبنی ہیں۔ وہ غیر مسیحی مذاہب کی نامعقول ممانعتوں کی مانند نہیں۔ خدا چاہتا تھا کہ اُس کے لوگ جسمانی، ذہنی اور رُوحانی اعتبار سے بہت ہی اعلےٰ ہوں۔ اِس مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ اُن کی زندگی کے ہر صیغے کے لئے الگ الگ قوانین مرتب کئے جائیں۔ اُن کے لئے لازم تھا کہ وہ بیماریوں کا انسداد کریں، متعدی امراض سے پرہیز اور وبا کے روک تھام کے اصولات سے واقف ہوں۔ چاہئے کہ احبار کے کچھ قوانین کا اس نقطہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے۔ اِس طرح ۱۱: ۳۲-۴۰ میں اُن برتنوں اور مٹی کے ظروف کی صفائی کا ذکر ہے جو کسی ناپاک جانور کی لاش سے چھو گئے ہوں، چاہئے کہ انہیں اچھی طرح صاف کیا جائے ورنہ بہتر ہے کہ انہیں توڑ دیا جائے۔ اور کھانے پینے کی وہ چیز جو اُن سے چھو جائے، کام میں نہ لائی جائے۔ یہ ہدایت ناپاک جانوروں پر اُس وقت عاید ہوتی ہے جب وہ مر جائیں (۱۱: ۳۲)۔ اِس سے یہ مقصد تھا کہ سڑتی ہوئی لاش سے کسی قسم کی گندگی اور غلاظت نہ پھیلے۔ اِس بات کا ثبوت ۱۱: ۳۹-۴۰ میں ملتا ہے، جہاں یوں درج ہے کہ اگر کوئی انسان پاک جانور کی لاش کو چھوئے تو اُس کے لئے لازمی ہے کہ کچھ عرصہ تک جماعت سے علیحدہ رہے اور جماعت میں شامل ہونے سے پہلے اچھی طرح غسل کرے۔

قربانیوں سے بڑی آسانی سے مکھیاں پیدا ہوتی تھیں، اور اُن کے باعث جراثیم پھیلتے تھے۔ بیشک قربانی کے قوانین رُوحانی اہمیت رکھتے تھے، لیکن علاوہ ازیں اُن میں صحت کے اصولوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا۔ کوئی چیز پڑی نہیں رہنے دیتے تھے۔ قربانی کو قربان گاہ پر جلا دیتے تھے، اور اگر اُس کا ایک حصہ ہی جلایا جاتا تو باقی ماندہ جتنی جلدی ہو سکتا تھا، کھا لیا جاتا تھا (۷: ۱۵-۱۸)۔ دُوسرے حصے خیمہ گاہ سے باہر لے جا کر جلا دیئے جاتے تھے (۴: ۱۱ و ۱۲)۔ یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خیمہ گاہ کا باقی کوڑا کرکٹ بھی ضرور اُسی جگہ جلا دیتے تھے۔ خون کو قربان گاہ کی چوکی پر اُنڈیل کر ریت یا مٹی میں جذب کر کے خشک کر دیتے تھے۔ اور بے شک اکثر اوقات اُس کے اُوپر تازہ مٹی یا ریت لا کر بچھا دی جاتی تھی۔

القصہ اس طرح مکھیوں سے پھیلنے والی بیماریوں کا خطرہ کم ہو جاتا تھا۔ کوڑھ ایک خطرناک بیماری تھی۔ اُس کا کوئی علاج معلوم نہ تھا۔ لیکن مریض کو باقی لوگوں سے علیحدہ کر کے مرض کو پھیلنے سے روک سکتے تھے اور احبار ۱۳ باب میں اِس بیماری کے انسداد کا یہی طریقہ بتایا گیا ہے۔ جتنی جلدی معلوم ہوتا کہ فلاں شخص کو یہ مرض لاحق ہو گیا ہے، اُسے الگ کر دیتے تھے۔ سینکڑوں برس بعد اسی طریقہ پر عمل کر کے برطانیہ کو کوڑھ کے مرض سے آزاد کیا گیا۔

پاک اور ناپاک جانوروں کے متعلق قوانین بہت دلچسپ ہیں۔ جدید تجربہ احبار ۱۱ باب کی بندشوں کو تسلیم کرتا ہے۔ بعض لوگ آج کل سؤر کا گوشت بے خطر ہو کر کھاتے ہیں۔ لیکن یہ بہت جلد سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اِس لئے مُوسوی شریعت کا اِسے ممنوع قرار دینا نہایت عقلمندی کی بات تھی۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ کوڑھ اور نجاست کی دُوسری قسموں کو جن کا ذکر اِس کتاب میں آیا ہے، گناہ کی مختلف مثالیں تصور کیجئے۔

۲۔ مسیح کے کاموں کے اُن پہلوؤں کا مُطالعہ کیجئے جو مختلف قربانیوں اور نذرانوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔

گنتی

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

خروج اور احبار کی طرح گنتی کی کتاب میں بھی اسرائیلی زندگی کے واقعات اور خُداداد قوانین سموئیے گئے ہیں۔ اگر یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ جس ترتیب سے قوانین لکھے گئے ہیں وہ ناممکن بات ہے یا یہ کہ کوئی مُصنّف ان دونوں کو اکٹھا بیک وقت لکھ نہیں سکتا تھا، تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ توریت کی پانچوں کتابیں ایک اہم مقصد کو پُورا کرنے کے لیے متفق ہیں اور کہ وہ ایک ہی زمانہ میں لکھی گئی ہیں۔

آگے چل کر بیابان کی آوارگی کے آغاز اور انجام کے واقعات قلمبند ہیں۔ دُوسرے اور چالیسویں سال کے درمیان اَور کوئی تاریخ یا سن و سال نہیں دیا گیا۔

خاص اشخاص اور ناموں کا ذکر جنہیں آئندہ نسل نہیں جانتی تھی، اکیسویں باب میں ایک قدیم گیت کے کچھ حصّے، ایسے قوانین جو مجموعی طور پر اُن حالات کا حوالہ دیتے ہیں جو مُوسیٰ کے زمانے کے بعد بدل گئے "مصر اور وہاں کے کھانوں کی طرف بار بار اشارہ، خیمۂ اجتماع کے بڑھتے ہُوئے سامان اور آدمیوں کے شمار میں مشکلات، یہ سب چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ مُوسیٰ ہی اس کتاب کا مُصنّف ہے۔

عبرانی میں اس کتاب کے عنوان کے معنی ہیں "بیابان میں"۔ لیکن ان الفاظ سے یہ مُراد نہیں کہ وہاں سوائے ریتلے صحرا کے اور کچھ نہیں تھا۔ آج بھی سینا کے جزیرہ نما میں نخلستان اور بہتے ہُوئے پانی کی ندیاں ہیں۔ علمِ طبقات الارض اور تاریخ شاہد ہے کہ یہ مقام گذشتہ زمانہ میں کہیں زیادہ سرسبز و شاداب تھا۔

"رِتمہ" کے معنی صدا بہار صنوبر کے درختوں کے ہیں اور "حصیرات" سے مُراد وہ گاؤں یا پڑاؤ ہوتا ہے جس کے گرداگرد باڑ ہو (۳۳ : ۱۸)۔ مدیان کے چرواہوں نے اپنے گلوں کے لئے یہاں چارہ اور پانی پایا (خروج ۲ : ۱۵ - ۱۶) اور جُوں جُوں مدیان اور ادوم کے نزدیک پہنچتے جائیں یہ چراگاہیں اور چشمے زیادہ ہوتے جاتے ہیں (۳۳ : ۳۷)۔

خیمہ کی ترتیب (دُوسرا باب) یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ہمیشہ سب بنی اسرائیل ایک ہی جگہ اکٹھے رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مختلف گروہ اپنے گلّے کے لیے نئی چراگاہوں

کی تلاش میں نکل جاتے اور واپس آ جایا کرتے تھے۔ (ذیل میں "بنی اسرائیل کا سفر" صفحہ ۲۰۳ دیکھیے)۔

تجزیہ

۱ - ۲	ابواب	قبیلوں کا شمار اور ڈیرے لگانے کی ترتیب۔
۳ - ۴	"	لاویوں کی خدمت۔
۵ - ۸	"	علیٰحدہ کئے جانے کے قوانین۔ نذیر۔ لاویوں کے نذرانے اور مخصُوصیت۔
۹ - ۱۰	"	پہلی عیدِ فسح اور آگے کی طرف کُوچ کرنا۔
۱۱ - ۱۲	"	شکایت اور بغاوت۔ ستّر بزرگوں کو مقرر کرنا۔ اسرائیلیوں کا اور بڑبڑانا۔
۱۳ - ۱۴	"	جاسُوسوں کا بیان۔ چالیس سال کی آوارگی کی پیشین گوئی۔
۱۵ - ۱۹	"	مختلف قوانین۔ ۳۷ سال کی آوارگی کے واقعات۔ قورح کی بغاوت۔ ہارُون کا پھلا پھُولا عصا۔
۲۰	باب	چٹان سے پانی نکالنا۔ ہارُون کی وفات۔
۲۱	"	پیتل کا سانپ۔ عوج اور سیحون کی شکست۔
۲۲ - ۲۴	ابواب	بلق اور بلعام۔
۲۵	باب	بعل فغور کا گناہ۔
۲۶	"	دُوسری مردم شماری۔
۲۷ - ۳۰	ابواب	وراثت۔ نذرانے اور منّتوں کے بارے میں قوانین۔
۳۱	باب	مدیانیوں کی تباہی۔
۳۲	"	یردن کے مشرق کا مُلک حصّہ میں دیا جانا۔
۳۳ - ۳۴	ابواب	بیابان میں سفر کرنے کی یادداشتیں اور مُلک کی حدیں۔
۳۵	باب	پناہ کے شہر۔
۳۶	"	بیٹیوں کی وراثت۔

مضامین

گو یہ کتاب صاف الفاظ میں بنی اسرائیل کی تکالیف اور شکایات، اُن کے بار بار گناہ میں گرنے، گردن کشی اور بغاوت کا ذکر کرتی ہے لیکن دراصل اِس کا مضمون یہوواہ کا تحمل اور برداشت اور اُس کا رحم ہے اور یہ کہ کس طرح وہ اُنہیں صحیح و سلامت بیابان میں سے مُلکِ موعُودہ میں لے آیا (زبور ۷۸)۔

اِس بیان میں مُوسیٰ کی شخصیت اور اُس کا کردار اُبھرا ہُوا نظر آتا ہے۔ لیکن وُہ صرف گھر میں خادم کی مانند ہے (عبرانیوں ۳: ۵)۔ خُدا حاکمِ اعلےٰ اور شریعت کا دینے والا ہے۔ الٰہی حکومت قائم ہو رہی ہے۔ لوگوں کی بغاوت کی سزا کے بعد (باب ۱۴) وُہ اُن کو ملکِ موعُودہ کا پھر وعدہ کر کے تسلی دیتا ہے (۱۵: ۲) اور اُن ایّام کے لئے اُنہیں قوانین عنایت کرتا ہے۔

جنگجُو آدمیوں کی مردم شماری نے (باب ۱) اُنہیں ایک قوم بنا دیا اور خیمہ گاہ کی ترتیب سے وہ ایک سیاسی گروہ بن گئے، اور لاویوں کی مخصُوصیت اِس امر کی شاہد ہے کہ بنی اِسرائیل ایک مذہبی جماعت ہیں۔ دُوسری مردم شماری اُن لوگوں کی یادگار کے ساتھ ختم ہوتی ہے جو بیابان میں مر گئے (۲۶: ۶۵)۔ اِس طرح جماعت کو یاد دلایا گیا کہ ایمان کی کمزوری کے باعث یہ نقصان ہُوا۔ لیکن باوجُود اس کے خُداوند اُنہیں چھوڑ نہیں دیتا بلکہ اپنے رحم و فضل سے اُنہیں بحال کرتا ہے۔

ا۔ بنی اِسرائیل کا سفر

باب ۳۳ اُن جگہوں کا خاکہ پیش کرتا ہے جن میں سے بنی اِسرائیل اپنی آوارگی کے چالیس سال کے دوران میں گُزرے لیکن آج ہم پُورے یقین سے اُن کا راستہ بتا نہیں سکتے کیونکہ ۴۲ ناموں میں سے صرف ۱۲ ایسے ہیں جن کی شناخت ہو سکتی ہے۔

جزیرہ نما سیناؔ کے جنُوب کے بعد اُنہوں نے قادِس برنیع کے شمال کا رُخ کیا، جہاں سے وُہ پھر جنُوب کو مُڑ گئے، اور اڑتیس برس تک خلیج عقابا کے جنُوب اور مشرق میں گھومتے رہے۔ ہمیں یہ معلُوم نہیں کہ عرب میں حجاز کے کون سے حصّے تک پہنچے۔ شاید قادِس (مُقدس) خیمہ سے متعلق ایک سے زیادہ جگہوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اِن میں ایک میں مشہُور چشمہ ہے جو عینِ مصفات یعنی سزا کا چشمہ کہلاتا ہے (پیدایش ۱۴: ۷)۔

ب۔ بنی اِسرائیل کا شُمار

بیس برس سے زیادہ عمر کے آدمیوں کی تعداد جو مصر سے نکل کر آئے تھے چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس (۶۰۳۵۵۰) دی گئی ہے (۱: ۴۶ بمقابلہ خرُوج ۱۲: ۳۷-۳۸)۔ اِس سے ہم اِس اندازے پر پہنچتے ہیں کہ کُل بنی اِسرائیل قریباً بیس لاکھ کے لگ بھگ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شمار ناقابلِ یقین اور غلط ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مشکل معمہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً لاویوں کا شمار بائیس ہزار (۳: ۲۱-۳۹) اور پہلوٹھوں کا بائیس ہزار دو سو تہتر (۲۲۲۷۳) دیا گیا ہے (۳: ۴۳)۔ لیکن اِن مسائل کا خواہ کچھ ہی جواب ہو، یہ تعداد بناوٹی اور مصنُوعی معلوم نہیں ہوتی۔ یہ کہنا درُست ہوگا کہ یہ اعداد کسی قدیم یادداشت سے اخذ کئے گئے ہیں، اور جب اُنہیں اِس طرح پیش کیا گیا ہے کہ ہماری سمجھ میں مشکلات پیدا ہو گئیں تو یہ اِس امر کا ثبُوت ہے کہ یہ من گھڑت یا بناوٹی بات نہیں۔

پروفیسر فلنڈرز پیٹری یہ کہنے پر اصرار کرتے ہیں کہ جس عبرانی لفظ "الف" کا ترجمہ "ہزار" ہے دراصل اُس کے معنی یہاں اور خرُوج ۱۲ میں "خاندان" یا "گروہ" کے ہیں (جیسے قضاۃ ۶: ۱۵ بمقابلہ یشوع ۲۲: ۱۴؛ ۱ سموئیل ۲۳: ۲۳؛ میکاہ ۵: ۲)۔ بیشک یہ تشریح کچھ مشکلات کا ازالہ کر دیتی ہے لیکن اِس سے کچھ اَور اُلجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ غالباً وینر[1] کی تشریح زیادہ قابلِ قبُول ہے کہ شاید جب کاتبوں نے اِن اعداد کو نقل کیا تو کچھ غلطی واقع ہو گئی۔

ایسے تمام اعداد کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کا تناسب تب ہی قائم ہو سکتا ہے جب ہمیں تمام حالات سے پُوری واقفیت ہو۔ اِس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں فوق الفطرت عناصر تاریخ کے ساتھ شیر و شکر ہو گئے تھے۔ اور یہاں خاص طور پر اِس امر پر زور دیا گیا ہے کہ بنی اِسرائیل جو مصر کی غلامی سے آزاد ہُوئے کثیر التعداد تھے (خرُوج ۱: ۹)، لیکن خُدا نے معجزانہ طریقہ سے اُن کی ضرُوریات کو پُورا کیا (اِستثناء ۸: ۳-۴)۔ وہ لوگ جو یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ معجزوں کا ہونا ممکن ہے، خواہ اِس بیان کی کچھ ہی تفصیل ہو، وہ اِس کی صداقت کو تسلیم کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔

1 Wiener

ح۔ بلعام

آوارگی کے آخر میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بیان بلعام کا ہے۔ وہ ذاتی طور پر یہوواہ سے واقف تھا۔ وہ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ مَیں ارام سے آیا ہُوں (۲۳ : ۷)۔ اور بیان ہے کہ شاہ موآب نے اُسے فتور سے بُلوایا "جو بڑے دریا (یعنے فرات) کے کنارے اُس کی قوم کے لوگوں کا مُلک تھا" (۲۲ : ۵)۔ یہاں اِشارہ یہ ہے کہ بلعام فدان ارام کے مُلک شاندار حاران سے آیا تھا جہاں ابرہام اور اُس کے خاندان نے کچھ عرصہ گزارا تھا (پیدایش ۱۱ : ۳۱) اور جہاں لابن رہتا تھا (پیدایش ۲۸ : ۵)۔ اُس کے الفاظ ایسی پیشین گوئیاں معلوم ہوتے ہیں جو وجد اور بے خودی کی حالت میں کی گئی ہوں (۲۴ : ۳-۴)۔ اُس کی آخری پیش گوئی میں خاص طور سے مُستقبل کا ذکر ہے (۲۴ : ۱۵-۲۴)۔ اُن میں سے بعض باتوں کا سمجھنا مشکل ہے لیکن "یعقوب میں سے ستارہ" مسیح کی طرف اِشارہ نظر آتا ہے۔

ویل ہاسن کے خیال کے علمائے عام طور پر اِن نبوّتوں کو نویں صدی ق۔م سے منسوب کیا ہے لیکن پروفیسر ڈبلیو۔ ایف البرائٹ[1] نے حال ہی میں ثابت کیا ہے کہ اِن پیشین گوئیوں میں جو اشارے ہیں، وہ بلعام کے زمانہ سے ہی متعلق ہیں۔

بعض نقاد کے مُطابق بلعام کی گدھی کا بولنا روایات اور قصّہ کہانی کے سوا اور کچھ نہیں، لیکن اِس کی مندرجہ ذیل تفاسیر ہو سکتی ہیں۔

اوّل۔ یہ گدھی حقیقت میں بول رہی تھی۔

دوم۔ نبی نے سمجھا کہ الفاظ گدھی کے مُنہ سے نکل رہے ہیں۔

لیکن ۲-پطرس ۲ : ۱۶ کی رُو سے پہلی صحیح اور موزوں تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ "یہ باتیں اُن پر عبرت کے لئے واقع ہُوئیں" (۱-کرنتھیوں ۱۰ : ۱۱)۔ اِس کتاب کے واقعات سے ہماری کیسی حوصلہ افزائی اور تنبیہ ہوتی ہے؟

۲۔ اِس میں مسیح کے بارے میں کون کون سی مثالیں اور پیش گوئیاں مِلتی ہیں؟

1 Prof. W. F. Albright

اِستثناء

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اِس کتاب کا دعویٰ ہے کہ اِس میں مُوسیٰ کے ان واعظوں کا خلاصہ درج ہے جو اُس نے بنی اِسرائیل کے کنعان میں داخل ہونے سے کچھ دیر پہلے دیئے۔ اُس کے ساتھ ہی ایک ضمیمہ ہے جس میں مُوسیٰ کی موت کا ذکر ہے۔ اِس دعویٰ سے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

۱۔ یہ دعویٰ قطعی طور پر پُرزور الفاظ میں وقت اور جگہ کی تفصیلات کے ساتھ کیا گیا ہے (۱ : ۱-۶ ؛ ۴ : ۴۴-۴۶ ؛ ۲۹ : ۱)۔ اگر یہ بیانات دُرست نہ ہوتے تو مُصنّف کو جعل سازی کے الزام سے بری کرنا دُشوار ہوتا۔

۲۔ اس بڑے رہنما کے یہ الفاظ اُس اندرُونی فکر و تردد کا اظہار ہیں جو اُسے اپنی قوم کے افراد کے لئے تھا۔ اُن کے تجربوں میں وہ آپ شریک تھا۔ اس کتاب سے اُس کی شخصی ایمان داری اور خیالات کی یک سُوئی صاف عیاں ہوتی ہے۔ اُس میں ہمیں ایسی حقیقت کی فضا نظر آتی ہے جو اُس موقع و محل کے عین مُطابق تھی اور کسی اور جگہ اور وقت سے مُتعلق نہیں ہو سکتی ہے۔

۳۔ پہلے باب سے دسویں باب تک جُغرفیائی تفصیلات مندرج ہیں۔ یہ تفصیلات اور مصر کا بار بار ذکر اِس بات کی علامت ہے کہ یہ کتاب کافی قدیم ہے۔

۴۔ مُلکِ کنعان میں بسنے کے پیش نظر کہانتی قوانین کی ترمیم، اُسے فتح کرنے کی اُمید اور وہاں صُلح و امن سے سکونت کرنے کی خواہش جو کبھی بھی پُورے طور پر بر نہ آئی، ایسی باتیں ہیں، جو من گھڑت نہیں ہو سکتیں۔

۵۔ اِس میں کسی ایسی رِوایت یا خیالی قصّے کی جھلک نظر نہیں آتی جو صدیوں سے سینہ بہ سینہ چلی آئی ہو اور بعد ازاں اِس کتاب میں درج کر لی گئی ہو۔ ہم کسی ایسے واقعہ سے دوچار نہیں ہوتے جو حقیقت اور اصلیت سے بعید ہو اور محض مُصنّف کے تخیل کا نتیجہ ہو۔

اَبواب ۳۲ اور ۳۳ (جو مُوسیٰ کے گیت اور برکات پر مُشتمل ہیں) کئی عُلماء کی نظر

CS CamScanner

میں قابلِ اعتراض ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابواب کسی اور زمانہ میں کسی مختلف مصنّف نے تصنیف کیے تھے۔ لیکن اِس رائے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ گیت کی ایک مثال خروج ۱۵ باب میں پائی جاتی ہے۔ اُس سے خدا کی عظمت و بزرگی اور بنی اسرائیل کی بغاوت اور سرکشی عیاں ہوتی ہے اور یہی حقیقت پہلے حصے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اِن آیات کی نظمی صورت کی وجہ سے اُنہیں بڑی آسانی سے حفظ کیا جا سکتا تھا۔

اِس موقع پر موسیٰ کا برکت دینا برمحل معلوم ہوتا ہے اور ایسے شخص کے لئے ایک قدرتی امر ہے جو فی الحقیقت اپنی قوم کا باپ تھا۔ یسورون یعنی "چھوٹا راستباز" بنی اسرائیل کے لئے اسم تصغیر ہے اور پیار کے لئے آیا ہے۔ یہ لفظ بڑھاپے میں موسیٰ کے ہونٹوں پر بہت زیب دیتا ہے۔ حوالوں یا اشاروں کا صاف نہ ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمام واقعہ بہت قدیم ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ آخری باب کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کتاب موسیٰ کی تصنیف نہیں، بلکہ موسیٰ کے زمانہ میں اِس کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا۔ ڈی واٹ اور اُس کے ہم خیال لوگوں کا دعویٰ ہے کہ استثنا کی کتاب یوسیاہ کے عہد میں یا اِس سے کچھ پہلے مکمل لکھی گئی تھی۔ اُن کا خیال ہے کہ چند دیندار کاہنوں کی ایک جماعت نے اِسے تصنیف کیا۔ یہ لوگ شمالی سلطنت میں جلاوطن تھے۔ اُنہوں نے قدیم مسودوں کی مدد سے اِسے مرتب کیا۔ پھر شاید کتاب کھو گئی تھی یا دیدہ دانستہ اِسے ہیکل میں چھپا دیا گیا۔ اور جب یوسیاہ بادشاہ نے ہیکل کی صفائی اور مرمت کا حکم دیا تو یہ کتاب خلقیاہ کاہن کو مل گئی۔ یہ کتاب اُس مذہبی اصلاح کا باعث بنی جو بعد میں ظہور میں آئی (۲ سلاطین ابواب ۲۲، ۲۳)۔

اِسے موسیٰ کے بہت بعد کی تصنیف فرض کرنے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔ (۱) نبوتی اندازِ بیان اور نقطۂ نگاہ۔ (۲) بعض مقامات پر کہانتی قوانین سے اختلافات کا الزام۔ (۳) مرکزی عبادت گاہ کا قانون جو اِس میں مذکور ہے لیکن پہلے کسی کو معلوم نہ تھا اور یوسیاہ کے عہد میں پہلی دفعہ اُس کا اعلان ہوا۔

تمام تنقیدی سلسلہ کی بنیاد جے-ای-ڈی اور پی کے سن و سال پر رکھی گئی، تاکہ بادشاہت کے آغاز، انبیاء کے زمانے اور جلاوطنی اور اُس کے بعد کے زمانے سے مطابقت کھائے۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ حال ہی میں وہی علما جو دستاویزی تجزیہ کو تسلیم کرتے ہیں مذکورہ بالا تاریخ کی صداقت کو نہیں مانتے۔

پروفیسر اے۔سی۔ویلش[1] اِس کتاب کے بیشتر حصے کو اِس سے بہت قدیم سمجھتا ہے۔ ہولشر اور کینیٹ[2] اِس کو جلاوطنی کے زمانہ کی تصنیف بتاتے ہیں۔ اور پروفیسر ایڈورڈ رابرٹسن کا نظریہ یہ ہے کہ سموئیل نے اِسے موجودہ شکل میں مرتب کیا۔ یہ تمام متفرق خیالات اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ محض خیال آرائیاں ہیں۔ ذیل میں مرکزی عبادت گاہ کے سوال پر غور کیا گیا ہے۔

۳۱: ۹-۱۳ و ۲۴ میں مرقوم ہے کہ موسیٰ نے یہ شریعت کی باتیں لکھیں تاکہ ہر ساتویں سال بلند آواز سے پڑھی جا سکیں۔ شاید یہ اشارہ صرف قانونی حصہ کی طرف ہے، لیکن غالباً تمام کتاب پر عاید ہوتا ہے (دیکھئے ۱:۵ اور یشوع ۱:۸)۔ آئندہ زمانہ کے کاہن اِس حوالہ کو ایسی مبہم حالت میں کبھی نہ چھوڑتے۔

تجزیہ

۱:۱ - ۴:۴۳	تمہیدی کلمات اور گزشتہ تجربات کی یاد۔
۴:۴۴ - ۱۱:۳۲	دس احکام اور اُن پر عمل کرنے کے لئے نصیحت خاص کر پہلے دو احکام کے لئے۔
۱۲ - ۲۶ ابواب	اُن قوانین کا مختصر خاکہ جو لوگوں سے متعلق تھے یعنی قربانی چڑھانے کا طریقہ، ناپاک اور پاک گوشت، سالانہ عیدیں، بادشاہ کے فرائض اور دوسرے معاشرتی، مذہبی اور عدالتی فرمان۔
۲۷ - ۳۰ "	برکتیں اور لعنتیں اور سنجیدہ قول و اقرار۔
۳۱ - ۳۴ "	شریعت کا لکھا جانا، موسیٰ کا گیت، اُس کا برکت دینا اور وفات۔

مضامین

اگر اِس کتاب کے پڑھتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے تو بہت سی غیر ضروری مشکلات سے بچ سکتے ہیں۔

1 Prof. A.C. Welch 2 Holscher and Kennett

ا۔ اُن لوگوں کے حالات جن سے مُوسیٰ نے خطاب کیا۔
ب۔ وہ مقاصد جو مُوسیٰ کے پیشِ نظر تھے۔

۴۰ سال کا عرصہ ہُوا، جب کوہِ سینا پر شریعت دی گئی تھی، اور وہ تمام افراد جن کی عمر اُس وقت ۲۰ برس سے زیادہ تھی وفات پا چکے تھے (گنتی ۱۴: ۲۹-۳۳؛ ۲۶: ۶۴، ۶۵)۔ لہٰذا مُوسیٰ اِس نئی پُشت کے سامنے گذشتہ تاریخ کا مختصر خلاصہ بیان کرتا ہے۔ نیز اُن لوگوں کی ذہنی لیاقت کے مُطابق نرم الفاظ میں شریعت کی تفسیر اور تشریح کرتا ہے۔

بیشتر ازیں احبار کی کتاب کاہنوں اور لاویوں کے لئے بطور یادداشت و رہنما لکھی جا چکی تھی۔ وہ باتیں جو اِستثنا میں مُندرج ہیں اُن کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان اپنے خُدا اور پڑوسی سے محبت رکھے (اِستثنا ۶: ۴-۵؛ ۱۵: ۷ مُقابلہ کیجیے مرقس ۱۲: ۱۹)۔ پانچویں باب میں دس احکام کو پھر دُہرایا گیا ہے۔ اِس کے بعد جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ اصل میں اِسی تعلیم کی تفصیل و تشریح ہے۔

اِس میں پچھلی کتابوں کے مضامین کو امرِ مسلمہ مان لیا گیا ہے۔ مثلاً اِستثناء ۲۴: ۸-۹ میں احبار ۱۳: ۶؛ ۱۴: ۲ اور گنتی ۱۲: ۱۰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ مثال اِس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ احبار، اِستثنا کے بعد کی تصنیف نہیں ہے۔ اور چونکہ اِن دونوں کتابوں کی تصنیف کی غرض وغایت ایک دُوسرے سے الگ ہے، اِس لئے ایک کتاب میں دُوسری کتاب کے پُورے اور مکمل حوالہ جات دیئے نہیں گئے ہیں۔

اِس بات کے مدِّنظر کہ بنی اسرائیل مُسافرت کے بعد کنعان میں سکونت پذیر ہونے کو تھے شریعت کی چند ایک قابلِ غور اصلاحات ہیں۔ اِسی لئے اِستثناء باب ۱۲ میں جانوروں کو ذبح کرکے کھانے کے لئے احبار ۱۷ باب سے زیادہ آزادی دی گئی ہے۔ اِستثناء ۱۶ میں احبار ۲۳ باب کا مضمون درج ہے، لیکن اِس کے علاوہ عیدیں منانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ احبار ۲۵ باب میں قرض سے چھٹکارے کا ذکر ہے۔ اِستثناء ۱۵ باب میں اِس ہدایت کا اضافہ کیا گیا کہ فراخ دلی اور رحم سے قرضدار کو چھوڑ دیا جائے۔

شریعت کے دوبارہ دیئے جانے میں خُدا کی اپنی قوم سے محبت اور غریب اور حاجتمند لوگوں کے لئے اُس کی فکرمندی نظر آتی ہے۔ اِن خاص قوانین کی غرض یہ نہیں تھی کہ بنی اسرائیل پر ایک بھاری جُوا رکھا جائے۔ وہ بھُوک اور سختی کے دن دیکھ

چکے تھے (۸: ۳) لیکن اب خُداوند تعالےٰ اپنی محبت کی وجہ سے (۷: ۸) اپنے لوگوں کو قوانین اور فیصلہ جات عطا کرتا ہے تاکہ وہ اُس کی راہوں پر چلنے کے قابل ہو جائیں (۸: ۶) اور اُن کی بہتری ہو (۸: ۱۶)۔ یہ احکام خُدا ترسی، ہمدردی اور انسان دوستی پر مبنی ہیں اور بہت مناسب اور معقول معلوم ہوتے ہیں۔

ا۔ کاہن اور لاوی

سب کاہن لاوی بھی تھے۔ لیکن سب لاوی کاہن نہ تھے۔ یہ یُوں ہی ہے جیسے کہ بشپ، آرچ ڈیکن اور ڈیکن سب پادری ہیں، مگر اُن کے مراتب میں فرق ہے۔ اسی طرح اِستثنا میں "لاوی کاہن" (پانچ دفعہ)، "بنی لاوی جو کاہن ہیں" (دو دفعہ) اور "کاہن" (سات دفعہ) کے الفاظ ایک ہی قسم کے لوگوں کے لئے آئے ہیں۔ ۲۰: ۲ میں کاہن سے مُراد سردار کاہن ہو سکتا ہے۔

لاویوں کا ذکر چودہ دفعہ آیا ہے، جہاں بعض جگہ یہ تمام قبیلہ کی طرف اِشارہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اِستثناء کے عام بیانات اور احبار کی مُفصّل ہدایات میں اختلاف پایا جائے۔

ب۔ مرکزی عبادت گاہ

عبادت کے مرکزی نظام کے بارے میں اِستثناء کی تعلیم خاص اہمیت رکھتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر عُلماء کہتے ہیں کہ یُوسیاہ سے پیشتر کوئی شخص ان قوانین سے واقف نہیں تھا اور نیز قدیم زمانے میں توریت کی تعلیم کے برعکس اُونچے مقامات پر قربانی گذراننے کی عام اجازت تھی۔ لیکن عہدِ عتیق میں قربانی کے مسئلہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاق و سباق اِس دعوے کو ثابت نہیں کرتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں صُورتیں مِل کر ایک مکمل اور پُوری چیز بنتی ہیں۔ اور بعد ازاں اگر اور کوئی مشکل رہ جائے، تو وہ تمام مسئلے مندرجہ بالا مفروضات کے مقابلہ میں بالکل معمولی اور ناچیز ہیں۔

ا۔ بزرگانِ اسرائیل کے زمانے میں مختلف وقتوں میں قربان گاہیں بنائی گئی تھیں اور وہ یا تو ایسی جگہوں میں تھیں، جہاں کسی خُدا کے خادم نے بہت دیر تک قیام کیا تھا (پیدائش ۱۲: ۸) یا جہاں خُدا نے اپنی خاص حضوری کا اظہار کیا تھا (پیدائش ۳۵: ۷)۔

مصر سے رہائی پانے کے بعد مُوسیٰ نے عمالیقیوں پر فتح پانے کی یادگار میں رفیدیم کے مقام پر ایک قربان گاہ بنائی (خروج ۱۷: ۱۵)۔ اُس کے کچھ عرصہ کے بعد خُداوند

خداوند نے ایسی قربان گاہوں کے متعلق اپنا فرمان دیا (خروج ۲۰: ۲۲-۲۶)۔ یہ حصہ (جو جے یا ای سے منسوب کیا گیا ہے)، ڈی اور پی کے قوانین (جو بعد میں مرتب کئے گئے) کے خلاف بتایا جاتا ہے۔ لیکن جب اُسے سیاق و سباق میں رکھتے ہیں، تو صاف ظاہر ہے کہ اِس میں بُت پرستی کی ممانعت کی گئی ہے اور اُس زمانے کے لئے کہ ہنوز خیمۂ عبادت کھڑا نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا حکم دیا گیا جس پر خود مُوسیٰ بہت جلد عمل پیرا ہُوا (خروج ۲۴: ۴-۵)۔ علاوہ ازیں خُدا نے اُن کے متعلق برکت دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

"جہاں جہاں مَیں اپنے نام کی یادگاری کراؤں گا، وہاں مَیں تیرے پاس آکر تجھے برکت دُوں گا" (خروج ۲۰: ۲۴)۔

"جہاں جہاں" کو "تمام جگہوں" کے مترادف سمجھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ شاید وہ موعودہ سرزمین کا حوالہ ہوگا (قضاۃ ۶: ۲۴ و ۲۔سموئیل ۲۴: ۲۵) یا اِس کا مطلب ہے "وہ ہر جگہ جہاں خیمۂ اجتماع لگایا جائے"، اور ساتھ ہی یروشلیم اور سیلا (یرمیاہ ۷: ۱۲)۔ لیکن اِس سے ہرگز اُونچے مقامات مُراد نہیں تھے، جو بعد ازاں بندگانِ خدا کے لئے جال اور پھندہ ثابت ہُوئے۔

۲۔ عبادت کا خیمہ کھڑا کئے جانے کے بعد احبار باب ۱۷ میں صاف و صریح ہدایات دی گئی ہیں کہ کون کون سے جانور قربان کئے جا سکتے ہیں (۱۷: ۱-۷)، اور کون کون کھائے جا سکتے ہیں (۱۷: ۱۰-۱۶)۔ سلامتی کے ذبیحہ کی قربانی کا قانون (احبار ۳ باب اور ۷: ۱۱-۲۱) قربانی چڑھانے والوں کو اجازت دیتا تھا کہ ذبیحہ کے گوشت کے خاص حصّوں کو قربانی کے طور پر گذراننے کے بعد باقی گوشت کھائیں۔

احبار ۱۷: ۷ میں "بکروں" کا حوالہ اُن دستوروں کو ظاہر کرتا ہے جو توہمات اور بُت پرستی پر مبنی تھے، اور اُس زمانے میں رائج تھے۔ لیکن اُن کی اصل حقیقت ظاہر نہیں۔ مُوسوی شریعت کے خاص مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ لوگوں کو بُت پرستی کی عادت سے چھڑایا جائے۔

۳۔ اِستثنا کی کتاب اُن قوانین کا مجموعہ ہے جو بنی اسرائیل کے مُلک کنعان میں بس جانے کے لئے تیار کیا گیا۔ لہٰذا پہلے قوانین کی نظرِ ثانی کی گئی اور اُس وقت کے لئے تب وریز سوچی گئیں، جب اپنے دُشمنوں سے آزاد ہوں گے (اِستثنا ۱۲: ۱۰ و ۱۱)۔

اِس منتخب شُدہ جگہ کا صاف اور صریح الفاظ میں بیان نہیں کیا گیا۔ اگلا پہلا حوالہ خیمہ کے لئے دیا گیا ہے جو فتح کے بہت جلد بعد سیلا میں کھڑا کیا گیا تھا (یشوع ۱۸: ۱)۔

یردن کے پار ڈھائی قبیلوں نے چاہا کہ ایک بڑی قربانگاہ بنائیں، لیکن باقی لوگوں نے فینحاس کے ماتحت اُس کے خلاف سخت احتجاج کیا اور یردن کے پار سکونت کرنے والے اسرائیلیوں کو بیان کرنا پڑا کہ وہ قربان گاہ ایک علیحدہ اور مُقابلے کی عبادت گاہ نہیں ہوگی بلکہ اُس کا مقصد یہ ہوگا کہ بنی اسرائیل کے سب قبیلوں کے درمیان ایک گواہ ہو (یشوع ۲۲ باب)۔ ظاہر ہے کہ اِس بیان کا تعلق اِسی زمانے سے ہے۔

۴۔ قاضیوں کے زمانہ میں، جب کوئی بادشاہ نہیں تھا، بنی اسرائیل کے بیشتر لوگ شریعت سے ناواقف تھے۔ ہر ایک شخص کی نظر میں جو کچھ اچھا ہوتا تھا، وُہی کرتا تھا (قضاۃ ۲۱: ۲۵)۔ کاہنوں کا فرض تھا کہ وہ عام لوگوں کو تعلیم دیں (اِستثنا ۳۱: ۹، ۱۳)۔ اِسی طرح والدین کے لئے لازمی تھا کہ شریعت کی باتیں بچّوں کو سکھائیں اور اُسے اپنے گھر کی چوکھٹوں اور اپنے پھاٹکوں پر لکھیں (اِستثنا ۶: ۶-۹)۔ لیکن وفادار گھرانوں میں بھی صرف اہم فرمان اِسی طریق سے لکھے جاتے تھے (آج بھی قوم یہود میں یہی طریقہ رائج ہے)۔ شریعت کے مکمل نسخے شاذ و نادر ہی ملتے تھے۔ غالباً ایک کتاب سیلا میں عہد کے صندوق کے پاس بہت حفاظت سے رکھی جاتی تھی۔ اِسے اور چند ایک دُوسری جلدوں کو تعلیم دینے کے لئے اِستعمال کیا کرتے تھے (اِستثنا ۳۱: ۹-۱۳ اور ۱۔سموئیل ۳: ۱)۔ لیکن دُوسرے اشخاص جو زیادہ خُداپرست نہ تھے اُونچے مقامات پر پرستش کرنے کے باعث بُت پرستی میں پھنس گئے۔

۵۔ جب فلستی عہد کا صندوق اپنے ہاں لے گئے تو سیلا کی قدر گھٹ گئی (۱۔سموئیل باب ۴)۔ اُس وقت سے لے کر ہیکل کی تعمیر ہونے تک متواتر جنگ ہوتی رہی۔ وُہ پُرامن زندگی جس کا بیان اِستثنا ۱۲ باب میں ہے حاصل نہ ہُوئی۔ چنانچہ سموئیل مصفاہ اور دُوسری جگہوں پر قربانیاں گذرانتا رہا (۱۔سموئیل ۷: ۹) اور سلیمان جبعون میں (۱۔سلاطین ۳: ۴)۔ اِس سلسلے میں اُونچے مقامات پر قربانیاں گذراننا قابلِ مُعافی تھا۔

۶۔ سُلیمان کی سرکردگی میں لوگوں کا کامل اتحاد، صُلح و سلامتی کا قیام اور ہیکل کی تعمیر نے عبادت گاہ کو مرکزی جگہ بنا دینے کے لئے حالات پیدا کر دیئے۔ یروشلیم مرکز ٹھہرا۔ اب بھی اُونچے مقامات پر قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں، لیکن ہر وقت اُن کی مذمّت ہوتی رہتی تھی۔

۷۔ سُلطنت کی تقسیم کے بعد حالات پھر بدل گئے۔ یربعام نے دان اور بیت ایل میں

عبادت گاہیں تعمیر کیں تاکہ دیندار لوگوں کو یروشلیم میں جانے سے باز رکھے۔ شمالی سلطنت میں یہوواہ کے لئے بہت سے مقامات پر مذبحے بنائے گئے۔ اور ایلیاہ نے اُن کی تباہی کو بیدینی کی علامت سمجھ کر ماتم کیا (۱۔ سلاطین ۱۸ : ۳۰ و ۱۹ : ۱۰)۔ یہوواہ میں بھی اُونچے مقامات پر عبادت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ عبادت بعض اوقات یہوواہ کے لئے لیکن عموماً اُس مُلک کے دیوتاؤں کے لئے ہوتی تھی۔ آخز بادشاہ اِن کاموں میں ہمت افزائی کرتا تھا (۲۔ سلاطین ۱۶ : ۴) لیکن حزقیاہ نے بڑی سختی سے اُنہیں بند کیا (۲۔ سلاطین ۱۸ : ۴)۔

۸۔ یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کہ پچاس سال تک، جب منسّی کے زمانے میں بُت پرستی ہوتی رہی، اور اُس کے بیٹے امّون کے ماتحت بھی یہی سلسلہ جاری رہا، تو بنی اسرائیل شریعت کے احکام کو بھول گئے۔ اِس لئے شریعت کی کتاب کے ہیکل میں پائے جانے کے بعد جو کچھ ہُوا (۲۔ سلاطین ۲۲ : ۸) وہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ فی الحقیقت یہ مذہبی اصلاح تھی۔ یہ بات اِس سے پہلے کے بیانات اور اندازِ تحریر سے ثابت ہے کہ "توریت کی کتاب" سے گرامر یا تاریخ کے لحاظ سے سوائے مُوسوی شریعت (توریت) کے اور کوئی مفہوم نہیں ہو سکتا۔ اِن الفاظ سے عیاں ہے کہ یہ کسی ایسی چیز کی طرف اِشارہ ہے جس سے پہلے بھی لوگ واقف تھے اور کوئی ایسی چیز مُراد نہیں، جو پہلی دفعہ ہی ظاہر ہُوئی ہو۔

یرمیاہ کی شہادت (یرمیاہ ۷ : ۱۲ - ۱۴)، جس میں صاف طور پر استثنا ۱۲ : ۱۱ اور سیلا کی طرف اِشارہ ہے، اِس بات کا ایک اَور ثبوت ہے کہ یوسیاہ کسی نئی بات کا اعلان نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ لوگوں کو مُوسیٰ کی بتائی ہُوئی شریعت کی طرف واپس لا رہا تھا جس پر اُس کے باپ دادا نے کچھ عرصہ تک عمل کیا تھا لیکن پھر اس سے منحرف ہو گئے تھے۔ استثنا کی کتاب میں اُس زمانے کے حالات و مقامات کے ذکر کا مفقود ہونا اِس بات کی علامت ہے کہ یہ پہلے زمانے کی تحریر ہے۔ اگر یہ یوسیاہ کے زمانے کی تحریر ہے تو کیوں مؤرخ نے یروشلیم جیسے مشہور شہر کا ذکر نہیں کیا؟

ج۔ عہدِ جدید سے تعلق

استثنا میں مسیح کی بابت ایک صاف پیشینگوئی ہے۔ خُدا نے مُوسیٰ سے وعدہ کیا کہ وہ اُس کی مانند ایک نبی برپا کرے گا (۱۸ : ۱۵ - ۱۹)، اور جب اِس کتاب کے آخر میں (۳۴ : ۱۰ - ۱۲) اِس حوالہ کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے تو یہ اُمید بھی ظاہر کی گئی ہے کہ شخصی طور پر یہ پیش گوئی پُوری ہوگی۔ پطرس نے اعمال ۳ : ۲۲ اور ستفنس نے اعمال ۷ : ۳۷ میں یہ

الفاظ خُداوند مسیح کے لئے استعمال کئے۔

نبی کی حیثیت سے خُداوند مسیح نے باپ کو صاف و صریح طور پر ظاہر کیا (یُوحنا ۱ : ۱۸ و گنتی ۱۲ : ۶ - ۸ و استثنا ۳۴ : ۱۰) اور درمیانی بن کر ایک بہتر اور لاتبدیل عہد قائم کیا (عبرانیوں ۹ : ۱۵ - ۲۸)۔

نئے عہد نامہ میں اسّی مرتبہ استثنا کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اَور کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں ہُوا (خاص طور سے مندرجہ ذیل اقتباسات مُلاحظہ کیجئے رُومیوں ۱۰ : ۶ - ۸ و عبرانیوں ۱۲ : ۲۹ و ۱۳ : ۵)۔ ہمارے خُداوند نے شیطان سے بچنے کے لئے اِسی کو اپنے لئے ڈھال بنایا (استثنا ۶ : ۱۳ و ۱۶ و ۸ : ۳ و متی ۴ : ۴ و ۷ و ۱۰) اور شریعت اور انبیاء کے صحائف کے خُلاصہ کا پہلا حصّہ جو اُس نے بیان کیا (۶ : ۴ و ۵ و متی ۲۲ : ۳۷ و ۳۸) اِسی سے ماخُوذ ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ نئے عہد نامہ میں استثنا کے حوالہ جات پر ریفرینس بائبل کی مدد سے غور کیجئے، اور جو تعلیم اُن میں پائی جاتی ہے، اُس کا خلاصہ لکھئے۔

۲۔ اُن حوالہ جات کو تلاش کیجئے، جن سے اِس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ خُداوند اپنے بندوں، غریبوں اور مظلوموں سے محبت رکھتا ہے۔

دسواں باب

بنی اسرائیل کی تاریخ

تاریخی کُتب میں مندرجہ ذیل صحائف شمار کیے جا سکتے ہیں :-
یشوع ، قضاۃ ، رُوت ، ا و ۲ - سموئیل ، ا و ۲ - سلاطین ، ا و ۲ تواریخ ، عزرا ، نحمیاہ اور آستر - اس فہرست کی آخری پانچ کتابیں عبرانی متن کے "نوشتوں" میں آئی ہیں ، اور باقی کو قدیم انبیاء کے مجموعہ میں درج کیا گیا ہے - ہم اس بیان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے -

یشوع ، قضاۃ ، رُوت ، ا و ۲ - سموئیل کی کُتب اسرائیلی سلطنت کے قیام تک کا بیان کرتی ہیں - سلاطین اور تواریخ کی کتابیں پہلو بہ پہلو دو داستانوں کی صورت میں اسیری تک کا ذکر کرتی ہیں - عزرا اور نحمیاہ اسیری سے واپسی کا بیان ہے اور آستر فارسی اور مادی بادشاہوں کے زمانے کا ایک واقعہ ہے -

اصل میں نحمیاہ اور عزرا کے علاوہ باقی تمام کتابوں کے مُصنّفین سے ہم پُورے طور پر واقف نہیں - بیشک یشوع اور سموئیل کا بیشتر حصّہ اُنہوں نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا (ا - تواریخ ۲۹ : ۲۹) ، لیکن یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اُن کی کتابیں اُن کی موت کے بعد مرتب ہُوئیں - بہت سے صحائفِ انبیاء اور کُتبِ تاریخ اُن کے ماخذ قرار دیئے جاتے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ اِس بات کی خاص کوشش کی گئی تھی کہ ٹھیک حالات اور درست واقعات قلمبند کیے جائیں - یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے لُوقا نے انجیل لکھتے وقت یہ بات ہم پر واضح کی ہے (لُوقا ۱ : ۱ - ۴) -

کُتبِ مذکورہ بالا اِس بات میں بھی لُوقا کی انجیل سے مشابہت رکھتی ہیں کہ وہ محض تواریخ ہی نہیں ہیں - خواہ اُن میں چند اشخاص اور خواہ تمام قوم کے تجربات مندرج ہوں ، در اصل اُن کا موضوع یہ ہے کہ خُدا اُن سے کس قسم کا برتاؤ کرتا رہا -

خُدا کے اُس عہد کا اثر جو اُس نے ابرہام ، اضحاق اور یعقوب سے باندھا تھا ، نسب ناموں کی تشکیل اور اُن کے مضامین پر بھی ہُوا - یہ مضامین اِن کتابوں میں

پائے جاتے ہیں - اُن کی غرض و غایت یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ وہ تمام باتیں اپنے وقت پر تکمیل تک پہنچیں - اسرائیل کی تاریخ میں واقعات اور مضامین اِس طرح چُنے گئے ہیں جس سے ذیل کے حقائق پر روشنی پڑے :-

(۱) اُن کی مِصر کی غلامی سے مخلصی - (۲) اُن کی بلاہٹ اور برگزیدگی ، کہ وہ خُدا کے خاص چُنے ہُوئے لوگ ہیں - (۳) اُنہیں الہامِ ربّانی کے حاصِل ہونے کا شرف بخشا گیا (رومیوں ۳ : ۲) -

شاہانِ اسرائیل کے عہدِ حکومت کو قلمبند کرتے وقت مندرجہ ذیل امُور کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے -

۱- کیا اُنہوں نے خُدا کی نظر میں نیکی کی یا بدی ؟

۲- کیا وہ اپنے باپ داؤد کے نقشِ قدم پر چلے یا اُنہوں نے نباط کے بیٹے یُربعام کی مانند بُری راہوں کو اختیار کیا ؟

نہ صرف یشوع ، سموئیل ، داؤد اور سُلیمان جیسے بہادر اور مشہور اشخاص کے کارناموں اور اُن کی امتیازی خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے بلکہ اِملہ کے بیٹے میکایاہ جیسے گمنام شخص کے الفاظ اور اُن غریب عورتوں کی داستان کے لیے گنجائش نکالی گئی ہے جو ایلیاہ اور الیشع کی خدمت بجا لاتی تھیں -

سو یہ کتابیں خُدا کے عجیب و غریب کاموں کا بیان کرتی ہیں (زبور ۱۱۱ : ۴) کہ اُس نے کس طرح زور آوروں کو گرا کر مسکینوں کو سر بلند کیا - وہ اُس کی پاکیزگی ، اُس کے تحمل ، اُس کی ہمدردی اور تائب شخص کو معاف کرنے کے لیے مُستعدی کھوئے ہُوؤں کے لیے تلاش اور اُن کی واپسی پر خوشی کے اظہار کی خوبصورت تصویر کھینچتی ہیں - وہ انبیاء کے تجربے اور اُن کی خدمت کی تکمیل کی داستان سُناتی ہیں - جو سبق ہم تواریخ کی کتابوں میں اشخاص کے اعمال سے حاصل کرتے ہیں وُہ ہی ہم نبیوں کے صحیفوں کی تعلیم سے حاصِل کرتے ہیں - وہ نہ صرف نبوتوں کا ذکر کرتی ہیں بلکہ اُن کی تکمیل کا بھی - اُن کے پڑھنے سے ہم خُدا کی نجات کے بڑے مقصد کی عملی تشکیل و تکمیل کو اپنی آنکھوں سے صفحۂ تاریخ پر دیکھتے ہیں - یہ کتابیں اِس مضمون پر روشنی ڈالتی ہیں کہ خُدا کے بیٹے کے دُنیا میں آنے کے لیے کس طرح راہ تیار ہُوئی -

صحائفِ انبیاء کی مانند اُن میں بھی یہ خیال مُوجود ہے کہ بنی اسرائیل ایک برگزیدہ قوم اور اُس میں ایک خاص بقیّہ ہے - پھر اِس بقیّہ میں سے ایک برگزیدہ خادم ، جو

کلامِ مُقدّس میں شاخ، ابنِ داؤد اور خدا کا پیارا بیٹا کہلاتا ہے۔ صحائفِ انبیاء اور تواریخ متواتر آگے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ رہنمائی کرنے والے کھمبوں کے ایک سلسلے کی طرح مسیحِ موعود کی طرف لے جاتے ہیں۔ نسب نامے اور واقعات ایک ایسی زنجیر بن جاتے ہیں جس میں خدا کے تخلیقِ آدم کے مقصدِ اوّلین اور مسیح میں بنی نوعِ انسان کے آخری مقصد آپس میں مِل جاتے ہیں۔

اِس امر کا غور سے مطالعہ کرنا چاہئے کہ مسیح نے عہدِ عتیق کی تاریخ کو کس طرح استعمال کیا۔ اُس نے اِس کے عام خاکے یا اُس کے کسی چھوٹے سے حصے پر کبھی شک نہیں کیا۔ وہ داؤد اور نذر کی روٹیوں کے واقعہ (مرقس ۲: ۲۶)، سلیمان کی شان و شوکت (متی ۶: ۲۹)، سبا کی ملکہ کا سلیمان کے پاس جانے (متی ۱۲: ۴۲)، صارپت کی بیوہ کے پاس ایلیاہ کے بھیجے جانے (لوقا ۴: ۲۶) اور نعمان کے شفا پانے (لوقا ۴: ۲۷) کا ذکر کرتا ہے یہاں تک کہ انتہا پسند نقاد بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ان کی تاریخی صداقت پر یقین رکھتا تھا۔ لہٰذا ہم پر بھی واجب ہے کہ بغیر شک کے اُن کی صداقت پر ایمان رکھیں۔

عہدِ جدید میں اِن کُتب کا بیان بطورِ تاریخ نہیں آیا بلکہ اُنہیں خُدا کا مُکاشفہ بتایا گیا ہے۔ چاہئے کہ ہر مسیحی اُن کا بغور مُطالعہ کرے۔ وہ خُدا کے کاموں میں اُس کی سیرت، پُشت در پُشت اُس کے پُر فضل وعدوں اور مسیح ابنِ داؤد میں اُس کی نجات کے مقصد کا اظہار کرتی ہیں، اور آخرکار یہ بات پیش کرتی ہیں کہ کس طرح خُدا نے انبیاء کو بھیجا۔ لیکن بنی اسرائیل نے اُن کے پیغام کو قبول نہ کیا (متی ۲۱: ۳۳-۴۶) لہٰذا اُسے اپنے پیارے بیٹے کو بھیجنا پڑا۔

یشوع

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

یشوع کی کتاب عہدِ عتیق کے دُوسرے بڑے حصے کے شروع میں ہونے کے باعث شریعت اور تواریخ کی کتابوں میں رابطہ قائم کرتی ہے۔ پچھلی پانچ کتابوں کے ساتھ اِس کے طرزِ بیان اور مقصد کی مطابقت کے باعث بہُت سے جدید

نقادوں کا یہ خیال ہے کہ یہ پہلی چھ کتابوں کے مجموعے کی آخری کتاب ہے (دیکھئے ۱: ۸ و ۲۴: ۲۶) لیکن ۸: ۳۱ اور ۲۳: ۶ میں شریعت کی کتاب کے حوالے سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ یہ ایک علیٰحدہ نوشتہ ہے۔

تواریخی کتابوں میں (جن کا آغاز یشوع سے ہوتا ہے) کوئی ایسی بات پائی نہیں جاتی جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ الہامی ہونے میں وہ دوسری کتابوں سے کسی طرح کم ہیں۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے اناجیلِ اربعہ اور رسولوں کے اعمال رسولوں کے خطوط سے کم الہامی نہیں ہیں۔ اُن کا نام "انبیاءِ قدیم" نہ صرف اُن کی تعلیم اور مضمون کی وجہ سے رکھا گیا بلکہ اِس لئے کہ اُنہیں انبیاء نے قلم بند کیا ہے (بمقابلہ ۱-تواریخ ۲۹: ۲۹)۔ بعض نے اپنے عہد کے واقعات کو لکھا اور دُوسروں نے اپنے عہد کے مواخذ کو استعمال کیا۔ یہ کُتب زندہ خُدا کے زبردست کاموں پر گواہی دیتی ہیں اور خُدا کے لوگوں سے اُس کے سلوک اور مقصد کا اظہار کرتی ہیں، جو اُس نے اُن سے فرداً فرداً اور قوم کی حیثیت سے کیا۔ بائبل کے دُوسرے حصوں میں اُن کے اقتباسات اِس امر کا ثبوت ہیں کہ وہ صحیح تاریخ اور پاک نوشتے ہیں، جو ہمیں نجات کے لئے حکمت بخشتے ہیں۔

پُرانے عہدنامہ کی کتابوں کی فہرستِ مسلّمہ میں یشوع کو جو مقام حاصل ہے اُس پر کبھی شک نہیں کیا گیا۔ آئندہ کتابوں میں اِس کے مضامین کے متعلق کئی حوالے ہیں (۱-تواریخ ۲: ۷؛ ۱۲: ۱۵؛ زبور ۴۴، ۶۸، ۷۸، ۱۴۳؛ یسعیاہ ۲۸: ۲۱؛ حبقوق ۳: ۱۱-۱۳)۔ پرکوپیس[1] جو چھٹی صدی کا ایک قابلِ اعتماد اور مسلّمہ اُستاد ہے بتاتا ہے کہ ٹنگیس[2] (شمالی افریقہ) میں ایک کتبہ پر لکھا تھا "ہم وہ پناہ گزین ہیں، جو یشوع بن نون ڈاکو سے بھاگ نکلے تھے"۔

اگرچہ عبرانی روایات یشوع کو مصنّف ظاہر کرتی ہیں، لیکن اِس کتاب میں وہ ایک جانباز سُورما یا ہیرو نظر آتا ہے۔ ایک مسلسل کہانی لکھنے کے مفہوم سے تو اِس کتاب کا کوئی مصنّف نہیں۔ لیکن یہ ایسے ضروری اور نمایاں واقعات کا بیان ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یشوع ہی نے انہیں قلمبند کروایا ہوگا۔ یہ اِس لئے بھی ممکن ہے کیونکہ اُس زمانے میں لوگ لکھنا جانتے تھے (۸: ۳۲؛ ۲۴: ۲۶)۔ "آج کے دن تک"

1 Procopius 2 Tingis

کا محاورہ قریباً چودہ دفعہ آیا ہے۔ تین جگہوں پر (۲۲:۳ اور ۲۳:۸ و ۹) یشوعؔ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ تفاصیل اِس قدر طویل اور زیادہ ہیں کہ ہم بیساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ ضرور کسی ہمعصر شخص نے اُنہیں قلمبند کیا ہوگا (مثلاً ۱۵:۶؛ ۱۸:۷، ۱۷)۔ ۱۵:۶۳ کا ۲ سموئیل ۵:۶-۹ اور ۱۶:۱۰ کا ۱ سلاطین ۹:۱۶ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب رحبعام کے زمانہ سے پیشتر لکھی جا چکی تھی۔

یشوعؔ کی کتاب کے پہلے ۱۲ ابواب آپس میں ایسا رابطہ و اتحاد رکھتے ہیں جو بائبل کے صرف چند ایک حصّوں میں نظر آتا ہے۔ سرسری اور سطحی طور پر اِس حصّے اور کتاب کے بعض دُوسرے بیانات میں کچھ اختلافات دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن جب ہم تمام متن کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو وہ اختلافات مِٹ جاتے ہیں۔ بالخصوص جب یشوعؔ ۱۱:۱۸ جیسے بیانات پر خوب سوچتے ہیں، کہ "یشوعؔ مدّت تک اُن سب بادشاہوں سے لڑتا رہا"۔ اِس طویل جنگ میں تصویر متواتر بدلتی رہی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُنہیں نئے میدانِ جنگ میں لڑنا پڑا۔ پھر اسرائیل کی متحدہ فوج کو اپنے اپنے قبیلوں کے شہروں میں بسنے کے بعد اُنہیں نئے مسائل اور نئے واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔ مثال کے طور پر ۱۲:۱۰ اور ۱۵:۶۳ میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا بشرطیکہ یاد رکھا جائے کہ پہلے حوالے میں یروشلیم سے "شہر" اور دُوسرے سے "ضلع" مراد ہے (نیز دیکھئے ۱۵:۸)۔ ۱۱:۲۳ اور ۱۵:۱۹ کے درمیان کچھ عرصہ کا وقفہ ہے۔

کیلؔ[1] ۱۴۰۰ ق۔م کو مصر سے نکلنے کی تاریخ تسلیم کرتا ہے اور اُس کی رائے میں یشوعؔ کی کتاب کو اسرائیلی بزرگوں میں سے ایک نے اُس کی وفات کے بعد مرتّب کی۔ کیلؔ کا یہ خیال بہت دلکش اور مرغوب معلوم ہوتا ہے، اور "آج کے دن تک" کے الفاظ کا بار بار آنا اِس کی تائید کرتا ہے۔ یہ خیال زیادہ دُرست معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اِس کے کہ صدیوں تک بنی اسرائیل پُشت در پُشت زبانی طور پر اِن قصّوں کو تفصیل کے ساتھ سُنایا کرتے تھے۔ تل العمرنا کی لوحوں میں فلستیوں پر بنی اسرائیل کی چڑھائی کا بیان (جنہیں وہاں عبری کہا گیا ہے) تاریخی حیثیت سے یشوعؔ کی تفصیلات جیسی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوحیں یشوعؔ کی فتوحات کا بیان دُشمن کے نقطۂ نظر سے کر رہی ہیں۔ فرعون سے مدد کی درخواست، مُلک کی بے چین حالت اور مذکورہ شہر کے

1 Keil

نام سب بائبل کے بیان سے مطابقت رکھتے ہیں۔

اُس زمانہ کو زیادہ اچھی طرح سمجھنے کے لئے اُس وقت کے نقشہ کا استعمال ضروری ہے۔ شمال سے جنوب تک وسطی کوہستان پھیلا ہُوا تھا۔ بڑے پہاڑی علاقے میں سِکم، سَیلا، بیت ایل، یروشلیم اور حبرون شامل تھے۔ اِس کے اور بحیرۂ روم کے درمیان پہاڑ کی ترائی اور ساحلی میدان تھے۔ اِس کے ساتھ ساتھ مصری شاہراہ شمال کو مجدّو اور وہاں سے حصُور اور مشرق کو جاتی تھی۔ دامنِ کوہ (یا ترائی) ایک پردے اور رکاوٹ کا کام دیتا تھا۔ چنانچہ فرعون کی فوجوں کو گزرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا، اور نہ ہی اُس کے ایلچی آتے اور جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آوارگی کے چالیس سال کے دوران میں مصری طاقت قدرے کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اب بھی اِس سڑک کے کنارے موزوں مقامات پر اُس کے چھوٹے چھوٹے قلعے بنے ہُوئے تھے۔ اِن کلیدی جگہوں پر قبضہ کرنے کے وقت ایسے حیران کُن واقعات رُونما ہوئے کہ یشوعؔ نے اُن میں ٹھیک طور سے خدا کا ہاتھ دیکھا۔

تجزیہ

۱-۵ ابواب	چڑھائی کی تیاریاں۔ یردن کو پار کرنا۔
۶-۸ "	یریحو اور عَی کو فتح کرنا۔ عکن کا گناہ۔
۹-۱۲ "	دُوسری فتوحات۔ جبعون سے صُلح۔
۱۳-۱۹ "	قبیلوں کی تقسیم۔
۲۰-۲۲ "	پناہ کے شہر۔ لاویوں کے شہر۔ ڈھائی قبیلوں کی واپسی۔
۲۳-۲۴ "	یشوعؔ کی پند و نصیحت اور وفات۔

مضامین

جس طرح اعمال کی کتاب اناجیل کے بیان کو جاری رکھتی ہے، اُسی طرح یشوعؔ کی کتاب اِستثنا کے بعد کے واقعات کے سلسلہ کو قائم رکھتی ہے۔ یہ کتاب یہ ظاہر کرتی ہے کہ فرمانبرداری اور وفاداری کا انعام فتح و نصرت ہے، جیسے کہ قضاۃ یہ ظاہر کرتی ہے کہ بیدینی کے باعث اسرائیلیوں کو ناکامی اور شکست ہُوئی۔ اِس کتاب کو پُوری طرح سمجھنے اور اُس کی پُوری قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری

ہے کہ اس کا مُطالعہ اُس سپہ سالار کے نقطۂ نظر اور ایمان سے کیا جائے جو اِس کا بڑا مضمون ہے۔ یہ جاسُوسوں کی داستان میں نہایت عمدگی سے مذکور ہے (گنتی ۱۳ و ۱۴ : ۶-۱۰ ؛ استثنا ۱ : ۳۸)۔ تمام جاسُوس، جن میں یشُوعؔ بھی شامل تھا، ایک سخت مُشکل سے دوچار ہُوئے، لیکن اِس کے بارے میں سب کا ایمان یکساں نہیں تھا۔ یشُوعؔ اور کالبؔ کا ایمان یہ تھا کہ بے شک مُلک بُہت عمدہ اور خوبصورت ہے، اور بنی اسرائیل کو وہاں کے باشندوں سے ہرگز ڈرنا نہیں چاہیئے کیونکہ خُداوند ہمارے ساتھ ہے۔ موسیٰؔ نے اِن الفاظ کو بنی اسرائیل کے لیئے ایک عقیدہ بنا دیا (استثنا ۴ : ۲۳ ؛ ۶ : ۴ ؛ ۱۱ : ۱۸) اور یہی اُس قوم کے آگے بڑھنے کے لیئے ایک معقول اور بڑی وجہ تھی۔

اِسی طرح یہ نوشتہ ہر پڑھنے والے مسیحی سے ویسے ہی ایمان اور دُور بینی کی توقع رکھتا ہے، جس نے اسرائیل کے رہبر یشُوعؔ کو اُبھارا تھا اور اُنہیں مُلک موعُودہ میں لے آیا۔

جدید مُطالعہ کرنے والے کے لیئے یہ کتاب مُشکلات سے خالی نہیں۔ یشُوعؔ کا جبعُون پر سُورج کو ٹھہرے رہنے کا حکم دینا (۱۰ : ۱۲) بہتوں کے لیئے ٹھوکر کا سبب ہُوا ہے۔ تو بھی نوشتہ میں یشُوعؔ کی معصری کی ہر ایک علامت پائی جاتی ہے۔ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ محض شاعرانہ خیال نہیں۔ جیسے مسیح کے مصلُوب ہونے کے موقع پر مُلک پر تاریکی کا طاری ہونا معجزہ سے خالی نہیں، اِسی طرح اِس موقع کی اہمیت اور اِس واقعہ کو علیحدہ نہیں کر سکتے۔ پروفیسر ای۔ ڈبلیو۔ مانڈرؔ نے اِس واقعہ کی خصُوصیت علم ہیئت یعنی ستاروں کے علم کے ذریعے بیان کی ہے۔ لیکن خواہ اُس کی کُچھ ہی وجہ ہو، فی الحقیقت اِس کی صداقت پر شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دُوسری مُشکل عیؔ کی فتح کے موقع پر تمام کنعانی باشندوں کو قتل کر دینے کے حکم سے متعلق ہے (۸ : ۲ ؛ ۶ : ۲۱)۔ لیکن کوئی بھی عقلمند اور ایماندار شخص یہ دیکھے بغیر تاریخ پر نظر نہیں ڈال سکتا کہ خُدا ضرور اقوام اور اشخاص کا انصاف کرتا ہے۔ نہ صرف ادومؔ اور بابلؔ کا، جن کا انبیا نے ذکر کیا ہے، بلکہ اقوامِ زمانۂ حال کا بھی۔ خُداوند یسُوعؔ مسیح جس کی رحمدلی کی تردید نہیں کی جا سکتی، صاف طور پر اِس کی تعلیم دیتا ہے (لُوقا ۱۷ : ۲۶-۳۰)۔ اور کنعانیوں کے گناہ میدانی شہروں کے گناہوں سے کسی طرح بھی کم نفرت انگیز نہ تھے۔ اِسی ابنِ آدم نے اپنے خادم یُوحنّا پر، جو "محبت کا رسُول" کہلاتا ہے، ظاہر کیا کہ

وُہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے (مکاشفہ ۱۹ : ۱۱-۱۶)۔ جب نئے عہد نامہ کی رُوشنی میں اُن مقامات کا مُطالعہ کیا جائے، جو پہلے مُشکل نظر آتے تھے، تو خُدا کی پاکیزگی اور اُس کے گناہ سے نفرت کے بارے میں وہ ہمارے خیالات کی غلطی ہم پر واضح کرتے ہیں اور مذکورہ بالا کمزوریوں اور خامیوں کے باعث ہمیں فروتنی اور حلم کا سبق سکھاتے ہیں۔

پہلے یشُوعؔ نے جلجالؔ کو اپنا صدر مقام مقرر کیا (۴ : ۱۹)۔ پھر وہاں سے سیلاؔ (۱۸ : ۹) اور سکمؔ (۲۴ : ۱) کو گیا۔ مُقدّس عہد کا صندُوق جو خُدا کی حضُوری کی علامت تھا اِن سب مقامات پر پہنچایا گیا، اور قضاۃ کے عہد کے بعد یہ سیلاؔ میں پایا گیا (۱ سموئیل باب ۱)۔

یہ کتاب اُن لوگوں کو جو الٰہی مرضی کی تکمیل کے لیئے خُدا کے ہتھیار بننا چاہتے ہیں، الٰہی شریعت اور اُس کی اخلاقی تعلیم پر عمل کرنے اور فرمانبرداری کی اہمیت کی تعلیم دیتی ہے۔ نیز یہ بھی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اُس کے لیئے مخصُوص کریں (۱۴ : ۹)۔ خاص طور سے پہلے حصّے میں یہ کتاب بیش قیمت رُوحانی تعلیم سے معمُور ہے۔ راحبؔ اور جاسُوسوں کی داستان، یردنؔ کو پار کرنا اور دُوسرے ایسے واقعات تاریخی حقائق ہونے کے علاوہ بہت گہرا رُوحانی مطلب رکھتے ہیں۔ اُن میں وُہ شرائط دی گئی ہیں جن سے خُدا کی عظیم رُوحانی برکات حاصل ہوتی ہیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ جو وعدے خُدا نے یشُوعؔ سے کیئے اُن کی ایک فہرست تیار کیجیئے اور اُن شرائط کے بارے میں سوچیئے، جن پر اُن کا دار و مدار ہے۔ مُلک موعُودہ کا مُطالعہ رُوح سے معمُور زندگی کی مثال کے طور پر کیجیئے۔

۲۔ آپ کے خیال میں "یردن سے پار اُترنے" کا رُوحانی مطلب کیا ہے؟ یہ یاد رکھیئے کہ پیشتر اِس سے کہ خُدا ہمارے اندر عجیب کام کرے، یہ ایک اہم شرط ہے۔ اِس کا تعلق اِس معجزے کے دونوں مقاصد سے کیا ہے، جن کا ذکر ۳ : ۱۰ اور ۴ : ۲۳-۲۴ میں پایا جاتا ہے؟

۳۔ سمجھوتے کے رُوحانی خطرات کو پرکھیئے، جیسا کہ جبعُونیوں کے بیان سے ظاہر ہے۔ یشُوعؔ کی وفاداری پر غور فرمایئے اور اُس کا مقابلہ زبُور ۱۵ سے کیجیئے۔

۴۔ یشُوعؔ کو مسیح کی مثال کے طور پر دیکھیئے (عبرانیوں ۴ : ۸)۔ اُس کے نام، اُس

کے خدا کے لوگوں کو وعدہ کی ہوئی سرزمین میں پہنچانے اور اُس کے مُوسیٰ کا جانشین ہونے پر غور کیجئے (یشوع کا مُوسیٰ کے بعد آنا ویسا ہی ہے جیسا کہ شریعت کے بعد انجیل کی خوشخبری کا آنا (اعمال ۱۳ : ۳۹)۔

۵۔ گواہی کے پتھروں، موعُودہ ملکیت، ختنہ اور پناہ کے شہروں کی کون کون سی مشابہت نئے عہد نامہ میں پائی جاتی ہے؟

قضاۃ

مُصنّف، سِن تصنیف اور حالات

یہُودی ربیوں سے روایت ہے کہ سموئیل نبی اور ۲۔ سموئیل، قضاۃ اور رُوت کی کتاب کا مُصنّف ہے۔ اگرچہ قدیم مسیحی بزرگان نے اِس روایت کو تسلیم کر لیا ہے، لیکن پھر بھی ہم اِس کو کوئی اہمیت نہیں دے سکتے۔ تاہم اِس امر کی خوب تصدیق ہوتی ہے کہ جن اصحاب نے مذکورہ بالا کُتب کو مرتب کیا ہے، وہ ایک دُوسرے کے ہمعصر تھے اور اُنہوں نے ایک ہی وقت میں اُنہیں لکھا۔

اِن کُتب کے اِس قدیم زمانے میں لکھے جانے کی مندرجہ ذیل شہادتیں ہیں۔

۱۔ قدیم حروفِ تہجی۔

۲۔ یادداشتیں اور لوحیں جو تل العمرنا سے دستیاب ہُوئی ہیں۔

۳۔ یہ داستان اِس قدر طویل عرصے پر مشتمل ہے کہ اگر اسے زبانی روایت سے منسُوب کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اُن لوگوں کی قوتِ حافظہ معجزہ سے کم نہ تھی جو اُسے سینہ بہ سینہ سُنایا کرتے تھے۔

آثارِ قدیمہ کی تحقیقات جُغرافیائی تفصیلات اور اُس زمانے کے اُن حالات کی صحت کی تصدیق کرتی ہیں، جن کا اِس کتاب میں ذکر آیا ہے۔ اِس کے علاوہ وہ اُن قُدرتی رکاوٹوں اور فاصلوں کی جو دَوران سفر بنی اسرائیل کو پیش آئے تائید کرتی ہیں۔ مجدّو جو اُس درّے کی حفاظت کے لئے تھا، جہاں سے مصری اور ارامی فوجیں کرمل کے پہاڑوں پر سے گزرتی تھیں، دونوں قوموں کے کتبوں میں آیا ہے (۱ : ۲۷ ؛ ۵ : ۱۹)۔ جہاں تعناک کا بھی ذکر ہے۔ حبرون، سکم اور بیت شان کی کھُدائی چھوٹی

سے چھوٹی تفصیل میں بھی بائبل کے متن کی صحت کی شہادت دیتی ہے[1]۔ مجدّو، تعناک اور دوسری جگہوں پر اُس زمانہ کے لوہے کے ہتھیار یا اُن کے باقی ماندہ اجزا ملتے ہیں (۱ : ۱۹ ؛ ۴ : ۳ ؛ یشوع ۸ : ۳۱ ؛ ۱۔ سموئیل ۱۳ : ۲۰)۔ اِس طرح سے یہ خیال کہ اُس زمانہ کے بہت سال بعد لوہا پہلے پہل دریافت ہُوا، غلط ثابت ہو چکا ہے۔

قدیم تاریخ کی ایک اَور علامت یہ ہے کہ اِس کتاب میں ایسی عبارت ہے جس میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ اسرائیل نے یہوواہ کو ترک کر دیا اور بعل اور عستارات کے پیرو ہو گئے تھے (۲ : ۱۳)۔ نیز یہ کہ اُنہوں نے کنعانیوں سے راہ و رسم بڑھا لئے اور اپنی بیویوں اور دامادوں کے دیوتاؤں کی پرستش کرنے لگے (۳ : ۶)۔ اِس امر کا بار بار آنا ہر لحاظ سے اُن نتائج سے مُطابقت رکھتا ہے جو شخصی ناموں کے مُطالعہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

آخری پانچ ابواب (جو عام بیان سے علیحدہ نظر آتے ہیں) میں مُوسیٰ کے پوتے میکاہ کے بے قاعدہ اور بے ٹھکانا مذہب کی عجیب و غریب داستان (۱۸ : ۳۰) اور جبعہ کے لوگوں کے ظلم اور غیر انسانی چال چلن کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ اِن ابواب کی علیحدگی اِس بات کی گواہی ہے کہ مقدس مُصنّفین کو اِس بات کا احساس تھا کہ اِس حصہ میں ایسے افعال و کردار مذکور ہیں جو بالکل ناموزوں اور مُوسوی شریعت کی تعلیم کے بالکل برخلاف ہیں۔ یُوسفس نے اپنی ترتیب میں اِن ابواب کو پہلے باب سے پہلے مرتب کیا۔ غالباً اِس لئے کہ یہ واقعات اُس زمانے کے آغاز سے تعلق رکھتے ہیں (یُوسفس کی کتاب ۵ ؛ ۲ : ۸-۱۲)۔ اُن کا بلا تصنع اور ناہموار بیان اُن کی صحت کا ثبوت ہے۔ علاوہ ازیں یہ ظاہر ہے کہ آئندہ زمانہ کا مُصنّف ایسی کہانی اُس شہر کے بارے میں نہ گھڑتا جہاں ساؤل نے اپنا گھر بنایا تھا۔

بار بار یہ بیان کہ "اسرائیل میں کوئی بادشاہ نہیں تھا" (۱۸ : ۱ ؛ ۲۱ : ۲۵) یہ ظاہر کرتا ہے کہ اِس کی تصنیف ساؤل کے زمانہ سے پہلے نہیں ہُوئی۔ اور ۱ : ۲۱ (بمقابلہ یشوع ۱۵ : ۶۳ اور قضاۃ ۱۹ : ۱۱ "یبوس") سے ظاہر ہے کہ یہ واقعات ۲۔ سموئیل ۵ سے پہلے ظہور پذیر ہُوئے۔

۱۸ : ۳۰-۳۱ کے الفاظ (بمقابلہ زبُور ۷۸ : ۶۰-۶۱) ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کتاب

1 Garstang, *Joshua and Judges*, pp. 76, 198

اُس وقت مرتب کی گئی، جب سیلا کی عبادت گاہ ترک کر دی گئی تھی۔ غالباً فلستیوں سے جنگ کرنے کا یہ نتیجہ ہُوا (یرمیاہ ٧: ١٤؛ ٢٦: ٤)۔ افرائیم کے قبیلہ کا بار بار ذکر آنا، اور اُس کے متعلق چھوٹی چھوٹی تفاصیل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اُن دستاویزوں سے مرتب کی گئی ہے جو اُس ہیکل میں موجود تھیں۔

ہم اس کتاب میں نذیروں کا ذکر پڑھتے ہیں، جنہیں عاموس اس زمانہ پر نگاہ ڈالتے ہُوئے (عاموس ٢: ١١) نبیوں کی جماعت میں شمار کرتا ہے۔ وُہ خُدا کی طرف سے برپا ہُوئے تھے۔ قضاۃ میں اِس فرقے کی طرف اشارہ (١٣: ٥-٧؛ ١٦: ١٧) گنتی اور عاموس ٢ باب کے درمیان تعلق پیدا کرتا ہے اور اُن کی تشریح کرتا ہے۔ قضاۃ کے اِس حوالے کے بغیر ہم گنتی اور عاموس ٢ باب کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ رکابیوں کی مانند، جن کا ٢ سلاطین ١٠ باب میں ذکر ہے یہ بھی ایماندار طبقہ ہے، جس نے مذہب کے رُوحانی اصولات کو جو مُوسوی شریعت میں دیئے گئے تھے، برقرار رکھا۔ یہوواہ کے لئے کئی جگہ منتیں مانی گئیں۔ یہ امر غور طلب ہے کہ کسی خاندان یا قبیلہ کی بندش اور روک نہ تھی۔ افتاح جلعادی تھا اور سمسون دان کا باشندہ، نیز سموئیل افرائیمی لاوی تھا۔ علیحدگی کی رُوح (نذر، علیحدہ کیا ہُوا) اُن لوگوں کی خصوصیت تھی، جنہیں خُدا سے الہام ہُوا اور جو قوم کو مخلصی دلا سکتے تھے۔

اُن پر یہوواہ کا رُوح نازل ہُوا (٣: ١٠؛ ٦: ٣٤؛ ١٤: ٦)۔ مُصنّف جو بھی تھا، ہر واقعہ میں خُدا کے ہاتھ کو دیکھتا ہے۔

تجزیہ

١: ١ — ٣: ٦	تمہید۔ قبائل کے آزاد اور خود مختار کام۔ اسرائیل کی اپنے دشمنوں کو زیر کرنے میں ناکامی۔
٣: ٧ – ٣١	غتنی ایل اور اہود کا اسرائیل کو مشرقی دشمنوں سے رہائی دلانا۔
٤ و ٥ ابواب	دبورہ اور برق کے وسیلہ سے شمالی اتحادی قبائل سے رہائی۔ دبورہ کا گیت۔
٦ – ٨ "	جدعون کی داستان جو اسرائیلیوں کو مدیانیوں سے چھڑاتا ہے، لیکن خود بت پرستی کے گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

٩ – ١٠ ابواب	ابی ملک۔ تولع اور یائر کا بیان۔
١١ باب	افتاح عمونیوں کے ہاتھ سے مخلصی دلاتا ہے۔ اُس کی منت۔
١٢ "	افرائیمیوں کی شکایت اور شکست سے اُن کا امتحان۔ ابصان، ایلون اور عبدون بنی اسرائیل کے قاضی۔
١٣ – ١٦ ابواب	فلستیوں کے خلاف سمسون کے بارہ کارنامے۔
١٧ – ١٨ "	میکاہ کا تذکرہ اور دان میں عبادت گاہ کا قائم ہونا۔
١٩ – ٢١ "	جبعہ کے آدمیوں کی بدکاری اور سزا۔

مضامین

عبرانی زبان میں اس کتاب کے لئے جو لفظ[1] آیا ہے، اُس کا ایک خاص مطلب ہے۔ ہماری زبان میں "قاضیوں یا قضاۃ" ہی اُس مطلب کے بہت نزدیک ہے۔ اس لفظ کے معنی مخلصی دینے والا، حاکم یا منصف ہے۔ اور اُس سے ایسا شخص مُراد لی جاتی تھی جو عوام کی زندگی کو شریعت کی سطح پر لانے کے لئے خُدا کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو (خروج ١٨: ١٦؛ قضاۃ ٢: ١٨؛ ٣: ٩)۔ بنی اسرائیل کی طویل تاریخ میں اس ہی مفہوم سے ہم لفظ قاضی کی اہمیت سمجھ سکتے ہیں۔ اُنہیں مخلصی اور رہائی دی گئی تاکہ خُدا کی خدمت کریں۔ یہی ایمان نئے عہد نامہ میں بھی ظاہر ہوتا ہے (لوقا ١: ٧٤؛ عبرانیوں ١١: ٣٢-٣٤)۔

ہر قاضی کی داستان اُس اثر کے تناسب کے مطابق بیان کی گئی ہے، جو وُہ بنی اسرائیل پر رکھتا تھا۔ سمسون کے کارنامے اِس لئے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کیونکہ وہ مُصنّف کے ایام زندگی کے بہت قریب زمانہ میں وقوع پذیر ہُوئے۔ پہلے اور دُوسرے باب میں یشوع کی فتوحات کی ترقی کی تصویر ہے۔ آئندہ زمانہ کی خصوصیات ٢: ٦-٣: ٦ تک آئی ہیں۔ خُدا نے بنی اسرائیل کی زندگی اور قومی تجربات کے دو اسباب بیان کئے ہیں (٢: ٢٠-٢٢)۔

اوّل۔ اخلاقی۔ لوگوں کو اُن کی نافرمانی کی سزا۔

دوم۔ رُوحانی۔ اُن کی وفاداری کا امتحان۔

1 "Shophetim"

اس کے ساتھ ہی مصنف ایک اور وجہ کا اضافہ کرتا ہے، اور یہ سیاسی وجہ ہے (۳: ۱-۴) یعنی یہ کہ اُن کی نسلیں جنگ کرنے کی تربیت حاصل کریں اور اِسی طرح دُنیا کی اقوام کے دوش بدوش کھڑی ہو سکیں۔

کتاب کے مرکزی حِصّہ میں مختلف قاضیوں کے حالات پائے جاتے ہیں (۳ باب سے ۱۶ باب تک)۔ یہ غتنی ایل کے عہد سے ایلی کے زمانہ تک یعنی تین صدیوں کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ قضاۃ ۱۱: ۲۶ میں بیان شدہ عرصہ شائد ۱۴۰۰ سے ۱۱۰۰ قبل از مسیح کا عرصہ تھا۔ موسیٰ اور یشوع نے تو اخلاق کے بُلند معیار اور اعلیٰ نصبُ العین اِن کے سامنے رکھے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں بنی اسرائیل اُن سے منحرف ہو چکے تھے۔

اس لئے ظلم، جبر، بدنظمی، اخلاقی زوال، نااتفاقی اور قبیلہ پروری کی علامات بار بار ظاہر ہوئیں۔ قومی احساس کا فقدان تھا، جب تک کہ کوئی رہنما اُن کو بیدار نہ کرتا تھا۔ ایک پشت دُشمنوں کی سرکوبی اور اخلاقی عروج کے باعث اس احساس کو حاصل کرتی تھی، لیکن دُوسری پشت اپنی بے وفائی اور رُوحانی پستی کے سبب سے اُسے کھو بیٹھتی تھی۔ یُوں کہئے، کہ یہاں تنزل، پشیمانی اور توبہ، بحالی اور مُلکی چین کا ایک متواتر چکر نظر آتا ہے۔

پھر بھی قومی اتحاد کا احساس اور یہوواہ کی راہوں پر چلنے کی دعوت کبھی ختم نہیں ہوئی۔ دبورہ کے گیت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ "وہ اسرائیل میں ایک ماں ہے" اور لوگ "خدا کے لوگ" ہیں (۵: ۷-۱۱)۔ آج بھی اس نظم کی حقیقی اہمیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ گیت نہ صرف اس نظریہ کو غلط ثابت کرتا ہے کہ مختلف خاندانوں اور قبیلوں کے لوگ مختلف زمانوں اور مختلف سمتوں سے کنعان میں آئے تھے، بلکہ اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ بنی اسرائیل مُلک موعودہ میں داخل ہونے سے پہلے بھی ایک دل اور ایک جان ہو کر خداوند کی خدمت کرتے تھے۔ اُن کے مُلکِ مصر سے تعلقات کے مضمون پر باب ، میں بحث کی گئی ہے۔ غیر مغلوب اموری قوم اور مصری فوج کے لئے اسقلون سے کوہ کرمل تک ساحلی شاہراہ اسرائیل کے پہلو میں گویا کانٹے کی مانند تھی (۲: ۳؛ ۶: ۹؛ ۱۰: ۱۱-۱۲)۔ برطانیہ کے عجائب گھر میں مرنپتاہ[1] (۱۲۲۰ ق۔م) کے ستون کے کتبے پر یُوں لکھا ہے:-

1 Merneprah

"حِتیوں کے مُلک میں امن ہے۔ کنعان لُوٹ لیا گیا۔ ہر مصیبت کے ساتھ اسقلون کو پکڑ کر لے گئے۔ جزر اسیر ہو چکا ہے۔ ینوعم کو یُوں کر دیا کہ گویا کبھی آباد نہ تھا۔ اسرائیل ویران ہو گیا۔ اُس کی نسل مِٹ گئی ہے۔"

اس کتبہ میں ینوعم اور اسرائیل کا پہلو بہ پہلو ذکر دلچسپی سے خالی نہیں کیونکہ تھوڑے عرصہ کے بعد دبورہ نے انہیں جگہوں میں فتح حاصل کی۔

اس کتاب کی داستانوں میں جس وحشیانہ جہالت کا ذکر ہے، وہ بڑی صفائی کے ساتھ اُس غیر مہذب زمانے کی تصویر پیش کرتی ہیں۔ جب ہم اِن کہانیوں کو پڑھتے ہیں تو یہ پُوچھنے پر مجبُور ہو جاتے ہیں کہ اِن تاریخی بیانات کا نجات کے کام سے کیا تعلق ہے۔ اسرائیل کی تاریخی ترقی میں قضاۃ کے حصّے اور خدا کے مقصد کی تکمیل میں تحریری کلام کے علاوہ (زبور ۱۰۲: ۱۸) اس کا جواب شاید یہ ہو کہ اس غیر دلچسپ تاریخ میں یہ کتاب یہوواہ کو اُس کے کاموں سمیت ظاہر کرتی ہے۔ آرام و چین کے طویل زمانے تو خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔ یہ خاموشی صرف اُسی حالت میں ٹوٹتی ہے، جب خدا اُن کو سزا دینے کے لئے مداخلت کرتا ہے، یا اپنے لوگوں کی دُعا اور پکار کے جواب میں مخلصی دینے اور چھڑانے والوں کو کھڑا کرتا ہے۔ اُس کے کام اُسے رحم اور انصاف کا خُدا ظاہر کرتے ہیں، جو گناہ، خطا اور تقصیر مُعاف کرتا ہے لیکن وہ مجرم کو ہرگز بری نہیں کرے گا (خروج ۳۴: ۷)۔ اُس کا غضب نافرمانی کے فرزندوں پر نازل ہوتا ہے (افسیوں ۵: ۶؛ قضاۃ ۲: ۱۴، ۲۰؛ ۳: ۸؛ ۱۰: ۷)۔ لیکن جب وہ اپنی مصیبت میں اُس کو پکارتے ہیں، تو وہ مخلصی دینے والوں کو جو مسیح کے پیش رو تھے بھیجتا ہے تاکہ خدا کے لوگوں کو اُن کے دُشمنوں سے رہائی دیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ خُدا کی پروردگاری کی روشنی میں اُن عجیب وسائل پر غور کیجئے جو وہ اپنے پاک مقصد کی تکمیل کے لئے کام میں لاتا ہے اور جن کی تعلیم اس کتاب میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ ناکامی اور شکست کی وجوہات معلوم کیجئے۔ رُوحانی زندگی میں یہ کون کون سے خطرات ہیں (۲: ۱۱-۱۹؛ متی ۹: ۲۹)؟

۳۔ جدعون کی فوج کو کم کرنے میں کیا رُوحانی مطلب پوشیدہ تھا؟ (دیکھئے استثناء

۲۰: ۸؛ ۱-سموئیل ۱۴: ۶؛ مرقس ۶: ۷؛ ۱-کرنتھیوں ۱: ۲۶)۔

۴۔ یشوع اور قضاۃ میں فرشتوں کے ظاہر ہونے کا بیان کیجیے، اور بتایئے کہ اُن کا تجسّم سے کیا تعلق ہے؟ (بمقابلہ خروج ۲۳: ۵)۔

۵۔ عبرانیوں ۱۱: ۲۲-۳۴ میں ایمان کی مثالوں کے انتخاب کو دیکھئے، اور غور کیجیے کہ کس طرح اِس ایمان کا اظہار ہُوا۔

رُوت

مُصنّف، سِنِ تصنیف اور حالات

عبرانی بائبل میں رُوت کی کتاب "نوشتوں" میں شمار کی گئی ہے، جو عہدِ عتیق کا تیسرا حصہ ہے۔ ہفتادی ترجمہ اور وولگیٹ نے اِس کو اِس مقام پر قضاۃ کے بعد رکھا ہے، اور یہی درست ترتیب ہے، جو غالباً اُن نسخوں میں تھی، جن سے وہ ترجمہ کیا گیا تھا۔ اگرچہ دونوں کے مضامین میں بہت فرق ہے تو بھی یہ کتاب قضاۃ سے گہرا تعلق رکھتی ہے (جیسا کہ ریفرنس بائبل کے حاشیہ کے بے شمار حوالوں سے ظاہر ہے)۔ اوریجن لکھتا ہے کہ عبرانی (یعنی یونانی یہودی) لوگوں نے قضاۃ اور رُوت کو ایک ہی کتاب میں رکھا ہے۔

رُوت کی کتاب ایک عجیب صحیفہ ہے۔ اگرچہ اس میں بہت کم الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، لیکن پھر بھی تفصیلی بیان کا اعلےٰ نمونہ ہے۔ صرف وہی شخص اسرائیلی زندگی کی ایسی صاف تصویر کھینچ سکتا ہے جو اُس سے خُوب آشنا ہو۔ وہ تین واقعات جو قضاۃ ۱۰ باب اور رُوت میں مندرج ہیں، شمالی (دان)، وسطی (سیلا) اور جنوبی (بیت لحم) کنعان میں رُونما ہُوئے اور اِس طرح اُس قدیم زمانہ میں اُس مُلک کی عام زندگی اور اُس کی طرزِ رہائش کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات سے اِس کتاب کا قضاۃ سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ اُن میں سے اکثر صاف صاف الفاظ میں بیان نہیں کئے گئے لیکن اُن کا اشارہ اُس طرف ہے۔ اِس لئے یہ نکتہ اور بھی ضروری اور اہم ہے ۱: ۱
(قضاۃ ۲: ۱۶ اور ۱۷: ۶)، ۱: ۸ (۱۱: ۲۴)، ۱: ۱۳ (۲: ۱۵)، ۱: ۱۵ (۱۱: ۲۴)،
۲: ۱ (۶: ۱۲ اور ۱۱: ۱)، ۲: ۴ (۶: ۱۲)، ۲: ۱۳ (۱۹: ۳)، ۲: ۱۷ (۶: ۱۱)، ۲: ۲۰
(۱۷: ۲)، ۳: ۱ (۱۴: ۲)، ۳: ۷ (۹: ۶؛ ۱۹: ۶)، ۳: ۱۳ (۸: ۱۹)۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ ۱۴: ۳ میں شادی کا انتظام والدین نے خود کیا تھا (قضاۃ ۱۴: ۲)۔

روایتی طور پر سموئیل کو اس کتاب کا مُصنّف تصوّر کیا جاتا ہے۔ تحقیق کرنے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ اسرائیل کی شاہی حکومت کے ابتدائی ایام میں تصنیف ہُوئی۔ نسب نامہ داؤد سے آگے نہیں بڑھتا، اور واقعات کی تفصیل آئندہ زمانہ کی تحریر کے حق میں نہیں۔ برعکس اس کے جُوتی اُتارنے کا دستور جو متروک ہو چکا تھا (۴: ۷، بمقابلہ استثناء ۲۵: ۸-۹) ثابت کرتا ہے کہ رُوت کی کتاب کافی عرصہ پہلے لکھی گئی تھی۔ ۱: ۱ کا قحط تمام جگہوں میں پھیلا ہوگا، جو لوگوں کو خُوب یاد تھا۔ شاید یہ مدیانیوں کے پے در پے حملوں کا نتیجہ تھا (قضاۃ ۶: ۲-۶)۔ اِس کتاب کے چند ارامی محاورے اِس کی قدامت کی تردید نہیں کرتے۔ جہاں تک ناموں کا تعلق ہے، رُوت اور عرفہ موآبی نام ہیں۔ ابی ملک کا نام تل العمرنا کی لوحوں میں "ابو ملکی" آیا ہے۔ نعومی کے معنی دلآویز اور دلکش ہیں۔ سپر، تلوار اور جنگ ایسے الفاظ کی عدم موجودگی اور سادہ ایمان کی فضا جو تمام بیان پر چھائی ہُوئی ہے، ہمیں خُدائے قادر کی حکومت کے احساس اور یہوواہ کی پُرسکون فضا کی یاد دلاتی ہے کیونکہ یہ مرغوب کہانی کسی ایسے عبرانی کا نتیجۂ فکر ہے جو رضائے الٰہی پر ایمانِ محکم رکھتا ہے، اور انجام کار اُس کی اُمیدیں برآئیں۔

تجزیہ

یہ کتاب ڈرامہ کی صورت میں ہے، اور اس کے چار سین ہیں۔

۱۔ موآب کے مُلک میں نعومی کے لئے رُوت کا جذبۂ محبت مضبوط تر ہو جاتا ہے اور وہ اُس کی مذہبی طور پر پیروی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ "تیرا خُدا میرا خُدا ہے"۔

۲۔ بیت لحم کے کھیت میں۔ نعومی کی بدبختی، فیاض رشتہ دار بوعز اجنبی عورت سے فیاضانہ برتاؤ کرتا ہے۔

۳۔ کھلیان میں۔ بوعز اپنی شرافت کا اظہار کرتا ہے، اور عہد و پیمان کرتا ہے۔

۴۔ شہر کے پھاٹک پر گواہوں کے سامنے اُس کا قریبی رشتہ دار اپنا حق چھوڑ دیتا ہے۔ بوعز رُوت سے شادی کر کے اپنا وعدہ پُورا کرتا ہے۔
داؤد کا نسب نامہ۔

مضامین

اس کتاب کو تحریر کرنے سے مُصنّف کی غرض وغایت یہ ہے کہ دکھائے کہ داؤد کا عرُوج اتفاقی امر نہ تھا، بلکہ خُدا کی مرضی کے مطابق تھا۔ اُس میں خُدا کا ہاتھ تھا (۱:۱۲)۔ یہاں حقیقت افسانہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ نسب نامہ ضمیمہ نہیں، بلکہ اصلی اور بُنیادی ہے اور داستان کی اہمیت بڑھاتا ہے۔ اِس کی سادگی اور دلکشی اس نظریہ کی تردید کے لئے کافی ہے کہ یہ کتاب عزرا اور نحمیاہ کی شادی کی اصلاحات کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کے لئے لکھی گئی تھی۔ یہ حقیقت کہ رُوت ایک اجنبی لڑکی نعومی کے چال چلن سے ایسی متاثر ہُوئی کہ اپنی ساس سے بے پناہ محبت کا اظہار کرنے لگی، اور اُس کے خُدا سے بھی وفاداری کا عہد کیا، ہم پر اس کتاب کی بشارتی رُوح کا اِنکشاف کرتی ہے۔

رُوت صحیح نتیجہ نکالتی ہے کہ نعومی کی ہر دلعزیزی اُس کے ایمان کے سبب سے ہے جو وہ خُدا کی محبت اور مہربانی پر رکھتی ہے (۱:۸ ز ۲:۲۰ ز ۳:۱۰)۔ یہاں نئے عہد کی جھلک دکھائی دیتی ہے (۲-کرنتھیوں ۳:۶) جو اجنبی لوگوں کو بھی اپنے سایہ میں لے لیتا ہے (افسیوں ۲:۱۲)۔ جنہیں شریعت نے خارج کر دیا تھا (استثنا ۲۳:۳) اب اُن پر پُوری رفاقت اور شراکت کی برکتوں کو نازل کیا جاتا ہے (رُوت ۲:۴)۔ الٰہی مرضی کے مُطابق دُنیا کی حکُومت میں حقیقی راستبازی تا اَبد سب سے بڑی طاقت ہے، اگرچہ ظاہری طور پر کمزور نظر آتی ہے۔ اِس میں کُچھ شک نہیں کہ حلیم زمین کے وارث ہوں گے۔ یہ اِتفاقیہ امر نہیں بلکہ خُدا کی تدبیر اور مرضی سے ہے کہ دُنیا کا سب سے بڑا ڈرامہ اُسی جگہ اور ایسے ہی حالات میں شرُوع ہُوا۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ ربقہ، راحب اور رُوت کے حالات کا مقابلہ کیجئے جنہیں موعُودہ مسیح کی نسل میں شامل کر دیا گیا۔ اسی طرح اعمال ۱۰:۳۴ و ۳۵ اور عبرانیوں ۱۱:۳۱ کا موازنہ کیجئے۔

۲۔ مریم کے گیت (لوقا ۱:۴۶-۵۵) اور رُوت کی کہانی کے متوازی بیانات پر غور فرمائیے۔

۳۔ "رشتہ دار" اور "چھڑانے" کے حقُوق کے بارے میں اقتباسات کا مُطالعہ کیجئے (مقابلہ احبار ۲۵:۲۵-۳۱ و ۴۷-۵۵ ز استثنا ۲۵:۵-۱۰ ز ایُوب ۱۹:۲۵) اور ان میں مسیح کا عکس دیکھئے، جو ہمارا رشتہ دار اور مخلصی دینے والا ہے۔

۱ و ۲-سمُوئیل

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

عبرانی متن میں سمُوئیل کی دونوں کتابیں علیحدہ علیحدہ نہیں تھیں۔ ہفتادی ترجمہ میں پہلی مرتبہ اُن کو تقسیم کیا گیا۔ اسی تقسیم کو ولگیٹ میں بحال رکھا گیا۔ قدیم زمانہ سے اِس تمام کتاب کو سمُوئیل کی کتاب کہتے چلے آئے ہیں (تالمد، اور تجین)، لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ سمُوئیل ہی اِس کا مُصنّف تھا۔ اِسی طرح آستر یا رُوت کا نام یہ ظاہر نہیں کرتا کہ ملکۂ افسانہ (ہیروئین) ہی، جس کے نام سے وہ کتاب موسُوم ہے اُس کی مُصنّف ہے۔

داؤد کے بعض مزامیر (سُرخیاں دیکھئے) ایسے حالات کا انکشاف کرتے ہیں جو ان کُتب میں ہیں۔ مثال کے طور پر کرکپیٹرک[1] ۱۸ زبُور (۲-سمُوئیل ۲۲) کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ داؤد کی زِندگی، اُس کے چال چلن اور شاعری کی بہترین مثال ہے۔

اس میں بہُت سے اشارے معصر تحریرات کی طرف ہیں۔ سمُوئیل نے "حکُومت کا طرز بتایا اور اُسے کتاب میں لکھ دیا" (۱-سمُوئیل ۱۰:۲۵)۔ یہُوسفط داؤد کا مؤرّخ اور شرایا منشی تھا (۲-سمُوئیل ۸:۱۶ و ۱۷)۔ مؤرّخ کے سامنے سمُوئیل، ناتن اور جاد کی تاریخی کتابیں تھیں (۱-تواریخ ۲۹:۲۹)۔ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اِن میں سے پہلی ہماری ہی سمُوئیل کی کتاب تھی۔ لیکن اغلباً اُسے اِس کے وجُود کا علم تھا۔ اگر ۲-مکابیوں ۲:۱۳ کے بیان کا یقین کریں تو نحمیاہ نے ایک لائبریری کی بُنیاد رکھی، اور اُس میں سلاطین اور انبیاء کے متعلق کُتب اور داؤد کی کُتب رکھیں۔ غالباً اِن میں سمُوئیل کی کتاب بھی شامل تھی۔ اِسی لئے مکابیوں کے زمانے سے پہلے

1 Kirkpatrick

اسے کتبِ مقدسہ کی مسلمہ فہرست میں جگہ ملی ہوگی۔

اس کتاب میں قدیم زمانہ کی ایسی صاف، عمدہ اور مفصل تصویر پیش کی گئی ہے کہ ہم اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا مصنف ان واقعات کے عنقریب زمانہ میں زندہ تھا۔ اس لئے وہ ان سے خوب واقف تھا۔ جغرافیائی حقائق بھی بالکل درست ہیں۔ پروفیسر[1] ہومیل فرماتے ہیں کہ ایسے ناموں کی عدم موجودگی جن کے ساتھ بعل کا لفظ مرکب ہوتا ہے سموئیل کے اثر سے موافقت رکھتا ہے، جو اس نے لوگوں پر ڈال رکھا تھا۔

قدیم خیال بلکہ عقیدہ یہ تھا کہ ۱۔سموئیل ۱-۲۴ ابواب تک تو سموئیل نے تصنیف کیا، اور بعد کا حصہ ناتن اور جاد نے مرتب کیا۔ کرکپیٹرک اس خیال کو تسلیم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر اس وقت سموئیل کی کتاب، سموئیل، ناتن اور جاد کی تواریخ اور دستاویزوں سے مرتب کی گئی تھی، اور نیز اس میں مواد کتبِ انبیاء سے حاصل کیا گیا، تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کے ماخذ بہت قابلِ اعتماد ہیں۔

بعض نقادوں نے اس کتاب کو جے اور ای کے باعث دو دستاویزوں میں تقسیم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں سموئیل کے بارے میں دو مختلف خیالات ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ گمنام غیب دان تھا۔ دوم یہ کہ وہ ایک عظیم الشان قومی شخصیت کا مالک تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اور بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ بعض اور نقاد مندرجہ ذیل داستانوں کی بنا پر اس میں دو مختلف بیانات دیکھتے ہیں:۔

۱۔ داؤد کا ساؤل سے تعارف (۱۔سموئیل ۱۶: ۱۷ ز ۱۷: ۵۵)۔

۲۔ وہ طریقہ جس سے ساؤل کی موت واقع ہوئی (۲۔سموئیل ۱ باب اور ۱۔سموئیل ۳۱ باب)۔

۳۔ اس ضرب المثل کا آغاز کہ کیا ساؤل بھی نبیوں میں شامل ہے" (۱۔سموئیل ۱۰: ۱۱ ز ۱۹: ۲۴) اور کچھ متفرق واقعات (مثلاً ۱۔سموئیل ۲۴: ۳ ز ۲۶: ۹، جس میں داؤد ساؤل کی جان بخشی کرتا ہے)۔ ۱۔سموئیل ۱۷: ۵۵ میں داؤد کی ساؤل سے ملاقات حقیقت میں مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن شاید جاتی جولیت سے جنگ پہلے ہو چکی تھی (بمقابلہ ۱۔سموئیل ۱۷: ۱۵

1 Prof. Hommel, *Ancient Hebrew Tradition*, p. 305

اور ۱۶: ۱۹)، لیکن مکمل تصویر پیش کرنے کی غرض سے یہ بیان بھی اسی جگہ آیا ہے۔ بہر حال اس نوجوان کی طاقت اور ہمت کا ضرور مظاہرہ ہوا ہوگا جس کے باعث ساؤل حسد سے بھر گیا اور اس سے کینہ رکھنے لگا۔ اس پر اس نے مزید تفتیش کی ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی لاعلمی محض بناوٹی تھی۔ عمالیقیوں کے ہاتھ سے ساؤل کی موت ایک من گھڑت بات ہوگی اور یہ کہاوت شاید ایک سے زیادہ واقعات پر مبنی ہو۔ اس قسم کے خیالات طرزِ تحریر اور ترتیب کے اتحاد کے مقابلہ میں چنداں وقعت نہیں رکھتے۔ یہ کتاب عبرانی نثر کا ایک بہترین نمونہ ہے جو عبرانی ادب کے عروج کے زمانہ میں معرضِ وجود میں آئی۔

سموئیل کی کتاب کا بعد کی کتابوں سے اس بات میں بھی فرق ہے کہ اس میں "موسوی شریعت" کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے (۱۔سلاطین ۲: ۳ اور سلاطین میں کئی اور مقامات)۔ اس میں عام طور پر "لشکروں کے خدا" کا محاورہ استعمال ہوا ہے۔

بادشاہت کے بارے میں دو مختلف نقطۂ نظر یعنی انسانی اور الٰہی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اسے دو اشخاص نے مرتب کیا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے ارد گرد کی دوسری اقوام کی مانند اپنے لئے ایک بادشاہ چاہتے تھے (قضاۃ ۸: ۲۲ ز یوحنا ۶: ۱۵ بھی دیکھئے)۔ جب سموئیل نے خداوند کی ہدایت کے بموجب ان کی درخواست کو منظور کر لیا تو اسے حکم ملا کہ وہ ساؤل کو ان کا "پیشوا" مقرر کرے تاکہ وہ لوگوں کو ان کے دشمنوں سے بچائے (۱۔سموئیل ۹: ۱۶)۔ یہ لفظ داؤد کے لئے (۱۔سموئیل ۱۳: ۱۴) اس وقت استعمال کیا گیا جب کہ ابھی اس کی تاجپوشی نہیں ہوئی تھی۔ ساؤل اور داؤد لوگوں کی دنیوی خواہش اور الٰہی اور روحانی مقصد کے بہترین مظہر ہیں۔ اس تمام کتاب میں یہ دونوں لہریں ساتھ ساتھ چلتی دکھائی دیتی ہیں۔

یہ کتاب ایک صدی کے حالات کو پیش کرتی ہے۔ اور اس طرح قضاۃ ابواب ۱۳ اور ۱۴ کے بعد اس کا آغاز ہوتا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی صحت اور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جو واقعات ان میں مذکور ہیں، ان کے وقوع میں آنے کے فوراً بعد انہیں تحریری صورت میں لایا گیا۔ مثلاً عیلی کا نام ۱۔سموئیل ۱: ۳ میں پہلی بار بغیر کسی تمہید کے آیا ہے، جس سے یہ مراد ہے کہ عوام اسے خوب جانتے تھے۔ ۲۔سموئیل ۹-۲۰ ابواب کا بغور مطالعہ کرنے سے آشکارا ہوتا ہے کہ مصنف یا تو خود چشم دید گواہ تھا، یا ان سب واقعات سے خوب واقفیت رکھتا تھا۔

سیاسی اور روحانی طور پر یہ تغیر و تبدل کا زمانہ تھا۔ موسیٰ اور یشوع کے ماتحت

الٰہی حکومت کی بجائے اب جھگڑے اور جنگ وجدل کا زمانہ تھا، جیسا کہ قضاۃ کی کتاب میں آیا ہے، اور بادشاہت کے قیام کے لئے راستہ تیار ہو رہا تھا۔ اِن صدیوں کی روحانی تواریخ کا بیان زبور ۷۸: ۶۵-۷۲ میں مذکور ہے۔ خدا ایسے شخص کی طرف اُن کی راہنمائی کر رہا تھا جو اُس کے دل کے موافق مسیح کے نمونہ کا بادشاہ اور اُس کا پیش رَو ہو۔ قدیم اور بے قاعدہ غیب بین کے سلسلہ کی بجائے اب باقاعدہ نبیوں کا سلسلہ شروع ہو رہا تھا۔

داؤد بادشاہ کی جلاوطنی کے حالات کا بیان خود اُس نے یا کسی اور بہت ہی عزیز دوست نے مہیا کیا ہوگا (۱-سموئیل ۲۴: ۳، ۷، ۲۲؛ ۲۶: ۶)۔ اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اِس کا سنِ تصنیف دسویں صدی قبل از مسیح کے پہلے ۲۵ سالوں میں ہوگا۔

تجزیہ

۱۔ سموئیل

۱-۳ ابواب — پیدائش۔ شاگردی اور بلاہٹ۔

۴-۶ " — فلستیوں سے جنگ۔ عہد کے صندوق کو کھو دینا اور پھر واپس لانا۔

۸-۱۰ " — سموئیل کا اسرائیل کا انصاف کرنا۔ ساؤل کو پیشوا ہونے کے لئے مسح کرنا۔

۱۱-۱۴ " — بحیثیت بادشاہ ساؤل کا استحکام اور فلستیوں کو بار بار شکست دینا۔

۱۵ باب — عمالیقیوں سے لڑائی۔ ساؤل کی نافرمانی۔

۱۶-۱۸ ابواب — داؤد کا مسح ہونا۔ اُس کی جاتی جولیت پر فتح۔ عقلمندی کی چال۔

۱۹-۲۴ " — داؤد اور یونتن۔ جلاوطنی کی حالت میں۔

۲۵: ۱ — سموئیل کی وفات۔

۲۵: ۲ - ۳۰: ۲۱ — داؤد اور ابیجیل۔ جات میں جا کر رہنا۔ ساؤل کا آہستہ آہستہ زوال کو پہنچنا۔

۲۱ باب — ساؤل اور یونتن کی شکست اور موت۔

۲۔ سموئیل

۱ باب — ساؤل اور یونتن کے لئے داؤد کا نوحہ۔

۲-۵ ابواب — حبرون میں داؤد کے بادشاہ ہونے کا اعلان۔ اُس کا یروشلیم میں تمام اسرائیل پر حکومت کرنا۔

۶-۱۰ " — عہد کے صندوق کو یروشلیم میں لانا۔ داؤد کی فتوحات اور ساؤل کے گھرانے کے ساتھ اعلیٰ سلوک۔

۱۱-۱۳ " — داؤد کا گناہ اور ناتن کا اُسے ملامت کرنا۔ ابی سلوم کا فرار۔

۱۴-۱۸ " — ابی سلوم کی بغاوت۔ داؤد کا فرار۔ ابی سلوم کی موت۔

۱۹-۲۱ " — داؤد کی واپسی اور اُس کا مختلف لوگوں سے برتاؤ۔

۲۲-۲۳ " — داؤد کے گیت اور فتح کے کارنامے۔

۲۴ باب — مردم شماری اور وبا۔ ارَوناہ کے کھلیان میں مذبح بنانا۔

مضامین

اس کتاب میں سموئیل، ساؤل اور داؤد کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات مندرج ہیں۔ لیکن ہر بات کو جو الٰہی مقصد سے تعلق نہیں رکھتی اُسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ تینوں اشخاص تربیت کے ابتدائی دور میں سے گزرتے ہیں۔ اُن کی زندگی کے حالات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ تمام داستان مناسب موزوں اور مختصر الفاظ میں بیان کی گئی ہے، لیکن آخری فتح و نصرت کے سلسلہ کو اچھی طرح سے واضح کر دیا گیا ہے۔ پہلے سموئیل کے ابتدائی ایام کا ذکر ہے (۱-سموئیل ۱-۷ تک)۔ پھر اُس کی نبوت کے کام (۸-۲۵) ہماری نظر کے سامنے آتے ہیں۔ ابواب ۸-۱۰ میں ساؤل کو مسح کرنے اور اُس کے بادشاہ بننے کے اعلان سے پہلے کے واقعات کا بیان ہے۔ ساؤل کے عہدِ سلطنت کے ابتدائی ایام میں داؤد کو پوشیدگی میں مسح کیا جاتا ہے (۱۶)۔ سموئیل اور بعد ازاں ساؤل کی وفات کے بعد ۲-سموئیل داؤد کے عہدِ حکومت کا بیان کرتی ہے (۲-سموئیل ۲-۲۱)۔

جُوں ہی اِس کتاب کا آغاز ہوتا ہے ہم سیلا میں پہنچتے ہیں جو قومی مذہب کا مرکز تھا، اور جہاں شریعت کی تعلیم کی نشر و اشاعت ہوتی تھی (زبور ۱۰۵: ۴۵)۔ یہاں لوگ قربانی چڑھانے آتے تھے۔ یہاں روایتی کہانت، خیمۂ اجتماع اور عہد کا صندُوق تھے۔ یہاں ایماندار القانہ اور حنہ نے سموئیل کو مخصوص کیا۔ شاید اِس لئے نہیں کہ وہ ایک نذیر ہو بلکہ اِس لئے کہ خُدا کی خدمت کے لئے علیحدہ کیا جائے۔ اِس قسم کی علیحدگی اور مخصُوصیت سے اسرائیل کے قدیم ایّام میں مُوسوی نظام کی سادگی کی یاد تازہ ہوتی ہے جو گرد و نواح کی اقوام کی بُت پرستی سے بالکل اور قطعی طور پر مختلف تھی۔

سموئیل کی رہنمائی میں ہم نبوت کے نظام کی ترقی دیکھتے ہیں۔ وہ لوگوں کا انصاف کرنے کے لئے دَورے پر جایا کرتا تھا (۱-سموئیل ۷: ۱۶-۱۷)۔ وہ انبیاء کی تربیت گاہ کا صدر تھا (۱۹: ۱۸-۲۴)۔ یہاں خُدا کے دیندار آدمی اُس کی رفاقت میں رہتے تھے۔ یہ سموئیل ہی تھا جس نے اسرائیل کے لئے حکومت کی طرز مرتب کی جسے مصفاہ کے مقام پر خُدا کے سامنے رکھا گیا (۱-سموئیل ۱۰: ۲۵ بمقابلہ استثناء ۱۷: ۱۴-۲۰) اور اِس طرح اُسنے الٰہی حکومت کو ایک انسانی سلطنت میں تبدیل ہونے کے لئے راہ تیار کر دی۔

داؤد کے تخت پر قائم ہونے کے ساتھ ہی (۲-سموئیل ۷) اُن بادشاہوں کے اُس سلسلہ کی پیشینگوئی کی گئی، جو اُس کے بعد آنے والے تھے اور جن میں سے ایک کی سلطنت کی اِنتہا نہ ہوگی۔ اِس طرح یہوداہ سے اُس کے باپ یعقوب کے وعدے (پیدایش ۴۹: ۱۰) کا تعلق جوڑا گیا اور اُس کی تکمیل (لوقا ۱: ۶۹؛ ۲: ۱۱) پہلے بڑے دل پر ہوئی۔

اِس تمام کتاب میں بہت سے نشانات اور علامات ایسی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اِس میں کبھی مُوسوی شریعت کا براہِ راست ذکر نہیں ہُوا، لیکن وہ اُن کے پاس مُوجود تھی اور بنی اسرائیل اُسے بالکل بھُول نہیں بیٹھے تھے۔ وہ دِن جس کے انتظار کا ذکر استثناء ۱۸: ۱۸ میں ہے، ابھی تک نہیں آیا تھا، لیکن جلد آنے والا تھا۔

چُنانچہ ہم سوختنی قربانیوں اور سلامتی کی قربانیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں، اور اُن کا حوالہ قربانی کی شریعت میں پاتے ہیں (۱-سموئیل ۲: ۱۲-۱۷؛ ۹: ۲۴؛ ۱۵: ۱۵-۲۲؛ ۲-سموئیل ۲۴: ۲۵)۔ ہم یہاں خیمۂ اجتماع، کروبیوں کے درمیان عہد کے صندُوق، بخور اور

نذر کی روٹیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں (۱-سموئیل ۲: ۲۲، ۲۸؛ ۴: ۴؛ ۲۱: ۴)۔ اِس میں ہارُون اور لاویوں (۱-سموئیل ۲: ۲۷؛ ۶: ۱۵؛ ۲-سموئیل ۱۵: ۲۴)، خون سے باز رہنے کے قوانین (۱-سموئیل ۱۴: ۳۲)، اور چار گُنا زیادہ معاوضہ (۲-سموئیل ۱۲: ۶) دینے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اُن کا اتفاقی ذکر اِس شہادت کی قیمت کو بہت بڑھا دیتا ہے۔

اِس امر پر زور دیا گیا ہے کہ خُدا اِن سب حالات اور واقعات کا مُوجد ہے۔ وُہی اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے خادموں کو برگزیدہ کرتا ہے، جَیسا کہ قضاۃ ۲: ۱۸ میں آیا ہے کہ خُدا "قاضیوں کو برپا کرتا" ایسے ہی ۱-سموئیل ۲: ۳۵ میں "مَیں اپنے لئے ایک وفادار کاہن برپا کرُوں گا" اور ۱-سموئیل ۲: ۸ میں "وہ غریب کو خاک پر سے اُٹھاتا ہے" (بمقابلہ عاموس ۲: ۱۱)۔ ہر ایک مثال میں فعل متعدی استعمال کیا گیا ہے۔ ہمارے خُداوند نے بھی یائر کی بیٹی کو جِلاتے وقت یہی فعل پُورے اِختیار کے ساتھ استعمال کیا تھا (مرقس ۵: ۴۱)۔

اِس کتاب میں مہربانی، پاکیزگی اور صداقت صاف طور سے دکھائی گئی ہے۔ خُدا کی سی مہربانی (۲-سموئیل ۹: ۳؛ ۱۰: ۲؛ ۳: ۸؛ ۹: ۱۷ بمقابلہ ۱-سموئیل ۲۰: ۸)، پاکیزگی (۱-سموئیل ۲: ۲؛ ۲۱: ۵)، صداقت (۲-سموئیل ۲۳: ۳)۔

سموئیل اور داؤد اخلاقی شریعت کے حامی تھے۔ اور ساؤل سے قطعِ تعلق کا ذکر (۱-سموئیل ۱۵) با اختیار الفاظ میں کیا گیا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو کہ احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری رسمی قربانی چڑھانے سے بہتر ہے۔ عہد کے صندُوق کو ایک مقدس چیز جان کر اُس کی عزت کرنا اخلاقی شریعت کا بدل نہیں ہو سکتا، جس کا یہ صندُوق نشان تھا (۱-سموئیل ۴: ۵؛ ۲-سموئیل ۶: ۲۱)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱- اِس کتاب میں دی ہُوئی دُعاؤں اور اُن کے جواب کا مُطالعہ کیجیے۔
۲- غور سے دیکھیے کہ کس طرح مسیح خُداوند کے تین رُتبوں (نبی، کاہن اور بادشاہ) کی جھلک اِس کتاب میں دکھائی دیتی ہے۔
۳- یہ دیکھیے کہ کس طرح داؤد اپنی شخصیت، منصب اور زندگی کی خصوصیات میں خُداوند مسیح کا مثیل ہے۔

۴۔ مندرجہ ذیل زبُوروں پر غور فرمائیے، جو داؤد کی زندگی کے مختلف واقعات کو پیش کرتے ہیں (ا) ۳، ۲۴، ۱۰۱، (ب) ۲۰، ۲۱، ۶۰، (ج) ۳۲، ۵۱، (د) ۳، ۴، ۲۶، ۲۸۔

۱ و ۲۔ سلاطین

مصنّف، سِن تصنیف اور حالات

عبرانی روایت کے مُطابق یرمیاہ نبی نے ۱ اور ۲۔ سلاطین کی کُتب تصنیف کیں۔ لیکن اِس کے علاوہ اَور کوئی ثبوت اِس کے حق میں نہیں ہے۔ کتاب اتنی طویل مُدّت کا بیان کرتی ہے کہ یہ مُمکن نہیں ہو سکتا کہ یرمیاہ نے اِس تمام کتاب کو تصنیف کیا ہو۔ عبرانی متن میں یہ دونوں کتابیں ایک ہی کتاب خیال کی جاتی ہیں، لیکن ہفتادی ترجمہ میں اُنہیں الگ کر دیا گیا ہے۔ دونوں کتابوں کی طرزِ تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص نے مختلف ماخذ سے معلومات حاصل کر کے اُنہیں مرتب کیا ہوگا۔

سلاطین کی کُتب میں اُن ماخذ کے نام دیئے گئے ہیں جن سے ان کی تالیف ہُوئی اور پڑھنے والوں کو کہا گیا ہے کہ وہ مزید واقفیت کے لئے ان کا مُطالعہ کریں۔ یہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔ "سُلیمان کے اعمال"، "سلاطینِ اسرائیل کی تواریخ" (۱۷ دفعہ) اور "سلاطینِ یہوداہ کی تاریخ" (۱۵ دفعہ)۔ اسُوری اور دُوسری قوموں کی یادگاروں کی طرح اُن میں بھی عمارات، جنگ و جدل اور سیاسی حالات کا تعلق دکھایا گیا ہے۔ بہُت سے نقادوں کا دعویٰ ہے کہ ایلیاہ اور الیشع کے تذکروں سے بھی مدد لی گئی ہوگی جو الگ دستاویز کی صورت میں تھے لیکن یہ دعویٰ غلط معلوم ہوتا ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا نبیوں کی داستانیں دُو اَور ماخذ سے لی گئی ہیں۔ یہ بات بھی مشکوک معلوم ہوتی ہے کہ مصنّف نے "اخی اب کے اعمال" سے بھی بہُت مواد حاصل کیا ہو۔

جدید ترین عُلماء کا خیال ہے کہ سلاطین کی کتابیں ساتویں صدی قبل از مسیح کے آخر میں تصنیف ہُوئی تھیں، کیونکہ اِن میں بادشاہوں کے چال چلن اور انتظام میں یُوسیاہ بادشاہ کی اِصلاحات کا اثر نظر آتا ہے۔ اِن میں ایسے حصّہ جات ہیں،

(مثلاً ۱ سلاطین ۸: ۸) جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِن کتابوں کی تالیف اور مرتب ہونے کے وقت ہیکل اور یروشلیم کا باقی ماندہ حصّہ ابھی تک تباہ و برباد نہ ہُوا تھا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۵۸۶ ق۔م میں یروشلیم کے برباد ہونے سے پہلے یہ کُتب تصنیف ہو چکی تھیں۔ جنُوبی بادشاہت کی تاریخ اِس سے بھی کچھ دیر بعد یعنی ۵۶۰ قبل از مسیح تک جا پہنچتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اِس کا آخری حصّہ بعد میں شامل کیا گیا ہوگا۔

سلاطین کی کتابیں اوّل و دوم سموئیل کے ساتھ مُنسلک ہیں اور جو حالات سموئیل کی کُتب میں مرقوم ہُوئے، اُنہیں جاری رکھا گیا ہے، اور اِس طرح اسرائیلی سلطنتوں کی تواریخ کو تکمیل تک پہنچا دیا گیا ہے۔

تجزیہ

۱۔ سلاطین

۱ - ۱۱	ابواب	سُلیمان کی تخت نشینی اور حکُومت۔
۱۲ - ۱۶	"	سلطنت کی تقسیم اور اخی اب کی تخت نشینی۔
۱۷ - ۲۲	"	ایلیاہ۔

۲۔ سلاطین

۱: ۱ - ۲: ۱۱		ایلیاہ کے بیان کو جاری رکھا گیا ہے۔
۲: ۱۲ - ۱۳: ۲۵		الیشع۔
۱۴ - ۱۷	ابواب	شمالی سلطنت کا زوال اور بربادی۔
۱۸ - ۲۳	"	حزقیاہ سے یُوسیاہ تک۔
۲۴ - ۲۵	"	یہوداہ کی سلطنت کے آخری ایّام۔

مضامین

مصنّف نے بڑی خوبصورتی سے شمالی اور جنُوبی سلطنتوں کی متوازی تواریخ لکھنے کی مشکل کو حل کیا ہے۔ وہ اسرائیل کے پہلے بادشاہ سے شروع کر کے اُس

کے عہدِ حکومت کو آخر تک پہنچاتا ہے۔ پھر وہ یہوداہ کی سلطنت کی تواریخ کو لیتا ہے اور اُسے اُس بادشاہ کے ایام تک بیان کرتا ہے جو اسرائیل کے پہلے بادشاہ کے ایام تک رہا۔ اب وہ باری باری ایک سلطنت سے دُوسری سلطنت تک جاتا ہے اور بڑی احتیاط سے بتاتا جاتا ہے کہ شمالی سلطنت کے کس بادشاہ کے کون سے سال میں جنوبی سلطنت کا بادشاہ تخت نشین ہُوا۔ اور اسی طرح جنوبی سلطنت کے بادشاہوں کے مقابلے میں شمالی سلطنت کے بادشاہوں کا بیان پیش کرتا ہے۔ وہ شروع میں بادشاہ کی عمر اور اُس کی ماں کا نام بھی لکھتا ہے۔ اِس اَمر پر سب کا اِتفاق ہے کہ یہ تواریخ باصحت اور درُست ہے، اور نہایت احتیاط سے قلمبند کی گئی ہے۔

سلاطین کی کُتب کی سب سے دلچسپ خُوبی یہ ہے کہ تقریباً ہر بادشاہ کے عہدِ حکومت کے خاتمہ پر مُصنّف مذہبی نُقطۂ نگاہ سے اپنا فیصلہ دیتا ہے۔ بعض دفعہ یہ فیصلہ بادشاہ کے بالکل خلاف ہوتا ہے (مثلاً ۱-سلاطین ۱۵: ۳-۴)۔ بعض اوقات یہ فیصلہ بادشاہ کے حق میں ہوتا ہے (مثلاً ۲-سلاطین ۱۸: ۳-۷)۔ اکثر یہ فیصلہ اچھے اور بُرے پہلوؤں کو ظاہر کرتا ہے (مثلاً ۲-سلاطین ۱۲: ۲-۳)۔ وہ قصور جنہیں نہایت گھنونا اور قابلِ ملامت سمجھا گیا ہے یہ ہیں: اُونچے مقامات کو نہ ڈھانا اور خدائے قادر کی صحیح عبادت نہ کرنا۔ وہ بار بار اسرائیل کے بدکار بادشاہوں کے بارے میں یُوں کہتا ہے کہ وہ نباط کے بیٹے یربعام کی بُری راہوں پر چلتے رہے جس نے اسرائیل سے گناہ کروائے۔ اور یہوداہ کے راستباز بادشاہوں کی بابت لکھتا ہے کہ وہ خداوند کے بندے داؤد کے نقشِ قدم پر چلے (مثلاً ۱-سلاطین ۱۵: ۱۱)۔ اور اس طرح اُس نے داؤد کی نسل کی اِس خوبی سے تعریف کی ہے کہ وہ حکومتِ الٰہی کے گرویدہ تھے۔

مذکُورہ بالا بیان سے عیاں ہے کہ سلاطین کی کُتب میں صحیح اور درُست تاریخ ہے، لیکن یہ تاریخ مذہبی نقطۂ نگاہ سے لکھی گئی ہے۔ مثلاً یہ امر غور طلب ہے کہ جہاں دُوسری قوموں کی تواریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمری اسرائیلی بادشاہوں میں سب سے زیادہ مشہُور تھا، یہاں اُس کا ذکر نصف باب پر مشتمل ہے۔ یہ اِس لئے نہیں، کہ اِس میں تاریخی لحاظ سے غلطی سرزد ہُوئی ہے، مگر اِس لئے کہ مُصنّف کے مذہبی نقطۂ نظر سے اُس کا عہدِ حکومت کوئی خاص وقعت نہ رکھتا تھا۔ اُس کی غرض یہ نہیں کہ یہوداہ اور اسرائیل کی سلطنتوں میں جو کُچھ بھی وقُوع پذیر ہُوا اُس کا مفصّل حال لکھے۔ جو کتابیں اُس نے استعمال کیں تاریخ کا مفصّل بیان کرتی ہیں۔ لیکن اُس نے اپنے مقصد کے چند

واقعات کو ہی لیا ہے۔

سلاطین کی دو کتابیں چار صدیوں کے حالات قلمبند کرتی ہیں۔ لیکن سموئیل کی دونوں کتابوں میں صرف ایک صدی کی تاریخ ہے۔ پس یہ نتیجہ نکلا کہ ان میں بہت کم تفاصیل مندرج ہیں تو بھی مُصنّف تمام کرداروں کو بڑی صفائی سے پیش کرتا ہے۔ اِس میں نیکی اور بدی میں جنگ وجدل خُوب عیاں اور ظاہر ہے، جو شمالی سلطنت میں اُس وقت انتہا کو پہنچتا ہے جب کوہ کرمل پر ایلیاہ بعل کے پجاریوں کا مقابلہ کرتا ہے، اور جنوبی سلطنت میں جب یہویدع اُس لڑکے بادشاہ یوآس کی جان بچاتا ہے اور عتلیاہ پر جس نے بعل کی پرستش شروع کروانے کی کوشش کی تھی، غالب آکر اُسے قتل کرتا ہے۔

اِس طرح یہ تمام زمانہ خدا پرست اقلیت کے لئے مذہبی کارہائے نمایاں کے خیال سے بہُت اہمیت رکھتا ہے۔ سلاطین کی دونوں کتابیں ہمارے لئے یرمیاہ نبی اور آٹھویں صدی قبل از مسیح کے دیگر انبیاء کی خدماتِ حسنہ کو سمجھنے کے لئے نہایت عمدہ پس منظر ہیں۔ اِس عہد میں نبوّت نہ صرف خدا کی حمایت میں کام کرنے کا آلہ تھی بلکہ اُس کی مرضی کا اظہار کرنے کا بڑا ذریعہ بھی بن گئی۔ لیکن اب تحریر شدہ کلام کے وسیلے سے لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کیا جاتا تھا (۲-سلاطین ۲۲-۲۳)۔ اِس زمانہ میں عاموس، ہوسیع اور یرمیاہ جیسے خدا کے بندے، جن کا ان کتابوں میں ذکر تک نہیں، بڑے زور شور سے یہ منادی کر رہے تھے کہ خدا اپنے بندوں سے محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ بنی اسرائیل نے اپنے گناہ وسیاہ کاری کی وجہ سے پُرانے عہد کو توڑ ڈالا ہے تو بھی وہ اُن سے نیا عہد باندھنے کے لئے رضامند ہے۔

اگر یہ کتابیں تصنیف نہ ہوتیں، تو ہم اُس زمانے کے مذہبی مکاشفوں کے تاریخی پس منظر سے محرُوم رہتے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ اِن کتابوں میں مذکُورہ تمام دُعاؤں، اُن کے مُوقعوں، مضامین اور جوابوں پر غور کیجئے۔

۲۔ مختلف بادشاہوں کی زندگی سے اُن بڑے نتائج کے مُتعلق جو دُنیا سے دوستی رکھنے اور جھُوٹے مذاہب سے سمجھوتہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں کیا تنبیہ ملتی ہے؟

۳- ایلیاہ اور الیشع کی زندگی کا مقابلہ کیجئے۔ وہ ہماری گواہی کے بارے میں ہمیں کیا سبق سکھاتے ہیں؟ اِن دونوں کے متعلق اناجیل کے بیان پر غور فرمایئے۔

۴- ایلیاہ، یوآس اور یوسیاہ کی اِصلاحات میں کلیسیا اور قوم کے لئے کیا سبق ملتا ہے؟

۵- مسیح کی آمد کی تیاری میں ہیکل کی تعمیر اور اُس میں عبادت کرنا کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ (اعمال باب ۷؛ ۱- کرنتھیوں ۳: ۱۶؛ ۲- کرنتھیوں ۶: ۱۶؛ مکاشفہ ۱۱: ۱۹؛ ۱۵: ۵؛ ۲۱: ۲۲)۔

۱، ۲- تواریخ

مصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

عبرانی بائبل میں پہلی اور دُوسری تواریخ ایک ہی کتاب ہیں، اور عزرا اور نحمیاہ کے ساتھ باقی تمام تاریخی کتابوں یعنی انبیاءِ قدیم سے الگ ہیں۔ وہ اُن نوشتوں[1] میں شامل ہیں جو عبرانی بائبل کے آخری حصّہ میں رکھے گئے ہیں۔ ۱، ۲- تواریخ کی کتب عبرانی بائبل کے آخر میں مرتّب کی گئی ہیں۔ اُن کا عبرانی نام "روزنامچہ" اُن کی تاریخی خاصیّت کو ظاہر کرتا ہے۔ ہفتادی ترجمہ میں اُن کا نام "چھوڑا ہُوا" آیا ہے، جس سے مُراد ہے کہ تواریخ کی کتابیں سموئیل اور سلاطین کی کُتب کو مکمل کرتی ہیں۔ جیروم نے پہلے پہل انہیں تواریخ کہا، اور پھر یہی عنوان مروّج ہو گیا۔

"نوشتوں" میں اُن کا شمار یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ زیادہ تر مذہبی نہ کہ تاریخی نقطۂ نظر سے لکھی گئی تھیں۔ مصنّف نے اِس تواریخ کا آغاز سلاطین کے اختتام سے نہیں کیا۔ اُس کی تواریخ ۲- سموئیل اور ۱، ۲- سلاطین سے ملتی ہے۔ اُس کی یہ کوشش نہیں کہ اِن کُتب کے تمام مضمون کو اِس میں درج کرے بلکہ وہ اُن خاص واقعات کا انتخاب کرتا ہے جو مذہبی طور پر اور خاص کر کہانت کے زاویۂ نگاہ سے بہُت اہمیت رکھتے ہیں۔ اِس کے خیال اور تحریر کا مرکز جنوبی سلطنت ہے۔ کئی وجوہات کے باعث یہ کہنا

1 "Kethubim" (writings) or "Hagiographa"

موزوں ہے کہ اِس کا پہلی تواریخی کتابوں سے وُہی رشتہ ہے جو چوتھی انجیل کا پہلی تین اناجیل سے ہے۔

یہ سوال کہ تواریخ کی کتابوں کا مصنّف کون ہے اور وہ کب تصنیف ہوئیں، تواریخ، عزرا اور نحمیاہ کی کتابوں کے ایک ہونے کے سوال سے وابستہ ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ شروع میں یہ تمام کتابیں ایک تھیں، جس کی حمایت میں وہ مندرجہ ذیل وجوہات پیش کرتے ہیں:-

۱- دُوسری تواریخ کی آخری آیات وُہی ہیں جو عزرا کی کتاب کی پہلی آیات ہیں۔

۲- دونوں میں مصنّف کا کہانت کے بارے میں ایک ہی نظریہ ہے۔ وہ ہیکل کی عبادت، اُس کی رسُوم، لاویوں اور شریعت کی پابندی میں بہُت دلچسپی رکھتا ہے۔

۳- اِن تمام کتابوں کا اسلُوبِ بیان اور طرزِ تحریر یکساں ہے، اور اُن سب میں مختلف نسب ناموں اور ناموں کی فہرست ہے۔

۴- عبرانی روایت عزرا کو اِن سب کتابوں کا مصنّف تسلیم کرتی ہے۔

اِن تمام وجوہات سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ تواریخ، عزرا و نحمیاہ ایک ہی مصنّف کی تصنیف ہیں لیکن اِن سب کا مطالعہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی زمانے میں لکھی گئی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے کہ یہ سب عزرا یا کسی ایسے شخص نے مرتّب کی ہیں جس کی نبوّت کی نسبت کہانت میں زیادہ دلچسپی ہے۔

تواریخ اور عزرا و نحمیاہ کے مختلف سنِ تصنیف بتائے جاتے ہیں۔ اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ بعض علامات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں یونانی زمانہ (۳۳۲ ق-م) کے بعد مرتّب کی گئی تھیں۔ لیکن اِس کا کوئی پختہ ثبوت موجود نہیں ہے۔ ۱- تواریخ ۳: ۱۷-۲۴، جس میں داؤد کی اولاد کا شجرۂ نسب زرُبابل کے بعد چھٹی پُشت تک ہے، شاید بعد میں شامل کیا گیا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف نے مندرجہ ذیل مواخذ استعمال کئے ہیں۔ توریت (شاید) سموئیل، سلاطین، یسعیاہ (۲- تواریخ ۲۶: ۲۲) "بادشاہوں کی کتاب کی تفسیر" (۲- تواریخ ۲۴: ۲۷)، عیدو نبی کی روایتوں کی کتاب اور مختلف انبیاء کا کلام جن کے ناموں کا وہ ذکر کرتا ہے (۱- تواریخ ۲۹: ۲۹؛ ۲- تواریخ ۹: ۲۹)۔ شاید یہی مواخذ قدیم تواریخ کے مرتّب کرنے کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔ مصنّف اکثر اُن کا نام لیتا ہے اور مزید پڑھنے والوں کو اُن کا حوالہ دیتا ہے۔

CamScanner

مصنّف عام طور پر جنُوبی سلطنت کا حال لکھتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے زمانہ سے بہُت پہلے شمالی سلطنت کا خاتمہ ہو چُکا تھا۔ لیکن اِس کی ایک وجہ اَور بھی تھی، اور وہ یہ کہ جنُوبی سلطنت ہی اُس کی دلچسپی کا مرکز تھا کیونکہ اُس کی دلچسپی ہیکل اور اُس کی رسُومات میں تھی۔ کِٹِل[1] کا دعویٰ ہے کہ تواریخ کی تدوین کے چار مدارج کے نشانات ملتے ہیں، لیکن تمام کتاب کے نقطۂ نظر میں ایک خاص اور ضرُوری یکسانیت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ دعوٰے درُست معلُوم نہیں ہوتا۔

سلاطین اور تواریخ کی کتابوں کا آپس میں مقابلہ کرنے سے بظاہر چند ایک اِختلافات معلُوم ہوتے ہیں۔ نیز اِس حقیقت کے پیشِ نظر کہ تواریخ کی کتابیں بعد میں تصنیف ہُوئیں بعض علماء سلاطین کی کُتب کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اِس زمانے کے درُست اور قابلِ اعتبار حالات صرف اِن کتابوں سے مل سکتے ہیں۔ اکثر اِختلافات اعداد اور سن وسال کے متُعلّق ہیں۔ ممکن ہے کہ مختلف طریقوں سے گننے، حساب کرنے اور نوِشتوں کے نقل کرنے کے باعث اُن میں سے اکثر وجُود میں آئے ہوں۔ وہ اصحاب جنہوں نے نقل کرنے کا کام کیا ہے اچھّی طرح جانتے ہیں کہ اعداد میں الفاظ کی نسبت غلطی کا زیادہ احتمال ہوتا ہے۔ بعض ظاہری اختلافات دونوں کتابوں (سلاطین اور تواریخ) کے مصنّفوں کے مختلف مقاصد کے باعث ظہُور پذیر ہُوئے یا اِس لئے کہ اِن بیانات کے لئے اُن کے ماخذ ایک دوُسرے سے مختلف تھے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اناجیل کی طرح یہ دو الگ بیان حقائق کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے کار آمد ہیں اور تاریخی واقعات کی تصدیق کرتے ہیں۔

اِن اختلافات کا مفصّل بیان کیل[2] اپنی "سلاطین اور تواریخ کی تفاسیر" میں پیش کرتا ہے۔

تجزیہ

۱۔ تواریخ

۱ – ۹ اَبواب — نسب ناموں کا خلاصہ۔

1 Kittel   2 Keil's *Commentaries on Kings and Chronicles*

۱۰ باب — ساؤل کی موت۔

۱۱ – ۱۶ اَبواب — داؤد کی تخت نشینی، اُس کے بہادر آدمی اور عہد کے صندوق کو واپس لانا۔

۱۷ – ۲۱ 〃 — خُدا کا داؤد سے وعدہ، اُس کی فتوحات اور مردم شماری۔

۲۲ – ۲۹ 〃 — سلیمان کی تخت نشینی، ہیکل کی تعمیر اور اُس میں عبادت کے لئے داؤد کی تیاری۔

۲۔ تواریخ

۱ – ۸ اَبواب — سلیمان کی دُعا۔ ہیکل کی تعمیر اور اُس کی مخصُوصیّت۔

۹ باب — ملکۂ سبا کا آنا۔ سلیمان کی موت۔

۱۰ – ۲۸ اَبواب — تقسیم شدہ سلطنت۔

۲۹ – ۳۲ 〃 — حزقیاہ کی اصلاحات اور اسُوریوں کے ہاتھ سے مخلصی۔

۳۳ باب — منسّی کا بُرا عہدِ حکومت۔

۳۴ – ۳۵ اَبواب — یوسیاہ کی اصلاحات، شریعت کا پڑھا جانا اور لوگوں کا سنجیدگی سے عیدِ فسح منانا۔

۳۶ باب — یہُوداہ کی بادشاہت کے آخری ایّام۔

مضامین

تواریخ کی کتابوں کے چار بڑے حصّے ہیں۔

۱۔ ۱۔ تواریخ ۱ – ۹۔ یہاں آدم سے شرُوع کر کے مختلف نسب ناموں کے سلسلے بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں جا بجا تاریخی بیانات بھی موجُود ہیں۔ یہ امر غور طلب ہے کہ صرف داؤد اور سردار کاہن کے خاندان ہی اسیری کے بعد عزرا کے زمانے تک پہنچتے ہیں۔ یہ ناموں کی فہرستیں زیادہ تر یہُوداہ، لاوی اور بنیمین کے قبیلوں کی ہیں۔ جو لوگ جلاوطنی سے واپس آئے اُن میں اکثریت اِن ہی قبیلوں کی تھی۔

۲۔ ۱۔ تواریخ ۱۰ – ۲۹۔ دسویں باب میں ساؤل کی موت کا مختصر ذکر ہے۔ باقی تمام حصّہ داؤد کے عہدِ حکومت سے متعلق ہے۔ ناموں کی بہُت سی ایسی فہرستیں ہیں، جو ۲ سموئیل میں موجُود نہیں ہیں۔ بہُت سی دلچسپ کہانیاں جو وہاں دی گئی ہیں،

تواریخ کے مُصنّف نے قلمبند نہیں کیں۔ وہ خاص طور سے وہ واقعات لکھتا ہے جو داؤد کی سلطنت کی مضبوطی پر روشنی ڈالتے ہیں یا جو کہانت کے زاویۂ نگاہ سے دلچسپ ہیں۔

۳-۲-تواریخ ۱-۹-اِن ابواب میں سُلیمان کے عہد کے حالات مندرج ہیں، اور بیشتر حصّہ ہیکل اور اُس کی رسُومات پر مشتمل ہے۔

۴-۲-تواریخ ۱۰-۳۶-یہ ابواب سلطنت کی تقسیم کے زمانے سے لے کر جلاوطنی کے زمانے تک جنُوبی سلطنت کے احوال سے علاقہ رکھتے ہیں۔ شمالی سلطنت کی تواریخ لکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بجز اُس وقت کے جب کہ جنُوبی سلطنت سے اُس کا کچھ تعلق ہو۔ یہاں تک کہ ایلیاہ اور الیشع کو بھی چھوڑ دیا گیا ہے۔ صرف ایک جگہ پر ایلیاہ کا حوالہ دیا گیا ہے (۲۱ : ۱۲-۱۵)۔

مؤرخ یہوداہ کے بادشاہوں کا یہوواہ کی متواتر پرستش نہ کرنے کے بُرے نتائج کا بیان کرتا ہے۔ اُسے اسرائیل میں ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی تھیں، لیکن بنی یہوداہ میں ہی اُسے کافی مواد مل گیا۔ اُس کے بعض بادشاہ خُدا سے وفاداری کرتے تھے اور بعض بیوفائی۔ بے وفائی کے باعث اُن کو سزا ملی، اور وفاداری کے لئے برکات موجُود تھیں۔ بُرے بادشاہ اپنی بُت پرستی اور شریعت کی خلاف ورزی کے باعث مجرم ٹھہرائے جاتے ہیں۔ نیک بادشاہوں کی خُدا کی راہوں پر چلنے اور لوگوں کے دِل اُس کی طرف پھیرنے کے لئے تعریف کی جاتی ہے (۲-تواریخ ۱۴ : ۲-۴؛ ۳۴ : ۳-۴)۔

مُصنّفِ تواریخ خُدا کی برتری اور لامحدُودیت پر زور دیتا ہے (۱-تواریخ ۲۹ : ۱۱-۱۲)۔ لیکن یہ لامحدُود خُدائے مُطلق دُنیا سے علیحدہ نہیں، بلکہ اُس میں رہ کر کام کرتا ہے "خُداوند کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں تاکہ وہ اُن کی امداد میں جن کا دِل اُس کی طرف کامل ہے، اپنے تئیں قوی دکھائے" (۲-تواریخ ۱۶ : ۹)۔ جب وہ کسی مُصیبت، تلوار، آفت، وبا یا کال میں گرفتار ہوں، اگر وہ توبہ کریں اور خُدا کی طرف رجُوع لائیں تو وہ ضرور اُن کی دُعا اور مناجات سُنے گا (۲-تواریخ ۶ : ۲۴-۳۱؛ ۲۰ : ۹)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱-اگر آپ عبرانیوں ۱۱ باب کے ایمان کے بہادروں کی فہرست بادشاہت کے زمانہ تک رکھنا چاہیں تو آپ ۱ اور ۲-تواریخ سے کون کون سے اسماء کا انتخاب کرکے

اِس میں اضافہ کریں گے؟ اِس کی وجوہات بھی تحریر کیجئے۔

۲-یہ کتابیں پرستش اور حمدوثنا کی قدروقیمت کے مُتعلق کیا بتاتی ہیں؟

۳-داؤد اور اُس کے جانشینوں نے خُدا کے گھر کے لئے محبّت کا اظہار کس طرح سے کیا؟

۴-رہنماؤں اور عام لوگوں کو کن خُوبیوں کے باعث برکات ملیں اور کون سے گناہوں کے سبب سے اُنہیں سزا ملی؟

عزرا و نحمیاہ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

عزرا و نحمیاہ کی کتابیں پہلی اور دُوسری تواریخ کے سِلسلے کو جاری رکھتی ہیں۔ عبرانی فہرستِ مسلّمہ میں عزرا اور نحمیاہ ایک ہی کتاب کی صُورت میں ہیں۔ لہٰذا ہم بھی یہاں اُن کا باہم مُطالعہ کریں گے۔ اِن کتابوں کے مُصنّف اور سنِ تصنیف کے مسئلہ پر پہلی اور دُوسری تواریخ کی تمہید میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ تواریخ، عزرا اور نحمیاہ ایک ہی دبستانِ خیال سے متعلق ہیں۔ اور غالباً ایک ہی مُصنّف نے اُنہیں تالیف کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مُصنّف نے مندرجہ ذیل مواخذ استعمال کئے ہیں۔

۱-عزرا کی اپنی سرگزشت۔ عزرا ۷ : ۲۷-۹ : ۱۵ صیغۂ متکلم میں لکھی ہُوئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ باقی حصّے بھی جو صیغۂ غائب میں ہیں، اُسی ماخذ سے حاصل کئے گئے ہیں۔

۲-نحمیاہ کی اپنی سرگزشت۔ نحمیاہ کے پہلے سات ابواب اور ۸ : ۴ - ۱۳ تک صیغۂ متکلم میں ہیں۔ گو کتاب کے باقی حصّے صیغۂ متکلم میں نہیں، تو بھی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی نحمیاہ کی اپنی سوانح حیات سے لئے گئے ہیں۔

۳-ارامی دستاویزیں۔ عزرا ۴ : ۷ تا ۶ : ۱۸، اور ۷ : ۱۲-۲۶ ارامی زبان میں ہیں۔ یہ حصّے سرکاری دستاویزوں، فارسی (ایرانی) بادشاہوں کی خط وکتابت اور اُن کے جاری کردہ احکام وفرامین پر مشتمل ہیں۔ ہمیں ایلیفنٹائین پپیری[1] سے پتہ

[1] Elephantine Papyri

چلتا ہے کہ فارسی عہدِ حکومت میں ارامی زبان بین الاقوامی خط و کتابت کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ لہٰذا مصنّف وہ حصّے بھی جو اُس نے سرکاری دستاویزوں سے نہیں لئے، ارامی زبان میں ہی لکھتا ہے۔

۴۔ سرکاری فہرستیں۔ اِن میں اُن جلاوطنوں کی فہرست ہے، جو زرُبّابل کے ساتھ اسیری سے واپس آئے تھے۔ یہ فہرست عزرا ۲: ۱-۲۱ میں، اور کچھ تبدیلی اور تفصیل کے ساتھ نحمیاہ ۷: ۶-۲۳ میں پائی جاتی ہے۔ دُوسرے ناموں کی فہرست عزرا ۱۰: ۱۸-۴۴ اور نحمیاہ ۱۰: ۱-۲۷ ؛ ۱۱: ۴-۱۲: ۲۶، اور ۱۲: ۳۲-۴۲ میں ہے۔ بعض فہرستوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عزرا اور نحمیاہ کی اپنی اپنی سرگزشتوں کے حصّے ہیں اور دُوسری فہرستیں مؤلّف نے شامل کر دی ہیں۔

بعض نقّاد یہ سوال کرتے ہیں کہ جلاوطنی سے واپسی، جس کا ذکر عزرا ابواب ایک تا چار میں ہے، تاریخی اور حقیقی چیز ہے یا نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ شاہِ فارس خورس کے احکام (عزرا ۱: ۲-۴) اُس صورت میں نافذ کئے گئے ہوں جس صورت میں وہ یہاں بیان کئے گئے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ حجّی اور زکریاہ نے کسی واپسی کا ذکر نہیں کیا۔ اُن کے خیال میں غالباً وہ یہُودی جو اپنے مُلک میں رہ گئے تھے، اُنھوں نے ہی ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کیا تھا اور ان کتابوں کے مصنّف نے واقعات کو اپنے تصوّر کے مُطابق مرتّب کیا۔ لیکن مَوجُودہ زمانے کے زیادہ عُلما نے اِس نظریہ کو قبول نہیں کیا۔

یہ امر سب پر روشن ہے کہ شاہانِ فارس متعصّب نہ تھے۔ وہ غیر مذاہب سے رواداری کا سلُوک روا رکھتے تھے۔ اور الیفنٹائن[1] کی ایک پیپری میں جو ۴۱۹ ق م میں لکھی گئی مذکور ہے کہ دارا ثانی نے یبّ کے مقام پر یہُودیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی عیدیں منائیں۔ نیز یہ امر بعید از قیاس ہے کہ نبوکدنضر کے حملے کے بعد جو مٹھی بھر یہُودی پیچھے رہ گئے تھے، اُنھوں نے ہیکل کو تعمیر کیا ہو کیونکہ تمام قوم میں وہ غریب ترین لوگ تھے اور حزقیاہ ۲۳: ۲۵ کے مطابق یہوواہ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ پس اِس حقیقت سے اِنکار کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ واقعی ۵۳۷ قبل از مسیح میں بنی اسرائیل جلاوطنی سے واپس آئے تھے، جیسا کہ عزرا کی کتاب میں مذکور ہے۔

ایک اور مشکل سوال یہ ہے کہ اِن دونوں مشہور شخصیتوں میں سے کس نے پہلے اپنا

1 Yeb

کام کیا۔ کتاب میں مرقُوم ہے کہ ۴۵۸ ق م میں ارتخششتا اوّل کے عہدِ حکومت میں کثیر التعداد اشخاص عزرا کی زیرِ نگرانی اپنے مُلک میں واپس آ گئے۔ ۴۴۴ ق م میں شاہِ مذکور نے نحمیاہ کو حکمران مقرر کیا۔ ایک یا دو سال بعد عزرا اور نحمیاہ اکٹھے نظر آتے ہیں۔ حال میں بعض علما نے بائبل کے واقعات کی ترتیب کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ عزرا نے نحمیاہ سے پہلے نہیں، بلکہ اُس کے بعد اپنے کام کا آغاز کیا اور کہ مؤلّف نے غلط ترتیب و تدوین کی ہے لیکن اس دعوے کے لئے کوئی مُعتبر دلیل نہیں ملتی بلکہ مندرجہ ذیل وجُوہات اس دلیل کی تردید کرتی ہیں۔

۱۔ یہ حقیقت کہ نحمیاہ ۸: ۱ سے پہلے عزرا کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ شاید اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت وہ یرُوشلیم میں نہیں تھا یا اُس نے واقعاتِ مذکورہ میں کوئی حصّہ نہ لیا تھا۔

۲۔ عزرا ۹: ۹ میں یہ الفاظ کہ خُدا نے "یہُوداہ اور یرُوشلیم میں ہم کو شہر پناہ دینے کو فارس کے بادشاہوں کے سامنے ہم پر رحمت کی ہے۔" یہ ظاہر نہیں کرتے کہ یرُوشلیم کی دیواریں بن چکی تھیں۔ اِن الفاظ سے "باڑ" یا "حفاظت" مراد ہو سکتی ہے۔

۳۔ بعض نقّادوں کا کہنا ہے کہ نحمیاہ ۷: ۴ میں جن تھوڑے لوگوں کا ذکر ہے، وہ اُن حالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو عزرا ۱۰: ۱ سے پہلے واقع ہو چکے تھے۔ لیکن اِس کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤخر الذکر حصّہ یرُوشلیم کے عام حالات کا بیان نہیں بلکہ ایک ایسی جماعت کا ذکر ہے، جو اسرائیل میں سے فراہم ہُوئی تھی جب اسیری کے سب لوگوں کو حُکم ہُوا کہ یرُوشلیم میں حاضر ہو جائیں اور جو ایسا نہ کریں گے اُن کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جائے گا (عزرا ۱۰: ۱ تا ۷: ۱۳)۔

۴۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نحمیاہ سردار کاہن الیاسب کا ہمعصر تھا اور عزرا اُس کے پوتے یہوحانان کا (نحمیاہ ۳: ۱ تا ۱۲: ۱۰ ؛ عزرا ۱۰: ۶)۔ لیکن عزرا نے یہ نہیں کہا کہ اُس وقت یہوحانان سردار کاہن تھا بلکہ یہ کہ وہ "یہُوحانان بن الیاسب کی کوٹھڑی میں گیا۔" الیفنٹائن پیپری کے مُطابق یہُوحانان ۴۰۸ ق م میں سردار کاہن تھا۔ لیکن شاید ایامِ جوانی میں ہیکل میں اُس کے پاس ایک کوٹھڑی تھی، ۴۵۸ ق م میں عزرا کے خیال کا حامی تھا، اور اُس کا نام اِس غرض سے بیان کیا گیا ہو کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ سردار کاہن کے عہدہ پر فائز ہو گیا تھا۔

القصّہ یہ ممکن نہیں کہ ایسی تحریر جس کے مواخذ مُعتبر اور مُستند ہوں، اور جسے

نہایت حزم واحتیاط سے مرتب کیا گیا ہو، اُس میں ایک سو سال کے بعد بھی اتنی شدید تاریخی غلطی کا ارتکاب ہو گیا ہو[1]۔

تجزیہ

عزرا

۱-۲ ابواب	اسیروں کا ہیکل کو تعمیر کرنے کے لیے واپس آنا۔
۳ باب	قربان گاہ کی تعمیر، ہیکل کی بنیاد کا رکھنا۔
۴ "	مخالفت کے باعث اِس کام کا رُک جانا۔
۵ "	کام کا از سرِ نو شروع ہونا۔
۶ "	ہیکل کی تعمیر کا مکمل ہونا۔
۷-۸ ابواب	عزرا کا یروشلیم کا سفر۔
۹-۱۰ "	عزرا کی اصلاحات۔

نحمیاہ

۱ باب	یہودیوں کی مصیبت اور نحمیاہ کی دُعا۔
۲ "	یروشلیم کی دیواریں تعمیر کرنے کے لیے نحمیاہ کا آنا۔
۳ "	کارندوں کی فہرست اور اُن کا کام۔
۴: ۱ — ۶: ۱۴	مخالفت کے باوجود نحمیاہ کی نگرانی میں کام کا جاری رہنا۔
۶: ۱۵ — ۷: ۴	دیواروں کا بننا اور شہر کے تحفظ کا انتظام۔
۷: ۵ — ۷۳	اُن لوگوں کی فہرست جو زربابل کے ساتھ واپس آئے تھے۔
۸ باب	شریعت کا پڑھا جانا اور اُس کی تفسیر۔ عیدِ خیام۔
۹ "	لوگوں کی توبہ اور اقرار۔

مزید معلومات کے لیے مُلاحظہ ہو:۔

1 J.S. Wright, *The Date of Ezra's Coming to Jerusalem*

۱۰ باب	اطاعت وفرمانبرداری کا عہد۔
۱۱: ۱ — ۱۲: ۲۶	یروشلیم میں رہنے والوں کی فہرست۔
۱۲: ۲۷ — ۴۷	دیواروں کی مخصوصیت اور ہیکل کی عبادت کا انتظام۔
۱۳ باب	نحمیاہ کی اصلاحات اور یروشلیم میں دوبارہ جانا۔

مضامین

عزرا اور نحمیاہ میں واقعات کے تین سلسلے ہیں۔

۱۔ عزرا ۱-۶ ابواب میں زربابل اور یشوع کے ساتھ اسیروں کی ایک بڑی جماعت کی واپسی اور ہیکل کے از سرِ نو تعمیر کیے جانے کی داستان ہے۔

۲۔ عزرا ۷ — ۱۰ ابواب۔ عزرا کی سرکردگی میں دوسری بڑی جماعت کی واپسی اور شریعت کا لوگوں کے سامنے پڑھا جانا۔

۳۔ نحمیاہ لکھتا ہے کہ کس طرح وہ حاکم مقرر کیا گیا، اور کس طرح یروشلیم کی دیواریں بنانے اور ہیکل میں عبادت کرنے اور شریعت کو از سرِ نو عمل میں لانے کا کام ہُوا۔

عزرا کی کتاب کے ساتھ حجی اور زکریاہ، اور نحمیاہ کے ساتھ ملاکی کی کتاب پڑھنا بہت مُفید ہوگا۔

عزرا اور نحمیاہ کی کتابوں میں بھی پہلی اور دوسری تواریخ کی طرح یروشلیم شہر کے ساتھ محبت اور رسُومات ہیکل اور اطاعتِ شریعت کے لیے دلچسپی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں۔ اور نہ ہی براہ راست خدا کی آواز کا زیادہ بیان ہے، جس کے سننے کے ہم گذشتہ تواریخی کتابوں میں عادی ہو چکے ہیں (یعنی "خداوند فرماتا ہے")، تاہم وہ کم رُوحانی نہیں ہیں۔ عزرا اور نحمیاہ دونوں اِس حقیقت کا احساس رکھتے ہیں کہ "خُداوند کا ہاتھ اُن پر تھا" (عزرا ۷: ۶، ۹ و ۲۸؛ ۸: ۱۸، ۲۲ و ۳۱؛ نحمیاہ ۲: ۸، ۱۸)۔ بے شک وہ یہ نہیں کہتے کہ اُنہوں نے خُداوند کی آواز سُنی، تو بھی اُن کو اچھی طرح اِس امر کا احساس ہے کہ وہ ہی لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ وہ اُس کی مرضی کے مطابق عمل کریں (عزرا ۷: ۲۷؛ نحمیاہ ۲: ۱۲؛ ۷: ۵)۔

اِس تمام کتاب میں اُن واقعات کی اہمیت کا احساس مَوجُود ہے جو یہودیوں کی بقا، خُدا کے مقصد کی تکمیل اور ہیکل اور شریعت کے وقار کے لیے قلمبند کیے گئے

ہیں۔ اور مُصنّف نہایت خُوشی و شادمانی اور شُکر گزاری کے ساتھ بحالی اور اصلاحات کی داستان بیان کرتا ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ زبُور ۱۱۹ اور ۱۲۲ میں شریعت اور خُدا کے گھر سے عزرا کی محبت کا مُطالعہ کیجیے۔

۲۔ اِن کتابوں سے پاکیزگی اور دُنیا سے علیحدگی کے کَون کَون سے اصُول سیکھ سکتے ہیں؟

۳۔ نحمیاہ کی زندگی کا مُطالعہ مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کیجیے۔

ا۔ مردِ عمل ، ب۔ مردِ نیک ، ج۔ مردِ دُعا۔

۴۔ آج کی دُنیا میں تعمیری کام سرانجام دینے کے لئے کَون کَون سے قیمتی اصُول ان کُتب میں دیے گئے ہیں؟

آستر

مُصنّف ، سنِ تصنیف اور حالات

ہمارے پاس کوئی بیرونی اور اندرونی شہادت موجُود نہیں ، جس سے یہ پتہ چل سکے کہ آستر کی کتاب کا کَون مُصنّف تھا اور نہ ہی اُس کے سنِ تصنیف کی بابت زیادہ اشارہ ملتا ہے۔ اِس داستان کا اخسویرس وہ فارسی (ایرانی) بادشاہ ہے جس نے ۴۸۶ سے ۴۶۴ ق۔م تک حکُومت کی۔ اُس کے عہدِ حکومت کے تیسرے برس میں اِس واقعہ کا آغاز ہُوا (۱ : ۳)۔ ساتویں برس میں اُس نے آستر سے شادی کی (۲ : ۱۶)۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کتاب کب لکھی گئی تھی۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس کا قومی نقطۂ نظر مکابی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب ۱۳۰ ق۔م کی تصنیف ہوگی۔ لیکن ہم بہُت سی دلائل پیش کر سکتے ہیں کہ اینٹی آکس ایپی فینس[1] کے زمانے سے بہُت پہلے بنی اسرائیل کے قومی جذبات بیدار تھے۔

1 Antiochus Epiphanes

آستر کی کتاب کی زبان (۱ : ۲) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس زمانے کا ذکر اس میں موجُود ہے ، اُس کے کچھ عرصہ کے بعد یہ معرضِ تحریر میں آئی تھی۔ لیکن ساتھ ساتھ اس میں جو تفصیلات موجُود ہیں وہ آئندہ زمانے کے لوگوں کے لئے دلچسپی کا باعث نہ تھیں خاص کر وقتوں کا ذکر ، مردکی کے آباد اجداد ، اخسویرس کے وُزرا اور ہامان کے بیٹوں کے بالتفصیل نام۔ اِن وجُوہات کے باعث ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب اصل واقعہ کے صدیوں بعد نہیں لکھی گئی تھی۔

مُصنّف مضمُون نویسی اور پُرمعنی الفاظ اِستعمال کرنے میں اس قدر ماہر ہے کہ یہ اُس سے بعید ہے کہ وہ ایسی تفصیلات پیش کرے جو اُس کے پڑھنے والوں کے لئے غیر ضروری اور غیر دلچسپ ہوں۔ اِس کی زبان پہلی اور دُوسری تواریخ سے ملتی جُلتی ہے ، اور اغلباً یہ دونوں کتابیں (تواریخ اور آستر) ایک ہی زمانے میں لکھی گئی تھیں۔

اگرچہ آستر کی کتاب میں خُدا کا نام بالکل نہیں آیا ، تو بھی خُدا کی مرضی سے اہلِ یہود کی مخلصی کا بیان کرتی ہے۔ اور یہودیوں کی سالانہ عیدِ پُوریم کی وجہ بتاتی ہے (۹ : ۲۶-۳۲)۔ مُصنّف یہُودیوں کو یقین دلاتا ہے کہ جو لوگ اُن کے خلاف سازش کرتے ہیں وہ کبھی خوش حال اور فارغ البال نہ ہوں گے۔ وہ اپنی داستان ایک دلچسپ اور مؤثر طریقہ سے بیان کرتا ہے۔ بعض عالموں کا عیدِ پُوریم کی وجہ تسمیہ کے لئے یہ خیال ہے کہ :- (۱) بابل کے سال نَو کے تہوار ، (۲) فارس کے جشنِ بہار ، یا (۳) زرتشتوں کے مُردوں کے لئے عید کا دُوسرا نام ہے۔ زبان دانی اور تواریخی بنا پر یہ خیال ناقابلِ قبُول ہے۔

تجزیہ

۱	باب	اخسویرس کی ضیافت۔ وشتی ملکہ کو طلاق۔
۲	"	آستر کو ملکہ بنانا۔ مردکی ایک سازش کا سُراغ لگاتا ہے۔
۳-۴	ابواب	ہامان کی ترقی۔ اُس کی یہُودیوں کو برباد کرنے کے لئے سازش۔
۵-۷	"	آستر کی شفاعت سے سازش کی ناکامی۔ مردکی کی عزت افزائی اور ہامان کا سُولی پر چڑھایا جانا۔
۸-11	"	مردکی کی ترقی اور یہُودیوں کی مخلصی۔ عیدِ پُوریم۔

مضامین

آستر کی کتاب ایک مسلسل اور مکمل بیان ہے جس میں داستان ڈرامائی انداز سے اپنے عروج پر پہنچتی ہے۔ اس کا آغاز فارس کے بادشاہ کی اُس ضیافت سے شروع ہوتا ہے، جو اُس نے اپنے وُزراء اور اُمراء کو دی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وشتی ملکہ کو ملکہ کے مرتبہ سے محرُوم کر دیا گیا۔ پھر ایک نوجوان یہودی لڑکی آستر جو بہت خوبصورت اور حسین تھی، ملکہ ہونے کے لیے انتخاب کی گئی۔ تب ہامان نے بادشاہ کو آمادہ کیا کہ وہ یہودیوں کو قتل کرنے کے لیے احکام جاری کرے۔ جب بادشاہ نے یہ حکم نافذ کیا تو آستر کی سفارش پر بادشاہ نے اُسے منسُوخ کر دیا۔ آخر کار یہودیوں کو چین سے رہنا نصیب ہُوا۔ اس بیان سے کہ آستر ملکہ بن گئی" یہ مُراد ہے کہ وہ ایک "ملکہ بن گئی کیونکہ اخسویرس کی اصلی اور بڑی ملکہ امستریس[1] تھی۔ وہ ایک ایرانی جرنیل کی بیٹی تھی۔ ہیرودوتس لکھتا ہے کہ اُس زمانہ میں شاہِ فارس اپنی فوج کی شکست کے غم کو جو یُونان میں ہو رہی تھی غلط کرنے کے لیے اپنے حرم میں خوشیاں منا رہا تھا۔ وہ اُس کے چال چلن اور اُس کی سلطنت کی وسعت کا بیان لکھتا ہے جو سب کچھ آستر کی کتاب سے موافقت رکھتا ہے۔

لیکن المستیڈ[2] مفسّر ترجمہ کے مُطابق اخسویرس کو ارتخششتا ثانی (۴۰۴-۳۵۵ ق۔م) کہتا ہے۔ اس خیال کی تائید میں وہ غیر قوم مصنّفین کے بہت سے بیانات کا حوالہ دیتا ہے۔ یہ بیانات بائبل میں بیان کردہ حالات سے کافی حد تک موافقت رکھتے ہیں۔

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ آستر کی کتاب میں خُدا کا نام نہیں آیا۔ لیکن یہ بھی تعجب خیز بات ہے کہ خُدا کا نام لیے بغیر نہایت مؤثر طریقے سے اُس کی پروردگاری کے تصوّر کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے لیے مختلف وجوہات دی جاتی ہیں۔ مثلاً

ا۔ یہ کتاب فارسی سلطنت کی سرکاری تحریروں سے اخذ کی گئی ہے (۲: ۲۳ و ۶: ۱)۔

ب۔ خُدا کا نام اس لیے نہیں آتا تاکہ اہلِ فارس بُرا نہ منائیں۔

ج۔ بُت پرستوں کے پڑھنے سے یہ مقدّس نام ناپاک نہ ہو۔

خواہ اس کی کوئی ہی وجہ کیوں نہ ہو، لیکن یہ حقیقت قابلِ غور ہے کہ اس کے

[1] Amestris   2 Olmstead

طرزِ بیان کی خوبصورتی اور اخلاقی سبق کی اہمیت قائم ہے۔ بعضوں نے اس کتاب پر قومی تنگ نظری کا الزام لگایا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اہلِ یہود اس بات کے قائل تھے کہ خُدا اُن کا شہنشاہ ہے اور وہ اُس کے برگزیدہ اور منظورِ نظر ہیں۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے، تو اُن کی مخلصی قومی اہمیت سے بھی زیادہ اہم تھی۔ خُدا نے نبی کی معرفت فرمایا تھا، "کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے، کام نہ آئے گا" (یسعیاہ ۵۴: ۱۷)۔ اگر خُدا اُن کی حفاظت نہ کرتا، تو جس خدمت کے لیے خُدا نے اسرائیل کو کھڑا کیا تھا وہ پُوری نہ ہوتی۔ جنگِ عظیم ثانی کے دِل خراش واقعات اس کتاب کی تازہ اور زندہ مثال ہیں اور نقّادوں کے اس اعتراض کا دندان شکن جواب ہیں کہ اس زبردست پیمانہ پر یہودیوں کا قتلِ عام ناممکن معلُوم ہوتا ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ آستر کی کتاب کو عہدِ جدید کے دو اصُولات کی تشریح یا مثال سمجھ کر مُطالعہ کیجیے:-

ا۔ "جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا، وہ چھوٹا کیا جائے گا۔ اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا، وہ بڑا کیا جائے گا" (لُوقا ۱۴: ۱۱)۔

ب۔ "اور ہم کو معلُوم ہے کہ سب چیزیں مِل کر خُدا سے محبّت رکھنے والوں کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی اُن کے لئے جو خُدا کے ارادے کے موافق بلائے گئے" (رومیوں ۸: ۲۸)۔

۲۔ موجُودہ زمانہ میں آستر کی کتاب اقلیتوں سے کیسا سلوک روا رکھنے کی تعلیم دیتی ہے؟

۳۔ مرد کی کی زندگی کی کون کون سی باتیں مصر میں یُوسف کی زندگی اور بابل میں دانی ایل کی زندگی سے ملتی ہیں؟

گیارھواں باب

عبرانی زبان میں اسرائیلیوں کی نظم

نظم ایک قدرتی وسیلہ ہے جس کے ذریعے پُرجوش جذبات اور خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ عبرانیوں میں یہ ذریعہ قدیم ترین زمانہ سے استعمال کیا جاتا ہے (پیدایش ۴: ۲۳، ۲۴؛ ۹: ۲۵-۲۷)۔ سو ایک کنواں کھودتے وقت لوگ گیت گاتے ہیں (گنتی ۲۱: ۱۷)، فتح کے وقت گیت گاتے ہیں (گنتی ۲۱: ۲۷؛ قضاۃ ۵ باب)، شکست کے دن نوحہ و ماتم (۲-سموئیل ۱: ۱۷) بھی نظم کی صورت اختیار کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ بے شک زبور عبرانی نظم کا بہترین نمونہ ہیں۔ لیکن ایوب، امثال، غزل الغزلات اور یرمیاہ کا نوحہ بھی نظم کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔

عبرانی نظم قافیہ سے آزاد ہے لیکن اپنے ترنم، وزن اور بحر، خاص الفاظ اور طرزِ تحریر کے باعث وہ نثر سے الگ ہے۔ دو مختلف فقروں میں ہم معنی الفاظ میں ایک ہی مطلب کی ادائیگی بھی امتیازی خصوصیت رکھتی ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں۔

اوّل:۔ ہم معنی الفاظ جہاں شعر کا آخری حصہ پہلے حصہ کو دوسرے الفاظ میں دُہراتا ہے (گنتی ۲۳: ۸؛ زبور ۳۷: ۲، ۶، ۱۰، ۱۲)۔

دوم:۔ تضاد دوسرے حصے میں ایسے الفاظ لاتے ہیں جن میں مقابلہ ہوتا ہے (زبور ۳۷: ۹)۔

سوم:۔ ترکیب جہاں شعر کا دوسرا حصہ پہلے حصہ کے مطلب میں اضافہ کرتا ہے یا نتیجہ پیش کرتا ہے (زبور ۲: ۶؛ ۲۷: ۴؛ ۵: ۱۳؛ امثال ۱۶: ۲، ۵)۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ایک شعر تین الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ مختصر لیکن پھر بھی مکمل بیان عبرانی زبان کی خاص خوبی ہے۔

بعض نظمیں حروفِ تہجی میں لکھی گئی ہیں۔ ہر ایک سطر یا شعر حروفِ تہجی سے شروع ہوتا ہے۔ زبور ۱۱۱ اور ۱۱۲ ایک بند میں ہیں اور زبور ۲۵، ۳۴ اور ۱۴۵؛ امثال ۳۱: ۱۰-۳۱؛ یرمیاہ کا نوحہ ۴ باب دو بندوں میں ہیں۔ یرمیاہ کا نوحہ ابواب ۱-۳ تین بندوں میں، زبور ۹، ۱۰، ۳۷ چار بندوں میں، اور ۱۱۹ زبور سولہ بندوں میں ہیں۔

عبرانی زبان میں جو زور اور موزونیت پائی جاتی ہے وہ ترجمہ میں نہیں آسکتی۔ مثلاً ۲ زبور کی پہلی تین آیات میں سخت اور پُرجوش الفاظ ہیں لیکن زبور کے باقی حصہ میں نرم اور شاہانہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔

"صیون کے گیت" بہت مشہور تھے (زبور ۱۳۷: ۳)۔ زبوروں کے عنوانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشہور سُروں میں سازوں کے ساتھ گائے جاتے تھے۔ امثال کی نظمی عبارت اُن آیات کو حفظ کرنے میں بہت کارآمد ہے۔ ایوب کی نظم اور سلیمان کی غزل الغزلات اُس کی ڈرامائی خاصیت کو نمایاں کرتے ہیں۔

ایُّوب

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

مُصنّف کے بارے میں اوّل یہ بات جاننی ضروری ہے کہ آیا یہ کتاب حقیقی واقعات پیش کرتی ہے یا ڈرامہ ہے یا کچھ ایسی حیثیت رکھتی ہے کہ حقیقت اور تمثیل (ڈرامہ) کے بیچوں بیچ ہے۔ قدیم روایت میں اُسے تاریخی کتاب تسلیم کیا گیا ہے اور اُس کے مصنف اور اُس کی تصنیف کو موسیٰ سے منسوب کیا جاتا تھا۔ سریانی ترجمہ میں ایوب کی کتاب کو استثنا کے بعد اور یشوع سے پہلے مرتب کیا گیا ہے۔

لوتھر کا خیال تھا کہ یہ حقیقی تاریخ ہے اور اس کے مصنف کے طرزِ تحریر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق پرست اور اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ گروٹیس کہتا ہے کہ یہ واقعات حقیقت میں ظہور پذیر ہوئے لیکن شاعرانہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اعداد جو بطور نشان یا علامت کے آئے ہیں، بحث و مباحثہ اور ڈرامہ کے انداز متفقہ طور پر اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ ایک نہایت شاندار تعلیمی اور نصیحت آمیز نظم ہے جس کی بنیاد تاریخی واقعات پر ہے۔

بعض نقادوں کا "الیہو" کی تقاریر کے بارے میں یہ خیال ہے کہ یہ حصہ باقی واقعات کے بعد تحریر میں آیا۔ لیکن اُس کی زبان اور طرزِ تحریر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اُس کی تقاریر نیا عنصر مہیا کرتی ہیں اور خداوند کے شاہانہ بیان کے ذریعے یہوواہ کی تقریر کے لئے راستہ تیار کرتی ہیں جو آندھی میں ہمکلام ہوتا ہے۔

لوتھر اور ڈیلٹش نے ثبوت دینے کی کوشش کی کہ ایوب کی کتاب سلیمان یا اُس کے کسی ہمعصر کی تصنیف ہے۔ اِس رائے کی تائید میں جے، ایچ راؤن کہتا ہے کہ جس عالمانہ اور بدیع طور پر حکمت[1] کے سوالوں کو ایوب کی کتاب میں حل کیا گیا ہے اُس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب بعد کی تصنیف نہیں ہے، جب کہ حکمت اور دانشمندی کی کتابیں مقبول عام ہو چکی تھیں اور بعد کے ادیب رسمی طور پر اِس کی تقلید کرتے تھے۔

مصنف اور تاریخ تصنیف کے بارے میں بحث کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن زمانوں میں تمیز کی جائے جب کہ یہ کتاب لکھی گئی اور جب اصل واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یہ حقیقت کہ ایوب ایک تاریخی شخصیت تھا اُن الفاظ سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ عوض کی سرزمین میں مقیم تھا۔ پھر حزقی ایل ۱۴: ۱۴، ۲۰ و یعقوب ۵: ۱۱ کے حوالجات اِس خیال کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ایوب کی کتاب میں اور کوئی نام مثالی نہیں ہے۔ بے شک یہ ہوسکتا ہے کہ مصنف نے کئی سو سال بعد اِس تاریخی واقعہ کو نظم کی صورت میں لکھا ہوتا کہ مصائب کو صبر سے برداشت کرنے کے موضوع پر خوب گفتگو ہو سکے۔ کتاب میں جس بزرگ کی زندگی کا ذکر ہے وہ ابرہام، اضحاق اور یعقوب کی طرز کی ہے (مثلاً مال و دولت کی افراط کی صورت میں مویشیوں کو پالنا اور بغیر کاہن کے قربانی گذراننا)۔ تہذیب و تمدن کی ترقی کے بہت عرصہ بعد تک یہ طریقہ رائج رہا۔ پس مصنف اور نظم کے ہیرو کے اصلی کارناموں کے درمیان شاید اُتنا عرصہ نہ گزرا ہو جتنا کہ بہت سے لوگ تصور کرتے ہیں۔

اِس نظم کے واقعات اسرائیل کی حدود کے باہر وقوع پذیر ہوئے۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ عوض ادوم میں تھا (دیکھئے ۱۔ تواریخ ۱: ۴۲ و نوحہ ۴: ۲۱)۔ کردار بھی غیر اسرائیلی ہیں لیکن مسائل پر یہودی نقطۂ نگاہ سے بحث کی گئی ہے۔ عہد کا نام یہوواہ اِس بیان کے نثر کے حصے میں یعنی صرف شروع اور آخر میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایوب اور اُس کے تینوں دوست اور الیہو خدا کو ایل، الوہ، شدائی اور الوہیم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ وہ نام ہیں جو کہ بزرگان اسرائیل کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے۔ اِن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعات بہت قدیم زمانے میں ظہور میں آئے۔

* اِس کتاب کا موضوع وہ دائمی مسئلہ ہے جسے الٰہی انصاف کہتے ہیں۔ کتاب کی تصنیف کے ایام میں یہ مسئلہ کچھ پیچیدہ ہو رہا تھا کیونکہ:-

۱۔ بعض یہ کہتے تھے کہ ہمارے اعمال کے مطابق خدا اِسی زندگی میں سزا و جزا دیتا ہے۔

(بمقابلہ زبور ۴۹ و ۷۳: ۱-۲۰ و ۳۷: ۲۵)۔

۲۔ بعض کہتے تھے کہ شیول یا پاتال یعنے مردہ شخصوں کی روحوں کی جگہ کوئی اُمید افزا مقام نہیں ہے (بمقابلہ ایوب ۳۰: ۲۳ و زبور ۶: ۵ و ۳۰: ۹ و ۸۸: ۱۱، ۱۲)۔

۳۔ بعضوں کا خیال تھا کہ انسان کی قدر و قیمت بہت ہے اور وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہے اور اِس لئے زندگی کے حقائق پر زیادہ غور و خوض کرنا چاہئے۔ اِس مسئلہ پر واعظ ۸: ۱۴ اور یرمیاہ ۱۲: ۱-۳ میں بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایوب کی کتاب روایتی عقیدہ کی غلطی اور کمزوری پیش کرتی ہے اور اِس مسئلہ کی گہرائی تک پہنچتی ہے۔

تجزیہ

۱ و ۲	پیش لفظ، دو آسمانی مناظر اور تین دوستوں کا آنا۔
۳ – ۳۱	مکالمہ
	پہلا دور۔ ۳-۱۴۔ ایوب۔ الیفز۔ ایوب۔ بلدد۔ ایوب۔ ضوفر۔ ایوب۔ عام نظریوں کی تنقید۔
	دوسرا دور۔ ۱۵-۲۱۔ الیفز۔ ایوب۔ بلدد۔ ایوب۔ ضوفر۔ ایوب۔
	تیسرا دور۔ ۲۲-۳۱۔ الیفز۔ ایوب۔ بلدد۔ ایوب۔
۳۲ – ۳۷	الیہو کی تقاریر۔ دُکھ، تکلیف اور حلیمی کا اچھا اختتام اور زندگی کا سُدھار۔
۳۸ – ۴۲: ۶	یہوواہ کلام کرتا ہے اور ایوب جواب دیتا ہے۔
۴۲: ۷ – ۱۶	آخری کلمات، ایوب کا بے خطا پایا جانا اور اجر۔

مضامین

اِس کتاب میں مکالمہ نظم میں ہے اور پیش لفظ اور آخری کلمات نثر میں۔ پیش لفظ میں (ابواب ۱ و ۲) ایوب کی راستبازی اور دولت و ثروت کا یکجا ہونا شیطان کو جو انسان کا ازلی دشمن ہے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ جب اُس نے طنزاً خدا سے کہا کہ "کیا ایوب یونہی خدا سے ڈرتا ہے؟" تو خدا نے اُسے اجازت دے دی کہ وہ پہلے تو ایوب کے مال و اسباب کو برباد کرے، پھر اُسے شخصی اذیت پہنچائے تاکہ

اُس کی راستبازی اور خُدا سے وفاداری کو جانچا جائے۔ یُوں یُونانی المیہ (یعنی افسوسناک واقعہ) کی مانند پڑھنے والے کو شروع ہی میں ایّوب کے مصائب کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے۔ اِس سے ایّوب کے تینوں دوستوں کی اِن مصائب کی وجہ دریافت کرنے اور یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کہ آیا یہ دُکھ اُس کے اعمال کا بدلہ تو نہیں اَور بھی تلخ معلوم ہوتی ہے۔

مکالمہ میں (ابواب ۳-۳۱) تینوں دوست الیفز تیمانی، بلدد سُوخی اور نعماتی ضوفر اِس بنا پر کہ بھاری آلام و مصائب گناہوں کی سزا ہیں بار بار ایّوب کو اُس کے گناہوں سے قائل کرنا چاہتے ہیں (مثلاً الیفز ۴: ۷، ۸؛ بلدد ۸: ۳؛ ضوفر ۱۱: ۲۰)۔ گو ایّوب شروع میں اِس بنا کو منظور کرتا ہے (لیکن ۲۱: ۷-۱۵ میں وہ ردّ کرتا ہے) وُہ اپنی ایمانداری کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا (دیکھئے ۶: ۲۴، ۲۵، ۲۹؛ ۸: ۲۰، ۲۱؛ ۲۳: ۱۱، ۱۲؛ ۲۷: ۶؛ ۳۱)۔ اگر اُس نے نادانستہ طور پر کوئی گناہ کیا بھی ہو (اُن گناہوں میں جو نادانستہ کئے جائیں اور جو دانستہ کئے جائیں امتیاز کے لئے دیکھئے گنتی ۱۵: ۲۲-۳۱) تو وہ ایسا بڑا نہیں ہو سکتا جس کے سبب وہ ایسی سزائے عظیم کا سزاوار ہو سکے۔

یہاں ایّوب کے لئے ایک مُعمّہ ہے۔ اُسے یُوں لگتا ہے کہ یا تو اُس کی نیک ضمیری قائم رہ سکتی ہے یا خُدا کی راستبازی۔ اُس کے دِل میں یہ خیال گونجتے رہے کیا ایّوب خُدا سے زیادہ راستباز اور منصف مزاج ہے؟ کیا خُدا ایّوب کا دُشمن ہے؟ (۱۶)۔ کیوں ایسی عدالت موجود نہیں جس میں وہ خُدا کے سامنے اپنی راستبازی ثابت کر سکے؟ (۲۳: ۳، ۴)۔ ایسا ثالث کیوں نہیں جو طرفین کو قائل کر کے اُنہیں راہِ راست پر لا سکے؟ (۹: ۳۳)۔

اِسی دَوران میں ایک اَور خیال اِس بحث میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایّوب کی مُصیبت سزا کے طور پر نہیں بلکہ اُس کی راستبازی کا امتحان کرنے کیلئے ہے اور اُس آسمانی منظر کا نتیجہ ہے جو ہم شروع میں پیش لفظ میں دیکھ چکے ہیں۔ یہ خیال الیفز کی پہلی تقریر میں پایا جاتا ہے (۵: ۱۷)۔ پھر الیہُو اپنی تقاریر میں اُسے دُہراتا ہے (۳۳: ۱۵-۱۸؛ ۳۵: ۹-۱۱؛ ۳۶: ۱۵)۔ ایّوب اِس بات کو ہرگز بھول نہیں سکتا کہ خُدا اُس کا دوست ہے۔ وہ اِس بات پر بھروسہ رکھتا تھا اور اُسے یقینِ کامل تھا کہ کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی طریقہ سے خُدا اُس کے

اِس دُکھ میں اُس کے پاس آئے گا اور اپنے خدمت گُزار کو سچّا ثابت کریگا۔ ایمان اِس تاریکی کے پردے کو چاک کر دیتا ہے اور اُس کی انتہائی بلندی پر ہم اُس وقت پہنچتے ہیں جب کہ ۱۹: ۲۵ میں ایّوب بے مثل الفاظ کہتا ہے کہ "مَیں جانتا ہُوں کہ میرا مخلصی دینے والا زندہ ہے اور آخر کار وہ زمین پر کھڑا ہوگا"۔

یہوواہ کا کلام (ابواب ۳۸-۴۱) خُدا کی راستبازی اور نیکی کے متعلق ایّوب کی سمجھ کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ جس نے دُنیا کو خلق کیا اور اُسے قیام بخشا آلام و مصائب سے گھرے ہُوئے ایّوب کے حال سے ناواقف نہ تھا۔ اُس نے اِس دُکھ میں ایّوب کو چھوڑ نہیں دیا تھا۔ جس نے دریائی گھوڑے (ہپّوپوٹمس) اور مگرمچھ جیسے مضبوط اور زور آور جانور بنائے ہیں (۴۰: ۱۵؛ ۴۱: ۱) وہ اُس اِنسان کی مدد کرنے پر قادر ہے جس کا بھروسہ اُس پر ہے۔

ایّوب کے مصائب کے مسئلے کے لئے کوئی خاص جواب نہیں دیا گیا لیکن ایک صحیح اور دُرست رویہ دکھایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو، خواہ کتنی ہی آندھیاں اور طُوفان کیوں نہ ہوں خداوند پر پُورے طور پر بھروسہ اور یقین رکھنا چاہیے (۱۳: ۱۵)۔ ایّوب نے یہوواہ کو اپنے دہنے ہاتھ پایا۔ وہ اِن مصائب میں اُس کو چھوڑ کر اُس سے دُور نہ ہُوا بلکہ اُس کے اقتدار کے زمانے کی نسبت اب اُس کے زیادہ نزدیک ہے اور اُس کا زیادہ ہمدرد اور غمخوار ہے۔ یُوں اُس وسیع تر مکاشفہ کے لئے راہ تیار کی گئی کہ راستباز کا اجر اُس کے مال کی بُہتات میں نہیں بلکہ اُس کے خُدا کی حضوری میں ابدی زندگی میں ہے۔

آخر کار ایّوب اپنی پہلی دولت سے دوگُنی حاصل کرتا ہے اور اُس دُگنی برکت سے خُداوند کی بخشش و وفاداری کا ثبوت ملتا ہے۔ ایّوب کی کتاب نظمی کتابوں میں سے ایک ہے۔ وہ پُرانے عہد نامہ کی سب کتابوں سے زیادہ صفائی کے ساتھ خُداوند کے اِس تعلق کو ظاہر کرتی ہے جو وہ انسانی مصائب سے رکھتا ہے۔ یہ اِنسانی مقدّر کے کبھی ختم نہ ہونے والے مسائل اور خُدا کے دُنیا سے برتاؤ کے طریقوں کے بارے میں ہمارا پہلا اور قدیم ترین بیان ہے۔ اپنے خلوص، سادگی، تواریخی شاعری اور خُدا سے حاصل کردہ راحت اور سکُون میں وہ عظیم الشان ہے۔ کارلائل کا خیال ہے کہ اُس سے اچھا ادبی بیان کہیں نہیں ملتا اور اشاعت اور تبلیغ کی تیاری کے طور پر جے۔ بی۔ موزلے کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں کہ "اگر یہودیوں کو ایک ایسے مسیح کو قبول کرنا تھا جس کی زندگی آلام و مصائب اور ذلت

سے بھری تھی اور جس کو چوروں کے درمیان مصلوب ہونا تھا تو یہ ضروری تھا کہ کہیں نہ کہیں اُنہیں سکھایا جاتا کہ نیکی کی سزا اور جزا ہر وقت دُنیا میں نہیں ملتی جو آدمی دُکھ سہہ رہا ہو اُس کے اعمال کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ اُس کے سامنے ایسا کیوں ہُوا"؟ اس سے ایک قدم آگے وہ دکھ رہا ہے جو کسی اور کی خاطر دُکھ سہے اس کا ذکر یسعیاہ ۵۳ میں پایا جاتا ہے اور وہ خداوند مسیح میں پُورا ہُوا۔

ایوّب کی کتاب میں جن مسائل کا بیان ہے اُن کا ذکر پُرانے عہدنامے کی دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مقابلہ کیجئے ایوّب ۷: ۱۷ (زبور ۸: ۴) ایوب ۳: ۳-۱۰ (یرمیاہ ۲۰: ۱۴-۱۸) ایوّب ۲۸: ۲۸ (امثال ۹: ۱۰)۔ نئے عہدنامہ میں ایوّب کے صبر کا حوالہ یعقوب ۵: ۱۱ میں دیا گیا ہے اور ایوّب ۵: ۱۳ کا اقتباس ۱۔کرنتھیوں ۳: ۱۹ میں ہے۔ نئے عہدنامہ میں اَور کوئی خاص صاف صاف حوالہ نہیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ ایوّب کے خیالات کا اندازہ اُس کی تقاریر سے لگتا ہے۔ دیکھئے اس کا رویہ (ا) خدا کے بارے میں۔ (ب) اپنے بارے میں۔ (ج) اور گناہ اور مصائب کے مروّجہ نظریات کے بارے میں کیا تھا۔

۲۔ ۳۸: ۲ کا ۴۲: ۷ سے مُقابلہ کیجئے۔ ہر ایک میں کونسی خاص بات پیش کی گئی ہے اور ان بیانات میں کس طرح مُطابقت ہو سکتی ہے؟

۳۔ پولُس رسُول انسانی حکمت اور ادراک کا بیان کرتے ہوئے ۱۔کرنتھیوں ۳: ۱۹ میں ایوّب ۵: ۱۳ کی تمثیل پیش کرتا ہے اور یعقوب ۵: ۱۱ خُداوند کے مقصد اور رحم کو واضح کرنے کے لئے ایوّب کی کہانی بیان کرتی ہے۔ اس کتاب کا ان پہلوؤں کی روشنی میں مُطالعہ کیجئے۔

۴۔ وہ اقتباسات تلاش کیجئے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دُکھ اور تکلیف (ا) انتقامی۔ (ب) تادیبی یعنی تربیت کے لئے۔ (ج) امتحانی۔ (د) خُدا کے رحم کے زیادہ عمیق تجربے کو حاصل کرنے کے لئے آ سکتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ریفرنس بائبل میں ایوّب کی کتاب میں حاشیہ میں دیئے ہوئے نئے عہدنامہ کے حوالجات کو بھی دیکھئے۔

زبُور

مُصنّف، سِن تصنیف اَور حالات

عنوانات

۱۔ مُصنّفین کے نام

دو تہائی زبوروں کے شروع میں اُن کے مُصنّفین کے نام درج ہیں۔ چونکہ اُن کا ذکر ہفتادی ترجمہ میں ہے اس لئے یہ کم از کم ۱۵۰ ق م سے پہلے دیئے گئے تھے اور چونکہ اُن میں سے زیادہ تر جلاوطنی سے پہلے کے ہیں اس لئے وہ نام جن سے وہ منسوب کئے گئے غالباً بہت قدیم سے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ مُوسیٰ کا ایک زبور ہے (۹۰) داؤد کے ۷۳ زبور ہیں جو خاص کر زبور کی پہلی اور دوسری کتاب میں پائے جاتے ہیں، سلیمان کے دو (۷۲ اور ۱۲۷) آسف کے ۱۲ (۵۰، ۷۳ تا ۸۳)، بنی قورح کے گیارہ (۴۲ تا ۴۹، ۸۴، ۸۵، ۸۷)، ہیمان ازراخی کا ایک (۸۸) اور ایتان ازراخی کا ایک (۸۹) ہے۔

یُوں تمام زبوروں کا نصف داؤد کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اِس لئے اسے تمام مجموعہ کا مُصنّف تصوّر کیا جاتا ہے۔ جو نقاد اس بات کو نہیں مانتے کہ داؤد نے کوئی زبور لکھے ہیں اور وہ جو اُن سب کو اسیری کے زمانہ کی تصنیف بتاتے ہیں قدیم زمانہ کی روایت کی مضبوطی اور صداقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ زبور کی کتاب کی قدامت کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں:-

(۱) مذہبی نظمیں داؤد سے بہت عرصہ پہلے مروّج تھیں۔ مصر اور بابل میں ایسے گیت پائے گئے ہیں جو پندرہ سو قبل از مسیح میں لکھے گئے۔ بائبل میں بھی کنوئیں کا گیت (گنتی ۲۱: ۱۷، ۱۸)، مُوسیٰ کا گیت اور دعا (استثنا ۳۲، ۳۳)، دبورہ کا گیت (قضاۃ ۵) اور بلعام کی مثل (گنتی ۲۴) پائی جاتی ہے۔ یہ تمام نظمیں داؤد سے پہلے تصنیف ہوئیں۔

(۲) داؤد زبور نویس ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ اس کام کے لئے خوب موزوں تھا (دیکھئے ۱۔سموئیل ۱۶: ۱۵-۲۳؛ ۲۔سموئیل ۱: ۱۹-۲۶؛ ساؤل اور

CamScanner

یونتن کا نوحہ اور ۲-سموئیل ۳: ۳۳ و ۳۴)۔ بیشک وہ "جنگی مرد" تھا (۱-سموئیل ۱۶: ۱۸) اور اُس نے نہایت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا لیکن اس کے باعث اس کے تخیل کی بلند پروازی اور جذبات میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی "بائبل کی مشہور و معروف شخصیتوں کی امتیازی خصوصیت اور اُن کی زندگی کے اُلجھاؤ یا پیچیدگی سے انکار کرنے کی عادت بہت خطرناک ہے۔ تمام تواریخ ایسی مثالوں سے پُر ہے جہاں ایک شخص میں ایسی خوبیاں یک جا پائی جاتی ہیں جو ایک دُوسرے سے بالکل مختلف ہیں" (بے ۔ا ۔ر ۔ برٹسن)۔ داؤد نہ صرف "جنگی مرد" بلکہ ۲-سموئیل ۲۳: ۱ میں "اسرائیل کا شیریں نغمہ ساز" بھی کہلاتا ہے۔

(۳) بادشاہی کے ابتدائی ایام بیداری کا زمانہ تھے۔ قوم نے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا، تجارت کو فروغ ہو رہا تھا، عہد کے صندوق کو یروشلیم میں لے آئے تھے اور وہاں عبادت شروع ہو گئی تھی۔ نیز ہیکل کی تعمیر شروع ہونے کو تھی۔ اگر اُس زمانے میں جذبات کو متحرک کرنے والی غزلیات لکھی گئی نہ ہوں تو ہمارے لئے حیرت انگیز بات ہو گی۔

(۴) بہت سا نبوتی کلام مزامیر کی صورت میں ہے۔ "انبیاء کی بہت سی باتیں نظم کی صورت میں ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان ایام میں فنِ شاعری رائج تھا۔" (گریسمین)۔

گو لازم نہیں کہ ہم ہر عنوان کو قبول کریں تو بھی اُن کی قدامت کی دلائل کو رَد نہیں کر سکتے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئیے کہ زبوروں کے عنوان بھی متن کی طرح ہمارے لئے محفوظ کئے گئے۔ عبرانی میں "داؤد کے" الفاظ کا مفہوم "داؤد کا" یا "داؤد کے لئے" بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ضروری نہیں کہ اُس سے مراد مصنف لیا جائے۔ یہ قابلِ غور ہے کہ مسیح خداوند اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ زبور ۱۱۰ کا مصنف داؤد ہے (مرقس ۱۲: ۳۶)۔ اور اعمال کی کتاب میں ذکر ہے کہ داؤد نے زبور ۲ کو رُوح القدس کی تحریک سے لکھا (اعمال ۲: ۳۴ و ۴: ۲۵)۔

۲- تاریخ اور کیفیت

مصنف کی تعریف کے ساتھ ساتھ عنوانوں میں تاریخی بیان اور موسیقی اور عبارت کے متعلق اشارات پائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو وہ تحریر کے موقع بیان کرنے سے زبور پر کافی روشنی ڈالتے ہیں (مثلاً ۳، ۱۸، ۵۱) لیکن ہر وقت ایسا نہیں ہوتا۔ ان عنوانات کا ہماری سمجھ سے بعید ہونا اُن کے بہت قدیم اور درست ہونے کی تصدیق

کرتا ہے۔

زبوروں کے لئے جو عنوانات استعمال کئے گئے ہیں وہ اُن کے مقاصد اور خصوصیت کا بیان کرتے ہیں۔ مثلاً زبور ۵۴ ایک سرود ہے جو سازوں کے بغیر گایا جاتا تھا۔ زبور ۱۹ مزمور ہے جو سازوں کے ساتھ گایا جاتا تھا۔ زبور ۱۷ دُعا اور ۱۴۵ مدح کا ہے۔ زبور ۱۶ "مکتام" یعنی منادی یا اعلان ہے اور ۵۳ "مشکیل" یعنی گیان دھیان، نصیحت اور تعلیم کے لئے ہے۔ مزید عنوانات کے لئے زبور ۳۸، ۳۰، ۱۰۰ کا ملاحظہ کیجئے۔

۳- موسیقی کی ہدایات

"سلاہ" کے لئے ہفتادی ترجمہ میں جو لفظ استعمال ہوا ہے اس کا مطلب ہے موسیقی میں وقفہ اور یہی اُس کا صحیح مطلب ہے۔ بعض عنوان موسیقی کے سازوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں (مثلاً تاردار ساز زبور ۴ و ۵)۔ زبور ۴۶ کے "علاموت" کا مطلب عورتوں کی آوازیں ہے اور "شمینیت" (زبور ۶) شاید مردوں کی آوازوں کی طرف اشارہ ہے۔ یدوتون (زبور ۳۹) داؤد کے زمانے میں سرود خوانوں کا راہنما اور ہادی تھا (۱-تواریخ ۱۶: ۴۱)۔ ۵۵ زبور میر مغنی کے لئے مخصوص ہیں۔ بعض ہدایات (مثلاً زبور ۹، ۵۶، ۵۷ کے عنوانات) عام راگوں یا سُروں کے لئے ہیں۔

ترتیب و تدوین کا سن

زبور کی کتاب عبرانی بائبل کے تیسرے حصے میں شامل ہے جسے عام طور پر "نوشتے" کہتے تھے۔ چونکہ زبور "نوشتوں" کی پہلی کتاب ہے اس لئے تمام حصے کو بعض اوقات زبور کے نام سے پکارا جاتا تھا (مقابلہ لوقا ۲۴: ۴۴ جہاں پرانے عہد نامہ کے تینوں حصوں کو توریت، انبیاء کے صحائف اور زبور کہا گیا ہے)۔ زبور یہودیوں کی گیت کی کتاب تھی۔ چونکہ زبور ۹۰ موسیٰ نے لکھا اس لئے یہ قدیم ترین زبور ہو گا۔ زبور ۱۳۷ یقینی طور پر اسیری کے زمانہ کا ہے۔ عام خیال ہے کہ ۴، ۹، ۷ زبور اسیری کے بعد لکھے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں زبور کی ترتیب اَور تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ۷۲ زبور کا خاتمہ ایک سے زیادہ زبوروں کی طرف اشارہ کرتا ہو۔

یہودی زبور کی کتاب کو پانچ حصوں یا کتابوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی کتاب ۱-۴۱، دُوسری ۴۲-۷۲، تیسری ۷۳-۸۹، چوتھی ۹۰-۱۰۶، اور پانچویں ۱۰۷-۱۵۰۔ ہر حصہ حمد کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔

زبور اول تمام زبور کی کتاب کا نہایت ہی موزوں آغاز ہے، اور زبور ۱۵۰ اس سلسلے کی بہت خوبصورت آخری کڑی ہے۔

ایک جدید مفسر نے مندرجہ ذیل تقسیم و ترتیب پیش کی ہے:-

۱- داؤدی مجموعہ ۳ - ۴۱ - یہاں بجز چند ایک مقامات خدا کو یہوواہ (خداوند) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

۲- مخلوط مجموعہ ۴۲ - ۸۹ - یہاں خدا کو اکثر ایلوہیم (خدا) کے نام سے خطاب کیا گیا ہے۔ "بنی قورح کے مزمور" "عبد داؤد کے مزمور" اور "آسف کے مزمور" کے عنوانات سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس موجودہ زبور کی کتاب سے پہلے کچھ اور مجموعے تھے جن میں سے یہ لیے گئے ہیں۔ زبور ۸۴ - ۸۹ میں زیادہ تر یہوواہ کا استعمال ہے۔

۳- گمنام مجموعہ ۹۰ - ۱۵۰ - ان میں یہوواہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ زیادہ تر یہ وہ زبور ہیں جو ہیکل میں عبادت کے وقت گائے جاتے تھے۔ ان میں پندرہ ایسے زبور ہیں جو عموماً داؤد کے نام سے منسوب کیے جاتے ہیں۔

پہلا اور دوسرا زبور کتاب کے لیے بطور تمہید کے ہیں اور ایک زبور ایسا ہے جو ایک سے زیادہ مجموعوں میں پایا جاتا ہے یعنی ۱۴ اور ۵۳ زبور میں۔ ان دو زبوروں میں صرف اتنا فرق ہے کہ خداوند کو مختلف ناموں سے منسوب کیا گیا ہے۔

کن حالات میں زبور معرضِ تحریر میں آئے؟

اصل میں تمام زبور عام عبادت کے استعمال کے لئے لکھے نہیں گئے تھے۔ ان میں گیان دھیان پند و نصائح اور تواریخی تفصیل بھی پائی جاتی ہے اور یہ ذاتی اور قومی حالات کے زیر اثر معرضِ تحریر میں آئے ہیں۔

یہ کبھی بھی صاف طور پر معلوم نہیں ہوا کہ زبور نویس جب کبھی "میں" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو آیا وہ اپنے لئے استعمال کرتا ہے یا جماعت کے لئے۔ اگرچہ زبور زیادہ تر جماعتی استعمال کے لئے ہوتے تھے تو بھی کچھ شخصی استعمال کے لئے بھی تھے۔

علماء کا جدید نظریہ یہ ہے کہ خدا کے مقرر کردہ مختلف عبادتوں کے قواعد سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ استثنا ۲۶ میں اسرائیلیوں کو جب وہ خداوند کے سامنے اپنے پہلے پھل کا ہدیہ گذرانیں، خاص الفاظ استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایک اور ایسی ہدایت استثنا ۲۱: ۷، ۸ میں پائی جاتی ہے۔ اسی طور سے شاید زبور ۱۱۶ ایک

ایسے آدمی نے بڑی عیدوں میں سے کسی ایک پر استعمال کیا ہوگا جس نے کسی بیماری سے شفا پائی ہوگی اور اپنی مانی ہوئی منت چڑھانے آیا ہوگا (آیت ۱۴) اور زبور ۱۰۷ آدمیوں کی ایک جماعت نے گایا ہوگا جنہوں نے یوں اپنی شکرگزاری کا اظہار کیا ہوگا۔

زبور ۱۱۳ سے ۱۱۸ جو حمدِ عظیم کہلاتے ہیں تین سالانہ عیدوں یعنی فسح، خیام اور پنتکست کے موقعوں پر گائے جاتے تھے۔ یہ وہ گیت ہیں جن کی طرف متی ۲۶: ۳۰ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اس خیال سے بعض زبوروں کی تصنیف اور ان کے جمع کرنے پر جو روشنی ڈالی گئی ہے وہ بیشک قابلِ قدر ہے لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ خیال صرف ایک حد تک ہی ان پر عاید ہوتا ہے۔ زبوروں میں ایک تازگی اور انوکھا پن ہے جو محض مذہبی قواعد کی رسمی ادائیگی سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ان کا کثیر حصہ ذاتی اور شخصی ماحول میں تصنیف ہوا اور بعد ازاں عبادت گاہوں اور گھروں میں استعمال میں لانے کے لئے ان کو اکٹھا کیا گیا۔

قدیم ایام میں بعض مزامیر جمع کئے گئے تھے۔ علاوہ ازیں داؤد (۱۔ تواریخ ۱۵: ۱۶)، حزقیاہ (بمقابلہ امثال ۲۵: ۱)، عزرا اور نحمیاہ (نحمیاہ ۸: ۹) کے زمانوں میں بھی ایسے مجموعے تیار کئے گئے تھے۔

مضامین

زبور شخصی اور جماعتی عبادت کے لئے گناہ کے اقرار اور دعا کا قیمتی خزانہ ہیں۔ ان ہی کے مطالعہ سے بہت سے مسیحی اور یہودی بڑی مسرت سے خدا کے حضور آئے ہیں۔ خدا کے لوگ مصیبت اور خطرہ کے وقت زبور ۴۶ کی تسلی بخش حقیقت پر بھروسہ رکھتے رہے ہیں یعنی "خدا ہماری پناہ اور قوت ہے"۔ زبور ۵۱ کے الفاظ سے ان کی توبہ اور شرمساری عیاں ہوتی ہے اور ۲۳ زبور پڑھ کر وہ پورے اعتقاد کے ساتھ اقرار کرتے ہیں کہ خدا انہیں بھی سنبھالتا ہے۔

ایک معقول سوال یہ ہے کہ زبور کی کتاب جو ایک خاص قوم کی گیت کی کتاب ہے کس طرح عالمگیر طور پر استعمال کی جا سکتی ہے۔ لارڈ ارنل اپنی دلچسپ کتاب[1] میں اس کا

1 Lord Ernle, *The Psalms in Human Life*

جواب دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "زبور کی کتاب میں انسان کی رُوحانی جنگ کی تصویر تازہ اور پکے رنگوں میں کھینچی گئی ہے۔ . . . زبور کی کتاب سے ایسی زندگی کا اظہار ہوتا ہے جو اپنی تقصیروں اور گناہوں کو محسوس کرتی ہے اور بڑی شرمندگی اور انکساری سے توبہ کر کے ایک نئی اُمید کے ساتھ خدا کی شخصی رفاقت کی جستجو میں ہو۔ ایسا تجربہ زبوروں کو ابدی خصوصیت دیتا ہے۔"

ا۔ خدا کی ذات

اس کتاب میں خدا کی پرستش بڑے ادب کے ساتھ کی جاتی ہے پھر بھی خدا تک رسائی اُس رُوحانی دلیری کے ساتھ ہوتی ہے جو نئے عہد نامہ کے تجربہ کا پیش خیمہ ہے (افسیوں ۳: ۱۲)۔ بڑی محبت اور عزت سے اس کا بزرگ نام یہوواہ لیا جاتا ہے اور اس کی صفات تجربہ سے معلوم کی جا چکی ہیں جو حقیقی اور ابدی ہیں۔ "تیرا کلام بالکل خالص ہے اس لئے تیرے بندہ کو اُس سے محبت ہے" (زبور ۱۱۹: ۱۴۰)۔

خدا کی شخصیت ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ "جب زبور نویس معبودوں کا ذکر کرتا ہے تو غالباً وہ عوام کے محاورہ کے مطابق شاعری کی زبان استعمال کرتا ہے"[1] (ڈبلیو۔ ای۔ بارنس)۔ وہ ساری کائنات کا واحد خالق ہے اور اپنی مخلوق سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے۔ زبور نویس کے خیال میں ایسے کوئی قوانینِ قدرت نہیں جو بذاتِ خود اختیار رکھتے ہوں، بلکہ خدا خود طوفان اور بارش کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔

ب۔ خدا اور انسان

خدا خدائے عظیم اور بادشاہ ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے اخلاقی معیار طلب کرتا ہے (زبور ۱۵)۔ اخلاق مذہبی رسومات سے زیادہ ضروری ہے (زبور ۵۰)۔ نہ صرف یہ بلکہ خدا ایک مشفق باپ ہے (۱۰۳)۔ اُسکی وفاداری پر (۸۹: ۱)، اُس کی سچائی پر (۳۱: ۵) اور اُس کی شفقت پر زور دیا گیا (۳۶: ۷)۔ "میرا خدا" بار بار لکھنے سے زبور نویس کا مطلب یہ ہے کہ درمیانی کے بغیر انسان کی خدا تک رسائی ہو سکتی ہے۔ خطاؤں اور تقصیروں کا بڑی شکستہ دلی سے اقرار کیا جاتا ہے (۵۱: ۴) اور ساری کتاب میں حلیمی دکھائی دیتی ہے۔ مثال کے طور پر زبور ۸: ۴ پڑھیئے۔ جب لکھنے والا اپنے آپ کو راستباز ظاہر کرتا ہے تو ہمیں اُسے اُس کی خودی نہیں بلکہ خدا کے احکام کی وفاداری سے بجا آوری سمجھنا چاہیئے (۱۸: ۲۳)۔

[1] W.E. Barnes

ج۔ خدا اور اسرائیل

یہوواہ نے اسرائیل کے ساتھ ایک عہد باندھا۔ بہت سے زبور خداوند کے عجیب و غریب کاموں کا بیان کرتے ہیں جو اُس نے اپنے برگزیدہ لوگوں کے لئے کئے (زبور ۴۴، ۷۶ و ۷۸ و ۸۱، ۱۰۵، ۱۰۶ و ۱۱۴)۔ وُہ اُس کی نیکی اور قوت کے گواہ ہونے کے لئے بُلائے گئے تھے لیکن خدا اپنی خدمات کو صرف اسرائیل تک ہی محدود نہیں رکھتا (دیکھئے ۶۷، ۸۷) مصر اور ایتھوپیا اپنے ہاتھ اُس کی طرف پھیلائیں گے۔ بابل، فلسطین اور صور اس کی حکومت کو تسلیم کریں گے۔

د۔ جزا اور سزا

گناہ کی سزا اور نیک اعمال کی جزا ہوگی۔ لیکن زبور نویس کبھی کبھی محسوس کرتا ہے کہ بے انصافی ہوتی ہے۔ مثلاً زبور ۳۷ میں اُس کو تسلی ہوتی ہے کہ خدا اسی دُنیا میں جزا اور سزا دیتا ہے۔ لیکن زبور ۷۳ میں اس پر یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ موت کے بعد سزا یا جزا ملتی ہے (آیات ۲۳ و ۲۶ پر خوب غور کیجئے)۔ نیز خدا کے ساتھ ایک رفاقت اور شراکت ہو سکتی ہے جس پر موت کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ رُوح کی ابدیت کا عقیدہ ابھی تک ایک اُمید ہی ہے نہ کہ یقینِ کامل۔ خدا کے قرب کا احساس زبور نویس کو زندگی کے تمام آلام و مصائب سے مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے کیونکہ اُسے یہ یقین ہے کہ خدا اپنے بندے کو ہرگز چھوڑ نہ دے گا (دیکھئے زبور ۲۳، ۲۷، ۱۱۶، ۱۲۴)۔

ہ۔ دُشمنوں کے خلاف زبور

جن زبوروں میں (مثلاً زبور ۶۹ و ۱۰۹) زبور نویس یا اُسکے لوگوں کے دُشمنوں کے خلاف خدا کے غیظ و غضب کے لئے دُعا کی گئی ہے اُن میں مندرجہ ذیل نکات پر غور کرنا چاہیئے۔

۱۔ زبور نویس کا ایمان ہے کہ بندگانِ خدا اور مخالفین بالکل ایک دوسرے کے برعکس ہیں جیسا کہ اے کیوپر[1] بیان کرتا ہے۔ یہ خدا کے حامی ہو کر اس باغی دُنیا کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں۔ اُن کی انصاف کی درخواست خدا کی حفاظت کے وعدوں اور اُن کے مقصد کی سچائی پر مبنی ہے (زبور ۸۳ و ۱۳۷: ۸)۔ وہ خود اپنے مخالفوں سے بدلہ نہیں لیتے بلکہ اپنا معاملہ خدا کے ہاتھوں میں سونپتے ہیں۔

۲۔ وُہ اپنے ہم زمانہ لوگوں کی طرح سوچتے ہیں۔ عبرانی لوگوں کے خیال کے مطابق

[1] A. Kuyper

سب چیزیں گویا شخصی تھیں۔ گناہ کے مرتکب کو گناہ سے مشابہ تصور کیا جاتا اور اسی طرح اُس کے خاندان کو اُس سے مشابہت دی جاتی اور شہر کو گناہ اور ناپاکی سے پاک کرنے کا یہی واحد طریقہ تھا کہ تمام بدکرداروں کو ہلاک کر دیا جائے۔

۴۔ "افسوس" اور لعنتیں نئے اور پرانے دونوں عہدناموں میں نظر آتی ہیں (متی ۱۳: ۴۹ و ۵۰؛ ۱۶: ۲۷؛ ۲۳: ۱۳-۳۳؛ یوحنا ۵: ۲۹؛ رومیوں ۶: ۲۳؛ مکاشفہ ۶: ۱۰؛ ۱۸: ۶)۔ لیکن قدیم نظام میں آئندہ زندگی اور خدا کی مخلصی بخش محبت کی خوشخبری پر زیادہ صاف روشنی نہیں ڈالی گئی تھی اور جس انصاف کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ موجودہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ خداوند کی تعلیم ہے کہ کامل مکاشفہ حاصل کرنے کے بعد اُس کے شاگردوں کا معیارِ زندگی پرانے عہد کے اصولوں سے بلند ہونا چاہیئے (متی ۵: ۴۳ و ۴۴ بمقابلہ ۱۹: ۸)۔

۵۔ عہدِ جدید میں زبور

خداوند مسیح خاص طور سے زبوروں کو بہت قیمتی اور عزیز جانتا تھا۔ اُن کے موثر الفاظ صلیب پر بھی اُس کے ذہن میں تھے اُس کے آخری الفاظ زبور ۳۱: ۵ سے لیے گئے اور جو الفاظ اُس نے چلاّ کر کہے کہ "اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" وہ ۲۲ زبور کی پہلی آیت ہے۔ اِسی زبور کا باقی حصہ خداوند کے اُن دُکھوں کا جو اُس نے کلوری پر سہے مفصّل اور موزوں بیان ہے۔ زبور نویسوں نے اِس حصّے میں اور ایسے دُوسرے حصّوں میں اپنے علم سے بڑھ کر لکھا ہے (۱-پطرس ۱: ۱۰-۱۲)۔ رُوح القدس جو نوشتوں کا اصلی مصنّف ہے اُن کے فہم کو تیز اور روشن کرتا رہا ہے۔

زبور ۲، ۴۵، ۷۲، ۱۱۰ میں موعودہ مسیح کی اُمید بہت صاف اور حوصلہ افزا نظر آتی ہے۔ یہاں پر مسیح کو ایک عظیم الشان بادشاہ دکھایا گیا ہے جسے اسرائیل کے خدا کی پوری مدد حاصل ہے۔ دیگر زبور (۹۶-۱۰۰) اُس کی بڑھتی ہوئی سلطنت کا ذکر کرتے ہیں جو ۷۲ زبور میں عالمگیر دکھائی دیتی ہے۔

۶۔ تقسیمِ مضامین

یہ جامع اور مکمل تقسیم نہیں ہے۔ تقسیم کرنے کی تمام کوششوں میں مختلف مضامین اور متفرق خیالات کا جو زبوروں کی عام خوبیاں ہیں نظرانداز ہو جانا ضروری ہے۔

۱۔ دُعا اور مناجات - ۱۷، ۸۶، ۹۰، ۱۰۲، ۱۴۲-

۲۔ تمجید - ۸، ۱۹، ۸۱، ۹۲، ۹۵-۱۰۰، ۱۴۵-۱۵۰-

۳۔ رہائی کے لئے التجا - ۷، ۱۶، ۳۸، ۳۹، ۴۱-

۴۔ ایمان کا اقرار - ۸، ۲۳، ۹۴، ۱۰۴-

۵۔ گناہ کا اقرار - ۶، ۳۲، ۳۸، ۵۱، ۱۰۲، ۱۳۰، ۱۴۳ (توبہ کے زبور)-

۶۔ شفاعت:-

بادشاہ کے لئے - ۲۰، ۲۱، ۶۱-

اسرائیل اور قوموں کے لئے - ۶۷-

داؤد کے گھرانے کے لئے - ۸۹-

صیون کے لئے - ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۳۲-

۷۔ ناپسندیدگی کا اظہار - ۳۵، ۵۹، ۶۹، ۱۰۹-

۸۔ ہدایت - ۳۷، ۴۵، ۴۹، ۷۸، ۱۰۳-۱۰۷-

۹۔ گیان دھیان - ۴۹، ۷۳، ۹۰-

۱۰۔ شریعت کی تعریف - ۱۹، ۱۱۹-

۱۱۔ مسیح کی انتظاری - ۱۶، ۲۲، ۲۴، ۴۰، ۶۸، ۶۹، ۱۱۰، ۱۱۸-

نئے عہدنامہ میں زبوروں کے بہت سے اقتباسات بلاواسطہ اور بالواسطہ پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے اہم حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں۔

زبور ۲: ۷ (اعمال ۱۳: ۳۳؛ عبرانیوں ۱: ۵؛ ۵: ۵)- ۸: ۲ (متی ۲۱: ۱۶)- ۸: ۴ و ۵ (عبرانیوں ۲: ۶ و ۷)- ۲۲: ۱ و ۱۸ (متی ۲۷: ۳۵ و ۳۹-۴۶)- ۳۱: ۵ (لوقا ۲۳: ۴۶)- ۳۲: ۱ و ۲ (رومیوں ۴: ۶-۸)- ۴۰: ۶ (عبرانیوں ۱۰: ۵)- ۴۵: ۶ (عبرانیوں ۱: ۸ و ۹)- ۱۱۰: ۱ (متی ۲۲: ۴۴؛ اعمال ۲: ۳۴؛ عبرانیوں ۱: ۱۳)- یہ سب مسیح کے بارے میں ہیں جس نے عہدِ عتیق کی پیشینگوئیوں کو پورا کیا۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ اُوپر دیئے ہوئے مضامین کی تقسیم کے مطابق ایک ایک مضمون کا مُطالعہ کیجیے۔

۲۔ جن تہواروں سے مندرجہ ذیل زبور متعلق ہیں اور جن میں اُن کی پیشینگوئی پائی جاتی ہے اُن کا مُطالعہ کیجیے۔

عیدِ ولادت (۱۹، ۴۵، ۸۵، ۸۹، ۱۱۰، ۱۳۲)، مُبارک جُمعہ (۲۲، ۴۰، ۵۴، ۶۹، ۸۸)، عیدِ قیامت (۲، ۱۶، ۴۰، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵)، عیدِ صعُود (۸، ۱۵، ۲۴، ۴۷، ۱۰۸)، عیدِ پنتکُست (۴۸، ۶۸، ۱۰۴، ۱۴۵)۔

۳۔ مسیحی ایمان کا خلاصہ جیسا کہ ان زبُوروں کی آیات میں پایا جاتا ہے جن کا اقتباس نئے عہد نامے میں کیا گیا، ایسے بیان کیجیے جیسے اقتباس کرنے والے نے اُنہیں استعمال کیا۔

۴۔ اُن آیات کی مختصر سی فہرست تیار کیجیے جو دُعا، شُکر گزاری اور حمد و ثنا کے لیے استعمال کی جا سکتی ہیں۔

۵۔ بتائیے کہ لُوقا ۲۴: ۴۶ - ۴۸ کا ہر ایک جزوِ جُملہ کس طرح زبُوروں کی پیشینگوئی میں آیا ہے۔

امثال

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

امثال کی کتاب کی تمہید (ابواب ۱ - ۹) میں حکمت کی تعریف اور اُس کی تلاش کرنے کے لیے نصیحت کی گئی ہے۔ اِس کے بعد بہت سی مثالوں کا ایک سلسلہ ہے (۱۰: ۱ تا ۲۵: ۱) اور داناؤں کا کلام (۲۲: ۱۷ تا ۲۴: ۲۳)۔

۲۵: ۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حزقیاہ کے معتبر اشخاص کے سامنے جن میں شاید یسعیاہ اور میکاہ بھی شامل تھے ۱۰: ۱ - ۲۴: ۳۴ کے مجموعے تھے جن پر اُنہوں نے کم از کم ۲۵: ۱ - ۲۹: ۲۷ کا اضافہ کیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا اُس وقت آخری دو ابواب موجُود تھے یا بعد ازاں شامل کیے گئے۔ علاوہ ازیں ہمیں اجور اور لموایل کے بارے میں جنہوں نے اُنہیں لکھا یا جمع کیا کچھ بھی معلوم نہیں۔ ۱: ۱ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ابواب ۱ - ۹ کی امثال سُلیمان کی تصنیف ہیں یا اُن کا نتیجۂ کام ہے جنہوں نے اِس کتاب کی تکمیل کی۔ کیل کا دعوٰے ہے کہ ابواب ۱ - ۲۹ میں ایک ہی تاریخی پس منظر ہے جو ہر پہلو سے سُلیمان کے عہدِ حکومت کے حالات سے مطابقت رکھتا ہے اور اِس سے وہ سمجھتا ہے کہ تمام امثال سلیمان کی اپنی تصنیف ہیں۔

خیر جو کچھ بھی ہو اِس میں کوئی شک نہیں کہ امثال کا بیشتر حصہ درُست طور پر سُلیمان کے نام سے منسُوب ہے۔ شاید ان کا انتخاب رُوح کی ہدایت سے ان تین ہزار امثال سے کیا گیا ہو جن کا ذکر ۱۔ سلاطین ۴: ۳۲ میں آیا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ حزقیاہ کے آدمیوں نے اِس میں اضافہ کیا ہو۔ سُلیمان کے عہد سے بہُت پہلے بھی بے شمار مثلیں موجُود تھیں (گنتی ۲۱: ۲۷؛ ۱۔ سموئیل ۲۴: ۱۳)۔ ہو سکتا ہے کہ اِس کتاب میں کافی ایسی امثال ہوں جو زمانۂ قدیم میں مروّج تھیں اور جنہیں سُلیمان نے موجُودہ سانچے میں ڈھال دیا ہو۔

ظاہر ہے کہ امثال کی کتاب حزقیاہ کے زمانہ سے پہلے موجُودہ مکمل صُورت میں نہیں تھی۔ جہاں تک زبان دانی کا تعلق ہے، اِس کا مُطالعہ کرنے سے دلائل اِس قدر متضاد نتائج پر پہنچاتی ہیں کہ وہ قابلِ اعتماد نہیں۔ مثال کے طور ایخارن[1] اِسے دسویں صدی کی اور ہٹزگ[2] نویں صدی کی اور ایوالڈ[3] چھٹی صدی کی تصنیف بتاتا ہے۔

تجزیہ

۱ - ۹ سچی اور حقیقی حکمت کی قدر و قیمت اور اس کا حاصل کرنا۔

۱۰: ۱ - ۲۲: ۱۶ "سُلیمان کی امثال"۔

۲۲: ۱۷ - ۲۴: ۳۴ "داناؤں کی باتیں"۔

۲۵ - ۲۹ حزقیاہ کے آدمیوں کا مُنتخب مجمُوعہ۔

۳۰ اجور کی امثال۔

۳۱ لموایل کی امثال۔ نیکوکار بیوی۔

مضامین

امثال کے لیے عبرانی لفظ (مَشل "mashal") کا مطلب مشابہت یا عام کرنا ہے۔ ۱۰ - ۲۴ ابواب کی امثال اکثر دو متضاد مصرعوں پر مشتمل ہیں۔ بعض دفعہ ایک آیت میں مختصر اور جامع دانشمندانہ مقولے ہیں جو کوئی اخلاقی حقیقت یا حکمتِ عملی بیان کرتے ہیں اور جن کی تشریح تشبیہ سے کی گئی ہے۔ یہ لفظ تمثیل کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے (گنتی ۲۳: ۷؛ زبور ۴۹: ۴؛ حزقی ایل ۱۷: ۲) جس میں کسی تشبیہ سے نکلے

1 Eichhorn 2 Hitzig 3 Ewald

ہُوئے سبق کی تفصیل نہیں کی جاتی۔ آئندہ ۵ ابواب میں بہت سی امثال دو سے چار آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب ۳۱ کی آخری بائیس ۲۲ آیات میں صنعت توشیح ہے یعنی ایک قسم کی عبرانی نظم جس کے مصرعے ترتیب کے ساتھ حروفِ تہجی سے شروع ہوتے ہیں۔ اُس کی مثال زبور ۱۱۹ میں ملتی ہے۔

ابواب ۱-۹ حیران کن بلندیوں تک پرواز کرتے ہیں اور مطالعہ کرنے والا مسیحی محسوس کرتا ہے کہ مصنف الٰہی ہدایت کے مطابق اِن خیالات کا اظہار کرتا ہے جن کی تکمیل مسیح میں ہوگی جو فی الحقیقت خُدا کی حکمت اور قوت ہے (امثال ۸: ۲۲-۳۱ کا مقابلہ یُوحنا ۱: ۱-۵؛ ۱۷: ۵ اور کُلسیوں ۱: ۱۵-۱۷ سے کیجیے)۔

مُصنف اعلان کرتا ہے کہ اِس کا مقصد دانائی اور علم بخشنا ہے (۱: ۴)۔ جس طرح زبُور عبادت کے لئے ایک ضرُوری کتاب ہے ویسے ہی امثال عملی اخلاقیات کی طرف رہبری کرتی ہیں اِن کو عملی جامہ پہنانے یا استعمال کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ

۱۔ خُدا کا خوف ہر بات میں پہلے آنا چاہیے (۱: ۷؛ ۱۴: ۲۷؛ ۲۳: ۱۷)۔ صرف اُسی طاقت کے وسیلہ سے جو اِس سے حاصل ہوتی ہے انسان اِن پر عمل کر سکتا ہے۔

۲۔ وُہ اپنی وسعت میں لامحدود نہیں ہیں اور بعض اصُولات سے مستثنےٰ ہونے کی گنجائش ہے۔

۳۔ اِن کی تشریح اِن مثالوں سے اچھی طرح سے کی جا سکتی ہے جو اِن کثیر سوانح حیات میں حاصل ہوتی ہیں جنہیں بائبل مہیا کرتی ہے۔ نئے عہد نامہ میں اِس کتاب کے چند ایک قابلِ توجہ اقتباسات کئے گئے ہیں (دیکھئے رُومیوں ۳: ۱۵؛ ۱۲: ۱۶ و ۲۰؛ یعقوب ۴: ۶؛ ۱۔ پطرس ۴: ۱۸؛ ۲۔ پطرس ۲: ۲۲)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ اِس زمانے کا اُستاد اِس کتاب سے نوجوانوں کے ساتھ کام کرنے کیلئے کونسی رہبری کا سبق حاصل کر سکتا ہے؟

۲۔ اُن مقامات کا مُطالعہ کیجئے جہاں "خُداوند" کا ذکر ہے اور اُن کی تعلیم کو یکجا کیجئے۔

۳۔ ایسے حصے اکٹھے کیجئے جن میں (۱) دانائی اور دانا آدمی (۲) احمق اور ٹھٹھا مارنے والا (۳) کاہل آدمی کا ذکر آیا ہے۔ اُن کی تعلیم کا خلاصہ بیان کیجئے۔

۴۔ اُن تمام عبارات کو جمع کیجئے، خاص کر ابواب ۱-۹ میں سے جو مسیح مجسم کی حکمت کا عکس ہیں۔

۵۔ سُلیمان بادشاہ کی زندگی اور اُس کا چال چلن اِس کتاب پر کیا روشنی ڈالتے ہیں؟

واعِظ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

عبرانی زبان میں اِس کتاب کا نام "قوہیلیتھ"[1] ہے جس کے معنی کسی اجلاس کو منعقد کرنے والا یا واعظ ہیں۔ اگرچہ نام تو نہیں آیا لیکن صاف صاف واضح ہوجاتا ہے کہ تمہیدی حصے میں مُصنف سُلیمان کی زبان سے[2] کلام کرتا ہے (۱: ۱)۔ لیکن زیادہ پڑتال کرنے سے اِس بات کے متعلق شک پیدا ہوتا ہے کہ سُلیمان اِس تمام کتاب کی تصنیف کا دعوٰے کرتا ہے۔ یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ کتاب کے آغاز میں سُلیمان کے نقطۂ نظر کو آئندہ حصہ کی تمہید یا دیباچہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

۱: ۱۲ کے اِس حصہ سے کہ "مَیں ۔ ۔ ۔ ۔ بادشاہ تھا" ظاہر ہے کہ مُصنف زمانۂ ماضی پر نظر ڈالتا ہے۔ اِن کے ساتھ کے الفاظ "یروشلیم میں" اور دُوسرے فقرے (مثلاً ۱: ۱۶) شاید بادشاہت کی تقسیم کے علم کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور معلُوم ہوتا ہے کہ بعض بادشاہوں، سرداروں اور ظالم حاکموں کا ذکر بادشاہت کے اختتام کی طرف اشارہ کرتا ہے (۴: ۱۳ و ۱۴؛ ۱۰: ۱۶ و ۱۷)۔ اگر بعض لوگوں کے خیال کے مُطابق سُلیمان نے یہ کتاب اپنے زمانۂ پیری میں جو اُس کی زندگی میں زیادہ تر توبہ کا زمانہ تھا لکھی ہوتی تو اِس میں لازماً شخصی باتیں اور شخصی رنگ زیادہ ہوتا۔ تو بھی ممکن ہے کہ شروع کے دو باب کسی قدیم سرگزشت سے لئے گئے ہوں۔ مثلاً "سُلیمان کے احوال کی کتاب" (۱۔ سلاطین ۱۱: ۴۱) یا کسی معصری کے صحیفے سے اخذ کئے گئے ہوں گے (۲۔ تواریخ ۹: ۲۹)۔ ایک عجیب و غریب تالمودی

1 "Qoheleth" 2 Talmudic Traditio

روایت کے مُطابق امثال، واعظ اور غزلُ الغزلات ان کتابوں میں شامل ہیں جو حزقیاہ اور اُس کے رُفقا نے لکھیں (دیکھئے امثال ۲۵ : ۱)۔

پس اگر ہم ہنگسٹن برگ[۱] اور سی۔ ایچ۔ ایچ رائٹ[۱] اور دُوسرے قابلِ اعتماد عالموں کے ساتھ مِل کر سُلیمان کی بجائے کسی اَور کو اِس کتاب کا مُصنّف خیال کریں تو اِس کے سنِ تصنیف کے بارے میں قیاس آرائی سے کام لینا پڑے گا۔ اِس میں شک نہیں کہ یہ ضرور ۲۰۰ ق۔م سے پہلے تصنیف ہو چُکی تھی کیونکہ یہ فہرستِ مسلّمہ میں شامل تھی اور اِس کا ذکر اپاکرفا کی ایکلیزِیاسٹیکس میں آیا ہے۔ اِس کا عبرانی طرزِ تحریر اسیری کے بعد کے زمانہ کا ہے۔ تمام کتاب میں نااُمیدی اور یاس کا رنگ ہے جو واپسی کے زمانہ کے مُطابق ہے۔

تجزیہ

۱ – ۲ سُورج کے نیچے ہر ایک چیز خواہ وُہ کوئی انوکھی بات عیش و نشاط اور محنت کا پھل ہی کیوں نہ ہو بُطلان ہے۔ لیکن خدا راست باز کو حِکمت، علم اور خُوشی بخشتا ہے۔

۳ – ۶ مظلُومی، دُشمنی اور سب سے زیادہ مَوت کے سایہ سے بطالت بڑھتی ہے۔ خُدا کی دی ہُوئی بخششوں سے لُطف اُٹھانا چاہیئے پر اُن کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بنانا چاہیئے۔

۷ – ۱۰ حکمت بے وقُوفی سے بہتر ہے اور خُدا کے خوف کا اجر یقینی ہے۔ خُدا کی کاریگری اور کام نہایت عمیق ہیں۔

۱۱ – ۱۲ بچپن اور جوانی کا انجام بڑھاپا اور مَوت ہے۔ اِس سے آخری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انسان کے لیئے یہی مناسب ہے کہ وہ خُدا سے ڈرتا اور اُس کے احکام بجالاتا رہے۔

مضامین

اِس گہری اور مُنوّر کرنے والی کتاب کے پیغام کو سمجھنے کے لیئے مُصنّف کے نظریہ اور طریقہ پر اچھی طرح سے غور کرنا چاہیئے۔ وُہ تمہید (بمقابلہ رُومیوں ۸ : ۲۰)، خاتمہ

[۱] Hengstenberg, C.H.H. Wright

(۱۲ : ۱۳ و ۱۴ بمقابلہ متی ۱۹ : ۱۷) اور اُن الفاظ میں ظاہر ہوتے ہیں جو تمام کتاب میں بار بار ذکر پاتے ہیں۔ مثلاً "دُنیا میں" "باطل، بطلان اور بطالت" "تجربے سے" "دیکھا" اور خُدا کی راہیں "دریافت" نہیں ہو سکتیں وغیرہ۔ مُصنّف انسانی خواہش کی اُن تمام چیزوں پر ایک ایک کرکے غور کرتا ہے جو آدمی اپنے سامنے رکھتا ہے یعنی خُوشی، عیش، محنت، دولت، تحصیلِ علم وغیرہ اور یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ "دُنیا میں" جو چیز بھی ہے خواہ بذاتِ خود کتنی ہی اچھی اور حِکمت کی ہو "بطلان" ہے اور رُوح کو اس سے دُکھ پہنچتا ہے۔ "دُنیا میں" کے الفاظ کا مطلب اُن سب چیزوں سے ہے جو آدمی اِس دُنیا میں اپنی زندگی میں خُدا سے لاپرواہ ہو کر تلاش کرتا ہے خواہ اُن کا انجام مَوت ہو۔

مُصنّف اپنی رُوحانی جستجو میں بہت سی ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اِس زندگی میں اعلےٰ اور بیش قیمت ہیں۔ مثلاً خُدا کی بخشش سے مناسب طور پر لُطف اُٹھانا (۳ : ۱۳؛ ۵ : ۱۸ و ۱۹؛ ۸ : ۱۵؛ ۹ : ۷ – ۱۰)، ایک پُرامن اور تفکرات سے آزاد رُوح (۴ : ۶)، نیک زندگی (۳ : ۱۲، ۱۳ و ۲۲)، حکمت، دانائی اور خُوشی جو خُدا کی طرف سے نیک آدمی کو بخشش کے طور پر ملتی ہیں (۲ : ۲۴ و ۲۶)۔ ایُوب کی مانند وُہ بھی زندگی میں بہت سی ایسی باتیں پاتا ہے جن کو وہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ ایُوب کی طرح وہ بھی خُدا کی راہوں کو سمجھنے کی کوشش میں بہت تھکا ماندہ رہتا ہے تو بھی اُسے یقین ہے کہ خُدا آخرکار اپنی راستبازی ظاہر کرے گا۔

دُنیوی حکمت کے پُرمعنی الفاظ کے ساتھ ساتھ متواتر اِس کا حوالہ دیا گیا ہے جو "دُنیا میں" نہیں ہے یعنی خُدا جو سب کے اُوپر بُلند اور مُقدس مقام میں تخت نشین ہے۔

پس اپنے تجربے سے عام نتیجہ اخذ کرنے کا طریقہ استعمال کرتا ہے اور ایمان کی نگاہوں کو آسمانی روشنی سے منوّر کرتا ہُوا وہ اِس عظیم نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کسی دُنیوی چیز سے خُوشی حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ کہ انسان کا فرضِ کُلی یہ ہے کہ خُدا سے ڈرتا اور اُس کے احکام مانتا رہے۔ وہ ہمیشہ یاد رکھتے کہ انسان خُدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ اِس کتاب میں متفرق مضامین کی وجہ سے اِسے مختلف مُصنّفوں کی تصنیف خیال کرنا جن میں سے ایک تو نفسانی عیش و عشرت کی تعریف کرتا ہے، دُوسرا حکمت کی اور تیسرا ایمانداری اور نیکی کی، ایک کمزور اور گھٹیا تنقید ہوگی۔ اگرچہ تمام حقیقت ایک معمّہ نظر آتی ہے لیکن اِس میں شک نہیں کہ یہ ایک مکمل چیز ہے۔ جب خُدا کے خوف کو ترک کر دیا جائے

تو زندگی خود مختلف معموں اور ناامیدیوں کا مرکب بن جاتی ہے۔ خواہ سلیمان اِس کا مصنف تھا یا نہیں اُس کی اور اُس کے بیٹے رحبعام کی زندگی کا ایک ساتھ مطالعہ اِس بے مثل کتاب کی ایک نمایاں تفسیر ہے۔ ایک اور تفسیر جان بنین کے "مسیحی مسافر" میں بطلان کے میلہ کی تصویر ہے۔ جب ہم واعظ کی کتاب کو صحیح روشنی میں پڑھتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں کہ مصنف مادہ پرستی کے سخت خلاف ہے اور اس پر زبردست فتویٰ لگاتا ہے۔ مادہ پرستی ان دنوں زندگی اور ادب پر چھا چکی تھی۔ اِس میں اُس مسیحی کے لئے ایک نہایت ضروری سبق پایا جاتا ہے جو اس کثرت کی زندگی کی نسبت جو اُسے صرف مسیح میں مل سکتی ہے اُن چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے جو دُنیا میں سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

دولتمند بیوقوف کی تمثیل میں بھی مسیح یہی سبق سکھاتا ہے کہ خدا کے نزدیک دولت مند بننا چاہیئے اور یہی سبق واعظ کی کتاب میں بھی موجود ہے (واعظ ۶ : ۲ ؛ ۸ : ۱۵ ؛ ۱۲ : ۱۴)۔ پولس رسول اِس موضوع پر رومیوں ۸ : ۱۸ - ۲۵ میں بحث کرتا ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ ان تمام "بہتر" چیزوں کی فہرست بنایئے جو یہاں دی گئی ہیں۔ عبرانیوں ۱۱ : ۴۰ کی دیگر بہتر چیزوں سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۲۔ فرض کیجئے کہ یہ کتاب ایک بزرگ کی طرف سے ایک نوجوان کو خطاب ہے۔ آپ اِس کو موجودہ زمانے کے نوجوانوں کے لئے کہاں تک مفید اور موزوں سمجھتے ہیں؟

۳۔ خدا کے بارے میں ہر ایک اقتباس پر غور فرمایئے اور دیکھئے کہ کس طرح رومیوں ۱۱ : ۳۳ ، ۳۴ ؛ ۱۲ : ۱ - ۲ کی تفسیر بنتی ہے۔

۴۔ واعظ کی کتاب اور پہاڑی وعظ میں تمام متوازی مثالوں کو تلاش کیجئے۔

۵۔ اِس کتاب کی مرکزی تعلیم کا خلاصہ پیش کیجئے اور مسیحی نظریے سے جو نئے عہد نامہ کے مکمل مکاشفہ سے حاصل ہوتا ہے مقابلہ کیجئے۔

غزل الغزلات

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

اِس کا عنوان اور قدیم روایات اِس کو سلیمان کی تصنیف بتاتی ہیں۔ غزل الغزلات کا یہ نام یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس نے جتنی غزلیں کہیں (۱- سلاطین ۴ : ۳۲) یہ اُن سب سے اعلیٰ ہے۔

اِس امر کا کافی ثبوت ہے کہ یہ سلیمان کے زمانے کی تصنیف ہے۔ اِس کے اشعار نہایت اعلےٰ اور نفیس ہیں۔ علماء کا خیال ہے کہ اِس کتاب کی زبان اور طرزِ تحریر عبرانی ادب کے سُنہرے زمانے کی ہے۔ اِس کتاب میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن میں سے بعض اعلےٰ قسم کے پودوں اور تجارتی اشیا کے نام ہیں جو اِس عظیم بادشاہ کے عہدِ حکومت میں غیر ملکی اقوام سے راہ و رسم پیدا ہونے کے باعث اِستعمال میں آنے لگیں۔ دوسرے الفاظ شمالی صوبہ کے محاورات ہوں گے کیونکہ جگہوں کے نام ظاہر کرتے ہیں کہ مصنف شمالی علاقوں سے خوب واقف اور آشنا تھا۔ داؤد کے برج میں سپروں کا ذکر (۴ : ۴) حسبون (۷ : ۴) جو بعد ازاں موآب کے قبضے میں آگیا (یسعیاہ ۱۵ : ۴) ترضہ (۶ : ۴) جس کی سب شان و شوکت عمری کے زمانہ میں جاتی رہی کے حوالہ جات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قدیم زمانہ میں تصنیف ہوئی۔

بعض نقاد اِس کتاب کو جذباتی گیتوں کا مجموعہ قرار دیتے ہیں لیکن اُن کا خیال کچھ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ علماء نے ثابت کر دیا ہے کہ بار بار استعمال ہونے والے الفاظ کے ذریعہ سے اِس میں (مثلاً ۲ : ۷ ؛ ۳ : ۵ ؛ ۸ : ۴ ؛ ۲ : ۱۶ ؛ ۶ : ۳ ؛ ۷ : ۱۰ ؛ ۲ : ۶ ؛ ۶ : ۱۰ ؛ ۸ : ۵) اور اِس کے نمایاں حصوں میں بھی ترتیب کا ایک مخصوص رنگ عیاں ہے۔ عبرانی فہرست[1] مسلمہ میں اِس کی جگہ کتھوبیم "یا نوشتوں" میں ہے جہاں اِس سے پہلے زبور، امثال اور ایوب ہیں اور اِس کے بعد رُوت کی کتاب ہے۔ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت یہ قدیم کتابوں میں سے ایک سمجھی جاتی تھی۔

1 "Kethubim" (writings)

جُوں جُوں غزل کو پڑھیں سُلیمان مُصنّف کی بجائے خُود اُس کا مضمون نظر آنے لگتا ہے اور ایک انوکھا خیال یہ ہے کہ سُلیمان کے عہد میں ایک نبی نے یہ غزل کہہ کر غلط روش بادشاہ کو اِس اُمید سے پیش کی تھی کہ پھر اُسے ایک پاکیزہ زندگی گزارنے کے لیے جیت لے۔ لیکن پھُولوں اور مصالحوں سے محبّت، امثال کی کتاب سے خیالات اور طرزِ تحریر میں اِس کی مشابہت اور مندرجہ بالا خصُوصیات سے عیاں ہے کہ اِس کا مُصنّف سُلیمان ہی تھا۔ یہُودیوں کا اعتقاد ہے کہ اُس نے غزل الغزلات ایّامِ جوانی میں امثال ادھیڑ عُمر میں اور واعظ بڑھاپے میں لکھی تھی۔

تجزیہ

۱:۲ - ۲:۷	سُلیمان کے باغ میں۔ دُلہن بادشاہ کی تلاش کرتی ہے اور اُسے پالیتی ہے۔
۲:۸ - ۳:۵	دُلہن اکیلی گذشتہ دو واقعات کو یاد کرتی ہے۔
۳:۶ - ۵:۱	یرُوشلیم۔ شاہی جلُوس پہنچتا ہے۔ شادی اور ضیافت۔
۵:۲ - ۶:۹	محل۔ دُلہن بتاتی ہے کہ کس طرح (شاید خواب میں) دُلہا کھو گیا اور واپس آیا۔
۶:۱۰ - ۸:۴	عیطام میں سُلیمان کا باغ۔ سہیلیاں خوبصُورت لیکن شرمیلی دُلہن کی تعریف کرتی ہیں اور بادشاہ اُس کے پاس آتا ہے۔
۸:۵ - ۱۴	دُلہن کا دیہاتی گھر۔ دُلہا اور دُلہن اکٹھے۔

مضامین

ا۔ نقشہ

یہ کتاب ایک نظم اور ڈرامہ کی صُورت میں لکھی گئی ہے۔ اگر اِس امر کو یاد رکھا جائے تو اِس کی اصلی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہ ڈرامہ کرداروں کی تقاریر کی صُورت میں ہے۔ مرکزی کردار سُلیمان اور اُس کی دُلہن ہیں۔ نیز اِس میں "اسرائیل کی بیٹیاں" دُلہن کے بھائی اور دُوسرے کردار بھی ہیں۔ اِس میں کوئی داستان یا بیان نہیں۔ مناظر اور خطاب کرنے والے صرف الفاظ ہی سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ چھ حصّے جو تجزیہ میں آئے ہیں کتاب

کا عام نقشہ پیش کرتے ہیں اور انگریزی مُستند ترجمہ کے عنوان بتاتے ہیں کہ کون خطاب کر رہے تھے۔ ذیل میں اُن کی ایک فہرست دی گئی ہے۔ ۱:۲ دُلہن ، ۱:۸ سہیلیاں ، ۱:۹ سُلیمان ، ۱:۱۲ دُلہن ، ۱:۱۵ سُلیمان ، ۱:۱۶ دُلہن ، ۲:۲ سُلیمان ، ۲:۳ دُلہن ، ۲:۱۵ بھائی ، ۳:۶ ، ۷ ، ۹ تین شہری ، ۴:۱ سُلیمان ، ۴:۱۶ دُلہن ، ۵:۱ سُلیمان ، ۵:۲ دُلہن ، ۵:۹ سہیلیاں ، ۵:۱۰ دُلہن ، ۶:۱ سہیلیاں ، ۶:۲ دُلہن ، ۶:۴ سُلیمان ، ۶:۱۰ سہیلیاں ، ۶:۱۱ دُلہن ، ۶:۱۳ پہلا حصّہ سہیلیاں ، ۶:۱۳ دُوسرا حصّہ دُلہن ، ۷:۱ سُلیمان ، ۷:۱۰ دُلہن ، ۸:۵ پہلا حصّہ دیہاتی ، ۸:۵ دُوسرا حصّہ سُلیمان ، ۸:۶ دُلہن ، ۸:۸ بھائی ، ۸:۱۰ دُلہن ، ۸:۱۳ سُلیمان ، ۸:۱۴ دُلہن۔

ب۔ تشریح

گویا سُلیمان کے مقابلہ میں جس کا مطلب "سلامتی کا شہزادہ" ہے دُلہن کو شُولمیت کہا گیا ہے جس سے مُراد غالباً "سلامتی کی شہزادی" ہوگی۔ لیکن شُولمیت یا شُولمیتی دُلہن کی جائے پیدایش کو بھی ظاہر کر سکتا ہے۔ اِس نظم یا گیت کا لفظی ترجمہ کرنا اِس کی بناوٹ کے خلاف بھاری غلطی ہے۔ عہدِ قدیم سے اہلِ یہُود اِس میں خُدا کی اُس محبّت کی تصویر کو دیکھتے تھے جو وہ اُن سے رکھتا تھا۔ بے شک باہمی محبّت اور وفاداری کی یہ نظمی تصویر انسانی محبّت کو بہت خوبصُورت رنگ میں پیش کرتی ہے لیکن یہ خُدا کی محبّت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ عہدِ عتیق میں خُدا اپنے آپ کو دُلہا کے طور پر ظاہر کرتا ہے (یسعیاہ ۶۲ : ۵ ؛ یرمیاہ ۳ : ۱ ؛ حزقی ایل ۱۶ : ۸)۔ مسیح نے بھی یہی مثال استعمال کی۔ اِس کی تشریح اور تفصیل رسُولوں کی تعلیم میں ہُوئی (متی ۹ : ۱۵ ، ۲۲ : ۲ ؛ ۲۵ : ۱) جس سے مسیح اور کلیسیا کے رشتہ یا تعلق کا اظہار ہُوا (افسیوں ۵ : ۲۲ - ۳۲ ؛ مکاشفہ ۲۱ : ۹)۔

پس ہم بھی اِس کتاب کو اِسی مفہُوم میں لے سکتے ہیں۔ اورزیگن کہتا ہے کہ جہاں واعظ کے مضامین روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں وہاں امثال خاص کر اخلاقی زندگی کے ساتھ اور سُلیمان کی غزلات رُوحانی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مسیحی اِس خیال سے خُوش ہیں کہ کلیسیا خُداوند کا تاکستان ہے اور وہ دُلہن کی طرح اُس کو جو اُس کا پیارا ہے ڈھونڈتی اور پالیتی ہے اور اُس کی موجُودگی کے احساس سے خوش ہوتی ہے۔ "مسیح کی خوبصُورتی کا تجربہ سے حاصل کردہ علم اور ایمانداری اِس سے محبّت اِس مثالی گیت کی بہترین تفسیر ہے"۔

(آرچ بشپ لیٹن)

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱- یہوواہ کی اسرائیل کے لئے کامل محبت، اُس کی کرمفرمائی اور وفاداری اس کتاب کے پیغام سے کس طرح ظاہر ہوتی ہے؟

۲- مُکاشفہ ۲۲: ۱۷، ۲۰ کو یاد رکھتے ہوئے "آ" نے "کے لئے تمام دعوتوں پر غور کیجئے اور مسیح اور کلیسیا پر اُن کا اطلاق کیجئے۔

۳- زبُور ۴۵ اور افسیوں ۵: ۲۳- ۳۲ کی مثالیں اس کتاب میں سے تلاش کیجئے۔

بارھواں باب

اسرائیلی نبوّت

پہلا حصہ یسعیاہ سے دانی ایل تک

انبیاء

نبوّت سُومری[1] اور اکادی مذاہب کا خاص عُنصر تھا۔ اُن کے انبیاء کے مذہبی جوش اور وجد و سُرور میں وُہی کیفیت طاری ہُوتی ہوگی جسے اکثر ہم اسرائیلی انبیاء میں دیکھتے ہیں۔ لیکن اسرائیلی انبیاء نے تاریخ عالم میں اخلاق تعلیم کا پیغام اور حقیقی صداقت کا بُلند معیار کچھ اس بے دھڑک طریقہ سے پیش کیا کہ اُس کی مثال پانا بالکل ناممکن ہے۔ موسےٰ سے لے کر مسیح کی آمد تک خُدا اپنا کلام نبیوں کے مُنہ میں ڈالتا رہا ہے (استثنا ۱۸: ۱۵)۔

ا:- انبیاء بطور انسان

عبرانی زبان کے لفظ "نبی" کا مطلب ہے اعلان کرنے والا۔ گسنیئس اُس شخص کو نبی کہتا ہے جو خُدا کا کلام انسانوں میں مُشتہر کرے۔ انبیاء کو "غیب بین" بھی کہا کرتے تھے، کیونکہ اُنہیں خُدا کی طرف سے باطن کی روشنی اور غیب بینی عطا کی گئی تھی (۱ سموئیل ۹: ۹)۔ وُہ "مردِ خُدا" تھے (۲- سلاطین ابواب ۴، ۷)۔ اُنہیں اپنی کمزوری اور گُناہ کا خُوب احساس تھا (خروج ۴: ۱۳؛ یسعیاہ ۶: ۵؛ یرمیاہ ۱: ۶؛ عاموس ۷: ۵)۔ وُہ بارگاہِ الٰہی سے انسان کو خُدا کا پیغام دینے کے لئے مامُور ہُوئے تھے اور اس فریضہ کو ٹھیک طور سے

---

[1] سومری Sumerian ایک قوم کا نام تھا جو خلیج فارس کے شمال اور طرفین شط العرب میں بہت قدیم زمانے میں سکونت رکھتی تھی۔ اکادی Accadian سامی نژاد تھے اور جنوبی میسوپتامیہ اُن کا اصلی وطن تھا۔

ادا کرنے کے لئے اُنہیں سخت تاکید کی گئی تھی۔ بارہا لکھتا ہے کہ ایک ناقابلِ مغلوب اور غیر مشکوک قوت اُنہیں اِس خدمت کے انجام دینے کے لئے مجبور کر رہی تھی جس طرح عہدِ جدید کے رسول بھیجے گئے تھے اُسی طرح اُنہیں بھی خدا ہی نے اِس عظیم الشان، مشکل اور عجیب کام کے لئے مقرر کیا تھا (متی ۲۳: ۳۴؛ لوقا ۱۱: ۴۹؛ مکاشفہ ۱۹: ۱۰؛ ۲۲: ۶)۔

عہدِ عتیق میں لفظ نبوّت زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ بزرگ جنہیں موسیٰ نے مقرر کیا اور آسف کے ساتھ گانے والے بھی اِسی گروہ میں شمار کئے گئے ہیں (گنتی ۹ باب؛ ۱۔ تواریخ ۱۵: ۱۷)۔ سموئیل نے انبیا کی ایک جماعت قائم کی (۱۔ سموئیل ۱۰: ۵؛ ۱۹: ۲۰)۔ اِس جماعت میں انبیا زادوں کو شریعت کی تعلیم دی جاتی تھی اور نغمہ سرائی میں تربیت کی جاتی تھی۔ گانے کے موقع پر اُن پر وجد کی حالت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ بعض دفعہ یہ وجد عجیب صورت اختیار کر لیتا تھا (دیکھئے ۱۔ سموئیل ۱۹: ۲۳؛ یرمیاہ ۲۹: ۲۶)۔ لیکن اِن چند مثالوں سے یہ نتیجہ نکالنا غلطی پر مبنی ہوگا کہ ابتدائی منازل میں اہلِ یہود کی نبوّت کا ایک لازمی عنصر دیوانہ وار جوش و خروش تھا۔

ب۔ انبیا کے فرائضِ منصبی

اُن انبیا پر دو قسم کے فرائض عاید ہوتے تھے:۔ "اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے وہ غیب بین اور مذہب کی منادی کرنے والے تھے اور بندگانِ خدا اور اسرائیلی قوم کے دلوں میں رُوحانی حقائق کی آگ برانگیختہ کرتے تھے" (سینڈے[1])۔ اور آئندہ نسلوں کے لئے اُن کی تصانیف خدا کے مکاشفہ کا وسیلہ بن گئیں۔ وہ بڑی دلیری سے گناہ کی مذمت اور بُت پرستی اور وہم پرستی کی مخالفت کرتے اور اِس امر کا اشتہار دیتے تھے کہ ایسی رسومات جو انصاف و رحم سے خالی ہوں بے فائدہ اور بے حقیقت ہیں۔ اُن کی پیش گوئیاں ہمیشہ سچی ثابت ہوتی تھیں۔ ہمارے خداوند نے اُن کی تعلیم کا خلاصہ متی ۷: ۱۲ کے سُنہری اصول اور خدا اور انسان سے محبت میں پیش کیا (متی ۲۲: ۴۰)۔ وہ جعلی اور جھوٹے نبیوں سے بالکل الگ تھلگ تھے جو صلح صلح پکارتے

1 Sanday

تھے جب کوئی صلح نہ تھی اور جن کی نبوتیں ہمیشہ جھوٹی ہُوا کرتی تھیں (استثنا ۱۳: ۱-۵؛ ۱-سلاطین ۱۸ باب؛ یرمیاہ ۲۳، ۲۸ ابواب؛ میکاہ ۳: ۵؛ زکریاہ ۱۳: ۲)۔

اُن کی اخلاقی تعلیم کے ساتھ آئندہ واقعات کے متعلق پیشینگوئیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اُن کا اعلان کرنے کے لئے اُنہیں خاص طور سے مامور کیا گیا تھا۔ اُن کی غیب بینی طلسم و جادو پر مبنی نہیں تھی بلکہ خدا کے مقصد اور ارادہ کا ایک حصّہ اور خدا کی صفات اور دُنیا پر اُس کی اخلاقی تسلّط کا ایک ضروری نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔ بسا اوقات برکاتِ الٰہی اور گناہ کی سزا کی پیش گوئی ہوتی تھی۔ مثلاً بار بار اعلان کیا گیا کہ خدا باغی اسرائیل کو اُن کے دُشمنوں کے قبضہ میں کر دے گا اور اپنے نام کی خاطر وفادار بقیہ کو پھر جمع کرے گا (استثنا ۳۰ باب؛ یسعیاہ ۶: ۹-۱۳)۔ بسا اوقات وہ قطعی اور واضح ہیں۔ مثلاً یرمیاہ ۲۵: ۸-۱۴ اور میکاہ ۳: ۱۲؛ ۴: ۱۰ میں ستّر سال کی اسیری اور یسعیاہ ۵۳ باب میں مسیح خداوند کے مصائب۔

بعض پیش گوئیوں پر شرط رکھی گئی ہے۔ اُن کی تکمیل اُن لوگوں کی طرزِ زندگی اور روش پر موقوف تھی جن سے وہ علاقہ رکھتی تھیں۔ لہٰذا اُن کا مقصد توبہ کی ترغیب دینا تھا (یُوناہ ۳ باب)۔ کچھ پیشگوئیاں دو قسم کے واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اوّل:۔ وہ واقعات جو نبی کی زندگی میں وقوع پذیر ہوں گے (مثلاً یسعیاہ ۷: ۳-۹)۔

دوم:۔ وہ واقعات جن کا اُسے پُورا پُورا علم تو نہیں تھا لیکن موجودہ حالات اُن کا سبب بن گئے۔ جس طرح تصویر میں دُور کی پہاڑیاں بہت نزدیک معلوم ہوتی ہیں اور اُن کے درمیان کی وادیاں نظر نہیں آتیں اِسی طرح نبی کی پیشینگوئیوں کا تعلق اُس وقت صرف اُسی زمانہ سے معلوم ہوتا تھا لیکن اُن کا تعلق دُور کے زمانہ سے بھی تھا جس کا اُن کو علم نہ تھا (دیکھئے یسعیاہ ۷: ۱-۱۴ اور متی ۱: ۲۳؛ یسعیاہ ۴۰: ۳ اور مرقس ۱: ۳؛ دانی ایل ۷: ۱۳ اور مرقس ۱۴: ۶۲)۔

انبیاء کے نوشتے

یرمیاہ کی کتاب میں یہ بیان ہے کہ کس طرح پیش گوئیاں معرضِ تحریر میں آئیں اور کس طرح خدا کی رُوح نے نبی کو اُن کے مرتّب کرنے کے لئے ہدایت کی۔ عموماً مختلف نوشتے اُن اشخاص کی تصانیف ہیں جن کے نام سے وہ منسوب ہیں۔ لیکن چند ایک کی دُوسروں نے نظرِ ثانی بھی کی تھی۔ جب ہم نئے عہد نامے کے اُن تمام حوالہ جات کے بارے میں سوچتے ہیں، جنہیں پاک نوشتوں سے اقتباس کیا گیا ہے (اعمال ۳: ۱۸-۲۲؛ ۱۳: ۳۲-۳۴؛ ۲-پطرس ۱: ۱۹-۲۱) تو ہم اِس امر پر ایمان رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ رُوح القدس نے نہ صرف نبیوں

کی معرفت کلام کیا بلکہ جو کچھ اُنہوں نے لکھا اُس کے انتخاب میں بھی اُن کی مدد کی۔

عہدِ عتیق میں تاریخ اور نبوّت کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور زندہ خدا کے مکاشفہ کے لئے یہی مناسب اور موزوں ہے۔ تاریخ اسرائیل کے بڑے بڑے واقعات مثلاً ابرہام کی بلاہٹ، بنی اسرائیل کا مصر سے خروج، داؤد کی سلطنت، ہیکل کی تعمیر، جلا وطنی کے مصائب اور واپسی کے تجربات سب کے سب اسی طرح ابنِ آدم کی تیاری کے سامان تھے جس طرح انبیاء کی تعلیم اور مسیح کے متعلق اُن کی پیشین گوئیاں۔ انبیاء زمانۂ قدیم سے تاریخی دستاویزوں کا تحفظ کیا کرتے تھے (۱-تواریخ ۲۹: ۲۹) اور جب یہودی عہدِ عتیق کی کتابوں کی فہرستِ مسلّمہ تیار کی گئی تو تاریخی کتابیں صحائفِ انبیاء سے پہلے رکھی گئیں اور اُنہیں قدیم انبیاء کا نام دیا گیا۔

انبیاء کی تعلیم

ابتدا ہی سے انبیاء اور کاہن موسیٰ اور ہارون کی طرح اکٹھے ایک ساتھ پائے جاتے تھے۔ اُن کے فرائض تو جُدا جُدا تھے لیکن وہ تعلیم دینے میں متحد اور متفق تھے۔ کاہن کا فرض تھا کہ طہارت کی رسوم کے وسیلہ سے یہ ظاہر کرے کہ خدا کی پاکیزگی اُن کے درمیان سکونت کرتی ہے اور کہ وہ اُن کی زندگیوں کا مالک ہے اور اُس کا فضل شریعت کی مقرر کردہ قربانیوں کے وسیلہ سے اُن کی تقصیروں کو معاف کرتا ہے۔ انبیاء نے بھی خدا کے قدوس ہونے کا اعلان کیا اور یہ بتایا کہ حقیقت میں وُہی حاکم اور منصف ہے۔ وہ خدا کے احکام، گذشتہ اور موجودہ تاریخی واقعات اور زمانۂ مستقبل کے لئے وعدوں اور آگاہی سے اُس کے سچّے اور رحیم ہونے کی منادی کرتے تھے۔

مندرجہ بالا بیان کی بنا پر انبیاء اور کاہنوں کی مذہبی خدمات کو ایک دوسرے کے مقابل میں یا ایک دوسرے کا جانشین خیال کرنا غلطی پر مبنی ہے۔ یہ سچ ہے کہ انبیاء نے اکثر کاہنوں کی نکتہ چینی کی لیکن اُس کی وجہ یہ تھی کہ کاہنوں نے اپنے فرائض کو پورا نہیں کیا بلکہ اُنہیں نظر انداز کر دیا تھا (۱-سموئیل ۲: ۲۸ و ۲۹؛ ہوسیع ۴: ۶)۔ جب یسعیاہ نے فضول رسومات کے خلاف آواز اُٹھائی تو یہ قربانی اور چڑھاوے کے خلاف نہیں تھی بلکہ اسرائیل قوم کی ظاہرداری اور بطالت کی مذمت تھی (۱: ۱۳)۔ اسی طرح اُس نے سبتوں، عیدوں اور دُعا کا کھوکھلا پن بھی ظاہر کر دیا (۱: ۱۳-۱۵)۔ یرمیاہ خود بھی

کاہن تھا۔ اُس نے سبت، ہیکل اور قربانیوں کی عزّت اور حُرمت کی (۱۷: ۲۴-۲۷)۔ اسی وجہ سے وُہ ہیکل کو تجارت کا گھر اور بُت پرستی کا مقام بنتے ہُوئے دیکھ نہ سکتا تھا (۷: ۱۱ بمقابلہ مرقس ۱۱: ۱۷)۔

وُہ کاہنوں کی شکایت اِس لئے نہیں کرتے تھے کہ اُنہوں نے خدا کے گھر کی عبادت میں کوئی بدعت شروع کر دی تھی بلکہ اِس لئے کہ اُنہوں نے شریعت کا مطالعہ کیا اور شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا (ہوسیع ۴: ۶ و ۸: ۱۲؛ یسعیاہ ۱: ۱۰)۔ اُنہوں نے شریعت کو ترک کر دیا اور اُس کی تحقیر کی تھی (یسعیاہ ۵: ۲۴)۔ انبیاء کی تعلیم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہوواہ کی شریعت زمانۂ قدیم میں دی گئی تھی۔ سابقہ زمانہ میں اُس پر عمل ہوتا تھا لیکن اب اُس کو نظر انداز کیا جاتا تھا۔ انبیاء لوگوں کو نئی راہ پر چلنے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ پُرانے راستوں پر چلنے کی تلقین کرتے تھے (یرمیاہ ۶: ۱۶)۔ اُنہوں نے لوگوں سے منّت کی کہ وہ اپنی راہوں سے مُڑیں اور خدا کی طرف پھریں (ہوسیع ۱۴: ۱؛ بمقابلہ عاموس ۴: ۶-۱۲) جس سے وُہ برگشتہ ہو گئے تھے (ہوسیع ۴: ۱۴ اور یرمیاہ ۲: ۵-۷) اور جسے اُنہوں نے مع اُس کی شریعت کے چھوڑ دیا تھا (۱-سلاطین ۱۱: ۳۳؛ یسعیاہ ۱: ۴؛ یرمیاہ ۹: ۱۳)۔

انبیاء خدا کے مکاشفہ کے مطابق متواتر گذشتہ زمانہ کی مثالیں دے دے کر کلام کرتے تھے (۱-سموئیل ۱۲: ۶-۱۱؛ عاموس ۲: ۹-۱۱؛ میکاہ ۶: ۳-۵؛ ہوسیع ۱۲: ۲-۵)۔ وہ موجودہ مذہبی حالت کو پہلے سے بہتر خیال نہیں کرتے بلکہ سمجھتے تھے کہ وہ رحم، انصاف اور راستی کا زمانہ تھا (یسعیاہ ۱: ۲۶؛ ۵: ۲؛ یرمیاہ ۲: ۲-۳)۔

بعضوں کے خیال کے برعکس وُہ یہوواہ کے متعلق کوئی نئی حقیقت بیان نہیں کرتے بلکہ یہ کہ وہ ابتدا سے اُن کی قوم کا خدا ہے یعنی ابرہام، اضحاق اور یعقوب کا خدا (یسعیاہ ۲۹: ۲۲؛ میکاہ ۷: ۲۰) جس نے اُن سے رحم و کرم کا عہد باندھا (پیدائش ۲۴: ۲۷؛ ۴۷: ۲۹)۔ اِس عہد کا انکشاف از سرِ نو موسیٰ پر ہُوا (خروج ۳۴: ۶)۔ داؤد (زبور ۲۵: ۶، ۱۰؛ ۳۰: ۱۱) اور سلیمان نے بھی (۱-تواریخ ۸: ۲۳) اُس کی تعریف کے گیت گائے اور تمام انبیاء نے اُس کے متعلق لکھا (ہوسیع ۲: ۱۹؛ یسعیاہ ۴: ۲؛ میکاہ ۷: ۲۰؛ یسعیاہ ۱۶: ۵؛ ۵۵: ۳؛ یرمیاہ ۹: ۲۴؛ دانی ایل ۹: ۴؛ نحمیاہ ۹: ۷)۔ اُسی یہوواہ نے جس کی وُہ قدیم الایام سے پرستش کر رہے ہیں اپنے لوگوں کو مصر کی غلامی سے رہائی دینے سے اپنی قدرت کا اظہار کیا (ہوسیع ۱۱: ۱؛ ۱۲: ۹؛ حجّی ۲: ۵)۔ یہ وُہی ہے جو قوموں پر حکمرانی کرتا ہے (عاموس ۹: ۷) اور ستاروں کی راہ ٹھہراتا ہے (عاموس ۵: ۸)۔

انبیاء کی تعلیم کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے اُس زمانہ کی تصانیف، واقعات اور نئے عہد نامہ کے حوالہ جات کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے۔ ہمارے لیے مناسب بلکہ لازم ہے کہ مندرجہ ذیل منازل میں امتیاز کریں۔

۱۔ سب سے پہلے نبوّت توریت میں پائی جاتی ہے (پیدائش باب ۴۹، گنتی باب ۲۲)۔ استثنا میں ہمیں وہ پند و نصائح اور پیش گوئیاں خاص طور سے ملتی ہیں جو بعد کے انبیاء کی کُتب میں مرقوم ہیں۔

۲۔ بادشاہت کے ابتدائی ایّام میں حقیقت کا مکاشفہ اور خُدا کے مقاصد کا تاریخی اظہار سموئیل، ناتن، جاد، ایلیاہ، الیشع اور دیگر انبیا کے ذریعہ سے ہُوا (دیکھئے پہلا اور دُوسرا سموئیل؛ ۱۔ سلاطین ابواب ۱-۱۱؛ ۱۔ تواریخ؛ ۲۔ تواریخ ابواب ۱-۱۱)۔

۳۔ اسوریوں کے زمانہ[1] میں یوایل، یسعیاہ، میکاہ اور ناحوم کی کُتب یہوداہ کے متعلق اور یُوناہ، عاموس اور ہوسیع اسرائیل کے متعلق تصنیف ہُوئیں (۱۔ سلاطین باب ۱۲ تا ۲۔ سلاطین باب ۱۵؛ ۲۔ تواریخ ابواب ۱۲-۳۰)۔

۴۔ بابل کے زمانہ[2] میں مندرجہ ذیل انبیاء تھے صفنیاہ، حبقوق، یرمیاہ، عبدیاہ اور حزقی ایل (۲۔ سلاطین ابواب ۲۰-۲۵؛ ۲۔ تواریخ ابواب ۳۲-۳۶)۔

۵۔ اسیری کے زمانہ[3] سے لے کر عہدِ عتیق کے اختتام تک دانی ایل، حجی، زکریاہ اور ملاکی کا زمانہ ہے۔

جب ہم عہدِ عتیق کا بنظرِ غور اور صبر و استقلال سے مطالعہ کرتے ہیں اور تاریخ و نبوّت کو مکاشفہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو انسان کی نجات کے لیے خُدا کے کفارہ کی تدبیر اور اس تدبیر کی عظمت ہم پر عیاں ہو جاتی ہے۔ خُدا کی حکومت کی عالمگیری کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ زمانۂ قدیم سے اُس نے اسرائیل کو چُن لیا۔ شریعت کے حقیقی اور رُوحانی معنوں کو بار بار واضح کیا گیا ہے اور جب ہم مسیح کی آمد اُس کی اذیت اور آخری فتح کے متعلق مختلف پیشگوئیاں پڑھتے ہیں تو اُس عہد کا باطنی اور رُوحانی مفہوم صاف طور سے عیاں ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت صاف ظاہر ہے کہ یہ نبوّتیں اور پیشگوئیاں انسان کی خواہش سے نہیں کی گئیں بلکہ انبیاء رُوح سے محرک ہو کر خُدا کی طرف سے بولتے تھے (۲۔ پطرس ۱: ۲۱)۔

۱؎ دیکھئے صفحہ ۱۴۳ ۲؎ دیکھئے صفحہ ۱۴۵ ۳؎ دیکھئے صفحہ ۲۴۹۔

یسعیاہ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

بائبل مُقدّس میں یسعیاہ کے علاوہ کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس کے متعلق زیادہ یقین کے ساتھ مختلف اور متضاد نظریوں کا اظہار کیا گیا ہو۔ تمام نقاد اس امر پر متفق ہیں کہ یسعیاہ نے اس کتاب کا کچھ حصّہ تصنیف کیا ہے لیکن بعض یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ تمام کتاب کا مُصنّف ہے۔ بعض عُلماء کہتے ہیں کہ اس کتاب کے دو مُصنّف تھے۔ بعض اسے تین مُصنّفوں سے منسوب کرتے ہیں۔ چند ایک ایسے عُلماء بھی ہیں جن کے خیال کے مُطابق اس کے بہت سے مُصنّفین ہیں۔

ابواب ۲۴ تا ۲۷، ۴۰ تا ۶۶ پر زیادہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل وجوہات[1] کے باعث اِن ابواب کو یسعیاہ نبی کے بعد کی تصنیف خیال کیا جاتا ہے:۔

۱۔ عام تواریخی پس منظر۔

۲۔ علمِ الٰہی کے نظریات۔

۳۔ زبان اور طرزِ تحریر۔

بعض لوگ (ایوالڈ اور ڈرائیور) ابواب ۴۰ تا ۶۶ کو ایک ہی مُصنّف کا کام سمجھتے ہیں۔ ڈوہم[1] اور بعد کے نقاد یسعیاہ کی کتاب کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس خیال کے مُطابق ابواب ۴۰ - ۵۵ (دُوتورو یسعیاہ[2]) اسیری کے زمانہ کے کسی مُصنّف کی تصنیف ہیں اور ابواب ۵۶ - ۶۶ (ٹرائیٹو یسعیاہ[3]) اسیری کے زمانہ کے بعد کے کسی مُصنّف کی تصنیف۔ آج کل اس خیال کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں پیش کردہ وجوہات ایک دُوسرے سے مختلف اور بعض صُورتوں میں ایک دُوسرے سے متضاد ہیں۔ مندرجہ ذیل خیالات سے ظاہر ہوگا کہ اگر اس کتاب کے ایک سے زیادہ مُصنّف ہونے کے دلائل مضبُوط ہیں تو ایک ہی مُصنّف ہونے کے حق میں دلائل اس

1 Duhm 2 Deutero-Isaiah 3 Trito-Isaiah

؎ اس سے یہ مُراد ہے کہ پہلے ۳۹ ابواب بیشک یسعیاہ نبی نے تصنیف کئے تھے۔

سے بھی زیادہ مضبوط اور قابلِ اعتبار ہیں۔

۱۔ بیرونی ثبوت

(۱) یہ روایت کہ یسعیاہ ہی اس کتاب کا مصنّف ہے بہت قدیم ہے اور مُتفقہ طور پر اہلِ یہود اِس روایت کو تسلیم کرتے تھے۔ قدیم زمانہ میں کبھی کسی نے اُس پر اعتراض نہیں کیا۔ نہ کسی نے اُس کی تردید کی ہے۔ یوسیفس کہتا ہے کہ خورس بادشاہ ۴۵ باب کو پڑھکر اُس سے بہت متاثر ہُوا تھا۔

(۲) بعض عُلما نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صفنیاہ اور یرمیاہ کے پاس یسعیاہ کی پُوری کتاب موجُود تھی۔ اُنھوں نے اِس کی نقل کی اور اُس کے بہُت سے حِصّے اقتباس کئے ہیں۔

(۳) یسعیاہ کے آخری ۲۷ ابواب کی شان اور عظمت پر کبھی کسی نے حرف گیری نہیں کی۔ سو کیا یہ ممکن ہے کہ اگر وہ اسیری کے زمانہ کے کسی بڑے نبی کی تصنیف ہوتے تو ہم اُس کے نام سے بالکل ناآشنا ہوتے ؟ اگر اِس کتاب کے دو یا تین مُصنّف ہوتے تو کیا یہ امر قابلِ تسلیم ہے کہ اُن کے نام نہ لکھے جاتے یا اُنہیں بالکل فراموش کیا جاتا، جب کہ انبیاءِ صغریٰ کی ہر ایک کتاب پر مُصنّف کا نام درج ہے ؟

(۴) نئے عہدنامہ میں اِسے ایک ہی مُصنّف کی تصنیف مانا گیا ہے (متی ۱۲: ۱۷-۱۸ ؛ یُوحنا ۱۲: ۳۸-۴۱ ؛ رُومیوں ۱۰: ۱۶، ۲۰)۔

۲۔ اندرُونی ثبوت

(۱) مُصنّف کے نقطۂ نگاہ کی دلیل کے بارے میں ہمیں یہ کہنا منظور ہے کہ بعض اوقات یرمیاہ اور حزقی ایل بھی زمانۂ مُستقبل کو حال کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ اِس قسم کی نمایاں مثال ہمارے خُداوند مسیح کا وُہ نبوّتی کلام ہے جو متی باب ۲۴ میں ہے جس میں ایک جگہ وہ زمانۂ حال، پھر مستقبل قریب اور پھر مستقبل بعید کی طرف یکے بعد دیگرے اشارہ کرتا ہے۔

(۲) طرزِ تحریر کی دلیل دو پہلو رکھتی ہے۔ ڈیلٹش[1] جس نے یسعیاہ کا بہت گہرا مُطالعہ کیا کہتا ہے کہ ساری کتاب میں یسعیاہ کی رُوح اُس کے دِل کی دھڑکن اور شعلہ زن زبان، اُس کے الفاظ اور طرزِ تحریر عیاں ہے۔ کلاسٹرمن[2] ایسا عالم لکھتا ہے کہ

1 Delitzsch 2 Klostermann

یسعیاہ کا آخری حِصّہ اُسی کی تصنیف ہے یا کسی شاگرد نے اُسے اُسی کے طرزِ تحریر میں لکھا۔ پروفیسر مرگولیتھ[1] یسعیاہ کی کتاب کے دُوسرے حِصّے کے ایسے الفاظ بیان کرتا ہے جو سوائے یسعیاہ کے پہلے حِصّے کے کسی اور تصنیف میں کہیں نہیں ملتے۔ یہی الفاظ یرمیاؔ کے زمانے میں متروک ہو چکے تھے۔ اُردُو بائبل کے مُطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ خُدا کا نام "اِسرائیل کے قدُّوس" کے معنوں میں یسعیاہ کی کتاب میں متواتر آتا ہے۔ مضمُون کے مُختلف ہونے کے باعث اندازِ بیان میں فرق آگیا ہے اور آخری ابواب میں یہ فرق اَور بھی نمایاں ہے، کیوں کہ یہ ابواب غالباً نبی کے آخری ایام میں لکھے گئے تھے اور اُن کا موضوع بالکل مختلف ہے۔ افلاطون اور ملٹن کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بتانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ایک اعلےٰ پایہ کا مصنّف کِس طرح مضمُون کے مُطابق اپنا طرزِ تحریر تبدیل کر لیتا ہے۔

(۳) جب ہم اِس نظریہ کو تسلیم کرتے تو یسعیاہ کی کتاب کے خاکہ میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے اور کتاب بتدریج ترقی کی طرف قدم بڑھاتی ہُوئی دکھائی دیتی ہے لیکن مُختلف مُصنّفوں کی تصنیفوں کو جمع کرنے کی صُورت میں اِس خُوبی کا ہونا ممکن نہ ہوتا۔

(۴) جو حِصّص باہر سے شامل کئے ہُوئے یا اضافہ معلُوم ہوتے ہیں وہ عام طور پر آئندہ کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ اِن پیشگوئیوں کے واقع ہو چکنے کے بعد ان کے لکھے جانے کی کیا وجہ ہوتی ؟ اور اُنہیں نبی کی کتاب میں شامل کرنے کا مقصد کیا ہوتا ؟

(۵) باب ۴۵ میں شاہ خورس کے نام کا ذکر ایک تعجب خیز بات معلُوم ہوتی ہے۔ لیکن ۱-سلاطین ۱۳: ۲ میں بھی ایسی ہی مثال ملتی ہے۔ علاوہ اِس کے متواتر یہ دعوےٰ کہ خُدا ہی مستقبل کے مُتعلق بتا سکتا ہے (۴۱: ۲۲ ؛ ۴۳: ۹ ؛ ۴۴: ۷ ؛ ۴۶: ۱۰ ؛ ۴۸: ۳) شاید ان پیشگوئیوں کی طرف ہی اِشارہ ہے جو یسعیاہ پر ظاہر کی گئیں اور خاص اِس مقصد سے لکھی گئیں کہ بعد میں اسیر اُنہیں پڑھ کر اپنے ایمان میں مضبُوط ہوں (مقابلہ متی ۲۴: ۲۵)۔

(۶) جن حالات میں آخری ابواب لکھے گئے اُن کے متعلق اختلاف رائے ہے۔ ایوالڈ[2] نے اہلِ بابل کا رنگ اُن میں نہ پا کر یہ خیال کیا کہ یہ مصر میں لکھے گئے تھے لیکن اِس کے برعکس ہیلنگ[3] اِن میں بابل کا پس منظر پاتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ اِس میں مصر کا

1 Margoliouth 2 Ewald 3 Healing

نشان تک نہیں۔ باب ۶۵ میں جتنی بھی مثالیں ہیں وہ فلسطینی معلوم ہوتی ہیں۔ پُرانے نقادوں کی رائے ہے کہ یہ باب یسعیاہ کی تصنیف ہے۔ جدید نقادوں میں سے بعض اس باب کو اسیری سے پہلے کی، بعض اسیری کی اور بعض اسیری کے بعد کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ ابواب ۵۸ - ۶۶ کے متعلق بھی ان نقادوں کے خیالوں میں یہی اختلاف ہے۔ بعض انہیں اسیری سے پہلے کی، بعض اسیری کی اور بعض اسیری کے بعد کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہی معقول اور راست معلوم ہوتا ہے کہ یسعیاہ نے پوری کتاب کو لکھا ہے۔

یسعیاہ بن آموص عزیاہ کے زمانے میں پیدا ہُوا (یسعیاہ ۶:۱)۔ اُس نے شاہِ وقت کی تاریخ لکھی (۲-تواریخ ۲۶:۲۲)۔ وہ یروشلیم میں رہتا تھا اس لئے آسانی سے شاہی دربار میں جاسکتا تھا (۷ باب)۔ روایت ہے کہ وہ منسی کے زمانے تک زندہ رہا اور اُسے آرے سے چیر دیا گیا (۲-سلاطین ۲۱:۱۶) اور اس طرح وہ شہید ہُوا۔

یسعیاہ نبی کی زندگی کے خاص واقعات

یسعیاہ کی زندگی کے بعض واقعات کی تاریخیں ہمیں اُس کی زندگی کو مختلف زمانوں میں تقسیم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ وہ اُس کی بتدریج نبوت کو سمجھنے میں بھی بہت مددگار ثابت ہوئی ہیں۔

۱۔ چونکہ ۷۳۴ ق م میں اُس کا بیٹا (۷:۳) اُس کے آخز کے پاس جاتے وقت جوان ہو رہا تھا اس لئے گمانِ غالب ہے کہ وہ ۷۶۰ قبل از مسیح کے لگ بھگ پیدا ہُوا ہوگا۔ اُس کی زندگی کے ابتدائی ایام خوشحال، عیش پرست اور بے پرواہ عزیاہ کے زمانے میں گزرے ہوں گے اور اُن کی جھلک دوسرے اور تیسرے ابواب میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ آخز کے تخت نشین ہوتے ہی افرائیم نے یہوداہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے ارام سے اتحاد کر لیا (۷۳۴ - ۷۳۲ قبل از مسیح)۔ اس زمانے کا ذکر ابواب ۷-۹ میں ہے۔

۳۔ باب ۱۰ میں ہم اسوری حملوں کا شور و غل سنتے ہیں۔ اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ۷۲۱ ق م میں سامریہ تسخیر ہو گیا۔

۴۔ باب ۲۰ میں ۷۱۱ ق م کے سرجون شاہِ اسور کے حملے کا مختصر سا حال بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ ابواب ۳۶ - ۳۷ میں سنحیرب کے حملے کا ذکر کیا گیا ہے جو قریب ۷۰۰ قبل از مسیح میں وقوع پذیر ہُوا۔ اس کے بعد مرودک بلدان شاہِ بابل نے ایلچیوں کے ہاتھ حزقیاہ کے لئے نامے اور تحائف بھیجے (باب ۳۹)۔

تجزیہ

۱ - ۱۲ ابواب	دیباچہ (۱)۔ تنبیہ و ملامت اور التجا (۲ - ۵)۔ یسعیاہ کی بلاہٹ (۶)۔ "عمانوایل کی کتاب" (۷ - ۸)۔ مسیح کے متعلق اور دوسری پیشینگوئیاں (۹ - ۱۲)۔
۱۳ - ۲۷ "	قوموں پر عدالت اور رحم کے متعلق پیشینگوئیاں۔ اس میں بابل، مصر اور صور شامل ہیں (۱۳ - ۲۳)، اور اس میں "یہوواہ کے دن" کا مکاشفہ بھی شامل ہے (۲۴ - ۲۷)۔
۲۸ - ۳۵ "	اسرائیل کی اسور کے خلاف بغاوت، اُس کے نتائج، ملامتیں اور وعدے (۲۸ - ۳۳)۔ آہستہ آہستہ خدا اسرائیل کے دشمنوں کی عدالت اور اپنے مخلصی یافتہ لوگوں کے واپس آنے کا اعلان کرتا ہے (۳۴ - ۳۵)۔
۳۶ - ۳۹ "	سنحیرب کا یروشلیم کا محاصرہ کرنا اور اُس شہر کا بچایا جانا (۳۶ - ۳۷)۔ حزقیاہ کی بیماری، صحت یابی اور گیت (۳۸)۔ شاہِ بابل کی سفارت اور بابل کی اسیری کی پیشین گوئی (۳۹)۔
۴۰ - ۴۸ "	خدا کے لوگوں کے لئے جو سزا پا رہے تھے تسلی کے الفاظ۔ خدا زمین کے کناروں کا خالق ہے۔ قومیں اور اُن کے حاکم محض اُس کا آلۂ کار ہیں۔ خورس واپسی کے لئے راہ تیار کرے گا۔ بتوں کے خلاف نفرت، کیونکہ وہ بچا نہیں سکتے۔ خدا کے لوگوں کے لئے برکات لیکن "شریروں کے لئے سلامتی نہیں"۔
۴۹ - ۵۷ "	خدا کا خادم "قوموں کے لئے نور" (۴۹)۔ نبی اپنے لوگوں سے فریاد کرتا ہے کہ وہ جاگیں اور سنیں۔ مسیح کا گنہگاروں کی خاطر دُکھ اُٹھانا (۵۲:۱۳ - ۵۳:۱۲)۔ فضل کی مفت بخشش (۵۴ - ۵۵)۔ مزید آگاہیاں اور وعدے اور اُن کا اس

طرح ختم ہونا کہ "شریروں کے لئے سلامتی نہیں"۔

۵۸-۶۶ ابواب اسرائیل کو ملامت اور وعدے (۵۸-۵۹)۔ غیر اقوام کا صیون میں جمع ہونا (۶۰-۶۲)۔ ادوم سے نجات دہندہ کا آنا (۶۳)۔ آئندہ کلیسیا کی عظمت، نیا آسمان اور زمین، آخری تنبیہ اور خاتمہ (۶۴-۶۶)۔

مضامین

پیشینگوئیوں کی ترتیب

یسعیاہ کی زندگی کی وہ خاص باتیں جو بیان کی جاچکی ہیں کتاب کی اس ترتیب کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۱۔ پہلا باب ایک عام دیباچہ ہے۔ اس کے بعد پیشینگوئیاں (۲-۵)۔ اس کے بعد یسعیاہ کی مخصوصیت کا بیان (۶ باب)۔ یہ تمام واقعات اُس کی زندگی کے پہلے اور پُرامن حصّہ سے متعلق ہیں۔

۲۔ ابواب ۷-۹ کا تعلق دوسرے حصّے سے ہے جس میں صُور اور افرائیم کے حملے کا ذکر ہے جو ۲۔ سلاطین باب ۱۶ میں مذکور ہے اور اسُور کے بادشاہ سے مدد طلب کرنے کے لئے آخز کی نادانی جس سے اُس مصیبت اور بربادی کے لئے جو اسُور کے ہاتھوں اسرائیل اور یہوداہ پر آنے کو تھی راہ کو صاف کردیا گیا۔ ابواب ۱۰-۱۲ میں اُن واقعات کا ذکر ہے جو ۲۔ سلاطین باب ۱۷ میں پائے جاتے ہیں۔

۳۔ "نبوتیں" (۱۳-۲۳) جو ابواب ۲۶-۲۹ کے واقعات سے پہلے مختلف اوقات پر کی گئی تھیں۔ اُنہیں مضمون کی مطابقت کی وجہ سے یہاں اکٹھا کیا گیا ہے۔

۴۔ ابواب ۲۴-۳۵ میں تاریخوں کا بہت تھوڑا پتہ چلتا ہے۔ ۳۰:۱-۵؛ ۳۱:۱-۵ کی علامتیں یہ بتاتی ہیں کہ حزقیاہ اسُور کے خلاف مصر کی مدد کا طلب گار ہے (مُقابلہ کیجئے ۲۔ سلاطین ۱۸:۲۱)۔

۵۔ ابواب ۳۶-۳۹ میں وُہی تاریخی زمانہ شامل ہے جس کا بیان ۲۔ سلاطین ۱۸:۱۸-۲۰:۱۹ میں ہے۔ یہ اسُور کے محاصرے کے متعلق پیش گوئیاں ہیں۔ یہ حصّہ اُن پیشنگوئیوں سے تعلق پیدا کرتا اور اُن کو سمجھاتا ہے جو ان آیات میں مذکورہ واقعات سے پہلے اور اُن کے بعد کی گئیں۔

۶۔ آخری ۲۷ ابواب ۳۹:۶-۷ کے بعد قدرتی طور پر آتے ہیں۔ وہ یسعیاہ کی

زندگی کے آخری حصّہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسیری کے زمانہ کی پیشین گوئیاں

اب ان مختلف منازل کو معلوم کرنا ممکن ہے جن کی مدد سے یسعیاہ کو آنے والی اسیری کا یقین ہوتا گیا۔

۱۔ اپنی نبوتی خدمت کے آغاز ہی میں اُس کو معلوم ہوگیا تھا کہ اُس کی قوم کے گناہ کا لازمی نتیجہ غضب الٰہی ہوگا۔ اُس پر ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ اسیری میں جائیں گے (۶:۱۱-۱۳)۔ تاہم اُس کا ایک بقیہ ضرور واپس آئیگا۔ ان حقائق کا اُسے پورا یقین ہوچکا تھا کیونکہ اُس کے دو بیٹوں کو خُدا کی طرف سے خاص مقرر شدہ نام دیئے گئے تھے (۷:۳؛ ۸:۱-۱۸ بمقابلہ عبرانیوں ۲:۱۳)۔ اسُور اور مصر فاتح اقوام نظر آتی ہیں اور اسیری کی جگہ کا اب تک کوئی پتہ نہیں۔

۲۔ بابل کا پہلا ذکر ۱۱:۱۱ میں آتا ہے جب کہ وہ اسرائیل اور یہوداہ کو قوموں میں منتشر دیکھتا ہے۔ اسُور اُن میں سے اوّل ہے لیکن سنعار یعنی بابل اور عیلام یعنی فارس کا بھی ذکر آتا ہے۔ بائبل کے مکمل ہونے تک اس آیت میں مذکورہ قوموں میں سے ہر ایک قوم اپنے یہودی غلاموں کی خاص تعداد کو حاصل کرچکی تھی۔

۳۔ ابواب ۱۳ ، ۱۴ اور ۲۱ میں مذکورہ نبوتیں شاید کافی عرصہ کے بعد بلکہ اغلباً مرودک بلدان کی سفارت (۳۹:۱) کے وقت کی گئیں۔ ان سے اب صاف عیاں ہوجاتا ہے کہ بابل یہوداہ کی اسیری کا مُلک ہوگا (بمقابلہ میکاہ ۴:۱۰)۔ یہ قوم کی تباہی اور بقیہ کے واپس آنے کا پتہ دیتی ہیں۔ عیلام اور مادی کو (۱۳:۱۷؛ ۲۱:۲) اس واقعہ کو ظہور میں لانے کا وسیلہ قرار دیا گیا۔ یہ غور طلب بات ہے کہ فارس کا یوں ذکر نہیں آیا جس طرح کہ بعد کا کوئی مُصنّف کرتا۔

۴۔ اب ہم یسعیاہ کو حزقیاہ کے آخری ایام میں اور اُس کی اپنی زندگی کے اخیر میں متصوّر کرسکتے ہیں۔ اُسے کامل یقین تھا کہ خُدا نے ہی یہ سب پیشینگوئیاں اُس پر ظاہر کیں اور اُن کا پُورا ہونا یقینی بات ہے۔ ابواب ۴۰-۴۶ کی سب پیشینگوئیوں کا مُکاشفہ اُس پر اس طرح ہُوا جس طرح یوحنا پر پتمس کے جزیرے میں۔ یسعیاہ محسوس کرتا ہے کہ عدالت کا وقت آگیا (۴۰:۲) لیکن خُدا کی راستبازی بھی نزدیک ہے اور اُس کی نجات ظاہر ہوگئی (۵۱:۵)۔ اور بتدریج وہ اُس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں ایک نئے آسمان اور نئی زمین

کی رویا دیکھتا ہے (۶۵: ۱۷)۔

خاص پیغام اور اہم خیالات

یسعیاہ کے پیغام کے مرکزی خیال کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُس زمانے کے حالات کا تصوّر کریں اور پھر خُدا کے کلام سے اُن کا مقابلہ کریں۔ یسعیاہ کے ابتدائی ایام میں انسان ہر طرف خوشحالی، دولت اور صُلح و چَین کا سُنہری زمانہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن خُدا کی نظر میں یہ سب کچھ یُوں تھا جیسے تمام سر بیمار ہو اور دِل بالکل سُست (۱: ۵)۔ انسان تو امن و حفاظت دیکھتا تھا لیکن خُدا جلد آنے والی تباہی (۱: ۷)۔ جہاں انسان ظاہری رسُوم و تہوار پر نگاہ رکھتا تھا وہاں خُدا نے اُس کی شرارت دیکھی (۱: ۱۳)۔ خُدا اُن کی عدالتوں میں انصاف نہیں بلکہ بے ایمانی دیکھتا ہے (۱: ۲۱ و ۲۲)۔

جب آخز کا خیال ہے کہ وہ اسُور کی حکومت سے مدد حاصل کر سکتا ہے تو یسعیاہ نے اُسے بتایا کہ ایسا کرنا بیوقوفی ہے کیونکہ اُس کی مدد خُداوند سے ہے جس کے ہاتھ میں اسُور ایک اوزار ہی ہے۔ پھر جب انسان نے ہر طرف صرف مصیبت اور تباہی دیکھی تو نبی خُدا کی عدالت اور مخلصی دیکھتا ہے (۱: ۷-۹)۔ اس طرح یسعیاہ نبی کی نبوّت کے عروج پر جب انسان "خُداوند کے خادم" کو مصیبت زدہ اور قابلِ نفرت پاتا ہے تو خُدا مسیح کو گناہ کے لئے ابدی قربانی چڑھاتے ہوئے اور اُن کو راستباز ٹھہراتے ہوئے دیکھتا ہے جن کے لئے وہ قربان ہُوا (۵۳: ۳ و ۴، ۱۰ و ۱۱)۔

اس کتاب میں بہت سے مضامین پیش کئے گئے ہیں جن کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلے باب میں ہم گناہ، راستبازی اور عدالت کے متعلق پڑھتے ہیں۔ یہ رُوحانی تجربہ کی تین جُدا جُدا باتیں نہیں بلکہ خُدا اور انسان کے تعلق کے تین ایک دُوسرے کے ساتھ گندھے ہُوئے پہلو ہیں۔ گرامر کے لحاظ سے عبرانی لفظ "صیدق" "tsedeq" کے معنی "سیدھا" ہے۔ یسعیاہ اسے خُدا کی بھلائی کے معنوں میں استعمال کرتا ہے جس میں انصاف، رحم دونوں شامل ہیں۔ لیکن رحم عدالت و انصاف پر غالب آتا ہے (۵۴: ۸)۔ خُدا خود راست ہے، اور وہ سب چیزوں کو راست ٹھہراتا ہے (رُومیوں ۳: ۲۶)۔ خُدا کی راستبازی انسانی خیال سے کہیں بالاتر ہے (۵۵: ۸ و ۹)۔ جو خُدا کی راستبازی کی جلالی رویا دیکھ چکے ہیں وہ انسانی راستبازی کو گندی دھجیوں کی مانند سمجھتے ہیں (۶۴: ۶)، وہ راستباز ٹھہرائے جانے کی اشد ضرورت محسُوس کرتے ہیں (۵۳: ۱۱، نیز دیکھیں ۱: ۲۶، ۲۷؛ ۵: ۷؛ ۱۱: ۴؛

۳۲: ۱۷؛ ۴۲: ۶؛ ۵۱: ۵؛ ۵۹: ۱۶؛ ۶۴: ۶)۔

۲۔ چھٹے باب میں خُدا کی پاکیزگی کی رویا ہے اور اُس سے اسرائیل کا قدُوس کے لقب کا جو یسعیاہ استعمال کرتا ہے گہرا تعلق ہے۔ یہ لقب پہلے ۳۹ ابواب میں گیارہ دفعہ آیا ہے، اور باقی ابواب میں تیرہ دفعہ۔ یسعیاہ اس پہلے تجربے کی بنا پر یہوواہ کی قدُوسیت، جلال، بے مثل پاکیزگی، نیکی اور عصمت کا خاص پیغمبر ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہمارے دل میں خُدا کا خوف ہو۔ وہی عزّت کے لائق ہے اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا نہایت موزُوں ہے۔

۳۔ برگزیدہ بقیہ کی تعلیم جس کا شرُوع ہی میں ذکر آیا ہے (۱: ۹) اور جو اسرائیل کی واحد اُمید ہے ساری کتاب میں جاری رکھی گئی۔ اس بقیہ کو مصیبت اور سزا کی آگ سے صاف ہو جانا ضروری ہے (۳۰: ۲۰، ۲۷؛ ۴۰: ۱)۔ یہ آگ گھاس پھوس کو تو جلا دے گی لیکن خدا کے برگزیدہ لوگوں کو خالص کر دے گی (۴: ۲ و ۴)۔ تاریکی میں سے اُن پر نور چمکے گا (۹: ۲-۵) اور قوموں میں بکھر چکنے کے بعد اُن کو اکٹھا کیا جائے گا (۱۱: ۱۱؛ ۲۷: ۱۲؛ ۴۳: ۵؛ ۶۵: ۸-۱۰)۔ غم اور آہیں بھرنا کافور ہو جائیں گے۔ اور جنگل نرگس کی طرح شگفتہ ہوگا (۳۵)۔

۴۔ یسعیاہ کو بشارت دینے والا نبی کہنا بالکل بجا ہے۔ وہ نجات کی خوشخبری لاتا ہے (۱۲: ۱ و ۲؛ ۴۰: ۱۰؛ ۵۲: ۷؛ ۶۱: ۱)۔ علاوہ ازیں وہ معافی (۶: ۷؛ ۴۰: ۲؛ ۵۳: ۵؛ ۵۵: ۷)، دھوئے جانے (۱: ۱۸ و ۲۵؛ ۲۷: ۹؛ ۵۲: ۱۵) اور صُلح و چَین (۹: ۶؛ ۲۶: ۱۲؛ ۳۲: ۱۷؛ ۵۳: ۵) کا پیغام بھی دیتا ہے۔ یہ برکات صرف اسرائیل ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں کیلئے ہوں گی (۱۱: ۱۰؛ ۴۲: ۶؛ ۴۵: ۲۲)۔ اس عجیب نجات کا تعلق آنے والے عمانوایل کے ساتھ ہے جو کنواری کا بیٹا، شہزادہ جس کا نام عجیب ہے، داؤد کا بیٹا، فاتح، خُدا کا برگزیدہ اور پیارا خادم ہوگا (۷: ۱۴؛ ۹: ۶، ۷؛ ۱۱: ۱۰؛ ۵۵: ۳؛ ۶۲: ۱)۔

یسعیاہ کے خوشخبری کے پیغامات میں سے باب ۴۲ (۱-۷) پہلا حوالہ ہے۔ اِن کو "خادم" کی عبارات کہتے ہیں (۴۳: ۵-۱۰؛ ۴۹: ۱-۹؛ ۵۲: ۱۳ - ۵۳: ۱۲ تک، نیز دیکھیں ۴۱: ۸؛ ۵۰: ۱۰)۔ اوّل اوّل یہ خادم بحیثیت پوری قوم کے اپنے باپ یعقوب میں، پھر وفادار بقیہ میں اور آخرکار اس شخصیت میں جسے ربّیوں کی تعلیم بھی مسیح کہتی ہے دیکھا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے یسعیاہ کی نبوّتیں نکتہ بہ نکتہ عجیب طور سے زندہ خُداوند کے الفاظ سے ملتی ہیں "یُوں لکھا ہے کہ مسیح دُکھ اُٹھائے گا اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا اور یرُوشلیم سے شرُوع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اُس کے نام سے کی

جائے گی (لوقا ۲۴: ۴۶، ۴۷)۔

مُطالعہ کیلئے مضامین

۱۔ اُس تعلیم کا مُطالعہ کیجئے جو یسعیاہ نے انسانی گناہ اور الٰہی مُعافی کے متعلق دی ہے۔ کیا اس نبوت سے کفارہ کی تعلیم اخذ کی جا سکتی ہے؟

۲۔ خوشخبری کے پیغام میں مندرجہ ذیل عناصر کا ہونا ضروری ہے (دیکھئے لوقا ۲۴: ۴۶، ۴۸)۔ (ا) مسیح کا دُکھ اُٹھانا اور سرفراز ہونا۔ (ب) توبہ اور گناہوں کی مُعافی کی تعلیم۔ (ج) گواہی کا دیا جانا۔ (د) سب قوموں کے سامنے گواہی دینا۔ یسعیاہ کس طرح ان سب کو پہلے ہی سے بیان کرتا ہے؟

۳۔ مندرجہ ذیل ابواب میں مسیح کی شخصیت اور کام کے متعلق کون کون سے مُختلف پہلو ملتے ہیں (۷، ۹، ۱۱، ۳۵، ۴۱-۴۴، ۴۹، ۵۲، ۵۳، ۶۳ ابواب)؟

۴۔ خُدا کا ارادہ جو اسرائیل کے متعلق اس کتاب میں ظاہر ہے، اس کا مُطالعہ کیجئے اور اس کا اُس تعلیم کے ساتھ جس کا رُومیوں ۹-۱۱ ابواب میں ذکر آیا ہے مقابلہ کیجئے۔

۵۔ یسعیاہ کی تعلیم میں خُدا کی جتنی صفات بیان کی گئی ہیں مثلاً اُس کا جلال، قدوسیت اور رحم کے متعلق حوالجات لکھیئے۔ پھر اُن کا خلاصہ بیان کیجئے۔

یرمیاہ کی کتاب

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

یرمیاہ کی کتاب اپنے مضمون اور مُصنّف کی زندگی اور کردار ظاہر کرنے کے لحاظ سے ایک نہایت ہی دلچسپ اور دلکش کتاب ہے۔ نبوتوں کے ساتھ ساتھ اکثر شخصی حالات، خود کلامی اور مُناجات بھی شامل ہیں۔ قارئین محسوس کرتے ہیں کہ گویا وہ بھی یرمیاہ کے ساتھ اُس کی بدلتی ہوئی حالت اور باطنی کشمکش میں برابر کے شریک ہیں اور اِس طرح لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے اُس کی پُرخلوص اور پُرزور آواز اور اُس کے ایمانِ محکم سے جو متواتر ناکامیوں پر غالب آتا رہا فائدہ اُٹھاتے، اور اُس کی تحسین و تعریف کرتے ہیں۔

گو بعض نقاد اِس کی خاص پیشین گوئیوں کو خارج کر دیتے ہیں اور یُوں کہتے ہیں کہ وہ کسی بعد کے زمانے میں لکھی گئی تھیں تو بھی اس بات پر کہ یرمیاہ اِس کتاب کا مُصنّف ہے کبھی کسی نے شک نہیں کیا۔ ہفتادی ترجمہ میں پیشینگوئیوں کو اور طرح سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ۴۶-۵۱ تک کے ابواب کو ۲۵: ۱۳ اور ۱۴ کے درمیان رکھا گیا اور کئی ایک باتیں چھوڑ دی گئی ہیں (غالباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ مترجم اختصار سے کام لینا چاہتا تھا)۔

یرمیاہ کی زندگی کے تین مُختلف حصّے ہیں جنھیں دو بڑے واقعات سے جن کا قوم پر بڑا اثر ہُوا علیحدہ علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ اوّل مصر کا بابل سے کرکمیش کے مقام پر یہویقیم کے چوتھے سال (۶۰۵ ق م) میں شکست کھانا، اور دوم یروشلیم کا (۵۸۶ ق م میں) تباہ و برباد ہونا (۲۔ سلاطین ابواب ۲۲-۲۵: ۲۔ تواریخ ابواب ۳۴-۳۶)۔

یرمیاہ کی زندگی کا پہلا دور

یرمیاہ کی بلاہٹ سے پانچ سال پہلے جو یوسیاہ کی سلطنت کے تیرھویں سال میں (۶۲۵ ق م) ہوئی، بادشاہ نے ملک سے بُت پرستی مٹانے کی جدوجہد کی۔ تھوڑی دیر بعد ہیکل میں شریعت کی کتاب کا ملنا قومی اصلاح کا سبب ہُوا، جس میں بے شک یرمیاہ نے بھی حصّہ لیا ہوگا (ابواب ۱۱ و ۱۲)۔ اُس زمانہ میں شمال کی طرف سے اسور اور سکوتیوں کے حملہ کا خطرہ تھا (۱: ۱۳؛ ۳: ۱۲؛ ۴: ۶؛ ۶: ۱، ۲۲؛ ۱۰: ۲۲)۔

اُس وقت شاہی خاندان راستبازی کی طرف مائل تھا، گو غیر اقوام کی مدد حاصل کرنا چاہتا تھا (۲: ۱۸، ۳۶)۔ یوسیاہ کی موت کے بعد جب فرعون نے یہویقیم کو بادشاہ بنایا تو حالت بالکل بدل گئی۔ اِس سے کئی سال پیشتر بابل نے اسور کا جُوا اُتار پھینکا تھا اور کرکمیش کی جنگ کے بعد بابل اپنے گردو پیش کی دُنیا کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ یرمیاہ کی تنبیہوں اور پُرزور اپیلوں نے چند شہزادوں پر اثر کیا (۲۶: ۱۶، ۲۴ بمقابلہ ۳۹: ۱۴) لیکن کاہنوں، جھوٹے نبیوں اور بادشاہ نے اُس کی مخالفت کی۔ اِس کا انجام اُس کی گرفتاری تھا۔ وہ بعد میں ہیکل کے صحن میں رہا بھی ہُوا، (۲۰: ۱-۶؛ ۲۶: ۷-۲۴)۔ اِس کے بعد ہی یرمیاہ کی کتاب کا طومار جلا دیا گیا (۳۶: ۵-۲۵)۔ لیکن یرمیاہ بچ نکلا (۲۶: ۵)۔ اِس زمانے کی مسلسل داستان از ۱۳: ۱-۷؛ ۱۴: ۱-۱۶؛ باب ۳۵؛ ۱۸: ۱-۴؛ ۱۹: ۱-۲، ۱۴، ۱۵؛ ۲۰: ۱-۶؛ ۲۵: ۱-۴؛ ۲۶؛ ۲۷؛ ۳۶؛ ۴۵؛ ۴۶ میں ملتی ہے۔

یرمیاہ کی زندگی کا دُوسرا دَور

یرمیاہ کی زندگی کا دُوسرا دَور ایک متواتر کشمکش کا زمانہ ہے، کیونکہ یہُویقیم اور اُس کے بھائی یہُوآخز (سلُوم)، یہُویاکین (یکُونیاہ) اور آخرکار صدقیاہ، سب نے "خداوند کی نظر میں بدی کی"۔ لوگ اسُور کے خوف سے رہا ہُوئے لیکن وہ بابل کے جُوئے کے نیچے آگئے۔ اس وقت اُن پر کمزور اور بدکار بادشاہ حکُومت کرتے تھے جو کبھی تو شہنشاہ کی اطاعت اور کبھی بغاوت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نبوکدنضر یہُویاکین کو غلام بنا کرلے گیا اور صدقیاہ کو تخت نشین کر دیا (۵۹۷ ق م)۔

یرمیاہ لگاتار اس بات پر زور دیتا رہا کہ اطاعت اور فرمانبرداری کے جو وعدے بابل کے ساتھ کئے گئے ہیں اُن پر ضرور عمل پیرا ہونا چاہیئے (بمقابلہ رُومیوں ۱۳: ۱)۔ صدقیاہ نے دوستانہ تعلقات رکھے لیکن وہ کمزور طبیعت تھا۔ اور چُونکہ کاہنوں اور حاکموں نے نبی کے قیمتی مشورے کو سُننے سے انکار کیا یہُوداہ کی قسمت کا ستارہ ڈُوبتا گیا۔ یرمیاہ دوبارہ گرفتار ہُوا۔ پہلے اُسے تہ خانے میں قید کر دیا گیا اور بعد ازاں وہ قیدخانہ کے صحن میں رکھا گیا۔ پھر بھی اُس کا خدا پر ایمان اور قوم سے محبت اُس کی اُن تقاریر سے خُوب ظاہر ہو جاتی ہے جو اُس نے قید کی حالت میں کیں (ابواب ۳۱-۳۷)۔ لیکن اُس کی اسیری سے متعلق پیشین گوئیاں اَور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہیں۔ اور اُس کی رویا اُس وفادار بقیہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اپنے مُلک کو واپس آئیں گے۔ اس طرح وہ بتدریج مسیح کی آنے والی حکُومت کا ذکر کرتا ہے۔

(اس بیان کے لئے پڑھیئے ۲۱: ۱-۳؛ ۲۴: ۱-۸؛ باب ۲۸؛ ۲۹: ۱-۲۰ و ۳۰-۳۲؛ ۳۲: ۱-۶؛ ابواب ۳۷-۳۹)۔

یرمیاہ کی زندگی کا تیسرا دَور

یرمیاہ کی زندگی کا تیسرا دَور یرُوشلیم کی فتح سے شرُوع ہوتا ہے۔ یرمیاہ آخر تک وفادار رہتا ہے۔ اور چُونکہ بابل کے حُکام اُسے اب پسند کرتے تھے اس لئے وہ اپنی قوم کے بقیہ کے ساتھ ہی وہاں ٹھہرا اور اُنہیں نیک صلاح و مشورہ اور اُمید کے پیغامات دیتا رہا۔ لیکن وہ اُس کی طرف مُتوجہ نہ ہُوئے۔ اُنہوں نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ اور جدلیاہ کے قتل کے بعد مصر میں تحفنیس کو بھاگ گئے۔ وہ یرمیاہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں اُس نے اپنا سب سے آخری پیغام بلکہ کر پیش کیا (۴۳: ۹-۱۱ و ۴۴: ۳۰)۔ روایت ہے کہ وہ سنگسار ہُوا اور قاہرہ کی قدیم یہُودی ہیکل میں جو سن عیسوی سے بہُت پہلے تعمیر ہُوئی اُسے مدفون کیا گیا۔

آثارِ قدیمہ کی تصدیق

اس صدی میں اس کتاب کے بیانات کی تصدیق دو انکشافات سے ہُوئی ہے۔ پروفیسر پیٹری[1] نے تحفنیس کے مقام پر "فرعون کے محل" کے کھنڈرات معلوم کئے ہیں (۴۳: ۹)۔ اس محل میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی دروازہ ہے اور اُس کے سامنے ایک وسیع اور پُختہ فرش ہے۔ یہ سب کچھ یرمیاہ کے مُفصل بیان کے عین مُطابق ہے۔ ۱۹۳۵ء میں لکیس کے بڑے دروازے کے بُرج کے کھنڈرات میں خطُوط کے باقی ماندہ حصص ملے۔ وہ ٹھیکروں پر لکھے ہوئے تھے اور اب لکیس کے خطوط کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں ان خطُوط میں کچھ اور اضافہ ہُوا۔ تمام محققین اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ خطُوط جو نوّے کے قریب سطور پر مُشتمل عبرانی زبان میں لکھے ہُوئے ہیں صدقیاہ کے زمانے کے آخری ایّام میں لکھے گئے تھے لہٰذا یہ خطُوط یرمیاہ کے زمانے میں قلم بند ہُوئے۔ ان خطُوط میں کم از کم ایک دفعہ کسی نبی کا نام آیا ہے جو "... یاہ" کے حرُوف سے ختم ہوتا ہے اور ایک دُوسری جگہ کچھ اس قسم کے الفاظ پڑھتے ہیں "نبی کی باتیں کچھ اچھی باتیں معلُوم نہیں ہوتیں ..... کے ہاتھوں کو کمزور کرنا ممکن ہے....." (بمقابلہ ۳۸: ۴)۔ پروفیسر ٹارکزنار[2] جو پہلے پہل اُن کا ترجمہ کر سکا، وہ اس نبی کو اوریاہ کہتا ہے (دیکھئے ۲۶: ۲۰)۔ لیکن یہ قرین قیاس نہیں ڈاکٹر جے ڈبلیو جیک نے اسے یرمیاہ ہی پڑھا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ یہ خطُوط ایسے واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں جو کئی اسباب کے باعث یرمیاہ کی کتاب سے موافقت رکھتے ہیں۔

تجزیہ

واقعات کی تواریخی ترتیب کو سمجھنے کے لئے ہم نے قارئین کی مدد کے لئے ابواب کے ساتھ ساتھ واقعات کی تاریخوں کو بریکٹس میں دیا ہے۔

۱ باب — یرمیاہ کی بُلاہٹ (۶۲۵ ق م)۔
۲-۶ ابواب — اسرائیل کو توبہ کے لئے دعوت (۶۲۵-۶۱۵ ق م)۔
۷-۱۰ " — ہیکل کے دروازے میں بُت پرستی کے خلاف مُنادی (۶۱۰ ق م)۔
۱۱-۱۲ " — عہد شکنی (۶۰۷ ق م)۔

1 Prof. Petrie   2 Prof. Torczyner

۱۳-۱۵	ابواب	کتانی کمربند۔ قحط۔ یرمیاہ کی دُعا (۶۰۷ ق م)۔
۱۶-۱۸	"	یرمیاہ کو شادی کی ممانعت۔ خُدا پر بھروسہ۔ سبت (۶۰۵ ق م)۔
۱۹-۲۰	"	کُمہار اور ٹوٹے ہُوئے برتن (۶۰۵ ق م)۔
۲۱-۲۲	"	صدقیاہ، سلوم، یہویقیم، اور یہویاکین کے مُتعلق پیغامات (۶۰۲ ق م)۔
۲۳	باب	موعُودہ مسیح "ایک شاخ" (۶۰۰ ق م)۔
۲۴	"	اچھے انجیروں کی طرح اسیر لوگوں کی بحالی اور بُرے انجیروں کی طرح باقی لوگوں کی تباہی (۵۹۷ ق م)۔
۲۵	"	ستّر سالہ اسیری کی پیشینگوئی (۶۰۵ ق م)۔
۲۶-۲۸	ابواب	حاکموں اور جھُوٹے نبیوں کی مخالفت (۶۰۴ — ۵۹۴ ق م)۔
۲۹	باب	اسیروں کے نام خط (۵۹۳ ق م)۔
۳۰-۳۱	ابواب	بحالی اور نئے عہد کی پیشینگوئی (۵۸۹ ق م)۔
۳۲	باب	حنمایل کا کھیت (۵۸۷ ق م)۔
۳۳	"	مسیح کی بادشاہی کی پیشینگوئی (۵۸۷ ق م)۔
۳۴	"	صدقیاہ کی قید کی پیشین گوئی (۵۸۷ ق م)۔
۳۵	"	ریکابی (۶۰۶ ق م)۔
۳۶	"	یہویقیم طُومار جلاتا ہے (۶۰۴ ق م)۔
۳۷-۳۸	ابواب	یرمیاہ کی دُوسری قید اور رہائی (۵۸۷ ق م)۔
۳۹	باب	یرُوشلیم کی شکست (۵۸۶ ق م)۔
۴۰-۴۲	ابواب	یرُوشلیم جدلیاہ کے ماتحت اور اس کا اسمٰعیل کے ہاتھوں قتل۔
۴۳-۴۴	"	یرمیاہ کا مصر میں جانا اور اُس کا آخری پیغام (۵۸۵ ق م)۔
۴۵	باب	بارُوک کو پیغام (۶۰۴ ق م)۔
۴۶-۵۱	ابواب	مصر کا بُرا انجام۔ دیگر اقوام اور بابل (۶۰۴ — ۵۹۴ ق م)۔
۵۲	باب	تاریخی ضمیمہ۔

مضامین

مُختلف حصّص کی ترتیب جن کے بہُت سے عنوانات ہیں (۱:۱؛ ۲:۱؛ ۳:۶ وغیرہ) پہلے پہل تو ایک معمّہ معلُوم ہوتی ہے۔ بعض کے ساتھ تاریخیں ہیں اور باقی اُن کے بغیر ہیں۔ چند

ایک بیانات صیغۂ حاضر میں اور بعض صیغۂ غائب میں ہیں۔ اُن کا حل ۳۶: ۲۷، ۲۸، ۳۲ میں ملتا ہے۔ ان آیات کی مدد سے پیشین گوئیوں کو چار حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان حصص کا آغاز ابواب ۱؛ ۲۵؛ ۳۶ و ۴۶ میں ملتا ہے۔ سوائے دو ابواب کے باقی تمام حصّوں میں واقعات کی تاریخی ترتیب ہے۔

معلُوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب (طُومار) میں ۱-۲۰ ابواب شامل تھے۔ اور ۲۱-۲۴ تک کے ابواب کا بعد ازاں اضافہ کیا گیا۔ اغلباً دُوسرے حصّے کا سلسلہ ۲۵ باب سے شروع ہو کر ۳۴ باب تک جاری رہتا ہے اور ۳۵ باب ضمیمہ کے طور پر شامل ہے۔ تیسرا حصّہ ۳۶-۴۴ باب تک یرمیاہ کا بیان ہے جس میں بارُوک کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے (۴۵)۔ آخر میں ۴۶-۵۱ ابواب میں گرد و پیش کی اقوام کی تباہی کی پیشین گوئی ہے (شاید پہلے پہل یہ حصّہ کتاب کی ترتیب میں اس سے کچھ پہلے تھا)۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۵۲ باب کسی بعد کے زمانہ میں ۲-سلاطین ۲۴: ۱۸-۲۵ باب میں سے نقل کیا گیا ہو۔

یرمیاہ ایک نبی کی حیثیت میں

انبیاء کے سلسلہ کے لحاظ سے یرمیاہ یسعیاہ سے ۷۰ سال بعد میں آیا۔ دُنیا کے مُتعلق نظریہ، حُبّ الوطنی اور خُدا کی محبّت کے لحاظ سے وہ یسعیاہ سے بہُت مشابہت رکھتا ہے۔ اُس کے ابتدائی ایّام میں ناحُوم اور صفنیاہ نے نینوہ کی تباہی کی پیشین گوئی کی تھی۔ اُس نے اُن کی پیشین گوئیاں پُوری ہوتی دیکھیں۔ اُس نے اسرائیلی بقیہ کے مُتعلق یسعیاہ (۱:۹؛ ۷:۳؛ ۴۶:۳) اور صفنیاہ (۲:۹؛ ۳:۱۳) اور یرمیاہ ۲۳:۳؛ ۳۱:۷) کے وعدوں کا بھی یقین کیا۔

صدقیاہ کے ایّام میں حبقُوق (۱:۶) نے بابل کے حملے میں خُدا کے ہاتھ کو دیکھا۔ دو نوجوان دانی ایل اور حزقی ایل اسیر بنا کر بابل میں پہنچائے گئے تاکہ نبُوّت کا کام جاری رکھیں۔ اُنہوں نے مسیح کی آمد اور اُس کے بعد کے واقعات کی پیشین گوئی بھی کی۔

یرمیاہ کی کتاب بھی پولُس رسُول کے خطُوط کی طرح مصنّف کی صاف و عیاں تصویر ہے۔ یرمیاہ حسّاس اور تنہائی پسند انسان تھا۔ لیکن خُدا کے فضل سے یہی شخص ایک مضبُوط اور دلیر انسان بن جاتا ہے۔ کاہن اور عام لوگ اُس کی مخالفت کرتے ہیں لیکن وہ انتھک کوشش کرتا ہے اور ہمیشہ مُفید صلاح اور درُست مشورہ دیتا ہے۔ وہ مُستقل مزاج ہے اور حرص و لالچ سے خالی ہے۔ یہ خُوبیاں سرد مہر دلوں کو بھی گرما دیتی ہیں۔ اُس میں ہم ایک "مردِ غمناک" یعنی مسیح کی تصویر دیکھتے ہیں۔ لوگ اس سے رُوپوش تھے لیکن وہ نافرمان اور سرکش لوگوں کو کمال محبّت سے خُدا کی دعوت دیتا رہا۔

یرمیاہ کا پیغام

۱۔ **قومی** :۔ خُدا نے یرمیاہ کو بلایا تاکہ وہ بادشاہوں اور قوموں کو پیغام دے (۱: ۱۰ و ۱۸)۔ بیشک اُس کا کلام اپنے زمانے کے لئے تھا، لیکن اس میں ایسے اسباق ہیں جو زمانۂ حال کے لئے بھی موزوں ہیں۔ اُس نے دیکھا کہ دُنیا کی بڑی طاقتیں خُدا کے ہاتھ میں انصاف کا وسیلہ ہیں۔ چھوٹی ریاستوں کی طرح ان کا عروج اور زوال اُس کے اختیار میں ہے۔

۲۔ **مذہبی** :۔ اُسے صاف نظر آیا کہ قوم کی خوشحالی راستبازی، انصاف اور روزانہ زندگی میں راستی پر مبنی ہے اور ان تمام خوبیوں کا دارومدار رُوحانیت پر ہے۔ وہ شکستہ حوضوں کو ترک کرکے زندگی کے پانی کے چشمہ کی طرف واپس آئیں (۲: ۱۳)۔

لوگ پھر "پُرانے راستوں" کی بابت پوچھیں (۶: ۱۶) اور شریعت پر عمل کریں (۲۶: ۴ ؛ ۴۴: ۱۰) تو وہ حفاظت اور سچائی میں چلیں گے۔ جب تک وہ ایسا نہ کریں تب تک عہد کا صندوق، ہیکل اور قربانیاں اُن کے لئے چنداں مُفید نہ ہوں گی (۳: ۱۶ ؛ ۶: ۲۰ ؛ ۷: ۱۰ و ۲۱)۔ انسانی ہاتھ اُنہیں موجودہ خطرات سے بچا نہیں سکتا۔ اُن کے بچنے کی واحد اُمید یہ ہے کہ وہ اُس خُدا پر بھروسہ رکھیں جو اُنہیں مصر سے چھڑا کر لے آیا۔ وُہی اُن کا مخلصی دینے والا اور چھڑانے والا ہے (۲: ۱۸ ؛ ۱۸: ۶ ؛ ۲۳: ۷ ؛ ۵۰: ۳۴)۔

۳۔ **شخصی** :۔ یرمیاہ کی منادی کا خاص تعلق شخصی اور باطنی دینداری سے تھا جس میں وہ دل کی حالت پر زور دیتا ہے (لفظ دل ۱۷ دفعہ آتا ہے)۔ یہ یوسیاہ کی رُوحانی اصلاح کا اثر تھا (۳: ۶-۱۰ ؛ ۷: ۸-۱۱ ؛ ۹: ۲-۶ ؛ ۱۱: ۲۰)۔

اُس کو اس کا نہایت افسوس ہُوا کہ اکثریت نے اُس کے پیغام کو رَدّ کیا اور صرف چند ایک نے ہی قبول کیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ تمام قوم میں خُدا کے فضل کا مقصد پُورا نہیں ہوگا۔ وہ صرف اُن میں ہوگا جو خُدا کے ارادے کے مُطابق بلائے جائیں گے اور جن کے دل پر خُدا کی شریعت فضل کے نئے عہد کے طور پر لکھی جائے گی (۳۱: ۳۱-۳۴ ؛ ۵۰: ۵)۔

۴۔ **مُستقبل** :۔ یرمیاہ کی کچھ پیشین گوئیاں تو اُس کی اپنی زندگی میں اور کچھ (مثلاً یرمیاہ ۴۴: ۳۰) اُس کے تھوڑی ہی دیر بعد پُوری ہُوئیں۔ لیکن اکثر نئے عہد نامہ کے زمانے میں پُوری ہُوئیں۔ یرمیاہ نے دیکھا کہ اسرائیل کی ماں راخل اپنے بچوں کو

رو رہی ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بابت تسلّی پذیر نہیں ہوتی کیونکہ وہ اسیر ہونے کو تھے (۳۱: ۱۵)۔ اور متّی رسُول دُوسرے پہلو کی تکمیل معصوم بچوں کے قتلِ عام کی صُورت میں دیکھتا ہے (متّی ۲: ۱۷ و ۱۸)۔ اُس کی "صادق شاخ" کی پیشین گوئی (۲۳: ۵) زکریاہ کے مُطابق مسیح کی پیدایش کے متعلق ہے (لُوقا ۱: ۷۸)۔ اُس کی نئے عہد کی پیشین گوئی (۳۱: ۳۱-۳۴) عبرانیوں ۸: ۸-۱۳ اور ۱۰: ۱۵-۱۷ تک کا مضمون ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آخری فسح کے وقت ہمارا خُداوند مسیح اسی بات کی طرف اِشارہ کرتا ہے (لُوقا ۲۲: ۲۰)۔

ہیکل کو صاف کرتے وقت ہمارے خُداوند نے یرمیاہ کے الفاظ استعمال کئے (۷: ۵-۱۱ ؛ مرقس ۱۱: ۱۷)۔ مکاشفہ میں کئی بار اِس کا اقتباس کیا گیا ہے۔ خصُوصاً بابل کے خاتمہ کے متعلق اِس کا ذکر ہے (یرمیاہ ۱۷: ۱۰ اور مکاشفہ ۲: ۲۳ ؛ یرمیاہ ۲۵: ۱۰ اور مکاشفہ ۱۸: ۲۲ و ۲۳ ؛ یرمیاہ ۵۱: ۷-۹ و ۴۵ و ۶۳ و ۶۴ اور مکاشفہ ۱۴: ۸ ؛ ۱۷: ۲-۴ ؛ ۱۸: ۲-۵ و ۲۱)۔

مُطالعہ کیلئے مضامین

۱۔ یرمیاہ حاکموں، کاہنوں اور لوگوں کو خُدا کا پیغام دینے کے لئے بُلایا گیا تھا۔ یرمیاہ کا ان تین گروہوں کے متعلق کیا رویّہ تھا؟ اس کا مقابلہ مسیح خُداوند کے رویّہ سے کیجئے جو اُس نے اپنے زمانے کے لوگوں سے دکھایا۔

۲۔ اپنی حوصلہ افزائی اور سبق سیکھنے کے لئے یرمیاہ کی تمام دُعاؤں کا، اُن کے موقعوں، مضامین اور جوابات سمیت مُطالعہ کیجئے۔

۳۔ ایسی عبارات جمع کیجئے، جہاں یرمیاہ (۱) شخصی راستبازی، (۲) سماجی انصاف، اور (۳) صرف خُدا پر بھروسہ رکھنے پر زور دیتا ہے۔

۴۔ خُدا کے عہد کے مُتعلق جو تعلیم ۱۱، ۲۹، ۳۱ ابواب میں ہے اُس کا مسیح میں نئے عہد کے ساتھ تعلق معلُوم کیجئے (عبرانیوں ابواب ۸ و ۱۰)۔

۵۔ یرمیاہ کا بابل کے مُتعلق بطور (۱) ایک شاہی اور محافظ طاقت، (۲) ایک غیر قوم جس کا خُدا ضرور انصاف کرے گا، کیا خیال تھا؟ اِس خیال کا عہد جدید میں پولس اور یُوحنا کے رُوم کے مُتعلق خیال سے مُقابلہ کیجئے اور اس سے اپنے زمانے کی اقوام کے مُتعلق نتائج اخذ کیجئے۔

۶۔ جن بدیوں اور گناہوں کے خلاف یرمیاہ نے اپنی آواز بُلند کی اُن میں سے کون کون سے

ہمارے زمانے میں عام ہیں؟ اِس تعلیم سے ہم کیا سبق سیکھ سکتے ہیں؟

یرمیاہ کا نوحہ

مصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

عبرانی متن میں اِس کتاب کے مصنّف کا نام نہیں دیا گیا۔ ہفتادی ترجمہ میں مذکور ہے کہ اِس کا مصنّف یرمیاہ ہے۔ روایت بھی یہی ہے۔ روایت کے مطابق وہ غار جس میں اُس نے اِس کتاب کو تصنیف کیا ایک پہاڑی پر واقع ہے جو یروشلیم کی دیواروں پر سے نظر آتی ہے۔ عبرانی میں یہ میگلوتھ[1] میں شامل ہے۔ وہاں اِسے رُوت اور واعظ کے درمیان مرتّب کیا گیا ہے۔ موجُودہ ترتیب ہفتادی ترجمہ کی تقلید ہے۔ یہ کتاب پانچ نظموں پر مشتمل ہے، اور جس بحر میں لکھی گئی ہے وہ یرمیاہ کی کتاب میں عام ہے۔ مصنّف کے متعلق کتاب کے اندر واضح ثبوت نہیں ہے۔ مصنّف کا بادشاہ کے متعلق رویّہ اُس رویّہ سے بہت مختلف ہے جو یرمیاہ کی کتاب میں صدقیاہ کے متعلق عموماً آتا ہے۔ یہ داؤد کے ساؤل کے لئے نوحہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ آخر صدقیاہ خدا کا ممسوح تھا (دیکھئے ۲-سموئیل ۱: ۱۴ و ۲۱)۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ ہمعصر ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ باروک اِس کا مصنّف ہے۔ ۲-تواریخ ۳۵: ۲۵ میں یوسیاہ کے متعلق جس نوحہ کا ذکر ہے وہ گُم ہو چُکا ہے۔

تمام کتاب میں ایک محبّ الوطن شخص نظر آتا ہے جو یروشلیم کے محاصرے کے وقت وہاں موجُود تھا لیکن طرزِ تحریر سے یُوں ظاہر ہے کہ کچھ عرصہ گُزرنے پر اُسے قلمبند کیا گیا۔ تمام کتاب میں اِستدلال کی بجائے ایک جذباتی فضا کا سلسلہ ہے۔

تجزیہ

باب ۱ نبی شہر کی مصیبت کے لئے ماتم کرتا اور صیّون اپنے گُناہ کا اقرار کرتا ہے۔
" ۲ یروشلیم کی تباہی اور خُدا کے قہر کی وجہ۔
" ۳ نبی کی لوگوں کے حق میں باتیں۔ وہ اعلےٰ نظم ونسق سے مستفید ہوتا

1 Megilloth

ہے، اور خُدا کے رحم اور وفاداری پر بھروسہ کرتا ہے۔
باب ۴ خُوشحالی کے ایّام کا قحط کے مصائب سے مقابلہ۔
" ۵ قوم مُعافی اور مخلصی کے لئے فریاد کرتی ہے۔

مضامین

پہلے چار ابواب زبُوروں کی طرح نظم کی صُورت میں ہیں جن کے اشعار حرُوفِ تہجی سے بنائے گئے ہیں۔ تیسرے باب میں ہر تین آیات ایک حرف سے شروع ہوتی ہیں۔ نبی کا گہرا غم گُناہ کے لئے ویسے ہی ہے جیسے اپنی قوم کے مصائب کے لئے۔ اِسے پڑھ کر ہمیں اپنے خُداوند کا نوحہ یاد آتا ہے (لوقا ۱۳: ۳۴ اور ۲۱: ۴۱-۴۴، مُقابلہ کیجئے نوحہ ۴: ۱۳)، کیونکہ یروشلیم کے مصائب ہمیں خُداوند کے اپنے مصائب یاد دلاتے ہیں (۱: ۱۲؛ ۲: ۱۵؛ ۳: ۱۹ و ۳۰)۔ اِس کتاب میں ہم مندرجہ ذیل باتوں کے مُتعلق پڑھتے ہیں۔ اِنسان کے گُناہ کے یقینی نتائج، فروتنی اور توبہ کی ضرُورت، الٰہی تنبیہہ اور اُن لوگوں کے لئے اُمید جو خُداوند پر بھروسہ کرتے ہیں (۳: ۲۲ و ۲۳)۔

نوحہ خوانی کے مقام پر پارسا یہُودی ہر جمعہ کے روز اِسے یروشلیم کی فصیل کے باہر زبانی پڑھتے ہیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ یہ کتاب ان اشخاص اور اقوام کی بحالی کی اُمید کے لئے کیا وجُوہات پیش کرتی ہے جو اپنے گُناہ اور حماقت کے لئے مصیبت اُٹھاتے ہیں؟

۲۔ ۲-سموئیل باب ۱، اِس کتاب کے نوحے، اور ہمارے خُداوند کے نوحے میں جو لُوقا ۱۳: ۳۴ اور ۱۹: ۴۱ میں مُندرج ہیں کیا موافقت ہے؟ اُن سے کیا سبق سیکھتے ہیں؟

حزقی ایل

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اکثر عُلماء اِس رائے سے اِتفاق کرتے ہیں کہ حزقی ایل ہی اِس کتاب کا مُصنّف ہے لیکن

ہولشر[1] اور کچھ دوسرے اشخاص کہتے کہ اس کتاب کو کئی مُصنفوں نے تصنیف کیا۔ سی۔ سی۔ ٹوری کا خیال ہے کہ یہ ساری کی ساری کتاب ۲۳۰ ق۔م میں لکھی گئی۔ لیکن ان خیالات کو اکثر علماء قبول نہیں کرتے۔ طرزِ تحریر اور ترتیب کی متواتر یکسانیت، ذاتی تفصیلات اور تاریخوں کا ذکر سب اس بات کی شاہد ہیں کہ یہ حزقی ایل کی ایک مستند کتاب ہے۔ تاریخی واقعات کی موزوں ترین ترتیب سے جنہیں مستقبل کی رویا سے ختم کیا گیا ہے ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ مُصنف نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان پیشنگوئیوں کو جمع کر کے ترتیب کے ساتھ لکھا ہے۔

یرمیاہ کی طرح حزقی ایل بھی ایک کاہن تھا۔ اُن میں فرق یہ تھا کہ یرمیاہ کا تعلق کاہنوں کے نچلے درجے سے تھا، لیکن حزقی ایل اعلےٰ درجوں کے کاہنوں میں سے ایک تھا۔ وہ اُمراء اور شہزادوں سے شخصی طور پر واقف تھا (۱:۱)۔ وہ یہویاکین اور اپنے مُلک کے شرفاء کی ہمراہی میں اسیر ہو کر گیا تھا (۲۔ سلاطین ۲۴: ۱۵)۔ وہ وہاں اپنے ہی مکان میں رہتا تھا اور اُس کی قوم کے بزرگ اُس سے مشورہ لینے آیا کرتے تھے (۳: ۲۴؛ ۸: ۱؛ ۱۴: ۱؛ ۲۰: ۱)۔

اگر حزقی ایل ۱:۱ کا "تیسواں سال" اُس کی اپنی ہی عمر کا سال ہے تو پھر اُس کا بچپن یُوسیاہ کے زمانہ کی اصلاح میں گزرا اور اُس نے اپنی جوانی کے ابتدائی ایام یرمیاہ کی منادی کے زیرِ اثر گزارے۔

اُس کی تاریخ وار پیشگوئیاں ۵۹۲ ق۔م سے لے کر جو یہویاکین کی اسیری کا پانچواں سال ہے (۱: ۲)، ۵۷۰ ق۔م (۲۹: ۱۷) تک ہیں۔ یا یُوں کہیئے کہ یروشلیم کی شکست کے چھ سال پہلے اُس نے پیشگوئی کرنا شروع کیا۔ اور یہ سلسلہ شکست کے سولہ سال بعد تک قائم رہا۔ وہ یرمیاہ کے نوجوان ہمعصروں میں سے ایک تھا اور غالباً یرمیاہ کی پہلی پیشین گوئی کے متعلق اُس نے سُنا ہوگا۔ اور بعد ازاں اُس کے بابل کے اسیروں کے لئے پیغامات (یرمیاہ ۲۹؛ ۵۱: ۵۹) سے بھی واقف تھا۔ جلاوطنی کے حالات نے آمد و رفت میں آسانیاں مُہیا کر دی تھیں اور جلاوطنوں اور یروشلیم میں رہنے والے ہموطنوں کے درمیان تعلقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا (یرمیاہ ۲۹)۔ جیروم کا خیال ہے کہ یرمیاہ اور حزقی ایل نے آپس میں پیشنگوئیوں کا تبادلہ کر لیا تھا۔ گویا وہ اُن گانے والوں کی

1 Holscher

طرح ہیں جو باری باری آگے پیچھے گاتے ہیں۔

حزقی ایل کی پیشین گوئیاں بابل میں کی گئیں۔ اور اُن کی مثالوں کی مشابہت بنوکدنضر کے شہر کی تراشی ہوئی تصاویر میں دیکھی جا سکتی ہے (دانی ایل ۴: ۳۰)۔ بابل میں رہتے ہوئے وہ اپنے پیارے یروشلیم کو یاد کرتا ہے۔ اسرائیل کا گھرانہ (۲: ۳؛ ۳: ۱۷) جس کے پاس وہ بھیجا گیا تھا ایمان میں کمزور ہو چُکا تھا۔ وہ یہوواہ پر بھروسہ رکھنے کی بجائے غیر اقوام کی مدد کا سہارا چاہتے تھے۔ اس طرح اُنہوں نے بُت پرستی کرنا سیکھا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ غیر اقوام کی اخلاقی گراوٹ اور قتل و غارت میں شریک ہوئے (ابواب ۶، ۱۶، ۲۳)۔

جو غیر اقوام کے گناہوں میں شریک ہوتے ہیں وہ اُن کی سزا میں بھی برابر کے شریک ہوں گے۔ حزقی ایل نے یہ دیکھ کر جھوٹے نبیوں کی گمراہ کُن جھوٹی آواز کے خلاف یروشلیم کی تباہی اور اُس کے باشندوں کی اسیری کی پیشین گوئی کی (۱۳: ۹)۔

یروشلیم تباہ ہو گیا۔ اور بعد کی پیشین گوئیاں بقیہ کے جمع کئے جانے اور مخلصی پانے کے مُتعلق بتاتی ہیں (۳۴: ۱۲-۱۶؛ ۳۶: ۲۴)۔ اگرچہ داؤد کے گھرانے نے بغاوت کی تھی پھر بھی داؤد کے گھرانے ہی میں سے ایک اُن کا چوپان ہوگا (۳۴: ۲۳) اور اُن کا شہزادہ ہو کر اُن پر ہمیشہ کے لئے حکمرانی کرے گا (۳۷: ۲۵)۔

تجزیہ

پہلا حصہ۔ ۱ — ۲۴ ابواب	(یروشلیم کی تباہی سے پہلے) خدا کی ناگزیر عدالت اُن کی ہلاکت کا باعث تھی۔
۱ — ۳ "	حزقی ایل کی بُلاہٹ اور خاص کام اُس کے سپرد کیا جانا۔
۴ — ۱۱ "	رویائیں اور تقریریں اور پیشین گوئیاں اور شہر کے محاصرے، تباہی کی مثالیں اور خدا کا ہیکل کو چھوڑنا۔
۱۲ — ۲۴ "	لوگوں کی بے اعتقادی۔ جھوٹے نبیوں کا دھوکہ اور بے ایمانی۔ خدا کا انصاف۔ بقیہ لوگوں پر اُس کا رحم لیکن اُس کی عدالت ضرور ہوگی۔
دوسرا حصہ۔ ۲۵ — ۳۹ ابواب	اسرائیل کی بحالی سے پیشتر کے واقعات۔
۲۵ — ۳۲ "	قوموں کی عدالت خصوصاً صُور اور مصر کی، جو اُن کے گھمنڈ اور کفر کی وجہ سے ہے۔

	۳۳ – ۳۷ ابواب	اسرائیل کی بحالی۔ نگہبان ۔ داؤد شہزادہ ۔ زمین پر برکت۔ لوگوں کے پاک کئے جانے اور پھر سے زندہ کئے جانے کا وعدہ ۔
	۳۸ – ۳۹ "	جوج اور ماجوج کی شکست اور اسرائیل کی آخری مخلصی ۔
تیسرا حصہ ۔	۴۰ – ۴۸ "	(یروشلیم کی شکست کے بعد) ہیکل کی بحالی اور اُس کی مخصوصیت ۔ خدا کا اپنے لوگوں کے درمیان سکونت کرنے کے لئے واپس آنا ۔
	۴۰ – ۴۳ "	خدا کی پاک ہیکل کی پیمائش ۔
	۴۴ – ۴۶ "	پاک کہانت کے لئے احکام ۔
	۴۷ باب	زندہ پانی کی ندیوں سے زمین کی سیرابی ۔
	۴۸ "	خدا کے مخلصی یافتہ لوگوں کی میراث ۔

مضامین

حزقی ایل کی نبوت یسعیاہ کی نبوت کی مانند قدم بہ قدم آگے بڑھتی گئی ۔ وہ اپنے زمانے سے شروع ہو کر مستقبلِ قریب کی خوفناک عدالت کی طرف بڑھتا گیا ۔ اس کے ساتھ ہی وہ رحمتوں کا ذکر بھی کرتا ہے ۔ یہاں پہنچ کر وہ اس دَور کے خاتمہ کی تصویر دیکھتا ہے ۔

حزقی ایل کو یہ خدمت اُس وقت سپرد کی جاتی ہے جب اُس نے ایک خوفناک رویا دیکھی کہ خدا آگ اور گرد بگولے کے درمیان تخت نشین ہے اور تمام مخلوقات اُس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہے ۔ اس کے بعد ایسے خطبات کا مجموعہ ہے جس میں علامتیں اور تنبیہیں پائی جاتی ہیں جن کا خاتمہ ایسی رویا سے ہوتا ہے جب کہ یہوواہ کا جلال ہیکل سے جدا ہو جاتا ہے (۱۰ : ۱۸) ۔ اور خدا کا جلال شہر سے بھی اُٹھ گیا (۱۱ : ۲۳) اور اب اُس شہر کے لئے تباہی تھی ۔ اِس حصّہ کے خاتمہ پر پھر کئی دفعہ تنبیہیں اور خدا کے پُرانصاف ہونے کی دلائل دی گئی ہیں ۔ نیز قوم کی سخت دِلی اور نافرمانی پر نوحہ کیا گیا ہے ۔

دُوسرے حصّہ میں خدا کی عدالت کا مضمون جاری ہے ۔ یہ عدالت اب اُن کے گرد و پیش کی اقوام کے متعلق ہے ۔ اِس حصّہ کے اختتام پر توبہ کرنے والوں کے لئے خدا کے رحم کا اعلان ہے ، اور یُوں وہ انجیل کی خوشخبری کی برکتوں کو اچھے پڑھا ہے ، اصلح

کے عہدِ پاک و نئے دل ، قیامت اور رُوح القدس کے نزول کا پہلے سے بطور عکس بیان کرتا ہے ۔

یُوں آخری حصّہ کی تیاری کی گئی ۔ اِس حصّہ میں ہم "یہوواہ کا جلال" نئے مُقدّس شہر اور ہیکل میں واپس آتے دیکھتے ہیں جس میں کاہن برگزیدہ اور پاک ہیں ۔ اِن آخری ابواب میں حقیقت اور علامات کا میل اُس کے ہمعصروں کو اسرائیل کے بقیہ کے یروشلیم میں واپس آنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اِس طرح وہ مستقبل کو کسی حد تک عیاں اور کسی قدر پوشیدہ دیکھتے ہیں ۔ لیکن اِسے مکاشفہ کی کتاب کی روشنی میں پڑھنے سے مسیحی اِسے خدا کا ابدی شہر سمجھتے ہیں ، کیونکہ یوحنّا کو بھی ایک اُونچے پہاڑ پر لے جایا گیا اور اُسے کہا گیا کہ وہ شہر اور ہیکل کی پیمائش کرے ۔ شہر مربع شکل کا ہے اور اُس کے چار دروازے ہیں ۔ اس میں آبِ حیات کا دریا جاری ہے اور اس کے پاس ہی زندگی کا پھلدار درخت ہے ۔ وہاں سب کچھ پاک اور بے داغ ہے اور خدا کے جلال اور اُس کی ابدی حضوری کے باعث اُس کی پاکیزگی محفوظ رہتی ہے ۔

ڈیل ہاسن ۴۰ – ۴۸ ابواب اپنے اِس خیال کی تائید میں پیش کرتا ہے کہ کاہنوں کی رسُومات کا مجموعۂ قوانین جلاوطنی کے زمانے کے بعد مرتب ہُوا ۔ اس کے خیال میں (۱) حزقی ایل چاہتا ہے کہ اِن ابواب کے لفظی معنی لئے جائیں ۔ (۲) اور کہ جلاوطنی کے زمانے کے بعد کے فریسیوں نے اپنے مُلکی قانون کی بنیاد اِسی پر ڈالی جسے احبار میں بیان کیا گیا ہے ۔ (۳) حزقی ایل کے زمانے سے پہلے لاویوں اور کاہنوں میں کوئی فرق نہیں تھا بلکہ اِس فرق کی ابتدا ۴۴ باب میں بیان کردہ وجہ سے ہوئی ۔ چونکہ تنقیدی نظریہ زیادہ تر انہی خیالات پر مبنی ہے اِس لئے اُن کا بغور مُطالعہ ضرُوری ہے ۔

(۱) حزقی ایل ۴۰ – ۴۸ ابواب کی مثالی صُورت کا اندازہ اُن کی تشبیہ اور اعداد و شمار کے موازنے سے کیا جا سکتا ہے ۔ اُن کا لفظی مطلب جو بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے ہمیں جغرافیائی مشکلات سے دوچار کر دیگا ۔ اُس کی مثالی صُورت اُس کے مقصد کے عین مُطابق ہے جو مستقبل کا بیان کرتی ہے کہ خدا اپنی پاکیزگی میں اُن کے درمیان سکونت کرے گا ۔ لٰہذا توبہ کی تلقین و دعوت مقصُود نظر آتی ہے ۔

(۱) احبار اور جلاوطنی کے بعد کی کسی کتاب میں یہ ذکر نہیں آیا کہ اِس سے لفظی معنی مُراد لئے گئے تھے اور نہ ہی اِس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ کسی طریقے سے اِسے عملی صُورت میں لانے کی کوشش کی گئی ۔

(۲) حزقی ایل کی کتاب میں جو مشابہت احبار کی کتاب سے پائی جاتی ہے اُس سے ظاہر ہے کہ احبار کی کتاب پہلے لکھی گئی تھی۔ حزقی ایل ۵ : ۱۶، ۱۷ اور ۳۴ : ۲۵ - ۲۷ کا بیان احبار ۱۷ - ۲۶ سے اِس قدر ملتا جلتا ہے کہ نقاد یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حزقی ایل احبار کی کتاب سے واقف تھا۔ وہ نہ صرف سوختنی، سلامتی اور نذر کی قربانیوں سے بلکہ خطا اور جرم کی قربانیوں سے بھی واقف تھا (۴۵ : ۱۷)۔ اِن سب کا اِس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ گویا اُن کا عام رواج تھا اور عوام اُنہیں اچھی طرح سمجھتے تھے (۴۳ : ۱۳؛ ۴۴ : ۲۹ - ۳۱؛ ۴۶ : ۲۰)۔

اگر احبار کی بعض خصوصیات کا ذکر نہیں ہوا تو یہ قدرتی بات ہے کیونکہ اُس وقت لوگ شریعت سے لاپرواہ تھے (۵ : ۷؛ ۳۰ : ۴۵)۔ احبار اور حزقی ایل کی کتابوں کے اختلاف کا سبب یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ حزقی ایل اُس نئے اور بہتر زمانے کے لئے لکھتا جو ہنوز آنے والا تھا۔ سی۔ سی۔ ٹورّی کہتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ حزقی ایل کے پاس توریت کا وُہی نسخہ تھا جس کا ترجمہ اب ہمارے پاس ہے۔

(۳) اگر لاوی حزقی ایل ۴۴ باب کے ذیل کاہنوں کی ہی اولاد ہوتے تو اُنہیں بھی یہ حقیقت معلوم ہوتی اور وہ اپنے مرتبہ کو بحال کرنے کی کوشش کرتے۔ اور احبار میں اُنہیں مُقدّس اور باعزت درجے کے لوگ نہ کہا جاتا۔ اور پھر یہ کہ اگر چند سالوں کے لئے کاہنوں کی خدمت صرف صدوقیوں ہی کا حق رہتی تو کیا وہ آسانی سے ہارون کے تمام بیٹوں کو اس میں شامل ہونے کی اجازت دے دیتے؟

حزقی ایل ۴۴ : ۹ میں احبار کی کتاب سے بالکل مختلف یعنی نامختون اجنبیوں کے نکالے جانے اور لاویوں کو بُت پرستی سے پاک کرنے کا بیان ہے۔ عزرا اور نحمیاہ کی کتاب میں کاہنوں اور لاویوں میں فرق اِس طرح بیان کیا گیا ہے گویا کہ وہ بہت عرصہ سے موجود تھا۔ اگر احبار کی کتاب اسیری کے بعد لکھی جاتی تو عزرا اور نحمیاہ اِس فرق کو اتنی دیر کا کیونکر بیان کرتے؟ اِن وجوہات کی بنا پر ہم ویل ہاسن کی دلائل کو قابلِ قبول نہیں سمجھتے۔

خصوصیات

حزقی ایل کو فضل اور جلال کا نبی کہتے ہیں۔ یرمیاہ کی طرح اِس بات کو محسوس کرتے ہوئے کہ قوم کے لئے خدا کے صبر کا پیالہ لبریز ہوچکا ہے (۷ : ۲، ۶؛ یرمیاہ ۵ : ۲۹) وہ اپنی توجہ افراد اور بقیہ کی طرف مبذول کرتا ہے (۱۸ : ۲، ۳؛ یرمیاہ ۳۱ : ۲۷ - ۲۹) جسے خدا اکٹھا کرکے بحال و مقدس کرے گا (۱۱ : ۱۷، ۱۸؛ ۱۸ : ۳۰)۔ وہ

اُنہیں ایک پاک دل اور نئی رُوح عطا کرے گا (۳۶ : ۲۶؛ یرمیاہ ۳۲ : ۳۷ - ۳۹)۔ خدا کی رُوح کے متعلق جتنے بھی حوالے ہیں ان سب میں پنتکُست کی سی فضا پائی جاتی ہے۔ مثلاً زور کی آندھی کی آواز اور آگ کی مانند وغیرہ (۱ : ۱۳، ۲۰)۔ اور یہی رُوح اُس کی رہبری اور ان باتوں کا مکاشفہ کرتا ہے (۲ : ۲؛ ۳ : ۱۴، ۲۴؛ ۱۱ : ۱، ۵؛ ۳۷ : ۱؛ ۴۳ : ۵ بمقابلہ یوحنا ۱۶ : ۱۳؛ مکاشفہ ۱ : ۱۰؛ ۴ : ۲؛ ۱۷ : ۳)۔ یہی رُوح انسان کو دوبارہ زندگی دیتا (۳۶ : ۲۶) اور قوم میں زیادہ زندگی پھونکتا ہے (۳۷ : ۵، ۹، ۱۴)۔ اِس تازگی اور زندگی بخش رُوح کی مُشابہت زندگی کے پانی سے کی گئی ہے (۴۷ : ۱ - ۱۲ بمقابلہ یوحنا ۷ : ۳۸ - ۳۹؛ مکاشفہ ۲۲ : ۱ - ۲)۔

خداوند کا جلال ایک ایسا محاورہ ہے جو موسیٰ کے زمانے کی طرح اپنے لوگوں میں خدا کی خاص حضوری کو ظاہر کرتا ہے (۱ : ۲۸؛ ۳ : ۲۳؛ ۸ : ۴ بمقابلہ خروج ۱۶ : ۷، ۱۰؛ ۲۴ : ۱۶، ۱۷ اور اسی طرح یسعیاہ ۶ و مکاشفہ ۴ باب)۔ یہ وہ جلال ہے جس کا خدا کی پاکیزگی سے بہت گہرا تعلق ہے (بمقابلہ خروج ۲۹ : ۴۳؛ احبار ۱۰ : ۳؛ یسعیاہ ۶ : ۳؛ یوحنا ۱ : ۱۴)۔ گناہ نے جس کی وجہ سے مقدس جگہیں اور مقدس چیزیں ناپاک ہوگئیں (۷ : ۲۴؛ ۲۰ : ۴۰؛ ۲۲ : ۲۶) جلال کو ہیکل سے جُدا کردیا تھا (۸ : ۴؛ ۹ : ۳؛ ۱۰ : ۴، ۱۸، ۱۹) اور اسی وجہ سے خدا کی حضوری شہر سے بھی چلی گئی (۱۱ : ۲۳)۔ لیکن جب نئی ہیکل کی تقدیس کی گئی تو خدا کا جلال واپس آگیا۔ اور یہ نیا گھر خدا کے رُوح سے معمور ہوگیا (۴۳ : ۲ - ۵؛ ۴۴ : ۴ بمقابلہ مکاشفہ ۲۱ : ۲۲ - ۲۳)۔

حزقی ایل کو نوّے بار "ابنِ آدم" کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ اِس طریقہ سے اُسے اُن کے ساتھ ملایا گیا جن کے پاس وہ بھیجا گیا تھا اور اُسے کلام کرنے کے دیگر الٰہی وسائل سے مختلف پیش کیا گیا ہے۔ جب ہمارا خداوند ابنِ آدم کا لقب اپنے لئے استعمال کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اُس گنہگار قوم میں شمار کرتا ہے جسے وہ چھڑانے آیا تھا۔ اور جب کبھی وہ اپنی دُوسری آمد کے سلسلہ میں اس کا ذکر کرتا ہے تو وہ دانی ایل کی رویا کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں وہ "آدمزاد" کے لقب سے پکارا جاتا ہے (دانی ایل ۷ : ۱۳)۔

مکاشفہ کی کتاب میں تصاویر اور اشارات کا جو استعمال ہوا ہے وہ بہت حد تک حزقی ایل سے ملتا جلتا ہے اور ہردو کتابوں کو ایک دوسرے کی تفسیر کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات پر غور کریں:- حزقی ایل ۱ : ۱ و مکاشفہ ۱۹ : ۱۱؛ ۱ : ۵ و مکاشفہ ۴ : ۶؛ ۱ : ۱۰ و مکاشفہ ۴ : ۷؛ ۱ : ۲۲ و مکاشفہ ۴ : ۶؛ ۱ : ۲۴

(مکاشفہ ۱:۱۵)، ۱:۲۸ (مکاشفہ ۳:۴)، ۲:۹ (مکاشفہ ۵:۱)، ۳:۱و ۳ (مکاشفہ ۱۰:۱۰)، ۷:۲ (مکاشفہ ۷:۱)، ۹:۴ (مکاشفہ ۷:۳)، ۹:۱۱ (مکاشفہ ۱:۱۳)، ۱۰:۲ (مکاشفہ ۸:۵)، ۱۴:۲۱ (مکاشفہ ۶:۸)، ۲۶:۱۳ (مکاشفہ ۱۸:۲۲)، ۲۷:۲۸-۳۰ (مکاشفہ ۱۸:۱۷-۱۹)، ۲۷:۱۰ (مکاشفہ ۱۱:۱۱)، ۳۷:۲۷ (مکاشفہ ۲۱:۳)، ۳۸:۲-۳ (مکاشفہ ۲۰:۸)، ۴۰:۲ (مکاشفہ ۲۱:۱۰)، ۴۰:۳ (مکاشفہ ۱۱:۱)، ۴۳:۲ (مکاشفہ ۱:۱۵)، ۴۳:۱۶ (مکاشفہ ۲۱:۱۶)، ۴۷:۱و ۱۲ (مکاشفہ ۲۲:۱-۲)، ۴۸:۳۱ (مکاشفہ ۲۱:۱۲)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ حزقی ایل اور مُکاشفہ میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس کا مُطالعہ کیجیئے اور خُدا کے جلال، آسمان اور دُوسرے مضامین کے متعلق اسباق اخذ کیجیئے۔
۲۔ مسیح کی شخصیت اور تعلیم کے متعلق اس کتاب میں تشبیہ کیا کچھ پایا جاتا ہے؟
۳۔ حزقی ایل کی کتاب میں خدا کے انصاف اور رحم کی مثالیں تلاش کریں۔
۴۔ حزقی ایل کی بلاہٹ (ابواب ۱ور ۲) اور پیغامات سے (ابواب ۲۵ - ۲۹) اپنی بلاہٹ اور خدمت کے لئے کیا سبق سیکھ سکتے ہیں؟

دانی ایل

مُصنّف، سِن تصنیف اور حالات

ہماری بائبل میں دانی ایل کی کتاب کو حزقی ایل اور انبیاء اصغر کے درمیان رکھا گیا ہے۔ ہفتادی ترجمہ میں بھی اُس کی یہی جگہ ہے۔ عبرانی بائبل میں اسے "نوشتوں" میں آستر اور عزرا کے درمیان جگہ دی گئی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ دانی ایل کی کتاب عام عبرانی مفہوم کے لحاظ سے نبوّت کی کتاب نہیں یعنی نبی اُس کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو خدا کے پیغام کی منادی نہیں کرتا بلکہ یہ ایک "مکاشفہ" کی کتاب ہے جس میں تصاویر اور مثالوں کے ذریعہ سے آنے والے زمانے کی باتوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اس قسم کا ادب جلاوطنی کے بعد یہودیوں میں خوب رواج پکڑ گیا تھا۔ نبوّت کی کتابوں میں قومی عنصر زیادہ پایا جاتا ہے۔

اور اگرچہ ان میں پیشینگوئیاں بھی ہیں لیکن باوجود اس کے وہ اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے ایک پیغام ہیں۔ دانی ایل کی کتاب دُنیا کی تاریخ کے مُتعلق رویاؤں کے سلسلے، پس پُشت رُوحانی قوتوں کے نظریے اور ذاتی بیانات کی وجوہات پر "نوشتوں" میں شمار ہے۔ اس ضمن میں اس کے سنِ تصنیف کے متعلق سوال اُٹھانا عبث ہے کیونکہ زبور اور امثال کی طرح نوشتوں میں اُس کے مقام کا تعین سنِ تصنیف کے باعث نہیں بلکہ نفسِ مضمون کے مُطابق ہے۔

بعض جگہوں میں مذکور ہے (مثلاً ۸:۱؛ ۹:۲) کہ اس کتاب کا مُصنّف دانی ایل نبی ہے۔ اس میں مُصنّف کی زندگی کے حالات مندرج ہیں۔ یہ حالات کتاب کے قلمبند ہونے کے ایام کے ہیں، یا اُس سے ذرا پیشتر کے، جب کہ اہلِ فارس نے بابل کی سلطنت کو فتح کرکے اُس پر اپنا تسلط جما لیا۔ یہ سب کچھ چھٹی صدی قبل از مسیح میں ہوا۔ اس کتاب کی رویا میں دُنیا کی تاریخ سے متعلق مُستقبل کے زمانے کے واقعات کی پیشینگوئیاں ہیں۔ دُوسرے اور ساتویں ابواب کی رویائیں زمانہ کے آخر تک غیر اقوام کی حکومتوں کے سلسلہ کا ذکر کرتی ہیں اور ابواب ۸ - ۱۱ یہودی تاریخ کے اُس زمانے کا بیان ہے جو پُرانے عہدنامہ کے خاتمے سے لے کر خداوند یسوع مسیح کے آنے تک کا زمانہ ہے۔ ابتدائی واقعات کے ابواب (۱ - ۶) صیغۂ غائب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات پر (مثلاً ۱:۱۹؛ ۶:۳ و ۲۸) یہ شک گزرتا ہے کہ شاید اس میں کسی اور کا ہاتھ ہے۔ لیکن تاریخی نقطۂ نگاہ سے اس کتاب کا معتبر اور مُستند ہونا اور اُس کی نبوّتوں کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ یہ ساری کتاب دانی ایل نبی کی تصنیف ہے۔

اس کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی غرض وغایت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں بیان کی جائیں اور اس کے مُصنّف اور کتاب کی خاص خصُوصیات کے مُتعلق کلیسیا کا یہی خیال رہا ہے۔ زمانۂ حال کے قابل ترین علماء بھی اِسی خیال سے اتفاق کرتے ہیں۔

یہ تو خوب ظاہر ہے کہ اس قسم کے عجیب واقعات کی پیشین گوئی کرنے والی کتاب کی ضرور تنقید اور مخالفت ہوگی۔ تیسری صدی عیسوی میں پارفری[1] نے دانی ایل کی کتاب پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی اور کہا کہ یہ ۱۶۵ ق۔م تک جب وہ یہودی تواریخ کے اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے جن کے متعلق یہ کتاب پیشین گوئی کرتی ہے تصنیف نہ ہوئی تھی۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں اس نظریہ کو پھر دُہرایا گیا اور اب تک بھی اکثر نقاد یہی تسلیم کرتے ہیں۔ محکمہ

1 Porphyr

آثارِ قدیمہ کی جدید معلومات اور آر۔ ڈی۔[1] ولسن اور دوسروں کی زباندانی کی تحقیقات کے نتیجہ کے باعث اس خیال میں اب کچھ تبدیلی آ رہی ہے اور نقاد اس کے سنِ تصنیف کو پہلے سے پُرانا ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

بصاف ظاہر ہے کہ اس کتاب کی اصلیت و قدر و قیمت اور تفسیر کا انحصار اس کے سنِ تصنیف کے مسئلہ پر ہے۔ جس یقین اور بے باکی کے ساتھ یہ اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں اُس کے تحت مناسب ہے کہ ان کا بغور مطالعہ کیا جائے اور جب ہم یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ اُن کے اعتراضات محض فوق الفطرت واقعات پر ہیں تو اُن کے یہ اعتراضات اتنے وزنی اور قابلِ قبول معلوم نہیں ہوتے۔

دانی ایل کی کتاب داستانوں، خوابوں، رویاؤں اور اُن کی تعبیروں کا ذکر کرتی ہے۔ اس میں دو زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ ۲:۴ سے لے کر ۷:۲۸ تک تو ارامی زبان میں ہے اور باقی حصہ عبرانی میں ہے۔ اس کتاب کے خلاف دو قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ (۱) تاریخی۔ (۲) لسانی (یعنی جس کا تعلق اس کی زبان کے ساتھ ہے)۔

حزقی ایل ۱۴:۱۴، ۲۰ اور ۲۸:۳ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اپاکرفا کی ایک لیز یا سٹی کس کی کتاب میں مشاہیر کی فہرست میں دانی ایل کا ذکر نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایک گمنام شخص تھا۔ لہٰذا اس کتاب کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے اس اعتراض کا استعمال غلط ہے۔ برعکس اس کے غیر معتبر اضافات اُس کی مزید قدامت ثابت کرتے ہیں۔ یہ تین اضافات یعنی تین بچوں کی دُعا جو دانی ایل ۳:۲۳ و ۲۴ کے درمیان ہے اور سوسنا اور بعل اور اژدھا کی کہانیاں جو دانی ایل باب ۱۲ کے بعد شامل کی گئی ہیں۔ یہ اصلی عبرانی نسخے میں نہیں ملتے لیکن ہفتادی ترجمہ میں موجود ہیں۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کچھ نسخوں میں موجود تھے جن سے اُن کا ترجمہ ہوا۔ لہٰذا اصلی کتاب اَور بھی قدیم زمانہ میں لکھی گئی ہو گی۔

تواریخی مشکلات اور فرضی غلطیوں سے بھی نقاد اس کے سنِ تصنیف کو بعد کے زمانے کا تعین کرنے میں مدد حاصل کرتے ہیں۔ دانی ایل ۱:۱ میں ذکر ہے کہ یہویقیم کے عہدِ سلطنت کے تیسرے سال میں نبوکدنضر نے چڑھائی کی۔ وہ اس دعوے کو غلط قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سال کسی حملے کا ذکر نہیں ملتا۔ لیکن ۲۔ سلاطین ۲۴:۱، ۲ اور ۲۔ تواریخ ۳۶:۶ و ۷ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوتھے سال میں ایک حملہ ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی اور طریقے سے حساب

1 R.D. Wilson

کرنے سے یہی چڑھائی مُراد ہو۔ یا ممکن ہے کہ چوتھے سال سے پیشتر بھی کوئی حملہ ہوا ہو جس کا ذکر کسی اور جگہ نہ کیا گیا ہو۔ ایک وقت تھا جب بیلشضر کے بادشاہ ہونے اور اُس کے وجود کا سرے سے انکار کیا جاتا تھا۔ لیکن جب سے اس کے نام اور اُس کی زندگی سے متعلق حقائق معلوم ہوئے ہیں تب سے اُس کی موت کے متعلق بائبل کی بیان کردہ کہانی کی پُوری تصدیق ہو چکی ہے۔ پروفیسر آر۔ پی۔ ڈورٹی کی رائے ہے کہ عقلِ سلیم پانچویں باب کو حقیقی تاریخی واقعہ مان لیتی ہے۔ دارائے مادی کی شناخت (۵:۳۱) کا مسئلہ تا حال حل نہیں ہوا۔ بے شک اس کے کئی ایک حل پیش کئے گئے ہیں، مثلاً ازکریش[1] مادی بادشاہ یا خورس کا جنرل گوبریاس[2]۔ ممکن ہے کہ کسی روز کوئی نیا انکشاف اس مسئلہ پر روشنی ڈالے۔

اکثر ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ چھٹی صدی ق۔م میں لفظ کسدی اہلِ نجوم کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ دلیل بہت کمزور ہے۔

لسانیات کے ماہرین کی دلائل سرسری طور پر زبردست معلوم ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ڈرائیور یقین کے ساتھ کہتے ہیں "یونانی الفاظ اس بات کو تسلیم کرنے کا مطالبہ اور عبرانی الفاظ اس کی حمایت کرتے اور ارامی الفاظ اس کی اجازت و آزادی دیتے ہیں کہ یہ کتاب سکندرِ اعظم کے فلسطین کو فتح کرنے کے بعد لکھی گئی۔" پہلے ارامی زبان کے باعث یہ غلط فہمی تھی کہ یہ کتاب بعد میں لکھی گئی ہو گی لیکن اب ارامی زبان میں کئی دستاویزیں دستیاب ہوئی ہیں جو دانی ایل سے صدیوں پہلے کی ہیں۔ دانی ایل کی کتاب کی طرح دو زبانوں میں لکھی ہوئی کتاب کی دلچسپ مثال پُرانے ہندی ڈراموں میں ملتی ہے۔ ان میں اداکار جو عوام کے نمائندے ہیں، پراکرت کا استعمال کرتے ہیں اور باقی حصہ مستند سنسکرت زبان میں ہے۔ ابھی تک ہمارے پاس اس مضمون کے متعلق بہت کم مواد ہے۔ لہٰذا کوئی پختہ اور صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ یہ قابلِ غور بات ہے کہ ۱:۱، ۷:۲، ۸:۳، ۹:۱۰، ۱:۱۲، ۲۱:۳، ۱۳:۹، ۱۸:۷، ۲۰:۶–۱۵ میں اس کتاب کی حزقی ایل کی عبرانی زبان سے بہت زیادہ مشابہت ہے۔ یونانی کے متعلق جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ اس کمزور دلیل پر مبنی ہے کہ تین یونانی سازوں کا ذکر آیا ہے جن کا اس سے پیشتر بائبل میں کہیں ذکر نہیں ہوا۔ لیکن ہر سال زیادہ سے زیادہ ثبوت مل رہے ہیں کہ اہلِ بابل گانے بجانے میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اور اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ساتویں اور چھٹی صدی ق۔م میں یونانی تجارت مشرقی ممالک میں بہت ترقی حاصل کر چکی تھی۔ نبوکدنضر نے اپنی حکومت مصر، اسور اور تمام مشرقی ممالک میں قائم کی (۲:۳۷ و ۳۸)۔

1 Cyaxares   2 Gobryas

دُوسرے لحاظ سے بھی موجُودہ معلُومات نے ثابت کر دیا ہے کہ بابل میں جو کُچھ بھی دریافت ہُوا ہے وہ ہُو بہُو دانی ایل کے زمانہ کے حالات سے ملتا ہے۔ سرایل۔ وُولی لکھتے ہیں کہ نبوکدنضر نے اپنا دارالحکُومت اِس طرح از سرِ نو تعمیر کرایا کہ زمانۂ حال کے آثارِ قدیمہ کے ماہرین اِس کے عہدِ حکُومت سے پہلے کے زمانہ کی کِسی عمارت کا نشان بھی نہ پا سکے۔ اور اِس نکتہ کو واضح کرنے کے لئے صاحبِ موصُوف دانی ایل ۴: ۳۰ کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جِس دنوں اُور میں کھُدائی ہو رہی تھی وہاں ایک مندر مِلا۔ اِس کا صحن خُوب وسیع اور کُشادہ تھا جِس میں لوگوں کا بہُت بڑا ہجُوم سما سکتا تھا۔ اِس کے ایک سرے پر ایک بڑے بُت کی کُرسی ہے۔ وُولی اِس مقام اور تیسرے باب کے بیان میں مشابہت کا ذکر کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ تحریر کردہ کہانی اور کھنڈرات ایک دُوسرے کی تشریح کرتے ہیں۔[1]

بعض علما کہتے ہیں کہ پانچواں باب تاریخی نقطۂ نگاہ سے درُست معلُوم نہیں ہوتا۔ آثارِ قدیمہ کی معلُومات نے نہ صرف اُن کے تمام اعتراضات کو دُور کیا ہے بلکہ جِس طریقہ سے بابل کا مضبُوط قلعہ فتح ہُوا اُس کا بھی صاف اور واضح ثبوُت مہیا کر دیا۔ اب معلُوم ہُوا ہے کہ بیلشضر نبونیدس کا نائب تھا۔ اِس سے دانی ایل کا سلطنت میں تیسرے درجے کا حاکم ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

قِصّہ کوتاہ دانی ایل کی کتاب کے سنِ تصنیف کی حمایت یا مخالفت میں جتنے بھی ثبُوت ہیں اُن کا انحصار نقادوں یا عالموں کے فوق الفطرت واقعات سے مُتعلق نظریات پر ہے۔ اگر فوق الفطرت واقعات پر اعتراض نہ ہوتا تو اِس کتاب کے حقیقی و اصلی ہونے پر کبھی بھی کِسی کو شک نہ ہوتا۔ یہُودی قوم اور ابتدائی کلیسیا دونوں اِس کتاب کو الہامی کتاب تسلیم کرتی آئی ہیں۔

جب دانی ایل کو اسیر کر کے لے گئے وہ نوجوان تھا (۱: ۱) اور وہ یہویقیم کے عہد کا تیسرا سال تھا۔ اُس کی آخری نبوّت اُس کے کوئی ستّر سال کے بعد ہوئی۔ یہ خورس کی حکُومت کا تیسرا سال تھا۔ اغلباً یہ کتاب بابل میں لکھی گئی اور عزرا اپنی واپسی کے وقت اُسے دُوسری کتابوں سمیت ارضِ مُقدس میں لے آیا۔

تجزیہ

ہم اِس کتاب کو دو بڑے حِصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا حِصّہ واقعات اور دُوسرا

1 Ur of the Chaldees, pp. 18, 138

حِصّہ رویاؤں اور نبوّت پر مُشتمل ہے۔

۱ باب — دانی ایل اور اُس کے تین ساتھیوں کو اپنی نوجوانی کے زمانہ میں نبوکدنضر کے دربار میں شاہی نجُومیوں کی حیثیت میں تعلیم۔

۲ 〃 — بادشاہِ اعظم کا الہامی خواب چار عالمگیر سلطنتوں کے مُتعلق ایک بڑے بُت کی شکل میں دیکھنا جِس کی تعبیر دانی ایل کرتا ہے۔ اِس طرح وہ بلند درجہ حاصِل کرتا ہے اور اُس کا مُستقبل روشن ہو جاتا ہے۔

۳ 〃 — دانی ایل کے ساتھیوں نے بادشاہ کے بنائے ہُوئے بُت کی پُوجا نہ کی۔ اِس پر اُسے بہُت غصّہ آیا۔ اُس کے حُکم سے اُنہیں آگ کی جلتی بھٹی میں ڈال دیا گیا۔

۴ 〃 — نبوکدنضر کی دیوانگی اور عقل کا پھر بحال ہونا۔

۵ 〃 — بیلشضر کی دعوت، جِس کے دوران میں عجیب تحریر دیوار پر ظاہر ہُوئی۔

۶ — دانی ایل کا شیروں کی ماند سے بچ نکلنا۔

۷ 〃 — دانی ایل نے رویا میں چار حیوان دیکھے۔ اِس رویا کی تعبیر۔

۸ 〃 — مینڈھے اور بکرے کی رویا۔

۹ 〃 — دانی ایل کا اپنی قوم کے لئے ماتم اور توبہ کی دُعا۔ اِس دُعا کے جواب میں ستّر ہفتوں کی پیشین گوئی۔

۱۰-۱۱ ابواب — کتانی لباس پہنے ہُوئے شخص کی رویا اور شمال و جنُوب کے بادشاہوں کے مُتعلق پیشین گوئی۔

۱۲ باب — مُردوں کے جی اُٹھنے اور "آخری وقت" کے بارے میں نبوّت۔

مضامین

پہلے حِصّے (۱-۶ ابواب) یعنی واقعات کے بیان سے جو اسباق اخذ کئے جا سکتے ہیں وہ بالکل آسان اور عیاں ہیں۔ دانی ایل اور اُس کے ساتھیوں کا اپنے اصُول پر قائم رہنا اور پھر اُن کا مخلصی پانا آنے والی نسلوں کے ایمان کی مضبُوطی کا باعث ثابت ہوتا رہا ہے (عبرانیوں ۱۱: ۳۳)۔ اِس میں خُدا کو بادشاہوں کا بادشاہ اور سب کا حاکم دِکھایا گیا ہے۔ خُدا کا نبوکدنضر اور بیلشضر کو آگاہ کرنا اُس کے بڑے صبر اور استقلال کا ثبوت ہے۔ جِن لوگوں نے اُس کے کلام کو تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھا اُنہیں مُناسب سزا ہُوئی۔ اِس اَمر سے ظاہر

ہوتا ہے کہ خدا عادل و منصف ہے۔ دانی ایل کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ جوانی میں ایمان کی مضبوطی آئندہ زندگی کے لئے دلیرانہ گواہی دینے اور خدمت کرنے کے لئے مضبوط بنیاد ہے۔ ساتویں باب کی رویا نبوکدنضر بادشاہ کے خواب کی مزید تعبیر ہے۔ دونوں کا تعلق چار بڑی سلطنتوں سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک ہی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اِس کے متعلق دو مختلف خیال ہیں۔ پہلا خیال یہ ہے کہ وہ چار سلطنتیں (۱) بابل، (۲) مادی فارس، (۳) یونان اور (۴) رومی ہیں۔ دوسری اور تیسری سلطنتوں کے متعلق نبی کا بھی یہی خیال ہے۔ ۵:۲۸ کا ۹:۱ اور ۱۰:۱ سے مقابلہ کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ مادیوں اور فارسیوں کی حکومت کو ایک ہی سمجھتا تھا۔ ۸:۲۰-۲۱ کا ۱۱:۱-۲ سے مقابلہ کرنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یونانی سلطنت کو تیسری سلطنت کہتا ہے۔ ہپولیتُس، تھیوڈورٹ، جیروم، کالوِن، ٹرگ لیس اور پوسے کا یہی خیال ہے۔[1]

دوسرے خیال کے حامی ہیرنگ، ڈرائیور اور آزاد خیال کے نقادوں کے مطابق یہ چار سلطنتیں بابل، مادی، فارس اور یونان ہیں۔ باوجود اعتراضات کے انہیں مجبوراً اس خیال کی حمایت کرنی پڑتی ہے تاکہ وہ اس کتاب کی مکابی تاریخ کی حمایت اور اس کی پیشینگوئیوں کی تعبیرات کرسکیں۔ بہرحال اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ چار بڑی سلطنتوں کی پیشین گوئی کی گئی اور سب سے آخر میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی (۲:۴۴؛ ۷:۱۴)۔ آٹھویں باب سے پھر عبرانی زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ بڑی سلطنتیں آنکھوں سے اوجھل ہوجاتی ہیں اور اسرائیل کا مستقبل خاص مضمون ہے۔ آیات ۹-۱۴ اور ۲۳-۲۶ میں اینٹی اکس ایپی فینس[2] ظاہر ہوتا ہے جو کہ "یہودی مخالفِ مسیح" ہوتے ہوئے "گناہ کے شخص" کی مشابہت ہے (دیکھئے ۲-تھسلنیکیوں ۲:۳)۔

نویں باب میں سات ہفتوں کی پیشینگوئی بعض لحاظ سے کتاب کو نقطۂ عروج تک پہنچاتی ہے۔ ان زمانوں میں وقتوں کے آغاز اور اختتام کا تعین کرنا آسان نہیں۔ یقیناً یہ پیشین گوئی مسیح کے متعلق ہے۔ اور نویں باب کی ۲ اور ۲۴ آیات کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی مخلصی ستّر ہفتے کے بعد نہیں،

1 Hippolytus, Theodoret, Jerome, Calvin, Tregelles, and Pusey
2 Antiochus Epiphanes

بلکہ ستّر کے سات گنا سالوں کے بعد آنے والی تھی۔ اس بات کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ ارتخششتا کے احکام جاری کرنے (عزرا ۷؛ نحمیاہ ۲:۱) سے لے کر خداوند مسیح کے مصلوب دیے جانے تک تقریباً اتنا ہی وقفہ ہے۔ بعض لوگوں کے حساب کے مطابق تو یہ عین ۴۸۳ (یا ½۴۸۶) سال ہوتے ہیں۔ اور وہ اس کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ آخری سات (یا ساڑھے تین) دوسری آمد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ۹:۲۴ میں جن چھ خاص مقاصد کا ذکر ہے وہ خداوند مسیح کی موت کے موقع پر کفارہ کے ذریعہ سے پورے ہوئے۔

ابواب ۱۰-۱۲ میں آخری بڑی پیشین گوئی اپنی تفصیل کے باعث قابل توجہ ہے۔ یہ سادہ اور آسان زبان میں لکھی گئی ہے جس سے لفظی معنی مراد ہیں۔ جس طرح چھٹا باب دوسرے باب کو بیان کرتا ہے اسی طرح یہ پیشینگوئی آٹھویں باب کے مضمون کی وضاحت کرتی ہے۔ دسواں باب بطور ایک دیباچہ ہے جس میں الٰہی طاقتیں ظاہر ہوتی ہیں جو دنیا کی سلطنتوں کے عروج و زوال کا سبب ہیں۔ گیارھواں باب پیشینگوئی کا مرکزی بیان ہے اور بارھویں باب میں عروجِ کمال اور ضمیمہ ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں ابواب میں ہم دانی ایل کو افسردہ خاطر اور غمزدہ پاتے ہیں لیکن آخری چار ابواب میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُسے کچھ امید اور جرأت عطا ہوتی ہے۔

بہرحال گیارھویں باب کی تعبیر مشکل ہے۔ اس بات کے کافی ثبوت ہیں کہ شمال اور جنوب کے بادشاہوں سے مراد سلوکس اور تالمیس ہیں،[1] جنہوں نے یونانی سلطنت کے چار حصوں میں تقسیم ہوچکنے کے بعد اسور اور مصر میں حکومت کی۔ ۲۱ اور اس کے بعد کی آیات اینٹی اکس ایپی فینس کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ لیکن ان تفصیلات کا تاریخی واقعات سے منطبق کرنا آسان کام نہیں۔ جیروم کے بعد اکثروں نے اسی مفہوم کی تائید کی ہے۔ زمانہ حال میں بعض کا خیال ہے کہ گیارھواں باب خداوند مسیح کی دوبارہ آمد کے واقعات سے متعلق ہے۔ ممکن ہے کہ دوسری پیشین گوئیوں کی طرح یہ بھی گویا دو دفعہ پوری ہوجائے گی یعنی مستقبل قریب میں اور مستقبل بعید میں۔

متی باب ۲۴ میں خداوند مسیح کی نبوتی تقریر (متی ۲۴:۱۵ کا دانی ایل ۹:۲۷؛ ۱۲:۱۱ سے مقابلہ کریں) سے معلوم ہوتا ہے کہ دانی ایل کی پیشینگوئی کا کچھ حصہ ابھی پورا نہیں ہوا۔

1 Seleucids and the Ptolemies

نئے عہدنامہ میں دانی ایل کی کتاب کے اتنے حوالے ہیں کہ اُن کے بیان کے لئے گنجائش نہیں۔ کتابِ مُقدّس (ریفرنس بائبل) کی مدد سے اُن کا بہترین مُطالعہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے خُداوند نے اپنے آپ کو دانی ایل کی رویا کا "آدمزاد" ظاہر کیا (۷: ۱۳ از متی ۱۶: ۱۳ و ۲۶: ۶۴) نیز متی ۲۵: ۴۶ کے الفاظ دانی ایل ۱۲: ۲ کی یاد دلاتے ہیں۔ مُکاشفہ کی کتاب دانی ایل کی کتاب کے حوالوں سے پُر ہے اور دونوں کا اصلی مفہوم جاننے کے لئے دونوں کا مقابلہ و موازنہ کرنا ضروری ہے۔ بابل، سینگوں والا حیوان، خُدا کی شہنشاہیت اور سلطنت، مقررہ زمانے اور دن اور رویا پر مُہر لگانا وغیرہ مضامین کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں جو کلام سے اب تک زیادہ واقف نہیں اُن کے لئے بہتر ہو گا کہ اس کتاب کی مُشکلات کو نظر انداز کر دیں تاکہ وہ اُن باتوں پر جو آسان اور صاف ہیں غور کر سکیں۔ لیکن اُن کے لئے جو خُدا کے بھیدوں میں دلچسپی رکھتے ہیں یہ مُشکلات کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کریں گی۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ دانی ایل اور اُس کے تین دوستوں میں خُدا کے سچے خادموں کی کون سی صفات ہیں؟

۲۔ اس کتاب کے خواب اور تنبیہات سے آپ بابل کے حاکموں، اسیر اسرائیل اور خُدا کے لوگوں کے لئے خُدا کا کیا مقصد پاتے ہیں؟

۳۔ دانی ایل کی کتاب میں جتنے بھی مسیح کے متعلق حوالے اور پیشین گوئیاں ملتی ہیں، نئے عہدنامے میں اُن کے پُورا ہونے کے متعلق مُطالعہ کیجئے۔

۴۔ ریفرنس بائبل کی مدد سے دانی ایل کی کتاب اور مُکاشفہ کے مشابہ مقامات کا مُطالعہ کیجئے۔

۵۔ دانی ایل کی کتاب میں سلطنتوں کے عرُوج، غرُور اور زوال کا مُطالعہ کیجئے اور اس کا موجودہ زمانہ کی سلطنتوں کے عرُوج، غرور اور زوال سے مُقابلہ کیجئے۔

تیرھواں باب

اسرائیلی نبوّت

دُوسرا حصّہ۔ ہوسیع سے ملاکی نبی تک

ہوسیع

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اس نبوّت کی کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "خُداوند کا کلام ہوسیع بن بیری پر نازل ہُوا" (۱: ۱)۔ یہ کتاب عبرانی بائبل میں بارہ انبیاءِ اصغر کی پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب کا انبیاءِ اکبر کی پہلی آیت سے مُقابلہ کرنا چاہئے (یسعیاہ ۱: ۱)۔

ہوسیع کا پیغام خاص طور سے اسرائیل قوم کے لئے ہے لیکن وہ محض اسرائیل ہی کے لئے نہیں، بلکہ اوروں کے لئے بھی ہے۔ ممکن ہے کہ بعد ازاں اُس نے اپنی سرگزشت خُود لکھی ہو جو اس کتاب کے نمایاں پس منظر کو پیش کرتی ہے (ابواب ۱ و ۳)۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس نے اِن تمام نظموں کو جو اُس کی نبوّت کا بیشتر حصّہ ہیں خُود مرتب کیا ہو (ابواب ۲، ۴-۱۴)۔

یربعام کے بڑے ایّام میں اُس نے خُدا کے حکم سے جُمر بنتِ دِبلائم نام ایک عورت سے شادی کی۔ وہ حسبِ توقع نالائق اور بے وفا ثابت ہُوئی۔ اُس سے بچے تو پیدا ہُوئے لیکن اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ اُس کے اپنے بچے نہ تھے (۱: ۲) تاہم اُس نے اُن کو اپنے بچے کہا (۱: ۴، ۶، ۹)۔ جب جُمر اُسے چھوڑ کر چلی گئی تو ہوسیع اپنی محبّت کی وجہ سے اُس کے پیچھے گیا۔ اُس نے اُسے شرمساری اور بے چارگی کی حالت میں پایا۔ شاید وہ غُلامی میں فروخت کر دی گئی تھی۔ تو بھی اُس نے اُسے واپس خرید لیا اور اُس کی تعلیم و تربیت کر کے اُسے اپنے گھر میں بحال کیا (باب ۳)۔

CamScanner

زمانۂ حال کے عالموں کی عام رائے ہے کہ اُس کی زندگی کے واقعات کا بیان کرنے والے ابواب حقیقت پر مبنی ہیں۔ تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ نبی کی زندگی کا تجربہ خُدا کا اپنے گنہگار لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے ایک تمثیل ہے۔ ہوسیع کی زندگی گویا چھوٹے پیمانے پر اسرائیل کی آئندہ زندگی کی ایک تصویر تھی۔ یزرعیل کا نام شمالی سلطنت کے زوال کی مثال ہے (۱:۴-۵)۔ لورحامہ کے معنی ہیں "مَیں نے اپنا رحم اُٹھا لیا" (۱:۶-۷)، اور لوعمی کا مطلب "برگزیدہ لوگوں سے اِنکار اور نئے لوگوں کی بُلاہٹ" (۱:۹ کا مقابلہ کریں رومیوں ۹:۲۴-۲۶ سے)۔ جُمر کی آخری بحالی خُدا کی اسرائیل کے لئے لازوال محبت کی مثال ہے۔ حالانکہ وہ بار بار اُس سے دُور ہو گئے (۳:۴-۵ مقابلہ کریں ۱۱:۱)۔ بعض نقادوں کا خیال ہے کہ یہوداہ کا ذکر اور وعدوں کے بیانات بعد میں درج کئے گئے تھے (مثلاً ۲:۱۴-۲۳)۔ لیکن یہ مفروضہ کسی معقول سبب پر مبنی نہیں۔

ہوسیع نے اپنی نبوّت یہوداہ کے بادشاہ عزیاہ اور اسرائیل کے بادشاہ یربعام دوم کے عہدِ سلطنت میں شروع کی۔ سامریہ کی بربادی سے کچھ عرصہ پہلے اُس نے نبوّت ختم کر دی۔ اِس طرح ہوسیع نے پچاس سال تک اِس نبوّت کے سلسلہ کو جاری رکھا یعنی اُس نے شمالی سلطنت کے زوال کے زمانہ میں اپنی نبوّت جاری رکھی (۷۷۵-۷۲۵ ق-م)۔ اسرائیلی بادشاہوں نے اپنے آپ کو اجنبی ممالک کی مدد سے بچانے کی کوشش کی۔ لیکن اِس سے اُن کا زوال اَور بھی جلد ہُوا (۵:۱۳؛ ۱۰:۶)۔ چنانچہ یہ لڑکھڑاتی ہُوئی حکومت آخرکار بالکل ختم ہو گئی (۱۰:۱۵)۔

بیشک یہ عیاں ہے کہ ہوسیع نبی کو معلوم تھا کہ اِن تمام مصیبتوں کی جڑ اسرائیل کی مُوسوی شریعت اور عہد سے برگشتگی تھی (۸:۱ بمقابلہ خروج ۲۴:۷)۔ لوگ شریعت کی تفصیلات تو جانتے تھے لیکن اُن کا خیال تھا کہ اُس زمانے میں اُس کی ضرورت نہیں تھی (۸:۱۲)۔ قربانی چڑھانے کا اصل طریقہ خراب و برباد ہو چُکا تھا اور لوگ جھوٹی قربانیاں چڑھاتے تھے (۸:۱۳)۔ وہ نہ صرف شریعت کی کتاب کو فراموش کر چکے تھے بلکہ لاویوں کا تمام طریقہ ہی بگاڑ دیا گیا تھا (۹:۳-۵)۔ ہوسیع نے پہچان لیا تھا کہ استثنا میں بیان کردہ عدالت عنقریب ہونے کو ہے (۱۱:۸ بمقابلہ استثنا ۲۹:۲۳)۔ اُس نے اپنے خیالات کو مُوسیٰ کی بڑی ہستی کی طرف پھیرا (۱۲:۱۳ بمقابلہ استثنا ۱۸:۱۵) اور صاف طور سے دیکھ لیا کہ بچھڑے اور اُس کے ساتھ دوسرے بُتوں کی پُوجا نے اصلی مُوسوی شریعت کی شان اور پاکیزگی کو تباہ کر دیا ہے (۱۳:۲)۔

ہوسیع نے شمالی سلطنت میں رہ کر نبوّت کی۔ واقعات کا بیان اخی آب اور ایلیاہ کے یزرعیل (۱:۴-۵)، یردن کی گرم وادی اور عکور کا منظر پیش کرتا ہے۔ نیز دبورہ کے تاریخی تبور کا منظر (۵:۱)، ساؤل کا جبعہ، بنیمین کا پہاڑی علاقہ نبوّت کا عام منظر رہا ہے (۵:۸)۔ ہوسیع یردن کے پار (جلعاد) کے علاقہ میں بھی گیا (۶:۸)۔ افرائیم اسرائیل کا سردار اِس کتاب میں ایک نمایاں جگہ رکھتا ہے۔ ہوسیع اسرائیل کے دارُالسلطنت کی حالت سے واقف تھا (۷:۱)، اور یہوداہ کی قلعہ بندیوں کو بھی اُس نے دیکھا تھا (۸:۱۴)۔ جلجال کی مُقدس جگہوں (۹:۱۵) اور بیت ایل (۱۰:۱۵) نے بھی اُس کی آواز سُنی۔ اِن جگہوں میں اُسے یعقوب کی داستان بھی یاد آئی (۱۲:۱۲ بمقابلہ پیدایش ۲۸:۲)۔ جب اُس نے شمال کی طرف نگاہ کی تو لبنان کی برف سے ڈھکی ہُوئی پہاڑیوں کی چوٹیوں کو دیکھ کر اُس کی رُوح میں جُنبش پیدا ہُوئی اور اُسے اسرائیل کی بحالی کا یقین حاصل ہُوا (۱۴:۵-۷)۔

اِس میں ہم دُور دراز کے ممالک کی آوازیں اور ہمسایہ ممالک کی افواہیں بھی سُنتے ہیں۔ اکثر مصر (۷:۱۶)، مُوف (۹:۶) اور صور کا ذکر آتا ہے (۹:۱۳)۔ اسوری سیاست کی آواز اور اُس کے سپاہیوں کے ہتھیاروں کی جھنکار متواتر سُنائی دیتی ہے (۵:۱۳؛ ۸:۹؛ ۱۰:۶)۔ بالآخر سامریہ کی تباہی و بربادی کی پیشینگوئی کی جاتی ہے (۱۱:۵؛ ۱۳:۱۶)۔

تجزیہ

۱-۲ ابواب	ہوسیع اور اُس کے تین بچے۔
۳ باب	ہوسیع کی شادی کے بعد کی زندگی۔
۴:۱ - ۶:۳	اسرائیل اور اُس کے سرداروں کا گناہ اور بحالی کی اُمید۔
۶:۴ - ۱۱:۱۲	افرائیم اور یہوداہ کا گناہ۔ یہوداہ کے بچنے کی اُمید۔
۱۲:۱ - ۱۳:۱۴	اسرائیل کی بیوقوفی۔ موت پر فتح کی اُمید۔
۱۳:۱۵ - ۱۴:۹	آخری خوشحالی کی توقع اور اُمید۔

مضامین

ہوسیع اپنی نبوّت میں کبھی بڑی سنجیدگی سے کبھی نرمی سے بات کرتا ہے۔ اِس کتاب میں بنی اسرائیل کی برگشتگی اور سرکشی کے مشکل مسئلہ کو (۴:۱۶؛ ۱۱:۷؛ ۱۴:۴) متواتر حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز مندرجہ ذیل اہم خیالات بھی اِس میں ملتے ہیں۔

۱۔ بُت پرستی کے طور پر یہوواہ کی عبادت کرنے کا گناہ اور یہوواہ کو بعل دیوتا سے ملانا۔ برگشتہ لوگوں کی قربانیاں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں (۶:۶) اور نہ وہ مقبول ہو سکتی تھیں (۸:۱۳)۔ اُن کے جھوٹے مذہب کے لئے بڑھتے ہوئے جوش نے اُنہیں اور بھی کمزور اور تباہ کر دیا (۱۳:۲)۔

۲۔ اِس کا نتیجہ بداخلاقی تھا۔ اُن کی بدکاری کی رُوح نے اُنہیں گمراہ کر دیا تھا اور اُن کی تمام سرزمین بدی سے بھری ہُوئی تھی (۱:۲؛ ۴:۱-۲، ۱۲-۱۴؛ ۶:۹؛ ۷:۴)۔

۳۔ شمالی سلطنت کا گناہ (۱:۴؛ ۵:۱؛ ۱۰:۷، ۱۵)۔

۴۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں نے بُری خارجہ پالیسی اختیار کی (۵:۱۳؛ ۸:۹؛ ۱۰:۶؛ ۱۱:۵)۔

۵۔ اب یہوواہ اور اسرائیل اور اسرائیلیوں کے باہمی میل ملاپ کا واحد ذریعہ محبت ہی تھا۔ ہوسیع نے خدا کی پاکیزگی اور گناہ سے اُس کی نفرت کو خوب واضح کیا (۲:۲، ۳؛ ۶:۵، ۱۰؛ ۹:۹؛ ۱۲:۴ وغیرہ)۔ لیکن وہ خدا کی اپنے لوگوں کے لئے محبت بھی دکھاتا رہا (۳:۱؛ ۱۱:۱-۴)۔ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان خدا کی محبت سے منحرف ہو جائے۔ اِس سے خدا کو دُکھ پہنچتا ہے۔ اِس سے گنہگار تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ خدا گناہ سے ہرگز چشم پوشی نہیں کرتا لیکن وہ گنہگاروں کو مخلصی دے سکتا ہے اور دیتا بھی ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ ہوسیع کون سے گزشتہ تاریخی واقعات اور اشخاص کا ذکر کرتا ہے؟ اُس کی وجہ کیا ہے؟

۲۔ ہوسیع کے دِنوں کی مذہبی اور سماجی زندگی کا بیان کیجئے (دیکھئے ۲-سلاطین ۱۴:۲۳-۲۷)۔

۳۔ یہ کتاب خدا کی قدوسیت اور پیار اور اُس کے رحم و عدالت کے مسائل کو کس طرح حل کرتی ہے؟

۴۔ ہوسیع اُن کو کیا اُمید دلاتا ہے جو سرکشی اور برگشتگی کا احساس رکھتے ہیں؟

یُوایل

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

یُوایل کے معنی ہیں "یہوواہ خدا ہے"۔ کتابِ مقدس میں یہ ایک عام نام ہے۔ یُوایل کے متعلق ہم اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ پہلی آیت میں بتایا گیا ہے یعنی کہ وہ فتوایل کا بیٹا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہُوداہ کے قبیلہ سے اور یروشلیم کا باشندہ تھا۔ وہ جنوبی سلطنت کا نبی تھا۔ وہ کاہن نہ تھا (۱:۱۳، ۱۴؛ ۲:۱۷)۔ اِس کتاب کی طرزِ تحریر صاف اور شگفتہ ہے۔ اظہارِ مطلب مصنف نے اکثر جگہ ہم وزن الفاظ اور اشعار میں کیا ہے۔

اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب ایک ہی مصنف کی لکھی ہوئی نہیں اور آخرت سے متعلق واقعات بعد میں شامل کئے گئے ہیں۔ لیکن کتاب کے مضمون کی ترتیب اور طرزِ تحریر اس اعتراض کا ایک زبردست جواب ہے۔

اِس کتاب کے سنِ تصنیف کے لئے کوئی براہِ راست حوالہ نہیں ملتا۔ مگر اُس کے بعض بیانات سے ہم اِس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خیال ہے کہ یُوایل نے آخز کے عہدِ حکومت سے پہلے اِسے لکھا (۷۴۲-۷۲۶ ق۔م) یا اسیری کے بعد معرضِ تحریر میں آئی کیونکہ اسرائیل کے دشمنوں میں ارام، اسور اور بابل کا کوئی ذکر نہیں۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اول الذکر خیال زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ ۳:۲، ۴، ۱۹ میں جو صیدا، فلستین، مصر اور ادوم کے دشمنوں کا ذکر آیا ہے وہ یُوآس کے عہدِ سلطنت سے پہلے یا ابتدائی ایام سے متعلق ہیں (۸۰۰ ق۔م دیکھیں ۲۔ تواریخ ۲۱:۱۶، ۱۷)۔

۲۔ بادشاہ کا ذکر کئے بغیر کاہنوں اور سرداروں کا ذکر کرنا اِس زمانے کے مطابق ہے۔

۳۔ عاموس ۱:۱-۲ یُوایل ۳:۱۶ کا اعادہ معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ کتاب کی طرزِ تحریر اور پس منظر قدیم انبیاء کا سا ہے اور حجی، زکریاہ اور ملاکی کے بالکل برعکس ہے۔

۵۔ جو اِس کے سنِ تصنیف کو زمانہ مابعد سے منسوب کرتے ہیں، وہ یہ اِس لئے کرتے ہیں کہ وہ ۳:۱-۲ میں یروشلیم کی تباہی کا تبصرہ دیکھتے ہیں لیکن یہ سب کچھ بطور نبوت کہا گیا ہے۔

عاموس ۹: ۱۴ میں ایسی ہی پیشینگوئی موجود ہے۔

تجزیہ

۱: ۱ - ۲: ۱۷ ٹڈیوں کی وبا اور توبہ کے لئے دعوت۔

۲: ۱۸ - ۳۲ پاک رُوح کے نازل ہونے کا وعدہ۔

۳ باب خُداوند کا دِن۔ قوموں کی عدالت اور یروشلیم کی بحالی۔

مضامین

ٹڈیوں کی وبا نے نبی کو موقع دیا کہ وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے خُدا کی عدالت کے متعلق آگاہ کرے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو خُدا ضرور اُنہیں سزا دے گا اور وہ برکات جو خُدا نے اُن کے لئے رکھی ہیں کبھی حاصل نہ کر سکیں گے۔ کتاب کے دُوسرے حصہ میں توبہ کا تفصیلاً بیان ہے۔ توبہ کرنے سے ہی وہ بکثرت برکات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ خیال کہ "خُداوند کا دِن" بالکل قریب ہے اِس نبوّت میں برابر مذکور ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ یوایل ۲: ۲۸ - ۳۲ کا پطرس نے اعمال ۲ اور پولس نے رومیوں ۱۰: ۱۳ میں اقتباس کیا ہے۔ یہ آیات کہاں تک بشارتی کام کے لئے موزوں و مناسب ہیں؟

۲۔ اِس نبوّت کے حوالہ جات کے آثار متی ۲۴ اور مکاشفہ ۹ میں دیکھئے۔

عاموس

مصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اِس نبوّت کی کتاب کو "عاموس کا کلام" کہا گیا ہے۔ وہ تقوع کے چرواہوں میں سے تھا۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب اصل صُورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ ۷: ۱۰ - ۱۷ میں مذکورہ تاریخی واقعہ، تمام کتاب کی یکسانیت اور روانی اور بیرونی حالات سے مکمل موافقت اِس کتاب کی صداقت کے شاہد ہیں۔

تقوع بیت لحم سے ۶ میل جنُوب کی طرف ویران اور بنجر علاقے میں واقع ہے۔ یہاں سے بحیرۂ مُردار دکھائی دیتا ہے۔ چرواہوں اور چراگاہوں کی مثالیں کتاب میں بکثرت ملتی ہیں، کیونکہ گرد و نواح کا ماحول کچھ ایسا ہی ہے (۱: ۲؛ ۲: ۱۳؛ ۳: ۴، ۵؛ ۴: ۷؛ ۵: ۸؛ ۶: ۱۲؛ ۷: ۱؛ ۸: ۱؛ ۹: ۶)۔ یرُوشلیم سے حبرون اور بیرسبع کو جانے والی شاہراہ تقوع کے پاس سے گزرتی تھی جس پر عاموس زائرین کے آتے جاتے گروہوں کو دیکھا کرتا تھا (۵: ۵؛ ۸: ۱۴)۔ اِس کتاب کے صفحات میں ہم بار بار قافلوں اور منڈی کا ذکر پاتے ہیں۔ نیز یہ کہ کس طرح وبا آہستہ آہستہ مصر سے بڑھتی ہُوئی آ رہی تھی (۴: ۱۰) فینیکی غلاموں کی منڈیوں کی بُری اطلاعات (۱: ۹) بڑے میلوں اور تہواروں کا ذکر (۵: ۲۱) اور غریبوں کے مصائب اور امیروں کی بے فکری اور عیش و عشرت کی تصویر دیکھتے ہیں۔

چرواہے کی حیثیت سے عاموس شمالی اسرائیل کی منڈیوں میں اُون لے جایا کرتا تھا۔ یہاں اُس نے شہری زندگی کی نمایاں تصویر، تجارت اور شہری عبادت گاہوں کی مذہبی رسُومات کا بغور مُطالعہ کیا۔ اِن میں سے بیت ایل ایک جگہ تھی جہاں لوگ یہوواہ کی سچی پرستش سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ وہ ایک بچھڑے کی پُوجا کر کے اُسے یہوواہ کی پرستش کہتے تھے۔ جلجال میں بھی جو سات میل شمال کی جانب واقع تھا یہی حال تھا (۴: ۴؛ ۷: ۱۰، ۱۳)۔

اس نبوّت کی کتاب میں مذکور ہے کہ خُدا کی عدالت بصُورت جنگ ہوگی۔ اسُور کا زورِ بازو بہت جلد پہلے گرد و نواح کی اقوام پر، پھر قوم اسرائیل پر چھا جائے گا۔

نبی کی طرزِ تحریر ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسا اُس کا طرزِ کلام تھا۔ چنانچہ اُس کی تحریر میں ڈرامہ کے آثار نمایاں ہیں۔

یہ نبوّتیں یربعام ثانی کی چالیس سالہ خُوش حالی اور فارغُ البالی کے دَورانِ سلطنت میں کی گئیں (۱: ۱؛ ۷: ۱۰ بمقابلہ ۲۔ سلاطین ۱۴: ۲۳)، اغلباً حکُومت کے آخری سالوں میں جس بھونچال کے متعلق عاموس نے پیشین گوئی کی تھی (۱: ۱؛ ۸: ۸؛ ۹: ۵) تھوڑی ہی دیر کے بعد وقُوع پذیر ہُوا۔ لوگوں نے بڑی دیر تک اُسے یاد رکھا (زکریاہ ۱۴: ۵)۔ ممکن ہے کہ ۸: ۹ میں پُورا سُورج گرہن جو ۲۶ جُون ۷۶۳ ق۔م میں واقع ہُوا اُس کی طرف اشارہ ہے۔

عاموس بتاتا ہے کہ کس طرح خُدا نے شخصی طور پر اُس سے گفتگو کی (۷: ۸؛ ۸: ۲) اور اُس کو بُلایا (۷: ۱۴ - ۱۵)۔ خُدا نے اُس کو اُس وقت بُلایا جب کہ مالی طور پر قوم کافی خوشحال تھی لیکن اخلاقی حیثیت سے تنزلی کی طرف جا رہی تھی۔ عیش و عشرت اور آرام و چین کے وقت ہیکل میں پرستاروں کا ہجوم رہتا تھا۔ اگرچہ یاہُو نے بعل کی پُوجا کو ممنُوع قرار دیا تھا لیکن خُدا کی پرستش کرنے والے بھی تو برائے نام ہی اس کی پرستش کرتے تھے۔ توہم پرستی اور بداخلاق

نے خلوص اور ایمان کی جگہ لے لی تھی۔ اور اگرچہ لوگ یہوواہ کی پرستش کرتے تھے تو بھی وہ اُس کی آواز اور شریعت سے بےپرواہ تھے۔ قوم میں تباہی کے اسباب موجود تھے اور دُور اُفق پر اسُور کی بڑھتی ہوئی طاقت نظر آ رہی تھی جسے خُدا اسرائیل کے خلاف بطور عدالت اِستعمال کرنے کو تھا۔

اِن حالات میں عاموس غصے سے گرجا اور اپنا پیغام لوگوں کو دینا شروع کیا۔ وُہ موسوی مُکاشفہ کے بُنیادی تصوّرات اُن کو یاد دلاتا رہا کہ کس طرح خُدا نے اپنے مُفت فضل سے اسرائیل کو مصر کی غلامی سے رہائی دلائی اور ان کو اپنی قوم کہا (۲:۱۰؛ ۹:۷) اور کس طرح انہیں شریعت اور احکام بخشے (۲:۴)۔ اُنہوں نے اُن سے نفرت کی۔ اُنہوں نے بیشک ظاہری عبادت کو قائم رکھا (۴:۴؛ ۵:۲۱) لیکن اُن کے دِل اُس سے کوسوں دُور تھے۔ بیت ایل کی عبادت گاہ سے اُس نے خطرے کی گھنٹی بجائی (۵:۲۷؛ ۶:۱۴؛ ۷:۱۰) اور خُدا کی عدالت کی پیشین گوئی کی۔

سو عاموس نے جو شمالی اسرائیل کا آخری نبی تھا سامریہ کی تباہی سے ایک نسل پیشتر لوگوں کو پُوری طرح سے آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا۔ اسی طرح مسیح نے اپنا عدالتی پیغام لوگوں کو دیا (متی ۲۳:۳۴-۳۶) اور یہ بھی ایک نسل کے بعد یروشلیم کی تباہی کی صُورت میں پُورا ہُوا۔

تجزیہ

۱:۱-۲ عاموس اپنا پیغام صیون میں پیش کرتا ہے جو اُن دنوں الٰہی حکومت کا حقیقی مرکز تھا۔

۱:۳-۲:۱۶ وہ یہوواہ کی عدالت کی آگ کا جو دمشق، غزہ، صور، ادوم، عموّن، مواب، یہوداہ اور آخرکار اسرائیل کے خلاف بھڑکنے والی تھی ذکر کرتا ہے۔

۳-۴ ابواب وہ پہلے اسرائیل اور پھر دولتمند اور مذہبی غرور رکھنے والے لوگوں سے التجا کرتا ہے کہ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوں۔

۵-۶ " پھر وہ شمالی اسرائیل سے التجا کرتا ہے اور اُن پر افسوس کرتا ہے جو اپنی مذہبی زندگی پر بھروسہ کرتے یا بالکل بے پرواہ ہیں (۵:۱۸ و ۱۹؛ ۶:۱ و ۲)۔

۷:۱-۹:۱۰ پانچ رویاؤں کا سلسلہ جو اُس کے پیغام کو مستند اور نمایاں بنا دیتا ہے۔ اِن میں سے ساہول کی ڈوری کی رویا اصل عدالت کا بیان ہے اور اِس کے بعد عدالت کی ویسی ہی دو رویائیں ہیں۔

۹:۱۱-۱۵ اُس دن کا خوش کُن وعدہ جب داؤد کی سلطنت بحال کی جائے گی اور اِس میں صُلح و چین کی تمام برکات ہوں گی۔

مضامین

بعض نقاد ویل ہاسن کی پیروی کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ ۹:۸-۱۵ میں بیان کردہ پیشین گوئی اسیری کے بعد کے زمانہ میں لکھی گئی۔ لیکن ڈاکٹر ڈرائیور صاحب فرماتے ہیں کہ اِس خیال کے لئے کوئی زبردست دلیل نہیں اور قارئین ضرور محسوس کریں گے کہ تمام پیشینگوئی میں شاندار یکجہتی اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ اصلی نبوّت کی طرح اِس نبوّت کا اختتام بھی پُر اُمید اور حوصلہ افزا پیغام سے ہوتا ہے یعنی (۱) بقیت سے اشخاص مخلصی پائیں گے (۹:۹) (۲) مسیح ضرور آئے گا (۹:۱۱)، (۳) اور اسرائیل ضرور برومند ہوگا (۹:۱۵)۔

عاموس بڑے جوش کے ساتھ پُرزور دعوت دیتا ہے کہ بنی اسرائیل رجوع لائیں اور خُدا کے طالب ہوں (۵:۴، ۶، ۱۴)۔ یہی اُس کے پیغام کا مرکز ہے۔ وہ بےخوف و خطر صاف الفاظ میں اُن کی عبادت کی ظاہرداری اور بُرائی (۴:۴؛ ۵:۲۱) اور بدی اور سماجی بےانصافی جو اِس برگشتگی کا پھل تھا، ملامت کرتا ہے (۲:۶-۸؛ ۴:۱؛ ۵:۱۲؛ ۶:۳؛ ۸:۵)۔

اِس تاریک پس منظر کے برعکس اِس کا خُداوند یہوواہ پر مضبوط ایمان چمکتا ہُوا نظر آتا ہے۔ یہ یہوواہ تمام اشیا کا خالق (۴:۱۳؛ ۵:۸) اور تمام قوموں کا حاکم ہے (۱:۵؛ ۵:۲۷؛ ۹:۷) جو زمانہ ماضی میں اُن کو مخلصی دیتا رہا اور اب بھی اُن کو گناہ ترک کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اُس کے چہرے کے طالب ہوں اور زندہ رہیں (۵:۶)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ موسیٰ اور عاموس کی ابتدائی زندگی، بلاوے اور زندگی کے مقصد میں ہم کیا کیا مشابہت پاتے ہیں؟

۲۔ اِس نبوّت کی کتاب میں توریت کی تاریخ اور احکام کے متعلق حوالہ جات کو تلاش کیجئے۔

۳۔ اُن شخصی اور قومی گناہوں کی فہرست بنایئے جن کے لئے عاموس اُن کو ملامت کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں اِس قسم کے کون کون سے گناہ ہیں؟

۴۔ اِس کتاب میں خدا کی بزرگی اور بھلائی کے بارے میں کیا بیان کیا گیا ہے؟

۵۔ اِس کتاب کا مرکزی پیغام دو احکام میں ملتا ہے (۵: ۴)۔ "طالب ہو اور زندہ رہو۔" خدا نے کس طریقے لوگوں سے اپنی تلاش کروائی؟

۶۔ بغور مطالعہ کیجئے کہ ایسی عبادت جو خلوصِ دلی سے نہ ہو بلکہ محض رسومات پر مبنی ہو بالکل عبث اور فضول ہے۔ ایسی عبادت کو طرزِ جدید میں تحریر کیجئے۔

عبدیاہ

مُصنف، سنِ تصنیف اور حالات

اگرچہ پُرانے عہدنامہ میں عبدیاہ کا نام عام استعمال ہوا ہے اور اُس کا مطلب "یہوواہ کا خادم" ہے تاہم اُن میں سے کوئی بھی وہ عبدیاہ نہیں جو اِس کتاب کا مُصنّف ہے۔

اِس کتاب کا سنِ تصنیف آیات ۱۱-۱۴ کی تفسیر پر منحصر ہے۔ بعض عالموں کا خیال ہے کہ اِن آیات میں یہورام کے عہد کے حالات (۲-تواریخ ۲۱: ۱۶-۱۷) یا آخز (۲-تواریخ ۲۸: ۱۷) کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ آیات یرمیاہ ۴۹: ۱۴-۱۶ کی طرح ادوم کی اُس بُری حرکت کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو اُس نے یروشلیم کی تباہی میں حصّہ لینے سے کی۔ اِس لحاظ سے عبدیاہ اور یرمیاہ ہمعصر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں عبارتیں آپس میں بہت ملتی ہیں۔ عبدیاہ یرمیاہ کے پیغامات سے کم سے کم کسی حد تک واقف ہُوا ہو گا۔

تجزیہ

۱: ۱-۹ اگرچہ ادوم اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا ہے پھر بھی تباہ ہو جائے گا۔

۱: ۱۰-۱۴ وہ گناہ جس کے لئے ادوم کو سزا ملے گی۔

۱: ۱۵-۲۱ "یہوواہ کا دن" نزدیک ہے۔ اس دن ادوم کو سزا ملے گی اور اسرائیل کامیاب ہو گا۔

مضامین

ادوم کا اسرائیل سے محبت کی بجائے دشمنی کا سلوک کرنا اِس نبوّت کی کتاب کا خاص مضمون ہے۔ پیشینگوئی کی گئی کہ اگر ادوم اسرائیل سے اپنے تعلقات درست نہ کرے اور نئی رُوح سے کام نہ لے تو ضرور اُس کو سزا دی جائے گی۔ اسرائیل سے خوشحالی کی برکت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

یہ چھوٹی سی کتاب اپنی عجیب نبوّت کے باعث بہت بیش قیمت ہے۔ بہت سے جدید سیّاح اِس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ نبوّت عجیب طریقہ سے پُوری ہُوئی تھی اور پترہ کے کھنڈرات اِس کے شاہد ہیں۔

خُدا نے ادوم کی عدالت کی لیکن اُس نے یعقوب کے لئے اپنے وعدہ کو یاد رکھا اور اپنے لئے ایک بقیہ محفوظ رکھا جس کے وسیلہ سے کلیسیا کو نجات اور تقدیس حاصل ہُوئی (آیت ۱۷)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

عبدیاہ کی نبوّت اور یرمیاہ ۴۹: ۷-۲۲ اور حزقی ایل ۳۵ کی مشابہات اور متفرقات کا بغور مطالعہ کیجئے۔

یُوناہ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

یُوناہ کے معنی "قُمری" کے ہیں۔ یُوناہ کے متعلق ہم صرف ۲-سلاطین ۱۴: ۲۵ میں پڑھتے ہیں۔ یہاں لکھا ہے کہ یُوناہ نے یربعام دوم کے سامنے پیشینگوئی کی کہ خدا اسرائیل کی پُرانی حدُود اُسے پھر عطا کرے گا۔ یہ بات غالباً یربعام کے عہدِ حکُومت کے ابتدائی ایام میں واقع ہُوئی (تقریباً ۷۸۰ ق۔م)۔ اِس نبوّت کی کتاب کا سنِ تصنیف بتایا نہیں گیا۔ غالباً یہ نینوہ سے واپس آنے کے کچھ ہی عرصہ بعد لکھی گئی۔ یُوناہ جات حفر کا باشندہ

تھا جو ناصرۃ سے چند میل شمال کی جانب واقع تھا۔ وہ عاموس کا ہمعصر تھا۔ اگرچہ کتاب میں اس قسم کا کوئی اشارہ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یُوناہ اس کا مُصنّف ہے تو بھی کتاب کے عنوان اور مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ یُوناہ ہی اس کا مُصنّف ہے۔

بعض بڑے یقین سے یہ خیال کرتے ہیں کہ یُوناہ اس کا مُصنّف نہیں تھا۔ اس دعوے کے حامی وہ لوگ ہیں جو اس کتاب کے معجزات پر شک کرتے ہیں۔ وہ اسے چوتھی صدی ق۔م کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ لیکن اُن کے لئے جو کتابِ مُقدّس میں معجزانہ عناصر کے ماننے والے ہیں تاریخی حقیقت کی مُندرجہ ذیل وجُوہات ہیں:۔

۱۔ اس کا اندازِ بیان سادہ تاریخی کُتب سا ہے۔ جگہوں اور اشخاص کے نام بطورِ تمثیل استعمال نہیں کیئے گئے اور سچی توبہ کے نتیجہ کا مضمون جو اس تمام کتاب میں پایا جاتا ہے اس کی یکسانیت کو ثابت کرتا ہے۔

۲۔ نینوہ کی وُسعت جس سے اکثر نقّاد انکار کیا کرتے تھے اب کھدائی سے ثابت ہو چُکی ہے۔ اندرُونی فصیل کا دائرہ آٹھ میل تھا اور اُس کے گردو نواح کافی علاقہ تھا۔

۳۔ یہُودی اس کی تاریخی صداقت کو تسلیم کرتے تھے۔ وہ تمثیل اور تاریخ کے فرق کو خوب سمجھتے تھے۔ نیز ہمارے خداوند کے متی ۱۲: ۳۹-۴۱ کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بیان صداقت اور حقیقت پر مبنی ہے۔

۴۔ وہ دلائل جو ارامی زبان کی وجہ سے اور یرمیاہ ۵۱: ۳۴ اور چند زبُوروں کے اقتباسات جو اس کتاب کے چند حصّوں کے مشابہ خیال کئے جانے کے باعث پیش کی جاتی ہیں زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یُوناہ کی کتاب کا صحائفِ انبیاء میں شامل ہونا صحت و دُرستی پر مبنی ہے کیونکہ اس کا لکھنے والا نبی تھا اور اُس کے متن میں نبوّت پائی جاتی ہے۔

تجزیہ

۱	باب	یُوناہ کی نافرمانی اور سزا۔
۲	"	یُوناہ کی دُعا اور مخلصی۔
۳	"	یُوناہ کی مُنادی اور نینوہ کی توبہ۔
۴	"	یُوناہ کا بڑبڑانا اور اُس کا ملامت اُٹھانا۔

مضامین

اس کتاب کے مضمون سے سب اچھی طرح سے واقف ہیں۔ خُدا نے نبی کے ذریعہ اس مضمون کو واضح کیا کہ خُدا کے پُرفضل مقاصد اسرائیل سے وسیع تر تھے۔ یُوناہ کے لئے نینوہ ایک آزمائش تھی اور اُس کی خود غرضی اور قوم پسندی کے احساس نے اُسے آمادہ کیا کہ وہاں جا کر خُدا کے پیغام کی منادی کرنے کی ذمہ داری نہ اُٹھائے۔ یہاں تک کہ جب نینوہ کے لوگوں نے توبہ کی تو یُوناہ ناراض ہُوا۔ اس طرح وُہ بذاتِ خود خُدا کے بے نہایت فضل کی مثال بن گیا۔

اس کتاب کے مستقل اور دائمی مضمون کی یاد دہانی ہمارے لئے ایک بڑی ضرُوری چیز ہے۔ اس کہانی سے نہ صرف شخصی و قومی توبہ کا نتیجہ اور خُدا کی غیر اقوام کے لئے فکر مندی ظاہر ہے بلکہ یُوناہ کا معجزانہ طور پر مخلصی پانا خُداوند مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی اعلیٰ تمثیل ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

یُوناہ اور پولُس رسُول کے (اعمال ۲۷ باب) تجربوں کا مقابلہ کیجئے۔

میکاہ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

ہفتادی ترجمہ میں یہ نبوّت کی کتاب جس کا عنوان ہے "خُداوند کا کلام جو میکاہ پر نازل ہُوا" (۱:۱) انبیاءِ اصغر کی تیسری کتاب ہے اور یوں ہوسیع اور عاموس کے بعد آتی ہے۔ میکاہ کی کتاب ان دو کتابوں اور یسعیاہ (جو انبیاءِ اکبر کی کتابوں میں سے ہے) کے درمیان کی کڑی ہے۔ ہوسیع اور عاموس شمالی سلطنت کے متعلق لکھتے ہیں، یسعیاہ جنوبی سلطنت کے متعلق (یسعیاہ ۱:۱) اور میکاہ سامریہ اور یروشلیم کے مُتعلق جو دونوں کے دارالخلافے تھے (میکاہ ۱:۱)۔

میکاہ کے معنی ہیں "یہوواہ کی مانند کون ہے" اور یہ میکایاہ کا مخفف ہے۔ ابھی تک اس کے پیشرو کے الفاظ اس کے کان میں گونج رہے تھے (۱۔سلاطین ۲۲: ۲۸ مقابلہ ۱:۲) جس نے صرف عدالت کا پیغام دیا لیکن میکاہ کی رویا میں قوم کی تسلی اور اطمینان

کا پیغام بھی تھا (۱-سلاطین ۲۲: ۱۷؛ مقابلہ ۲: ۱۲)۔ وہ اکثر جذباتی رَو میں بہہ جایا کرتا تھا (۱: ۸) اور اِس طرح آپے سے باہر ہو جاتا تھا (۳: ۸)۔ وہ مُردہ اور بے معنی رسم پرستی کے سخت برخلاف تھا (۳: ۵-۷)۔ سامریہ کے متعلق اُس کے خوفناک الفاظ (۱: ۶) اور اسی طرح صیّون کے خلاف ہولناک عدالت نے (۳: ۱۲) حزقیاہ پر گہرا اثر کیا اور حاکموں کے دل ہلا دیئے اور اُن میں بیداری پیدا کر دی (۲-تواریخ ۳۰: ۲، ۶، ۷-۸، ۲۷ و یرمیاہ ۲۶: ۱۶-۱۹)۔ میکاہ کی تنہائی دردناک تھی (۷: ۶-۷) لیکن وُہ پُرسکون ہے اور کمالِ ایمان اور یقین کے ساتھ اِس صحیفہ کو ختم کرتا ہے (۷: ۱۸)۔

میکاہ مورشتی مورست جات کا باشندہ تھا (۱: ۱۴) جو یروشلیم سے اُس ترائی پر واقع ہے جو جزیرہ رومّ کی طرف ہے۔ یہ گاؤں تقوع کے بیابان کے مقابل ایک کھُلی اور سرسبز جگہ پر واقع ہے۔ عاموس کا گھر ایک ویران اور بیابان جگہ میں تھا لیکن میکاہ کا گھر ایک خوبصورت اور زرخیز علاقہ میں تھا۔ یہ علاقہ یروشلیم کی سرحد اور مدخل پر تھا۔ یہ مصر کے بادپا گھوڑوں کی گزرگاہ اور اسوری فوجوں کے داخل ہونے کا راستہ تھا (۱: ۱۳ و ۵: ۵، ۶)۔

اِس کتاب میں مختلف خیالات بیان کیے گئے ہیں۔ اگرچہ نبی ایک خیال کے بعد دُوسرا خیال لاتا ہے تو بھی اُس کا زورِ کلام اور جوشِ طبیعت کم نہیں ہوتا۔ یہاں مختلف پیشین گوئیاں ہیں جن کو ایک ہی سلسلہ کے طور پر یکجا کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ میکاہ نے خود اُنہیں مرتب کیا ہو۔ یہ نبوت یوتام کے زمانے میں ۷۴۵-۷۱۵ ق۔م میں شروع ہوئی (۱: ۱)۔ اسور اُس کا سیاسی پس منظر ہے (۵: ۵، ۶؛ ۷: ۱۲) اور بابل دُور اُفق پر دکھائی دیتا ہے (۴: ۱۰)۔ ایک سو بیس سال بعد بھی میکاہ لوگوں کو خوب یاد تھا (یرمیاہ ۲۶: ۱۸)۔

عاموس اور ہوسیع کی طرح میکاہ بھی ایسے لوگوں سے ہمکلام ہوتا ہے جو توریت سے واقف ہیں۔ یہوواہ سے مخاطب ہو کر وہ اُن کی برگشتگی پر زیادہ زور نہیں دیتا لیکن پھر بھی توریت کی مختلف باتوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے (۳: ۵-۷ بمقابلہ استثناء ۱۸: ۱۵-۲۲)۔ وہ امتناعی احکام (۵: ۱۲ بمقابلہ استثناء ۱۸: ۱۰) اور سزاؤں سے واقفیت کا اظہار کرتا ہے (۶: ۱۵ بمقابلہ استثناء ۲۸: ۳۸)۔ نبی مصر سے خروج (۶: ۴ و ۷: ۱۵) اور فتوحات کا (۶: ۵) ذکر کرتا ہے اور موسیٰ (۶: ۴) اور بزرگانِ اسرائیل (۷: ۲۰) کی ہستیاں میناروں کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔ وہ بعد کی رزمیہ شاعری سے بھی واقف ہے (۱: ۴ بمقابلہ قضاۃ ۵: ۵ اور ۱: ۱۰ بمقابلہ ۲-سموئیل ۱: ۲۰) اور تاریخِ جدید کا بھی استعمال کیا ہے (۶: ۱۶؛ مقابلہ ۲-سلاطین ۹: ۳۳)۔ اپنی حدود کے ہر گاؤں کے لئے میکاہ کے پاس ایک خاص پیغام تھا (۱: ۱۰-۱۶)۔ وہ سماجی بے انصافی کی خوب مذمت

کرتا ہے (۲: ۱-۳ و ۳: ۱-۴ و ۶: ۱۰-۱۵ و ۷: ۱-۴)۔ وہ شہر اور دیہات دونوں کی زندگی سے واقف تھا۔ وہ پہاڑی نالوں (۱: ۴)، کھیتوں (۲: ۲، ۱۲)، راتوں (۳: ۶)، کھلیانوں (۴: ۱۲)، شبنم اور بارش (۵: ۷)، ہمیشہ رہنے والے پہاڑوں (۶: ۱-۲) اور سانپ کے خاک چاٹنے (۷: ۱۷) کا ذکر کرتا ہے۔ وہ بُت سازی کی منڈی (۱: ۷)، بڑی تجارت کی تدابیر (۲: ۱)، رئیسوں کی بے رحمی (۳: ۲، ۳)، یروشلیم کی قلعہ بندی (۴: ۸)، رتھوں (۵: ۱۰)، سوداگروں کی دھوکہ بازی (۶: ۱۱) اور خاندانی زندگی کی تباہ حالی بیان کرتا ہے (۷: ۶)۔

معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا پیغام تمام مُلک کو سُنایا گیا۔ "اے سب لوگو، سُنو" (۱: ۲ بمقابلہ یرمیاہ ۲۶: ۱۸) "یہوواہ کے سب لوگوں سے"۔ اِس کے ساتھ ہی دیکھئے میکاہ ۲: ۱۲؛ ۵: ۲؛ ۶: ۱-۲ و ۷: ۱۱، ۱۲، ۱۳)۔

تجزیہ

اِس کتاب کے عنوان کے بعد پیشین گوئیاں تین مجموعوں میں بیان کی گئی ہیں۔ ہر ایک مجموعہ کو لفظ "سنو!" سے شروع کیا گیا (بمقابلہ عاموس)۔

۱: ۱ — کتاب کا عنوان۔

۱: ۲-۲: ۱۳ — "اے سب لوگو سُنو"۔ اِس مجموعے میں سامریہ (۱: ۵) اور نبی کے اپنے دیہاتی علاقہ کے لئے کلام (۱: ۱۰)، بدکاروں پر افسوس، بدکاری کی ملامت (۲: ۱) اور آخر میں اُمید کا پیغام ہے (۲: ۱۲، ۱۳)۔

۳: ۱-۵: ۱۵ — "اے یعقوب کے سردارو... سُنو"۔ اِس میں نبی سرداروں (۳: ۱) اور انبیاء سے خطاب کرتا ہے (۳: ۵)۔ یہاں آنے والی عدالت کا بیان ہے (۳: ۸)۔ وہ یروشلیم کی آئندہ شان و شوکت کی تصویر پیش کرتا ہے (۴ باب)۔ نیز مسیح کی آمد اور اُس کی اعلیٰ و افضل حکومت اور اقوام پر اُس کے اثر کا بیان ہے (۵ باب)۔

۶: ۱-۷: ۲۰ — "اے پہاڑو... سنو"۔ اِس میں ماضی کے مہر و محبت کو یاد دلایا گیا ہے (۶: ۳-۵)۔ شخصی نالائقی کا (۶: ۸) لوگوں کے مکر و فریب کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے (۶: ۱۰-۱۶)۔ "مجھ پر افسوس"! (۷: ۱ بمقابلہ ۲: ۱) آخری مجموعہ کا متواتر

مضمون ہے۔ اُن کی بدی کا بیان کیا گیا ہے (۷: ۲-۶)۔ لیکن نہایت عمدہ طور پر دکھایا گیا ہے کہ نیکی ضرور غالب آئے گی (۷: ۷)، روشنی ضرور چمکے گی (۷: ۸-۱۳)، خُدا فضل اور رحم کرے گا (۷: ۱۴ او ۱۵ اور ۷: ۱۶-۲۰)۔

مضامین

بعض نقادوں کا خیال ہے کہ صرف پہلے تین ابواب ہی میکاہ کی نبوّت ہیں۔ جی۔ اے سمتھ نے بیان کیا ہے کہ "بائبل کی کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جس کے مصنّف کے سنِ تصنیف کے متعلق اس قدر بحث ہوئی ہو لیکن پھر بھی وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ تمام کتاب میکاہ کے زمانے میں لکھی گئی تھی۔ وہ لوگ جو ۵: ۲ کو میکاہ کی پیشین گوئی مانتے ہیں اس بات سے بھی ضرور اتفاق کریں گے کہ میکاہ ۲: ۱۲-۱۳؛ ۴: ۸-۱۰ اور ۷: ۸-۱۳ میں عرصۂ دراز کے بعد مخلصی کی پیشینگوئیاں کر سکتا تھا۔ یقیناً ۳: ۱۲ دیر کے بعد پُورا ہونے کی ایک بڑی اچھی مثال ہے کیونکہ حزقیاہ نے توبہ کر لی تھی معلوم ہوتا ہے کہ ۴: ۱-۳ (بمقابلہ یسعیاہ ۲: ۲-۴) کی تسلّی اور تسکین نبی کو یسعیاہ کے کلام سے حاصل ہوئی۔ تمام کتاب میں بہت سی آیات کی مشابہت یسعیاہ کی کتاب میں پائی جاتی ہے (۱: ۹ بمقابلہ یسعیاہ ۱۰: ۲۸-۳۲ اور ۲: ۲ بمقابلہ یسعیاہ ۵: ۸ اور ۳: ۶ بمقابلہ یسعیاہ ۸: ۱۰ اور ۵: ۳، ۷، ۸ بمقابلہ یسعیاہ ۱۱: ۱۱ اور ۶: ۹ بمقابلہ یسعیاہ ۱۰: ۵ اور ۷: ۱۱ بمقابلہ یسعیاہ ۵: ۵)۔ میکاہ کی نبوّتوں کی ترتیب اور ربط رُوحِ پاک کا کام ہے۔

اس کتاب کا امتیازی وصف جدت پسندی اور انوکھاپن نہیں بلکہ شخصی ذمہ داری ہے۔ اس کی نہایت پُرزور اور پُراثر عبارت صیغۂ متکلم میں ہے۔ ۶: ۶-۸ تمام کتاب مقدس میں بلحاظ شخصی، رُوحانی ذمہ داری کا عظیم الشان بیان ہے۔ خُدا کی عظمت (۱: ۲-۴)، اُس کی پاکیزگی (۶: ۵)، گزشتہ مہربانی کی فراموشی میں اُن کا گناہ (۶: ۳-۴) جھوٹے نبیوں کو ملامت (۳: ۵-۷) اور سماجی بے انصافی وغیرہ (۶: ۱۰-۱۵) یہ سب نہ صرف میکاہ میں بلکہ عاموس اور ہوسیع اور یسعیاہ کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ میکاہ کی کتاب اُن کے درمیان کی کڑی ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱- ایلیاہ اور میکاہ کے کردار اور کام کا مقابلہ کیجئے۔

۲- لفظ "اس لئے" کو غور سے دیکھئے اور جہاں ممکن ہو خیالات کے تعلق کو اپنے الفاظ میں بیان کیجئے۔

۳- قومی اور بین الاقوامی حالات کی خصوصیات کی فہرست تیار کیجئے۔

۴- اس نبوّت کی کتاب کی مدد سے اُس زمانے کی عموماً شہری زندگی اور خصوصاً یروشلیم کی زندگی کا خاکہ کھینچئے۔

۵- اس کتاب کی وہ پیشینگوئیاں جو پُوری ہو چکی ہیں اور وہ جو پُوری ہونے والی ہیں الگ الگ بیان کیجئے۔

۶- اپنے کسی ایسے دوست کو جو کسی رُوحانی یا اخلاقی مشکل سے دوچار ہے، ۷: ۶-۸ کی مدد سے اُس کی تسلّی اور راہنمائی کے لئے خط تحریر کیجئے۔

ناحُوم

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اس نام کے معنی ہیں "ہمدرد"۔ ناحُوم کے متعلق ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ القوشی تھا (۱: ۱)۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ القوش کہاں واقع تھا۔ غالباً جیروم[1] کا یہ خیال کہ وہ شمالی گلیل میں واقع تھا درست ہے۔ یہوداہ کا ذکر (۱: ۱۵) اس بات کا اظہار ہے کہ وہ جنوبی سلطنت میں رہتا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ صفنیاہ کا ہمعصر تھا۔

ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ناحُوم نے نو آمون کے فتح ہونے (۶۶۴-۶۶۳ ق م) اور نینوہ کی تباہی (۶۱۲ ق م) کے درمیانی زمانہ میں یہ نبوّت کی کتاب لکھی تھی کیونکہ اوّل الذکر واقع کو (۳: ۸) ذکرِ ماضی بیان کیا گیا ہے اور مؤخر الذکر کے بارے میں پیشینگوئی کی گئی ہے اور یہ اُس وقت ہوا جب کہ نینوہ پر دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا۔

تجزیہ

۱ باب خُدائے بزرگ و قادر، اُس کا بڑا صبر اور اُس کی راست عدالت۔

1 Jerome

۲-۳ ابواب نینوہ کے محاصرہ، زوال اور تباہی کی پیشینگوئی۔

مضامین

اسلوبِ بیان نہایت دلچسپ اور خوبصورت ہے۔ شاید یسعیاہ سے دوسرے درجہ پر ہے۔ نبی نینوہ کے گناہوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ اسور کا دارالخلافہ اور اسرائیل کا دشمن تھا۔ اُس کی فتح، زوال اور تباہی کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ جی۔ اے سمتھ لکھتا ہے کہ اُس کا زورِ کلام اور اُس کی زبان کی موزونیت اور روانی نے عبارت میں عجیب جاذبیت پیدا کر دی ہے۔ جس طرح یہاں گھوڑوں کے سوار اور رتھیں دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اسی طرح مصنّف بھی جوش و خروش سے بھرا ہوا ہے۔"

اِن تمام اموُر میں اُس پر بھروسہ رکھنے والوں کے لئے خُدا کے صبر اور بھلائی کی جھلک پائی جاتی ہے اور اُس کے عدل و انصاف اور آخری سزا و انتقام کا یہی پس منظر ہے۔

مُطالعہ کیلئے مضامین

یسعیاہ ۱۰: ۲۴-۱۱: ۱۱، یوناہ، ناحوم اور صفنیاہ ۲: ۱۳ میں اسور کے متعلق جو پیشینگوئیاں ہیں اُن کا اسی ترتیب سے مُقابلہ کیجئے۔

حبقُوق

مصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

ہم اس نام کے مصدر سے ناواقف ہیں شاید اس کے معنی ہوں "جو بغلگیر ہوا ہو"۔ مصنّف نے یہویقیم کے عہدِ حکومت میں (۶۰۸-۵۹۷ ق۔م) پیشینگوئی کی، اور وہ یرمیاہ کا ہمعصر تھا۔ تیسرے باب کے مزامیر کی عبارت کی ترتیب کی وجہ سے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک لاوی اور ہیکل کے گانے والوں کی جماعت کا ممبر تھا۔ غالباً یہ کتاب ساتویں صدی ق۔م کے آخر میں تصنیف ہوئی کیونکہ اس میں کسدیوں کا ذکر ہے۔ بعض نقاد ۲: ۹-۲۰ اور تیسرے باب کی صحت پر شک کرتے ہیں لیکن وہ مناسب ثبوت نہیں دے سکتے۔ لائق اور فاضل عُلما کہتے ہیں کہ یہ تمام کتاب حبقُوق نے لکھی کیونکہ اس کے مضمون کی یکسانیت صاف ظاہر ہے۔

۲: ۹-۲۰ کے "افسوس" کی باتیں پیشتر کے کلام کا نتیجہ ہیں آخری باب کی دعا اُن ہی باتوں کا نتیجہ نہیں جن کی وجہ سے باقی پیشین گوئیاں کی گئیں۔

تجزیہ

۱: ۱-۴	اسرائیل کی بدکاری۔
۱: ۵-۲: ۴	کسدیوں کا آنا۔
۲: ۵-۲۰	غیر اقوام کے گناہ اور اُن کی عدالت۔
۳ باب	ایمان کی دعا۔

مضامین

اگرچہ یہوداہ کے گناہوں کا نبی پر بڑا اثر ہوُا (۱: ۱-۴) لیکن غیر اقوام کے گناہوں کا اس پر اور بھی زیادہ اثر ہوُا۔ ناحوم کی طرح وہ صرف الٰہی رحم اور صبر ہی کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ پُر زور آواز سے کہتا ہے کہ خُدا کی عدالت ٹل نہیں سکتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایوب کی طرح حبقوق بھی اس بات پر حیرانی کا اظہار کرتا ہے کہ خُدا گنہگاروں کی کیوں برداشت کرتا اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔

عبارت کے بعض حصّے امتیازی خصوصیت رکھتے ہیں۔ مثلاً ۲: ۴ (بمقابلہ رومیوں ۱: ۱۷، گلتیوں ۳: ۱۱، عبرانیوں ۱۰: ۳۸) جس پر لوتھر نے راستباز ٹھہرائے جانے کی تعلیم کی تشریح کرتے وقت خوب زور دیا۔ ۲: ۳ جس کا اقتباس عبرانیوں ۱۰: ۳۷ میں مسیح کی دوسری آمد کے ضمن میں ہوُا اور پھر باب ۳ جو کہ خُدا کی عظمت کے متعلق ایک شاندار زبور ہے۔ صرف ایک عظیم الشان نبی ہی اس قسم کے الفاظ قلمبند کر سکتا ہے جو تمام زمانوں میں دوسروں کو منوّر کرنے کا باعث ہوئے (دیکھئے ۳: ۱۷-۱۹)۔

۳: ۲-۱۹ کے حوالجات جو پرانے عہدنامہ کی گذشتہ کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں (قضاۃ ۵: ۴-۵ زبور ۱۸ و ۶۸؛ استثنا ۳۳) قابلِ غور ہیں کیونکہ وہ اُن کے لکھے جانے کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۲: ۱-۴ اور ۳: ۱۷-۱۹ کے ساتھ ہی نئے عہدنامہ کے حوالہ جات جن کا پہلے ذکر ہو

چکا ہے اور ایمان کی مثالوں کو جنکا عبرانیوں ۱۱ باب میں ذکر ہوا ہے، مُطالعہ کیجئے۔

۲۔ ۳: ۱۷-۱۹ میں خدا پر فتحمند ایمان اور بھروسہ کا مشاہدہ کیجئے اور اس کا استثنا ۳۳؛ زبُور ۱۸؛ ۲۷ اور نئے عہد نامہ کی عبارات سے مُقابلہ کیجئے۔

صفنیاہ

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

صفنیاہ کے معنی ہیں "وہ جسے یہوواہ نے چھپایا یا محفُوظ رکھا ہے"۔ بعضوں کا خیال ہے کہ جس حزقیاہ کا ذکر ۱: ۱ میں ہے وہ حزقیاہ بادشاہ ہی تھا۔ اگر یہ دُرست ہے تو اس بات سے کتاب پر کافی رُوشنی پڑے گی۔ صفنیاہ یُوسیاہ کا ہمعصر تھا اور غالباً اس کی اصلاحات میں اس کا بڑا ہاتھ تھا (۲-تواریخ ۳۴: ۳-۷)۔ وہ یرمیاہ اور ناحوم کا بھی ہم زمانہ تھا۔

کتاب کی پہلی سطر کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب یُوسیاہ کے عہد میں لکھی گئی (۶۳۷-۶۰۸ ق م)۔ بعض عالموں کا خیال ہے کہ کتاب یُوسیاہ کی اصلاحات (۶۲۱ ق م) سے پہلے معرضِ تحریر میں آئی تھی۔ شاید آنے والے دُشمن کا اشارہ سکوتی حملہ آوروں کی طرف ہے جنھوں نے ہیرودُوتس کے خیال کے مُطابق مغربی ایشیا پر انہی دنوں میں حملہ کیا۔ یہ نبوّت کی کتاب ۶۲۶-۶۲۱ ق م میں لکھی گئی۔

تجزیہ

۱ باب	"خداوند کا دن"، خُدا کی گناہوں کی عدالت۔
۲: ۱-۳: ۷	یرُوشلیم اور قوم کو توبہ کرنے کی دعوت۔
۳: ۸-۲۰	بحالی، خوشی منانے اور نجات کے انتظار کی دعوت۔

مضامین

فلستیہ، موآب، عموّن، کُوشس، اسُور اور یہوداہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اُن کے گناہوں کی عدالت ہونے والی ہے لیکن پہلے باب میں خاص طور پر یہوداہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ صفنیاہ نے آخری دن کے غضب کو پُرانے عہد نامے کے دُوسرے مصنّفین کی طرح نمایاں

طور پر دکھایا ہے۔ آخری عبارت (دیکھئے ۳: ۱۶-۱۷) دُوسری عبارت سے بالکُل علیحدہ ہے۔ یہاں بحال شُدہ یرُوشلیم کی برکات کی پیشین گوئی ہے۔

اگر صفنیاہ کی ملامت کو یُوسیاہ کی اصلاحات کے حوالوں کے ساتھ پڑھیں تو اُس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ انسانی فطرت ہر زمانے میں ایک جیسی ہے۔ اس زمانہ میں بھی خُدا کے بارے میں سُستی اور لاپرواہی قابلِ ملامت ہیں۔ یرمیاہ کی طرح صفنیاہ نرمی سے اصلاح کے لئے التجا نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے ہموطنوں کو اُن کی رُوحانی اور اخلاقی نیند سے جگانا چاہتا ہے اور وہ یہ کام "خُداوند کے دن" پر زور دینے سے کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایسا مضمون ہے جس کی مثال نئے عہد نامہ میں بھی ملتی ہے (۱: ۱۵و۱۶ بمقابلہ رُومیوں ۲: ۵ اور مُکاشفہ ۶: ۱۷)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ "خُداوند کا دن نزدیک ہے" (یسعیاہ ۱۳: ۶؛ یوایل ۱: ۱۵؛ صفنیاہ ۱: ۷؛ زمتی ۳: ۲؛ ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۲؛ مکاشفہ ۱: ۳)۔ غور کیجئے کہ یہ الفاظ کتنی بار بائبل میں آتے ہیں۔ اُن کے مفہوم کا مُطالعہ کیجئے۔

۲۔ صفنیاہ اور ملاکی کی پیشین گوئیوں کا بلحاظ تنبیہہ اور برکت کے وعدوں کا آپس میں مقابلہ کیجئے۔

حجّی

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

نام کے سوائے جس کا مطلب ہے "یہوواہ کی عید" حجّی کی ذاتی زندگی کے مُتعلق کچھ معلُوم نہیں۔ ایک روایت ہے کہ وہ بابل میں پیدا ہُوا اور زرُبابل کے ہمراہ واپس آیا تھا۔ اس کتاب کے مُستند ہونے کا ثبوت ہے کہ عزرا ۵: ۱؛ ۶: ۱۴ میں حجّی کا اُس کے ہمعصر زکریاہ کے ساتھ ذکر آیا ہے اور اُس وقت کے حالات بالکُل ایسے ہی ہیں جیسے کہ اس نبوّت کی کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہفتادی ترجمہ میں ۱۲۷، ۱۴۴-۱۴۸ زبُور، حجّی اور زکریاہ سے منسُوب کئے گئے ہیں۔

نبی اپنے چاروں بیانوں کی ٹھیک تاریخیں بیان کرتا ہے (دیکھئے ۱:۱؛ ۲:۱، ۱۰ و ۲۰)۔ دارا بادشاہ نے ۵۲۱ – ۴۸۶ ق۔م تک حکومت کی۔ اِس لئے حجّی نے ہمارے سال کے مطابق ۵۲۰ ق۔م ستمبر، اکتوبر اور دسمبر کے مہینوں میں نبوّتیں کیں۔

حجّی کی خدمت کی تاریخی ترتیب اور خداداد پیغامات سمجھنے کے لئے عزرا کی کتاب اور خاص کر اُس کے پانچویں اور چھٹے باب کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ۵۳۰ ق۔م میں خورس بادشاہ کے ایک حکم کے مطابق یہودی جلاوطنوں کو واپس جانے کی اجازت مل گئی جس کا خاص مقصد یہ تھا کہ واپس جاکر یروشلیم میں ہیکل کو تعمیر کریں (عزرا پہلا باب)۔ اُن کے فوراً واپس آنے پر کام شروع ہو گیا۔ لیکن متواتر رکاوٹوں کی وجہ سے یہ کام بالکل بند ہو گیا۔

وقت گزرنے پر یہودیوں کا خدا کی ہیکل بنانے کا شوق ٹھنڈا ہو گیا لیکن وہ اپنے گھروں کو بنانے اور انہیں آراستہ کرنے میں مشغول رہے۔ دارا بادشاہ کے تخت نشین ہونے پر حجّی اور زکریاہ خدا کے ایلچیوں کے طور پر آئے تاکہ لوگوں کو خدا کی ہیکل کا کام جاری کرنے کے لئے اُبھاریں۔

تجزیہ

۱:۱–۱۱	پہلی نبوّت۔ خدا کے گھر کو کھنڈرات کی صورت میں چھوڑنے کے لئے ملامت، مُلک میں قحط خدا کی عزّت نہ کرنے کی سزا ہے۔
۱:۱۲–۱۵	زرُبّابل اور یشوع کام شروع کرتے ہیں اور خدا کی مدد کا وعدہ پاتے ہیں۔
۲:۱–۹	دوسری نبوّت۔ تعمیر کرنے والوں کی حوصلہ افزائی جو پست حوصلہ ہو رہے تھے۔ خدا کے وسائل لامحدود ہیں۔ اِس ہیکل کی تعمیر میں خدا کے مقاصد عالمگیر ہیں۔
۲:۱۰–۱۹	تیسری نبوّت۔ خود غرضی ناپاک کرتی ہے۔ لیکن برکات اس روز سے ملنے لگیں گی جب خدا کے گھر کی بنیاد رکھی جائے گی۔
۲:۲۰–۲۳	چوتھی نبوّت۔ زرُبّابل جو کہ خدا کا برگزیدہ خادم اور مسیح کی مثال تھا جس کی سلطنت دُنیا کی سلطنتوں کے تباہ ہونے پر قائم ہو گی۔

مضامین

اگرچہ دوسرے انبیاء نے عموماً ایسا کیا، لیکن حجّی نبی نے بُت پرستی کی مخالفت اور اخلاق اور سماجی گناہوں کی ملامت نہیں کی۔ اُس کا خاص مضمون ہیکل کی از سرِ نو تعمیر ہے۔ یہودی لوگوں کی ہیکل کی تعمیر کی طرف توجہ اُن کے دل کا آئینہ تھی۔ لہٰذا نبی رُوحِ پاک سے معمور ہو کر اِس بات پر زور دیتا ہے کہ خدا اُن کی زمین اور محنتوں پر اِس قدر برکت دے گا جس قدر وہ اُس کی عزّت کا خیال کریں گے اور خدا کی ہیکل کو تعمیر اور آراستہ کریں گے۔ یہ زمینی ہیکل مسیح کی حضوری کے باعث جلال سے معمور ہو جائے گی اور خداوند کے آخری دن جب تمام چیزیں اور دُنیا کی سلطنتیں ہلا دی جائیں گی مسیح خداوند اُن لوگوں کی نجات کا باعث ہو گا جو ذاتی غرض کی نسبت خدا کے جلال کے طالب ہوئے۔ یُوں حجّی نبی اُن کی موجودہ بے وفائی یا وفاداری کو خداوند کے دن اُن کی سزا و جزا کی بنا ٹھہراتا ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ انسان کی خوشحالی کس حد تک اِس بات پر منحصر ہے کہ وہ کس قدر خدا کی عزّت کرتا ہے؟ (دیکھئے متی ۶: ۳۳؛ اعمال ۳: ۶؛ فلپیوں ۴: ۱۱)۔

۲۔ اِس کتاب کے مطابق اپنی آمدنی اور وقت کا کتنا حصّہ خدا کی بادشاہت کے پھیلانے کے لئے وقف کرنا چاہیئے؟ (بمقابلہ ۲۔کرنتھیوں ۹: ۶–۱۵)۔

۳۔ ۲: ۶، ۷، ۲۲، ۲۳ کا عبرانیوں ۱۲: ۲۶ سے مقابلہ کیجئے۔ مخلوقات اور دُنیوی حکومتیں اپنی اپنی قدر و قیمت رکھتی ہیں۔ ایک مسیحی زندگی میں اُن کا کیا درجہ ہونا چاہیئے؟

زکریاہ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

زکریاہ جس کا مطلب ہے "جسے خدا یاد رکھتا ہے" برکیاہ کا بیٹا اور عِدّو کا پوتا تھا (عزرا نے ۵: ۱ اور ۶: ۱۴ میں اُسے بن عِدّو کہا۔ اُس نے درمیانی پُشت کا ذکر نہیں کیا)۔ وہ حجّی

کا ہمعصر تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ جب جلاوطن اسرائیلی آزاد ہوئے تو وہ پہلے گروہ کے ہمراہ یروشلیم آیا۔ اُن میں اُس کا دادا عِدّو کاہنوں کے بارہ گروہوں میں سے ایک کا سردار تھا (نحمیاہ ۱۲:۴)۔ کچھ عرصہ کے بعد زکریاہ اپنے دادا کی جگہ کاہن مقرر ہوا (نحمیاہ ۱۲:۱۶)۔ اس سے ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اُس نے اپنی جوانی میں اسیری سے واپسی کے ابتدائی سالوں میں پہلی نبوّتیں کیں (۲:۴ بمقابلہ ۱-سموئیل ۱۷:۳۳)۔

زمانۂ حال کے بعض نقاد کہتے ہیں کہ آخری چھ باب کسی نامعلوم مصنّف نے تصنیف کئے تھے۔ وہ اس کے لئے اِس کتاب سے مندرجہ ذیل وجُوہات پیش کرتے ہیں۔

(۱) حالات زکریاہ کے زمانہ کے معلوم نہیں ہوتے۔ (۲) ان کی طرزِ تحریر ابواب ۱-۸ سے مختلف ہے۔ یہ دلائل مندرجہ ذیل حقائق کی بنا پر باطل معلوم ہوتے ہیں۔

ا۔ اندرونی وجوہات سے یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ یہ اَبواب کسی خاص زمانے میں تصنیف کئے گئے تھے۔ نقاد بھی ایک دُوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ بعض اُسے جلاوطنی سے پہلے کی اور بعض اُسے زکریاہ کے زمانہ سے بہت دیر بعد کی تصنیف خیال کرتے ہیں۔ لیکن نبوّتیں زکریاہ کے اپنے زمانہ سے موافقت رکھتی ہیں۔

ب۔ یہ اَبواب ابتدائی اَبواب سے اِس لئے مختلف ہیں کہ یہاں ایک مختلف مضمون شروع ہوتا ہے۔ نیز نبی کی زندگی کے کافی سال گذر چکے ہیں۔ باوجود اِس کے دونوں حصّوں کی طرزِ تحریر میں مشابہت کی باتیں ملتی ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چودہ کے چودہ اَبواب ہی زکریاہ کی اپنی تصنیف ہوں گے۔

زکریاہ کی پہلی لکھی نبوّت حجّی کی نبوّت کے دو ماہ بعد پیش کی گئی (۱:۱)۔ اِس کے تین ماہ بعد اُس نے اپنی دُوسری نبوّت کی (۱:۷)۔ تیسری اِس کے دو سال بعد (۷:۱)۔ اس لئے یہ نبوّتیں نومبر ۵۲۰ ق۔م اور دسمبر ۵۱۸ ق۔م کے درمیان کی گئیں۔

اِن ابتدائی نبوّتوں کے حالات حجّی کی نبوّتوں سے ملتے ہیں، جب کہ سترہ سال پہلے لوگوں کے جلاوطنی سے واپس آچکنے کے بعد تمام جوش افسردگی اور لاپرواہی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ غالباً ابواب ۹ - ۱۴ بہت عرصہ بعد میں کہے گئے جب کہ زکریاہ عمر رسیدہ اور کہن سال ہو چکا تھا۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ کن حالات میں اُس نے یہ پیشین گوئیاں کہیں اور لکھیں۔

تجزیہ

۱:۱ – ۶	دیباچہ اور توبہ کی ترغیب۔

۱:۷ – ۶:۱۵	آٹھ رویائیں جن کے خاتمہ پر ایک کام بطور علامت کے بیان کیا گیا۔
۱:۷ – ۱۷	ایک شخص مہندی کے درختوں کے درمیان سُرنگ گھوڑے پر سوار۔
۱:۱۸ – ۲۱	چار سینگ اور چار کاریگر۔
۲:۱ – ۱۳	جریب لئے ہوئے آدمی۔
۳:۱ – ۱۰	یشوع شیطان کے سامنے سرفراز کیا گیا۔ "شاخ" کے بارے میں پیشین گوئی۔
۴:۱ – ۱۴	چراغ اور زیتون کے دو درخت۔
۵:۱ – ۴	اُڑتا ہوا طُومار۔ بدکاروں کی عدالت۔
۵:۵ – ۱۱	ایفا اور عورت۔ گناہ کا مٹایا جانا۔
۶:۱ – ۸	چار رتھیں۔
۶:۹ – ۱۵	علامتی کام۔ یشوع کو تاج پہنانا حکمران مسیح کی طرف اشارہ ہے۔
۷:۱ – ۸:۲۳	سال بہ سال روزوں کی رسم کے متعلق بیان۔ راستبازی اور عیرت کی ترغیب اور اُس کے بعد یروشلیم کی بحالی اور مُلک کی خوشحالی کا وعدہ۔
ابواب ۹ – ۱۴	آخری ایام کے لئے پیشین گوئیاں۔

آنے والا بادشاہ جو اپنے لوگوں کو غیر اقوام سے مخلصی دلائے گا (باب ۹)۔ بُتوں اور جھوٹے گلّہ بانوں کا رد کیا جانا اور اسرائیل کا قوّت پانا (باب ۱۰)۔ اصلی چرواہے کا رد کیا جانا اور جھوٹے چرواہوں کی فتح (باب ۱۱)۔ یروشلیم کی مخلصی اور داؤد کے گھرانے کا اپنے گناہوں پر ماتم (باب ۱۲)۔ صاف کرنے والا چشمہ (باب ۱۳)۔ چرواہے کا مارا جانا اور گلّہ کا پراگندہ ہونا۔ مسیح کے ظہور پر خدا کی بادشاہی کا قائم ہونا اور مسیح کی آخری فتح (باب ۱۴)۔

مضامین

وہ حالات جو حجّی اور زکریاہ کی نبوّتوں کی تحریک کا باعث ہوئے ایک جیسے ہیں۔

CamScanner

لیکن رُوح کی ہدایت سے دونوں کے مضامین مختلف ہیں۔ ہیکل کی دوبارہ تعمیر اور اُن تمام حقیقتوں کو عملی جامہ پہنانا جن کا یہ دیدنی ہیکل نشان ہے حجّی کی نبوّت کا مضمون ہے۔ زکریاہ بنی اسرائیل کی اِس دُنیا میں خدمت پر زور دیتا ہے اور اِس خیال کے پیشِ نظر وہ مسیح کے متعلق پُرزور اور نمایاں پیشینگوئیاں کرتا ہے۔ رویا اور التجا کے ذریعے وہ گناہوں سے توبہ کے لئے خُدا کی دعوت دیتا ہے کیونکہ گناہوں کی وجہ سے خُدا کی عدالت برگزیدہ لوگوں پر آئی۔ اِس کے ساتھ ہی وہ اُن کو تکلیف دینے والی قوموں سے مخلصی کی خبر پہنچاتا اور اُن کے بادشاہ مسیح کی آمد کی خوشخبری دیتا ہے جو اُن کو بحال اور پاک کرے گا اور اُن کو اپنے خادموں کے طور پر غیر اقوام کی نجات اور آخری دِنوں میں زمین پر اپنی بادشاہی قائم کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔

یسعیاہ کے سوائے عہدنامے کے مُصنّفوں نے زکریاہ کی کتاب کا باقی سب کتابوں سے زیادہ استعمال کیا ہے۔ مسیح اور رُوحانی اسرائیل یعنی اُس کی کلیسیا کے متعلق اُس کی پیشینگوئیاں بالکل صاف اور واضح ہیں۔ زکریاہ نے نجات دینے کے کام میں مسیح کے دُکھوں اور جلال کا بالتفصیل ذکر کیا ہے جو کہ اُس کی پہلی آمد اور خُدا کے دن یعنی دُوسری آمد پر ہوگا۔ لُوتھر نے لکھا ہے کہ یہ کتاب صحائفِ انبیاء کا خلاصہ ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ جو درجہ اسرائیل کا اقوام میں ہوگا اُس کا بالتفصیل ذکر کیجئے۔ یہ بات کس قدر مسیح کی کلیسیا اور کس قدر یہُودی قوم پر عاید ہوتی ہے؟

۲۔ ریفرنس بائبل کی مدد سے اِس کتاب کے وہ خیالات جو مُکاشفہ کی کتاب میں پائے جاتے ہیں بیان کیجئے۔

۳۔ مسیح کے متعلق تمام پیشینگوئیاں اور اناجیل میں اُن کے پُورے ہونے کے تمام حوالہ جات کی فہرست تیار کریں۔

ملاکیؔ

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

ملاکی کا مطلب "میرا پیغمبر" ہے۔ مفسّرین یقین سے دعوےٰ نہیں کرسکتے کہ آیا یہ نبی

کا اپنا اصلی نام تھا یا کسی نامعلوم مُصنّف کے بھیجے جانے کے مقصد کو دکھانے کے لئے محض ایک لقب ہے۔ باقی گیارہ انبیاء اصغر نے اپنا نام بتایا ہے اور زیادہ امکان یہ ہے کہ یہاں بھی مصنّف نے اس روایت کو قائم رکھا ہے اور ملاکی اصلی نام ہو۔ نبی کی شخصی زندگی کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے لیکن مفسّرین اس بات پر متفق ہیں کہ اُس کی یہ کتاب خالص خُدا کا کلام ہے، اور کہ اِس کے مضمون میں خاص ترتیب اور اتحاد ہے۔ اِس وقت تک ہیکل کی تعمیر ہو چکی تھی کیونکہ اب اُس کے لئے قربانیاں لائی جاتی تھیں (۱:۷، ۱۰؛ ۳:۱) اور فارسی حکومت کے ماتحت وہاں ایک گورنر حکومت کرتا تھا۔ لیکن غالباً یہ گورنر نحمیاہ نہ تھا (۱:۸ بمقابلہ نحمیاہ ۵: ۱۴-۱۵)۔ ملاکی اُن ہی گناہوں کی ملامت کرتا ہے جو نحمیاہ کے زمانہ میں پائے جاتے تھے (۲:۸-۱۰ بمقابلہ نحمیاہ ۱۳: ۱۰-۱۲ اور ۲: ۱۰-۱۶ بمقابلہ نحمیاہ ۱۳: ۲۳-۲۸ اور ۲: ۸ بمقابلہ نحمیاہ ۱۳: ۲۹)۔ ممکن ہے کہ جس وقت نحمیاہ سوسن میں تھا یہ پیشینگوئیاں کی گئی تھیں (۴۳۲-۴۲۴ ق۔م)۔ ملاکی پُرانے عہدنامے کا سب سے آخری نبی ہے۔

تجزیہ

۱:۱-۵ خُدا کی اسرائیل سے محبت اور ادوم کو رَدّ کرنا۔

۱:۶-۲:۹ کاہنوں کو عیب دار قربانیاں چڑھانے، بدنیتی اور خُدا کے وعدے سے لاپرواہی پر ملامت۔

۲:۱۰-۱۶ غیر اقوام سے شادی کرنے پر ملامت۔

۳:۱-۱۲ خُداوند کا پاک صاف کرنے کے لئے آنا۔ اس کا ملامت کرنا اور برکت دینا

۳:۱۳-۴:۱ عدالت کا آنے والا دن اور یادگار کا دفتر۔

۴:۲-۶ آفتابِ صداقت اور اُس سے پیشتر ایلیاہ نبی کا آنا۔

مضامین

باوجود اُس فضل کے جو خُدا نے اپنے برگزیدہ لوگوں کے لئے ظاہر کیا خُدا کے نام کی بے عزتی کی گئی اور کاہنوں اور عام لوگوں نے اُس کا حق اُسے ادا نہ کیا۔ وہ مُوسوی شریعت کی بیان کردہ ظاہری رُسومات تو مانتے تھے لیکن ساتھ ساتھ ہیکل کی قربانیوں اور عبادتوں اور الٰہی مخصوص شدہ خاندانی زندگی کی پاکیزگی کی بے حُرمتی کرتے تھے۔ ملاکی خُدا کی عبادت

کے لئے خلوص، اور شخصی زندگی کے لئے پاکیزگی چاہتا ہے۔ وہ پیشینگوئی کرتا ہے کہ خُدا غیر اقوام میں سے اپنے لئے ایسے پرستار پیدا کرے گا جو رُوح اور سچائی سے اُس کی عبادت کریں گے (مُقابلہ کیجئے یُوحنّا ۴: ۲۱-۲۴)۔

پاک رُوح کی ہدایت سے پُرانے عہدنامے کی سب سے آخری کتاب کا مُصنّف نئے اور پُرانے زمانے کے الٰہی مکاشفہ کو مُتحد کر دیتا ہے۔ وہ برگزیدہ قوم کو یہ یاد دلاتا ہے کہ وہ مُوسیٰ کی دی ہُوئی شریعت (۴: ۴) کی پُوری تابعداری کریں جو وُہی شریعت ہے جس کا اعلان نبیوں نے کیا (۴: ۵)۔ نیز وہ آنے والے مسیح کا ذکر کرتا ہے جو لوگوں کا اپنے قانونی معیار کے مُطابق انصاف کرے گا اور اُن کو جو خُدا سے ڈرتے ہیں بچائے گا اور پاک کرے گا۔ جہاں پُرانا عہدنامہ ختم ہوتا ہے، وہیں سے نیا عہدنامہ شرُوع ہوتا ہے۔ خُدا کا پیغمبر یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی شخصیت میں ظاہر ہوتا ہے (۳: ۱؛ مرقس ۱: ۲؛ لُوقا ۱: ۷۶)۔ حقیقی نُور چمکتا ہے اور تمام دُنیا کو شفا بخشتا ہے (۴: ۲؛ یُوحنّا ۸: ۱۲؛ ۹: ۵) اور مسیح کی صُورت تبدیل ہونے کے بعد پہاڑ پر مُوسیٰ اور ایلیاہ دکھائی دیتے ہیں تاکہ وہ اِس بات کی گواہی دیں کہ کلوری کی صلیب پر عہدِ عتیق کا نظام تکمیل کو پہنچ گیا (۴: ۴-۵؛ لُوقا ۹: ۳۰، ۳۱)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ چالچلن کے مُختلف پہلوؤں پر غور کیجئے جن میں انسانی خیال الٰہی خیال سے ٹکر کھاتا ہے (''... خُداوند کہتا ہے، تو بھی تم کہتے ہو ....'') اور اُس کا موجُودہ مذہبی اور عام سماجی حالت سے مُقابلہ کیجئے۔

۲۔ ملاکی نبی کی قُربانی کے مُتعلّق تعلیم کا ایک مسیحی کی زندگی کی ''زندہ قُربانی'' سے مُقابلہ کیجئے (رُومیوں ۱۲: ۱-۲)۔

۳۔ اِس کتاب میں مسیح کے مُتعلّق جتنی بھی پیشین گوئیاں موجُود ہیں اُن کا نئے عہدنامہ میں پُورا ہونے کا مُطالعہ کیجئے۔ مثلاً ۳: ۱ کا متی ۱۱: ۱۰ سے مقابلہ کیجئے، وغیرہ

فصل سوم

خُداوند مسیح کی آمد سے مُتعلّق

CS CamScanner

ثابت ہؤا کہ مسیح بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی کہانت کا منصب بھی رکھتا تھا۔
زبور ۱۱۰ میں مسیح کے بادشاہ اور کاہن ہونے میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔
"یہوواہ نے میرے خُداوند سے کہا تو میرے دہنے ہاتھ بیٹھ جب تک کہ مَیں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نہ کردوں۔۔۔۔۔ خُداوند نے قسم کھائی ہے اور پھرے گا نہیں کہ تُو ملک صدق کے طور پر ابد تک کاہن ہے۔"
زبور ۲ میں مسیح بطور بادشاہ ہیکل میں تخت نشین ہوتا ہے۔ "مَیں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کوہِ مقدس صیون پر بٹھا چکا ہوں۔" پس اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موسےٰ کی نبوت اور ہارون کی کہانت اور داؤد کا تخت سب مسیح کے تصور میں یکجا جمع ہیں۔ خُداوند کا ممسوح ایک کامل نبی، کامل کاہن اور کامل بادشاہ ہے۔

مسیح کا تعارف

اُن مختلف مثالوں، تشبیہوں اور استعاروں کو جن کے ذریعے خُدا کے برگزیدوں کو مسیح کا تصور دلایا گیا، اور مسیح کے آنے کی اُمید زندہ رکھی گئی، ایک جگہ جمع کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

۱۔ عمانوایل

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وُہ اُس کا نام عمانوایل رکھے گی۔" (یسعیاہ ۷: ۱۴) عبرانی لفظ "المآہ"[1] کا مطلب "جوان عورت" ہے اور لازمی نہیں کہ وہ کنواری ہو تو بھی یونانی ہفتادی ترجمہ میں یہ لفظ "پارتھینوس"[2] آیا ہے، جس کے معنی کنواری ہیں۔ داؤد کے گھرانے کو یہ نشان دیا گیا ہے۔ اگرچہ شاہی تخت برباد ہو جائے گا تو بھی اس میں سے ایک نکلے گا، جو "خُدا ہمارے ساتھ" (عمانوایل) کہلائے گا۔

اس شاہی بچے (عمانوایل) کے بارے میں نبی آگے چل کر کہتا ہے:-
"اس لیے ہمارے لیے ایک لڑکا تولد ہؤا، اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اُس کے کندھے پر ہوگی اور اُس کا نام عجیب مشیر، خُدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی

1 "almah" 2 "parthenos"

کا شہزادہ ہوگا" (یسعیاہ ۹: ۶)۔

۲۔ دُکھ سہنے والا خادم

یسعیاہ کی نبوتوں میں "خداوند کے خادم" کے متعلق نظموں کا ایک سلسلہ ہے، جو یسعیاہ ۵۳ باب کے "مسیح کے مصائب کے بہترین اور بالتفصیل بیان" میں انتہائی مدارج کو پہنچتا ہے (یسعیاہ ۴۲: ۱-۴؛ ۴۹: ۱-۶؛ ۵۰: ۴-۹؛ ۵۲: ۱۳-۵۳: ۱۲)۔ یہ سب اُس وقت کے تواریخی ماحول کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، لیکن کسی کو اس امر سے انکار نہیں کہ اُن کی تکمیل مسیح کی زندگی، موت اور جی اُٹھنے میں ہوتی ہے اور کہ یہ ایک ایسے "خادم اور فرزند" کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جس نے اپنی کفارہ بخش موت کے وسیلے سے اپنے لوگوں کے گناہوں کا فدیہ دیا۔ نبی کی پہلی رویاؤں میں "خادم" قوم کے لئے استعمال کیا گیا ہے (۴۹: ۳) اور ممکن ہے کہ وہ قوم کی بجائے اسرائیل کے بقیہ کو "خدا کا خادم" پیش کرتا ہے۔ لیکن آخرکار ہمیں ایک خاص فرد دکھائی دیتا ہے (۵۲: ۱۴)، جس کو یہودی ربیوں نے بھی مسیح موعود سمجھا۔ اس مکاشفہ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کا گناہ اور اُس کے خوفناک نتائج کا بوجھ خدا نے خود اُس پر لاد دیا۔ وہ اُس کی عمر کو دراز کرے گا اور اُس کے دُکھ اُٹھانے سے کثیر التعداد لوگ راستباز ٹھہرائے جائیں گے۔ مسیح کی موت اور جی اُٹھنے کے وسیلے سے انسان کی نجات کے الٰہی بھید کا یہ پُرانے عہدنامہ میں واضح ترین بیان ہے۔

۳۔ شاخ

مسیح کو ایک شاخ یا کونپل سے بھی تشبیہ دی گئی ہے، جو داؤد کی جڑ سے پھوٹ نکلی۔ یہ پیشینگوئی اُس وقت ہوئی ہوگی جب کہ شاہی خاندان تاریخی نقطۂ نگاہ سے بالکل پست ہو چکا ہوگا۔ لفظ "شاخ" میں قوم کے فوق الفطرت طور پر دوبارہ اقتدار حاصل کرنے اور معجزانہ نئی پیدائش کے خیال کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ "اُنہی ایام میں اور اُسی وقت میں داؤد کے لئے صداقت کی شاخ پیدا کروں گا اور وہ مُلک میں عدالت و صداقت سے عمل کرے گا" (یرمیاہ ۳۳: ۱۵ بمقابلہ یسعیاہ ۴: ۲؛ یرمیاہ ۲۳: ۵؛ زکریاہ ۳: ۸؛ ۶: ۱۲)۔

۴۔ ابنِ آدم یا آدمزاد

۸ زبور میں یہ لقب اس خیال سے دیا گیا ہے کہ انسان ہر بات میں قادرِ مطلق کا محتاج ہے۔ "انسان کیا ہے کہ تو اُسے یاد رکھے اور آدم زاد کیا ہے کہ اُس کی خبر لے؟" حزقی ایل کی کتاب میں یہی الفاظ انہی معنوں میں نبی نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں۔ دانی ایل ۷: ۱۳-۱۴ کے محاورے کا مطلب اس سے مختلف ہے۔ یہاں پر یہ لقب مسیح کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دانی ایل کی تمام کتاب آخری زمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اور سنِ عیسوی سے پیشتر یہ مسیح کی آمد کی اُمید کو پختہ کرنے میں ایک اہم وسیلہ بن گئی۔ یہ لقب ہمارے خداوند کے ایام میں مسیحِ موعود کی شخصیت کی تفصیل کے لئے عام استعمال نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ اناجیل سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اُس نے "ابنِ آدم" کا لفظ مسیحِ موعود ہونے کی حقیقت کے انکشاف کے لئے نہیں، بلکہ اُس پر پردہ ڈالنے کی غرض سے استعمال کیا۔

۵۔ ابنِ داؤد

"میں اُس فرمان کو بیان کروں گا۔ خداوند نے مجھ سے کہا، تو میرا بیٹا ہے، آج تو مجھ سے پیدا ہوا" (زبور ۲: ۷)۔ دوسرے زبور کے بارے میں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ قطعی طور پر مسیح کی شخصیت کا انکشاف کرتا ہے۔ یہ الٰہی بادشاہ اور اُس کی عالمگیر بادشاہت کو پیش کرتا ہے۔ "مجھ سے مانگ، اور میں قوموں کو تیری میراث کے لئے اور زمین کے انتہائی حصے تیری ملکیت کے لئے تجھے بخشوں گا" (بمقابلہ اعمال ۲: ۲۵؛ ۴: ۲۵؛ ۱۳: ۳۳؛ عبرانیوں ۱: ۵؛ ۵: ۵)۔ ناتن نبی کی پیشینگوئی کے وقت سے (۲۔ سموئیل ۷: ۱۲ و ۱۳)، بنی اسرائیل کو ایک لامحدود سلطنت کی جس کا فرمانروا داؤد کی اصل سے ہوگا، اُمید دلائی گئی جس کی پختگی بعد میں بھی ثابت ہوتی گئی اور جب تک مسیح یسوع پیدا نہ ہوا یہ تاریخی حقیقت نہ بنی۔

۶۔ ستارہ اور عصا

"میں اُسے دیکھوں گا تو سہی، پر ابھی نہیں۔ وہ مجھے نظر بھی آئے گا، پر نزدیک سے نہیں۔ یعقوب میں سے ایک ستارہ نکلے گا اور اسرائیل میں سے ایک عصا اُٹھے گا۔"

بلعام اپنی انتہائی مادہ پرستی اور ذلیل طبع کے باوجود بھی پوری طرح خداوند کی رُوح کے قابو میں آگیا چنانچہ اُس نے بلق کے سامنے یہ شاندار نبوت کی (جس نے اُسے خداوند کی چنی ہوئی قوم کے خلاف لعنت کرنے کے لئے بلایا تھا) گنتی ۲۴: ۱۵-۱۷)۔ عصا بادشاہ کا نشان ہے (دیکھئے زبور ۴۵: ۶ بمقابلہ پیدائش ۴۹: ۱۰؛ عاموس ۱: ۵ و ۸)۔ ستارہ کا استعارہ اِس جگہ بادشاہ کو پیش کرتا ہے۔ یسعیاہ نبی نے بابل کے بادشاہ کو گرا ہوا ستارہ کہا ہے (۱۴: ۱۲)۔ پس جب نئے عہدنامہ میں یوحنا عارف نے مسیح کو یہ اعلان کرتے ظاہر کیا کہ "میں داؤد کی اصل و نسل اور صبح کا چمکتا ہوا ستارہ ہوں" (مکاشفہ ۲۲: ۱۶)، تو یہ نئی تشبیہ نہ تھی۔ یہودی مفسروں نے بلعام کے اِن الفاظ کا مفہوم مسیح کے متعلق سمجھا، کیونکہ ایک ترگم (عہدِ عتیق کی عبرانی تفسیر) میں ارامی الفاظ میں اِس عبارت کا مطلب یوں لکھا ہے کہ "ایک بادشاہ یعقوب کے سینگ سے نکلے گا، اور اسرائیل کے گھرانے میں سے ایک مسیح خداوند کے لیے مسح کیا جائے گا"۔ اُمید کے لیے "چمکتے ہوئے ستارے" سے بہتر اور کوئی استعارہ نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ مجوسی جو ستارہ دیکھ کر اُس کے پیچھے پیچھے بیت لحم کو آئے تھے، بلعام کی اِس نبوت سے واقف تھے۔

۷۔ شیلوہ

"یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اُس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شیلوہ نہ آئے" (پیدائش ۴۹: ۱۰)۔

یہ مشکل عبارت ہے۔ لیکن مدت مدید اور عرصۂ بعید سے اُسے مسیح کی طرف اشارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ متن کے بارے میں مختلف خیالات ہیں۔

۱۔ شیلوہ خاص نام ہے، اور مسیح کے لیے لقب مستعمل ہے۔ اور "سلامتی کے شہزادے" کا ہم مطلب ہے۔ غالباً یہ لفظ بابلی لفظ "شیلو" کا ہم اصل ہے جس کا مطلب شہزادہ ہے۔

۲۔ شیلوہ اُس جگہ کا نام ہے، جہاں یشوع نے عبادت کا خیمہ کھڑا کیا، اور اِس آیت کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "جب تک وہ (یہوداہ) شیلوہ میں نہ آئے" تاکہ وہ یہاں خاص رتبہ حاصل کرے۔

۳۔ شیلوہ کو قدیم ترجموں کی طرح دو لفظ سمجھیں، یعنی "جس کا یہ ہے"۔ چنانچہ

ربی جے۔ ایچ۔ ہرٹز ترجمہ کرتا ہے "یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی، نہ اُس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، جب تک وہ جس کا یہ ہے نہ آئے"۔ جس سے [illegible] ہے کہ جب تک وہ اپنوں میں نہ آئے، اور تمام قبیلے اُس کے ماتحت نہ ہوں۔ خواہ کسی طرح بھی ترجمہ ہو، مسیح کی طرف اشارہ چھپا نہیں رہ سکتا۔

۸۔ شاہی دُلہا

(دیکھئے زبور ۴۵)۔ یہ شادی کا گیت کسی عبرانی بادشاہ، غالباً سلیمان کی شاہِ مصر کی لڑکی سے شادی کے وقت لکھا گیا تھا۔ اِس زبور کے گہرے مفہوم کی بنا پر اِس [illegible] عام طور پر مسیح کا زبور کہا گیا ہے، اور اِس میں مسیح بادشاہ کی اُس کی دُلہن یعنی کلیسیا کے [illegible] شادی کی تشبیہ ہے۔ بعض فقرے تو ایسے واضح اور عیاں ہیں کہ وہ خداوند کے [illegible]ی ہوتے ہیں (دیکھئے آیات ۲، ۶، ۷، ۱۳، ۱۴ بمقابلہ متی ۲۲: ۱-۱۴؛ اور [illegible]یوں ۵: ۲۲؛ مکاشفہ ۱۹: ۶-۹)۔

۹۔ کونے کے سرے کا پتھر

"دیکھو میں صیون میں بنیاد کے لئے ایک پتھر رکھوں گا، آزمودہ پتھر، محکم بنیاد کے لئے کونے کے سرے کا قیمتی پتھر: جو کوئی ایمان لاتا ہے، قائم رہے گا" (یسعیاہ ۲۸: ۱۶)۔

یہ زیادہ تر مسیح کی سلطنت کا حوالہ ہوگا، جو یقینی مستقل اور غیر فانی ہونے کی وجہ سے اسوری، مصری اور خود یہوداہ کی سلطنت سے نمایاں امتیاز رکھتی ہے، کیونکہ داؤد کی سلطنت خدا کی غیر فانی سلطنت کا سایہ اور عکس ہی تھی۔ اِس مفہوم کے لئے دانی ایل اور نبوکدنضر کے خواب کی تعبیر کو بطور تصدیق تسلیم کیا جا سکتا ہے (دانی ایل ۲: ۳۴-۴۴)۔ لیکن علاوہ ازیں یہ پتھر بنیاد کے لئے کونے کے سرے کا قیمتی پتھر خود مسیح کے لئے نشان اور علامت ہے۔ اِس کی ذات اور کام کو ظاہر کرنے کا یہ ایک اور طریقہ ہے۔ اسرائیل کا شیریں نغمہ سرا اِس کا یہی مفہوم لے لیتا ہے۔

"جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وُہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہُوا، اور ہماری نظر میں عجیب ہے" (زبور ۱۱۸: ۲۲-۲۳)۔

ہمارا خداوند اِس استعارے کو تاکستان کی تمثیل میں اپنے آپ پر عائد کرتا ہے، کیونکہ یہودیوں نے اُسے رد کیا (لوقا ۲۰: ۱۷)۔ ابتدائی کلیسیا اِس خیال سے

واقف تھی۔ اور پطرس رسول نے اس کو غیر مبہم اور صاف طور پر واضح کرنے میں
کوئی جھجک محسوس نہ کی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "اُس ... کے رد کئے ہوئے پر
خدا کے چنے ہوئے اور قیمتی زندہ پتھر ..... وہی کونے کے سرے کا پتھر
...س
(۱۔ پطرس ۲ : ۴ ۔ ۷)۔
...بائبل کے

۱۰۔ یہوواہ کا فرشتہ (عبرانی میں ملک یہوواہ)

...رف
پُرانے عہد نامے میں اس کے علاوہ انسان پر خدا کے ... اشارہ
الگ طریقہ بھی ہے (پیدائش ۱۶، ۱۸، ۲۲؛ خروج ۳؛ یشوع ۵؛ قضاۃ ... الفاظ کا مفہوم
خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پُراسرار "یہوواہ کا فرشتہ" یہوواہ کی مانند لیکن اُس سے جدا ... الفاظ میں
ہے۔ ڈاکٹر چارلس ہاج اس نظریہ کو یُوں پیش کرتے ہیں۔ "وہ فرشتہ جو ہاجرہ ... ملے گا،
موسیٰ، یشوع، جدعون، منوحہ پر ظاہر ہوا، جسے یہوواہ کہتے ... پید
خداوند کے طور پر اُس کی عبادت ہوتی تھی، جو الٰہی بندگی کا دعویدار تھا، او... بھی
استعمال کرتا تھا، جسے انبیا اور زبور نویسوں نے خدا کا بیٹا، مشیر، سلامتی کا شہزادہ ... سے واقف
خدائے قادر کہا ہے جس کے بارے میں اُنہوں نے پیشین گوئی کی کہ کنواری سے پیدا
ہوگا اور جس کے سامنے ہر ایک گھٹنا جھکے گا اور جس کے سامنے آسمان اور زمین
کی ہر ایک چیز اقرار کرے گی، وہ ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع مسیح کے سوا
اور کوئی نہیں جسے ہم مانتے ہیں، اور جس کی ہم بطور خداوند اور نجات دہندہ
عبادت کرتے ہیں۔

مسیح کی ذات

مسیح کی آمد کی اُمید اپنے آخری مدارج میں ایک خاص شخص پر مرکوز ہوئی۔
وہ مسیح موعود صدی بہ صدی پیشینگوئیوں کے باعث زیادہ نمایاں ہوتا جاتا ہے، اور ہوتے ہوتے
اُس کی خوبیاں بالکل واضح نظر آتی ہیں۔ عہدِ عتیق کی پیشینگوئیاں مسیح کے متعلق
تین اہم پہلوؤں کا بیان کرتی ہیں۔

۱۔ اُس کی الٰہی نسل

مسیح کو خداوند کہا جاتا ہے (یسعیاہ ۴۰ : ۳ بمقابلہ ملاکی ۴ : ۵؛ متی ۳ : ۳؛

۱۱ : ۱۰ ۔ ۱۴)۔ وہ "خدائے قادر" ہے (یسعیاہ ۹ : ۶ ۔ ۷)۔ وہ عمانوایل ہے (یسعیاہ
۷ : ۱۴)۔ وہ ازلی "بیٹا" ہے (زبور ۲ : ۷ بمقابلہ اعمال ۱۳ : ۳۳؛ عبرانیوں ۱ : ۵؛ لوقا
... مسیح پکڑوایا گیا ... "بادشاہ" ہے (زبور ۴۵ : ۱ و ۶ بمقابلہ عبرانیوں ۱ : ۸)۔
"میرے ... وہی خالق" ہے (زبور ۱۰۲ : ۲۵ ۔ ۲۷؛ عبرانیوں ۱ : ۱۰ ۔ ۱۲)۔
...جلالات اُٹھا لگی" ہے (زبور ۱۱۰ : ۱ بمقابلہ متی ۲۲ : ۴۱ ۔ ۴۵)۔ وہ
...نے پُروقار خاموشی لا خداوند" ہے (زبور ۶۸ : ۱۸ بمقابلہ اعمال ۱ :
... وہ ستایا گیا، تو بھی اُس ...
... مقرر ... نے کو ... جاتے ہیں ... نسل
... ہے، اُسی طرح وہ ...
کے بارے ... یہ بات قابل غور ہے کہ یہ پیشینگوئیاں وسیع پیمانہ پر انسانی نسل
مشروع ہو کر بالآخر ایک فرد تک محدود ہو جاتی ہیں۔ پُرانے عہد نامہ میں کسی
اور ... یا بات کا ایسا نمایاں اور بتدریج اظہار نہیں ہے۔

... کی نسل

"اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان
عداوت ڈالوں گا۔" یہ مخلصی دینے والے کی پہلی اطلاع ہے، جو ابتدائی خوشخبری
کہلاتی ہے (پیدائش ۳ : ۱۵ بمقابلہ متی ۱ : ۱۸؛ عبرانیوں ۲ : ۱۴ ۔ ۱۵)۔

ابرہام کی نسل

"خداوند نے ابرام سے کہا کہ ..... زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں
گے" (پیدائش ۱۲ : ۱ ، ۳؛ ۲۲ : ۱۸؛ ۲۶ : ۴ بمقابلہ متی ۱ : ۱؛ اعمال ۳ : ۲۵ ۔
۲۶؛ گلتیوں ۳ : ۸ ، ۱۶)۔

اضحاق کی نسل

"اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا" (پیدائش ۲۱ : ۱۲ بمقابلہ رومیوں ۹ : ۷؛
گلتیوں ۴ : ۲۸)۔

یعقوب کی نسل

"زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلے سے برکت پائیں گے"
(پیدائش ۲۸ : ۱۴ بمقابلہ متی ۱ : ۲)۔

یہوداہ کی نسل

"یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی، اور نہ اُس [illegible] موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے۔ اور قومیں اُس کی [illegible] (پیدائش ۴۹: ۱۰ بمقابلہ عبرانیوں ۷: ۱۴؛ مکاشفہ ۵: ۵)۔

یسّی کی نسل

"اور یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی اور اُس کی جڑ [illegible] شاخ پیدا ہوگی اور خداوند کی رُوح اُس پر ٹھہرے [illegible] بمقابلہ متی ۱: ۶؛ لوقا ۳: ۳۲)۔

داؤد کی نسل

"مَیں نے اپنے برگزیدہ کے ساتھ ایک عہد باندھا ہے۔ مَیں نے اپنے بندہ داؤد سے قسم کھائی ہے۔ مَیں تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے قائم کروں گا اور تیرے تخت کو پُشت در پُشت بنائے رکھوں گا" (زبور ۸۹: ۳-۴ و ۳۵-۳۶ بمقابلہ ۲-سموئیل ۷: ۱۲-۱۳؛ مکاشفہ ۳: ۷؛ ۲۲: ۱۶؛ ۲-تیمتھیس ۲: ۸؛ اور دیکھئے ۱-سلاطین ۹: ۵)۔

کنواری سے پیدائش

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا۔ اور وہ اُس کا نام عمانوایل رکھے گی" (یسعیاہ ۷: ۱۴)۔

جائے پیدائش

"لیکن اَے بیت لحم افراتاہ، اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے، تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اُس کا مصدر زمانۂ سابق، ہاں قدیم الایام سے ہے" (میکاہ ۵: ۲ بمقابلہ متی ۲: ۱-۶؛ لوقا ۲: ۴، ۱۵؛ یوحنا ۷: ۴۲)۔

۳۔ اُس کا دُوسروں کے عوض دُکھ اُٹھانا

یہ الٰہی اور انسانی ذات کا مالک پُرانے عہدنامہ میں اپنے لوگوں کی خاطر دُکھ اُٹھاتا ہُوا دکھایا گیا ہے۔ ایک شاہی نژاد معصوم دُکھ اُٹھانے والے کی صورت میں اُس کے مصائب کا پُورا مطلب صرف مسیح کی زندگی اور موت سے ہی روشن

ہوتا ہے۔ پرانے عہدنامے کی اِن سلسلہ وار پیشینگوئیوں کی خصوصیت کا اندازہ صرف اُنکی تکمیل سے جو مسیح کی موت میں ہُوئی، لگا سکتے ہیں۔

مسیح پکڑوایا گیا

"میرے دِلی دوست نے جس پر مجھے بھروسا تھا، اور جو میری روٹی کھاتا تھا مجھ پر لات اُٹھائی ہے" (زبور ۴۱: ۹ بمقابلہ یوحنا ۱۳: ۱۸)۔

[illegible] نے پُروقار خاموشی اختیار کی جس سے دُوسرے ملزم ٹھہرے

[illegible] وہ ستایا گیا، تو بھی اُس نے برداشت کی اور مُنہ نہ کھولا۔ جس طرح برّہ جس کو ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان ہے، اُسی طرح وہ خاموش رہا" (یسعیاہ ۵۳: ۷ بمقابلہ متی ۲۷: ۱۴؛ اعمال ۸: ۳۲)۔

اُسے بے رحمی سے کوڑے مارے گئے

"تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں" (یسعیاہ ۵۳: ۵؛ ۵۰: ۶ بمقابلہ متی ۲۷: ۲۶)۔

اُسے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا

"اُس کا چہرہ ہر ایک بشر سے زائد بگڑ گیا تھا" (یسعیاہ ۵۲: ۱۴ بمقابلہ متی ۲۷: ۲۹)۔

اُسے مصلوب کیا گیا

"وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں" (زبور ۲۲: ۱۶)۔ "اور وہ اُس پر جس کو اُنہوں نے چھیدا ہے، نظر کریں گے" (زکریاہ ۱۲: ۱۰ بمقابلہ یوحنا ۱۹: ۱۸، ۳۷)۔

اُس کا ٹھٹھا اُڑایا گیا

"وہ سب جو مجھے دیکھتے ہیں میرا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ وہ مُنہ چڑاتے، وہ سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں، اپنے کو خداوند کے سپرد کر دے، وُہی اُسے چھڑائے، جب کہ وہ اُس سے خوش ہے، تو وُہی اُسے چھڑائے" (زبور ۲۲: ۷-۸ بمقابلہ متی ۲۷: ۳۹-۴۳)۔

اُس کے کپڑے بانٹ دیئے گئے

"وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں۔ اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں"

(زبور ۲۲: ۱۸ بمقابلہ یوحنا ۱۹: ۲۴)۔

چھوڑ دیئے جانے کی پُکار

"اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" (زبور ۲۲: ۱ بمقابلہ متی ۲۷: ۴۶ ؛ مرقس ۱۵: ۳۴)۔

اُس نے کہا، مَیں پیاسا ہُوں

"اُنہوں نے مجھے کھانے کو اندرائن بھی دیا۔ اور میری پیاس بجھانے کو اُنہوں نے مجھے سرکہ پلایا" (زبور ۶۹: ۲۱ بمقابلہ یوحنا ۱۹: ۲۸ ؛ متی ۲۷: ۳۴)۔

وُہ صلیب پر ملعُون کی مَوت مؤا

"کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے، وُہ خدا کی طرف سے ملعُون ہے" (استثناء ۲۱: ۲۳ ؛ گلتیوں ۳: ۱۳)۔

وُہ خُدا کا برّہ تھا (خروج ۱۲: ۳ ؛ یوحنا ۱: ۲۹)

اُس کے خون سے عہد پر مہر ہُوئی (خروج ۲۴: ۸ ؛ لوقا ۲۲: ۲۰) اور اُس کے ایک بار ہی قربان ہونے سے شریعت کی تمام قربانیوں کی تکمیل ہُوئی (عبرانیوں ۱۰: ۴-۱۰)۔

پس مسیح کی آمد کی اُمید کی تکمیل خداوند یسُوع ہی میں ہُوئی۔ وُہ فی الحقیقت الٰہی اِنسانی ذات تھا جو کلوری کی صلیب پر ہمارے گناہوں کے لئے زخمی اور ہماری بدکرداریوں کے باعث کُچلا گیا۔ یہ مدّت کی اُمید یسُوع ناصری کے تواریخی تجسّم، زندگی، موت، جی اُٹھنے اور آسمان پر اُٹھائے جانے میں پُوری ہوئی جس کی دوبارہ آمد ہر ایک اُمید کی پُوری تعبیر اور پُوری تکمیل ہوگی۔

پندرھواں باب

ملاکی سے متّی رسُول تک

جب مُطالعہ کنندہ عہدِ عتیق کی آخری کتاب ملاکی کو چھوڑ کر عہدِ جدید کے متّی رسُول کی انجیل کے پہلے اوراق اُٹھاتا ہے، تو اُسے احساس ہوتا ہے کہ وہ اب بالکل نئے ماحول میں ہے۔ یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نئی دُنیا میں داخل ہو گیا ہے۔ اِس یک لخت تبدیلی کے باعث حیران ہونے کی کوئی ضرُورت نہیں۔ ہمیں یاد رکھنا ہے کہ عزرا اور نحمیاہ کی تاریخوں، حجّی، زکریاہ اور ملاکی کی نبوتوں اور خُداوند یسُوع کی بیت لحم میں پیدایش کے درمیان چار سو سال کا عرصہ ہے۔ مثال کے طور پر ہم لاہور کے ایک شہری کے ردِّ عمل کا اندازہ لگائیں جو اکبرِ اعظم کے ایام میں سو گیا تھا، اور زمانۂ حال میں جاگ اُٹھے۔ ایسے انسان کے لئے پانی پت اور دارا شکوہ اور اورنگ زیب کے نام بے معنی سے ہوں گے۔ اور جب وہ گرجا گھر میں جائے گا، تو اُسے عبادت کا طریقہ سمجھ میں نہ آئے گا۔ اِسی طرح ملاکی نبی اور متّی رسُول کے درمیان کے چار سو سال کے عرصہ میں اِسّس اور اکٹیم[1] جیسی فیصلہ کُن لڑائیاں لڑی جا چکی تھیں۔ اور سکندر اور جولیس[2] قیصر جیسے نام بہت مشہور ہو چکے تھے۔ اِس دوران میں فریسی اور صدُوقی عرُوج پر پہنچ چکے تھے۔ کتابِ مقدّس کا ہفتادی ترجمہ بھی ہو چکا تھا۔ اِس باب کا مقصد یہ ہے کہ یہ بتایا جائے کہ اِن واقعات سے بنی اسرائیل کس قدر متاثر ہوئے، اور ایسے محاوروں کا مقصد اور مطلب بتایا جائے جن کا پُرانے عہدنامہ میں فقدان ہے اور بغیر کسی تعارف کے عہدِ جدید میں معرضِ تحریر میں آ گئے۔

زیرِ مُطالعہ زمانے میں بابلی، مادی، فارسی، یُونانی اور رُومی سلطنتیں اِس ترتیب سے وجُود میں آئیں۔ وہ سلطنتیں نبوکدنضر کے خواب کی اُس بڑی مُورت کا مضمُون تھیں جس کی تعبیر دانی ایل نے کی، اور دانی ایل ۲: ۳۱-۴۴ میں پائی جاتی ہے۔ اِسرائیل

1 Issus and Actium 2 Julius

کا باری باری اُن سب طاقتوں سے واسطہ پڑا۔ مشرقِ وسطےٰ کے نقشے پر ایک نظر یہ ظاہر کر دے گی کہ کس طرح کنعان شمال مشرق میں مسوپتامیہ کی وادی اور جنوب مغرب میں دریائے نیل کی وادی کی سلطنتوں کے درمیان فاصل ریاست ہے جیسے گزشتہ زمانوں میں چھوٹی اور کمزور ریاستیں اپنے طاقتور ہمسایوں کے رحم و کرم پر تھیں۔ اسی طرح جب ہم آگے مطالعہ کریں گے تو دیکھیں گے کہ کس طرح کنعان کی قسمت اپنے گرد و نواح کی مضبوط قوموں کی قسمت سے مربوط و وابستہ تھی۔

فارسی سلطنت

بابل کی سلطنت کے اختتام اور فارسی عہدِ حکومت کے آغاز کا بیان پرانے عہدنامہ میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اُس کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خورس شاہِ فارس نے پہلے دیو کو فتح کر لیا۔ اُن کا آپس میں گٹھ جوڑ ہو گیا۔ اُس نے ۵۳۹ ق م میں بابل کو زیر کر لیا۔ ۵۳۸ ق م میں خورس نے یہودیوں کے متعلق احکام جاری کئے اور اسیروں کی پہلی جماعت سردار زربابل اور یشوع کاہن کے ہمراہ وطنِ مالوف کو واپس آئی۔ عزرا اور نحمیاہ بہت دیر کے بعد لوٹے۔ عزرا ۴۵۸ ق م کے قریب اور نحمیاہ ۴۴۵ ق م میں یکے بعد دیگرے مُلکِ کنعان میں آئے۔

پس ملاکی اور متی رسول کے درمیانی زمانے کے پہلے حصے کا تعلق فارسی حکومت کے آخری ایام سے ہے (تقریباً سو سال یعنی ۴۳۲ - ۳۳۲ ق ۔م۔ اوّل الذکر وہ سن ہے، جب نحمیاہ دوبارہ یروشلیم میں آیا اور موخر الذکر سال میں فارسی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ یہ سو سال یہودیوں کے لئے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ بہت دور مغرب میں یونانی اور مشرق میں پارتھی لڑائیاں لڑ رہے تھے۔ لیکن فارسی شہنشاہ مصر اور مسوپتامیہ پر بلا شرکتِ غیر اپنا تسلط رکھتے تھے، جس سے کنعان جو دونوں مُلکوں کے درمیان واقع تھا، امن و امان سے رہا۔ لیکن پھر بھی ان ایام کے چند ایک ضروری حالات قابلِ غور ہیں۔

اسیری کے بعد یہودی کا لقب جو پہلے صرف یہوداہ کی اولاد کے لئے مخصوص تھا، تمام بنی اسرائیل کے لئے استعمال ہونے لگا۔ وہ لوگ جو بابل سے واپس آئے، بت پرستی کے گناہ سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو کر آئے۔ وہ اس قدر بت پرستی سے متنفر ہو گئے تھے کہ ایک اور خطرہ نظر آنے لگا۔ وہ اِرد گرد کی اقوام سے مِلکر رہنے کی بجائے اُنہیں نہایت ذلیل اور قابلِ نفرت سمجھنے لگے۔ فقیہوں کا گروہ یہودی نسل اور یہودی خون کے خالص ہونے پر زور دیتا

تھا اور اُن کے پاس ایک ہی قابلِ فخر چیز رہ گئی تھی، جو شریعت تھی۔ فقیہہ کا لفظ پہلے پہل کاتب یا منشی کے لئے استعمال ہوتا تھا، لیکن عزرا کے زمانے سے (عزرا ۷: ۱۰-۱۲) یہ نام ایک خاص فرقے کے لئے مخصوص کر دیا گیا، جنہوں نے اپنے آپ کو شریعت کے تحفظ، اُس کے مطالعہ اور تفسیر کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ وہ لفظی طور پر اُس کی بہت احتیاط کرتے، لیکن اُس کے رُوحانی مفہوم سے بے اعتنا تھے (لوقا ۱۱: ۴۲)۔ بے شک قوم کی برتری کا یہ احساس مسیح کی آمد کی تیاری کی تکمیل کے لئے قدرے کار آمد چیز تھا لیکن یہ صاف نظر آتا ہے کہ کس طرح یہ علیحدگی، جو قومی غرور کے جھوٹے جذبے پر مبنی تھی، فریسیوں کی تعلیم کا بدترین بیج بونے لگی۔

اسیری کے ایام میں، جب بنی اسرائیل ہیکل سے بہت دُور تھے، تو اُنہوں نے اپنی عبادت کا سادہ طریقہ رائج کر لیا تھا، جس میں شریعت کی تلاوت کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ اِس طرح وہ شریعت کے خیال کے ساتھ عبادت خانہ کو مربوط کرنے لگے۔ جب کبھی ہمیں یاد آتا ہے کہ مسیحی کلیسیا کی عبادت اور ترتیب یہودیوں کے عبادتخانہ کی مرہونِ منت تھی تو اس نئے طریقے کی اہمیت کو نظر انداز نہ کریں۔ فارسی عہد میں ایک اور تبدیلی ہوئی یعنی سردار کاہن کو سیاسی اہمیت بھی دی گئی۔ انہوں نے یہی بہتر جانا کہ یہودی قوم کو سردار کاہن کے ہاتھوں میں دے دیں۔ وہ قوم کا مرکز اور سہارا بن گیا اور فاتحین اُس کو بطورِ سیاسی ہتھیار استعمال کرنے لگے۔ اسی طرح فارسی سیاست اور یہودی قومیت دونوں شیر و شکر ہو گئیں۔

یہاں پر "سنہیڈرن" یعنی یہودی صدرِ عدالت کے آغاز اور اُس کی تشکیل کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ لفظ بعد میں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے مقدمہ کے سلسلہ میں نفرت انگیز بن گیا۔ سنہیڈرن کی تقریباً اُسی یعنی فارسی زمانہ میں تشکیل ہوئی۔ شاید عزرا کے ایام میں یروشلیم میں اس کی ابتدا ہوئی۔ اُس وقت ستر یہودی بزرگ مشاورتی جماعت کے طور پر مقرر ہوئے۔

جو کچھ یہودی خون کے نسلی غرور کے بارے میں کہا جا چکا ہے اس کے پیشِ نظر یہ امر باعثِ حیرانی ہے کہ اُسی وقت ایک اور تبدیلی رُونما ہوئی۔ اسیر اپنے ساتھ اپنے فاتحین کی بولی بھی لائے۔ یعنی کلدی یا ارامی ایسی زبان جو عبرانی سے قدرے ملتی جلتی تھی۔ وہ پہلے ہی کنعان میں ارامی اور بابلی نو آبادکاروں کے ذریعہ سے داخل ہو چکی تھی۔ عبرانی صرف عبادت اور مکاشفہ کی زبان رہ گئی۔ لیکن اب عام لوگ

ارامی بولی بولنے لگے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا خُداوند خُود بھی اِس زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ہمارے لیے اناجیل میں ارامی زبان کے بعض الفاظ جُوں کے تُوں محفوظ کیئے گئے ہیں (مثال کے طور پر مرقس ۵:۴۱؛ ۱۵:۳۴)۔

یُونانی سلطنت

اہلِ فارس مغرب کی طرف یورپ میں اپنی سلطنت پھیلانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ مارتھن[1] ۴۹۰، سلیمس[2] ۴۸۰ اور پلاٹیا[3] ۴۷۹ ق م کی لڑائیاں ایرانی پیش قدمی کو روکنے اور یُونان کی شہری ریاستوں کی بہادرانہ مزاحمت کے فیصلہ کُن نتائج کے لیے بہت اہم ہیں۔ ۳۳۶ قبل از مسیح میں یُونان خُود بھی دُنیا کو فتح کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا، اور سکندر کے جھنڈے تلے آ کر اپنے جوش اور اتحاد کا ثبوت دیا، جو اُسی سال مکدنیہ میں اپنے باپ فلپ کے تخت پر متمکن ہُوا۔

اُس نے پہلے تمام یُونانی شہری سلطنتوں پر اپنا تسلط جمایا اور پھر ایرانیوں پر حملہ آور ہو کر ۳۳۳ قبل از مسیح میں اُنہیں اِسُس کی لڑائی میں شکستِ فاش دی۔ ۳۳۰ قبل از مسیح تک تمام ایرانی سلطنت اُس کے قبضے میں آ گئی تھی۔

سکندرِ اعظم نے یہُودیوں سے مہربانی کا برتاؤ کیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ چُونکہ وہ ارسطو کا شاگرد تھا، اِس لیے اُس نے اِس قوم کی قدیم روایات اور ممتاز تہذیب کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا۔ مصر کو فتح کرنے کے بعد اُس کا پہلا کام یہ تھا کہ اُس نے اسکندریہ شہر کو تعمیر کیا۔ یہاں یہودیوں کو خُوش آمدید کہا گیا اور بالآخر اُس کے پانچوں محلوں میں سے دو میں وہ آباد ہو گئے۔ بہت مُدت نہ گُزری تھی کہ مصر کی سرزمین میں یہُودیوں کی تعداد کنعان سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔

اِس موقع پر یہُودیوں کے پھیلنے کا ذکر لازمی ہو گا۔ بزرگانِ اسرائیل کے اسیری سے واپس آنے کے موقع پر یہُودیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد بابل ہی میں سکونت پذیر ہو چکی تھی۔ اب اُس سے بھی بڑی نو آبادی مصر میں قائم ہو رہی تھی۔ جب سکندر کی فتوحات کی وجہ سے یورپ، افریقہ اور ایشیا میں آمد و رفت زیادہ ہونے لگی، اور مختلف ممالک کے باشندے ایک دُوسرے کو بآسانی ملنے لگے، تو یہُودی بہت زیادہ

1 Marathon (490) 2 Salamis (480) 3 Plataea (479)

تعداد میں شمالی افریقہ اور ایشیائے کوچک میں پھیل گئے۔ یہ بھی ایک خاص طریقہ تھا جس کے ذریعے خُدا نے بحیرہ رُوم کے گرد و نواح کے علاقہ جات کو مسیحی بشارتی خدمت کے لیے تیار کیا۔ سو اعمال ۱۵:۲۱ میں یعقوب کہہ سکتا تھا کہ "قدیم زمانے سے ہر شہر میں مُوسیٰ کی توریت کی مُنادی کرنے والے ہوتے چلے آئے ہیں"۔ یہ یہُودی نو آبادیات مسیحی مُبلغوں کے لیے بشارتی نقطہ نگاہ سے بہت اہم مراکز ہُوئیں۔

اب ہم پھر یُونانی سلطنت کی تواریخ کی طرف لَوٹیں۔ سکندرِ اعظم ۳۲۳ ق م میں ۳۳ سال کی عمر سے پہلے ہی وفات پا گیا۔ اُس کی مَوت کے بعد اُس کے جرنیلوں کے درمیان لڑائیاں ہونے لگیں، اور سلطنت کئی حِصوں میں منقسم ہو گئی۔ یہاں تک کہ آخر میں ۳۱۵ قبل از مسیح میں چار سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ (۱) مکدنیہ (۲) تھریس (۳) سیریا اور مسوپتامیہ (۴) مصر اور جنوبی سیریا (دیکھئے دانی ایل ۸:۲۱-۲۲)۔

مصر کا بطلیموسی خاندان ایک سو سال سے زیادہ عرصہ تک جنُوب سے کنعان تک حکُومت کرتا رہا۔ یہ حکُومت دو مرتبہ چھوٹے چھوٹے وقفوں کے سوا ۱۹۸ قبل از مسیح تک قائم رہی، جب کہ سلوکس کے خاندان کا ایک زبردست بادشاہ انطاکیس سوم اِس مُلک پر شمال سے قابض ہُوا۔ اُس صدی یعنی تیسری صدی قبل از مسیح کے اہلِ یہُود کی تواریخ کے متعلق بہُت کم معلُوم ہے، کیونکہ بہُت تھوڑے اشخاص نے اُسے قلمبند کیا تھا۔ لیکن معلُوم ہوتا ہے کہ لوگ امن و امان میں تھے۔ یہُودی بطلیموسیوں کی حوصلہ افزائی سے مصر میں آباد ہوتے رہے۔ اُسی وقت سلوکس کے جانشین بھی جو اپنی سرحد کے باشندوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے کے خواہشمند تھے، اُنہیں انطاکیہ، سیریا اور ایشیائے کوچک کے شہروں میں آباد کرنے میں اپنی رضامندی بلکہ خُوشنودی کا اظہار کیا۔ بطلیموسی عہد کی اِس صدی میں ایک ایسا کام شرُوع ہُوا، جو بہُت زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ بطلیموس فلیڈلفس (۲۸۵-۲۴۷ ق م) ایک ذہین اور زیرک حاکم تھا۔ اُس نے عہدِ عتیق کے یُونانی نسخہ کے ترجمہ کی بڑی حوصلہ افزائی کی۔ یہ اب تک ہفتادی ترجمہ کہلاتا ہے۔ اور اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ ستر علماء نے یہ کام اُس کی سرپرستی میں اسکندریہ میں شرُوع کیا۔ اُن یہُودیوں میں جو غیر ممالک میں آباد تھے اور غیر اقوام میں بھی پُرانے عہد نامے کی تعلیم کے پھیلنے میں ہفتادی ترجمہ نہایت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ عہدِ جدید کے مصنفین مُقدس نوشتوں کے اِس یُونانی ترجمہ سے واقف تھے۔

اُس صدی میں یُونانیوں کا اثر مُلک کنعان میں زیادہ وسیع پیمانہ پر پھیل گیا، اور اُس کے نقوش اور زیادہ گہرے ہونے لگے۔ یُونانی شہر دریائے یردن کے مشرقی خطہ میں آباد ہو گئے۔ اِس طرح دکپلس بن گیا، جو دس شہروں کا ایک ضلع تھا، جس کا حوالہ مرقس ۵: ۲۰ اور ۷: ۳۱ میں دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سنہیڈرن کی تشکیل بھی یونانی طریقہ پر ہُوئی۔ یہ اُمراء و فضلاء کی زبردست اور بارسُوخ انجمن تھی۔ یُونانی اثر کا ایک اچھا پہلو بھی تھا، لیکن بزرگانِ اسرائیل یُونانی راہ و رسم، غرور و تمکنت، خُود نمائی اور تنگ پرستی اپنا رہے تھے۔ سردار کاہن کا عہدہ صرف رسمی اور ظاہری رہ گیا۔ بطلیموس کے لئے آسان تھا کہ وہ سردار کاہن کو اپنا مقامی نمائندہ تسلیم کرے اور یُونانی راہ و روش سردار کاہن کے خاندان کے لئے ایسے ہی دلکش اور دلچسپ تھے، جیسے کہ بنی اسرائیل کی روایات۔

پس مُلک کا رُجحان دو طرف تھا۔ ایک طرف تو یُونانی مائل اشخاص تھے، جو یُونانی اطوار و خیالات کے حق میں تھے اور دُوسری طرف وہ لوگ تھے جو اپنے باپ دادا کی پُرانی روایات سے چمٹے ہُوئے تھے۔ اُن کا خیال، بلکہ یقین تھا کہ ہمیں وہ علیحدگی اختیار کرنا چاہیئے جس کی تعلیم عزرا نے دی تھی۔ آئندہ کے لئے یہُودی اُمیدیں مؤخر الذکر رُجحان کے ساتھ وابستہ تھیں۔ اِن لوگوں کو جو علیحدگی کے حامی تھے جگانے اور تحریک دینے کے لئے ایسے راہنما کی ضرورت تھی جس کے دل میں قومی جذبہ اور عقیدت کی آگ بھڑک رہی ہو۔ جب وقت آ گیا، تو الٰہی آلۂ کار بالکل تیار تھا، اور وہ یہُوداہ مکابی[1] تھا۔

مکابی بغاوت

جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے، کنعان ۱۹۸ ق۔م میں سُریانی یا سلوکسی بادشاہوں کے ماتحت رہا۔ انطاکیس سوم ۱۸۷ میں فوت ہُوا۔ اُس کے بعد سلوکس فلوپتر اُس کا جانشین ہُوا (۱۸۷-۱۷۶ ق۔م)۔ اُس کے بعد ایک "ترش رُو بادشاہ" تخت پر بیٹھا (دانی ایل ۸: ۲۳) جس کا نام بدی اور شرارت میں مشہور ہو گیا۔ یہ انطاکیس چہارم ایپی فینس تھا۔ یہ نیا حکمران ایک جابر اور یُونانیت پسند بادشاہ تھا، جس نے یہ ارادہ کیا کہ یُونانی راہ و رسم کو رعیت پر ٹھونس دیا جائے۔ اُس کا خیال تھا کہ جب سب ایک رنگ رنگے جائیں گے تو رعیت کا اتفاق و اتحاد آسان کام ہو گا۔ اُس نے مصر پر فوجی حملہ کیا، لیکن عبث د

1 Judas Maccabaeus

ہے سُود، کیونکہ اِس وقت اہلِ رُوم کی طاقت آہستہ آہستہ مشرق کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اُنہوں نے اُس سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور فتح کے انعام اور مالِ غنیمت سے اُسے محروم رکھا۔ وہ واپس جا رہا تھا کہ غصّے سے یروشلیم ہی میں ٹھہر گیا۔ وہاں سردار کاہن کی بُری روش کے باعث سیاسی مطلع ابر آلُود ہو رہا تھا۔ انطاکیس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ یہُودیت کا ہمیشہ کے لئے استیصال کر دُوں گا۔ ہیکل کو لُوٹ لیا گیا، اُس کے صحن میں المپین زیوس کا بُت نصب کیا گیا اور سوختنی قُربانی کے مذبح پر ایک سُور گذرانا گیا (دانی ایل ۱۱: ۳۱ کی "اُجاڑنے والی مکرُوہ چیز")۔ یہ واقعہ ۱۶۷ ق۔م میں ہُوا۔

سب سے پہلے ایک کہن سال کاہن متتیاہ نے اُس کا مقابلہ کیا جو حشمونی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس نے ایک سُریانی افسر کو قتل کر دیا جو بدکار انطاکیس کے فرمان کو زبردستی منوانے کے لئے موودِن[1] کے گاؤں میں آیا تھا۔ اِس بزرگ کاہن کے اِس فعل سے اوروں کو بھی بغاوت کی جرأت ہُوئی۔ اُس نے بآوازِ بلند کہا کہ "جو کوئی شریعت کیلئے غیرت مند ہے، اور اُس پر عمل کرتا ہے، میرے پیچھے ہو لے"۔ وہ اپنے پانچ بیٹوں سمیت یہُوداہ کے پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ بہُت سے خُدا کے بندوں نے اُس کی پَیروی کی، اور جلد ہی ایک منظم جماعت اس مُلک میں مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ جب ۱۶۶ ق۔م میں متتیاہ مر گیا، تو اُس کے تیسرے بیٹے یہُوداہ مکابی نے جماعت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی، جسے "یہُوداہ ہتھوڑا" بھی کہتے ہیں۔ ناقابلِ یقین فتوحات کے ایک سلسلہ کے بعد (ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ تین صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا جب سے یہُودیوں نے کوئی جنگ نہیں کی تھی) اُس نے سُریانیوں کو مار بھگایا۔ ایسا کہ ۱۶۵ ق۔م میں یہُودی مہینے کِسلیو کی پچیس ۲۵ تاریخ کو وہ ناپاک شدہ ہیکل کو پاک کرنے اور یرُوشلیم میں روزانہ قربانی چڑھانے کی رسم کو پھر دوبارہ شروع کرنے کے قابل ہو گیا۔ آئندہ سالوں میں اُس بڑے واقعہ کی یادگار میں مخصُوصیت کی عید منائی جاتی تھی۔ یہ ایسا قومی تہوار تھا جو بنی اسرائیل کی تواریخ میں اِس وقت پہلی دفعہ منایا گیا۔ اِس عید کی طرف یُوحنّا ۱۰: ۲۲ میں اشارہ ہے۔ رُومیوں کی سلطنت میں یہُودیوں کے احساسات کو سمجھنا مشکل نہیں، جب وہ مسیح کے گرد جمع ہو گئے اور مکابی کی زیرِ نگرانی حاصل کی ہُوئی مخلصی کی یاد سے جوش میں آ کر پُوچھنے لگے کہ "تُو کب تک ہمارے دل

1 Modin

کو ڈانواں ڈول رکھے گا؟ اگر تو مسیح ہے، تو ہم سے صاف کہہ دے"۔

متتیاہ کے بیٹے

یہوداہ سیریا کے خلاف لڑتا رہا، لیکن آخر کار ۱۶۱ ق۔م میں وہ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد متتیاہ کا سب سے چھوٹا بیٹا یونتن سپاہ کا پیشوا مقرر ہُوا۔ وہ کچھ عرصہ کے لئے جنوب کی طرف چلا گیا۔ اُس کی اصل غرض یہ تھی کہ اپنے لئے اَور فوج جمع کرے۔ خوش قسمتی سے جب اُس نے باگ ڈور سنبھال لی تو سیریا میں خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں۔ جس طرح یہوداہ میدانِ جنگ میں بہادر تھا ویسے ہی یہ سیاسیات میں ماہر تھا۔ اُس نے جلد بھانپ لیا کہ وہ کس طرح اس ابتری اور افراط و تفریط کو اپنے لوگوں کے فائدہ کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ سیریا کے تخت کے حریف دعویدار دیمیتریس (جو فی الحقیقت ۱۶۲ ق۔م سے تخت پر متمکن تھا) اور مدعی تخت سکندر بلاس جو بدکار انطاکیس چہارم کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، مکابی پیشوا کی حمایت کے لئے کھینچا تانی کرنے لگے۔ سکندر بلاس ایک سونے کی زنجیر اور قرمزی چوغہ لے کر یونتن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ میرا ساتھ دیں گے تو میں آپ کو "قوم کا سردار کاہن" مقرر کر دوں گا۔

اس دعوت کی اہمیت قابلِ غور ہے۔ چند ہی سال پیشتر یونتن یہودیہ کی پہاڑیوں پر مفرور کی حیثیت سے رہا کرتا تھا، لیکن اب اُسے تمام ملک میں سب سے بڑا مذہبی منصب پیش کیا جا رہا تھا۔ ایسا منصب جو قریباً ۱۲ صدیوں سے ہارون کے خاندان کی میراث تھا اور ایک سریانی سردار کے منتقل کرنے پر جو یہودی نسل سے تعلق بھی نہیں رکھتا تھا بغیر کسی اعتراض و احتجاج کے ہارون کے خاندان کی میراث کو بالکل نظر انداز کیا جائے۔ مکابیوں کی بغاوت کے زمانہ میں سردار کاہن کا خاندان بدنام ہو چکا تھا، جب کہ متتیاہ کے بیٹے آشکارا طور پر قوم کی ممتاز ہستیوں میں شمار ہونے لگے۔ یہ مانی ہوئی حقیقت تھی کہ یونتن قوم کا رہنما تھا۔ اسیری سے واپس آنے کے بعد قوم نے سردار کاہن کو ہی رہنما سمجھا تھا۔ پس یہ قدرتی بات تھی کہ یونتن حسمونی کو سردار کاہن بنا دیا جائے۔ اس عہدہ کے منتقل کرنے کے سلسلہ میں کیا انہیں ملکِ صدق کی سرداری کی کہانت یاد آئی؟ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے پیراؤں میں سے بہت سے نیک اشخاص اس جدت سے بالکل خوش نہ تھے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ سیاسی مطلق العنانی کے بارے میں یونتن کے خیالات حد سے تجاوز کر گئے۔ اس

جنگ و جدل کے آغاز میں مذہبی مقاصد کا یہ نشانہ ہرگز نہیں تھا۔ وہ لوگ ماضی کی بلند مرتبہ روایات اور شریعت کے جاہ و جلال کو یاد کرتے رہے۔ یونتن کے کاہن بننے کی وجہ سے بہت سے فقیہہ جو اُس کے پیرو تھے شریعت کے پابند ہونے کی وجہ سے اُس سے الگ ہو گئے۔ لہٰذا کاہنوں اور حاکموں میں ایک خلیج حائل ہو رہی تھی۔ یہ خلیج بڑھتی جا رہی تھی۔ اور آخر کار وہ علیحدہ اور حریفانہ گروہ بن گئے۔

یونتن جو بہت تیز فہم اور ہوشیار تھا، ۱۴۲ ق۔م میں سکندر بلاس کے جنرل ٹرائیفو کے جال میں پھنس گیا اور قتل کر دیا گیا۔ اب متتیاہ کا پانچواں اور آخری بیٹا شمعون پیشوا بن گیا۔ وہ ایک لائق حاکم تھا، اور اُس کے عہد میں اُس کے لوگ فارغ البال تھے۔ گو تا حال یہ لوگ برائے نام سیریا کے ماتحت تھے، لیکن اُس کے عہد میں عملی طور پر آزاد تھے۔ سیریا کے قلعہ کی محافظ فوج کو جو اُن تمام سالوں میں ہیکل کے قلعہ (عکرا[1]) پر قابض تھی شکست ہوئی۔ جب یافا کی بندرگاہ شمعون کے قبضہ میں آئی، تو تجارت میں ترقی ہوئی، اور ملک میں پھر شریعت کا وقار ہوا۔ یونتن کو ایک بت پرست اور تخت کے مدعی نے سردار کاہن بنایا تھا۔ اب باقاعدہ طور سے اس عہدہ پر حقداروں کو فائز کرنے کا فیصلہ ہُوا، اور ۱۴۰ ق۔م میں سردار کاہن کا عہدہ موروثی طور پر حسمونی خاندان کو عطا ہُوا۔ شمعون کا فارغ البالی کا زمانہ اُس وقت خاتمہ پر پہنچا، جب اُس کے داماد بطلیموس نے اُسے دھوکا دے کر ۱۳۵ قبل از مسیح میں قتل کیا۔

مکابیوں کی اولاد

۱۔ جان ہارکینس (۱۳۵-۱۰۵ ق۔م)

جن دنوں شمعون کا بیٹا اور جانشین جان ہارکینس[2] سردار کاہن کے عہدہ پر فائز تھا، یہودی اثر اور بھی زیادہ زور پکڑ گیا۔ ہم خاص دو قابلِ توجہ واقعات پیش کرتے ہیں۔ یہوداہ کی سلطنت کی سرحدیں شمال، جنوب اور مشرق کی سمت بڑھنے لگیں۔ اور شمال کی طرف بڑھنے کے زمانہ میں سکم کا شہر اور کوہِ گرزیم پر سامریوں کی ہیکل کو مسمار کر دیا گیا۔ اُس وقت سیریا اپنی ہی خانہ جنگیوں میں مصروف تھا، جس کی وجہ سے

1 Acra ؛ 2 John Hyrcanus

اُسے مداخلت کرنے کے لئے فرصت نہ ملی۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو یہودی اسیری سے واپس آئے تھے، وہ اپنی نسل اور قوم کے خالص ہونے پر اِس قدر مغرور تھے کہ جب سامریہ کے مخلوط باشندوں نے مدد پیش کی تو اُنہوں نے فوراً رد کر دیا۔ ہوتے ہوتے مخالفت نفرت میں تبدیل ہو گئی اور اُنہوں نے ایک اور ہیکل کوہِ گرزیم پر بنالی یہی وہ ہیکل تھی، جسے جان ہارکینس نے برباد کر ڈالا تھا۔ اُس کے اس فعل نے دونوں گروہوں کی کینہ توزی میں اَور بھی اضافہ کر دیا۔ عہد جدید کے پڑھنے والے یہودیوں اور سامریوں کے درمیان گہری دشمنی کی فضا سے اچھی طرح واقف ہیں (یوحنا ۴: ۹)۔ جب سوخار کے کوئیں (سِکم کے) پر عورت نے خداوند یسوع مسیح سے کہا، "ہمارے باپ دادا نے اِس پہاڑ پر پرستش کی" تو اُس نے کوہِ گرزیم کی طرف اشارہ کیا تھا، جہاں پر پہلے حریف عبادت گاہ بنی ہوئی تھی۔

دُوسرا بڑا واقعہ یہ ہے کہ اُنہوں نے ادومیوں کو مسخر کر کے اُنہیں زبردستی اپنے مذہب میں شامل کر لیا۔ یہ لوگ یہودیہ کی جنوبی سرحد پر آباد تھے۔ اِس امر کی اہمیت ہیرودیس کے زمانے میں خوب واضح ہوتی ہے۔ جب ایک دفعہ ادومیوں کو شکست دے کر یہودی قوم میں شامل کر لیا گیا، تو وہ سب سے زیادہ جوشیلے یہودی ثابت ہوئے۔ یہ ایک عجیب بات تھی کہ جن سے یہودی نفرت کرتے تھے کیونکہ اُنہوں نے بنی اسرائیل کو مُلکِ موعودہ کی طرف جاتے ہوئے اپنے مُلک میں سے گزرنے نہ دیا (گنتی ۲۰: ۱۴-۲۱)، آئندہ زمانہ میں یہودیت میں اِتنی اہم جگہ حاصل کر لیں۔ ہم پیشتر ذکر کر آئے ہیں کہ سردار کاہن کے گروہ پر یونانیت کا رنگ چڑھ رہا تھا لیکن خدا کے نیک اور قدامت پسند بندے اِس رنگ پر اعتراض کرتے تھے۔ اُس وقت دو پارٹیاں معرضِ وجود میں آچکی تھیں۔ وہ جو سردار کاہن کے خاندان اور اُمرا کی جماعت کا دم بھرتے تھے اور اپنے آپ کو صدوق سردار کاہن کی اولاد ظاہر کرتے تھے، صدوقی کہلائے، گویا وہ صدوق کے بیٹے تھے۔ قدامت پسند جن میں فقیہہ بھی شامل تھے الگ ہو گئے۔ اُنہوں نے عزم کیا کہ شریعت کے پابند رہیں گے۔ یہ لوگ "علیحدہ شُدہ" یعنی فریسی کہلانے لگے۔ لفظ صدوقی ایک ذات یا طبقہ اور فریسی ایک منظم فرقہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نئے عہد نامہ کے زمانہ میں یہ دونوں گروہ بہت اہمیت حاصل کر چکے تھے۔ اگرچہ جان ہارکینس سردار کاہن تھا، لیکن پہلے اُس کا میلان

فریسیوں کی جماعت کی طرف تھا۔ بعد میں وہ اُس کے برعکس صدوقیوں میں شامل ہو گیا۔

۲۔ سکندر جنیئس[1] (۱۰۴-۷۸ ق م)

جان ہارکینس نے ۱۰۵ ق م میں وفات پائی اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا ارسطوبولس[2] اُس کا جانشین مقرر ہوا۔ اُس کی حکومت کے تھوڑے عرصہ بعد اُس کا بھائی سکندر جنیئس اُس کی جگہ حاکم مقرر ہوا۔ اُس زمانہ میں متتیاہ مکابی کے اعلےٰ خاندان کو زوال آگیا۔ سکندر کا طویل عہدِ حکومت بے رحمی، فتح کی ہوس اور خود پرستی سے پُر تھا۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب اُس کی سلطنت بارہ قبیلوں کے تمام مقبوضہ مُلک سے بھی زیادہ وسیع ہو گئی، لیکن تمام مُلک میں خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں، خاص کر فریسیوں اور صدوقیوں میں بہت کش مکش تھی۔ سکندر مؤخر الذکر کا حامی تھا۔ ایک عظیم خانہ جنگی کے اختتام پر پہلی مرتبہ صلیب دیئے جانے کی سزا کا ذکر پڑھتے ہیں، جب کہ یروشلیم میں خوشی مناتے اور عیش کرتے وقت سکندر نے آٹھ سَو سرکردہ فریسیوں کو صلیب دیئے جانے کا حکم دیا۔ ایک سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ کے بعد اسی شہر کے باہر ایک اور "صلیب" نصب کی جانے کو تھی۔

۳۔ خانہ جنگی اور افراط و تفریط (۷۸-۶۵ ق م)

سکندر ۷۸ ق م میں اِس جہان سے چل بسا۔ کچھ عرصہ تک اُس کی بیوہ سکندرہ نے حکومت کی۔ اُس کا عہدِ حکومت مقابلتاً عقلمندی اور امن و سلامتی کا زمانہ تھا۔ اُس کے دو بیٹوں نے اُسے سب سے زیادہ اذیت دی۔ اُس نے اپنے بڑے بیٹے ہارکینس کو سردار کاہن کی خدمت پر مامور کیا، جو ایک کمزور، کم حوصلہ اور کم ہمت انسان تھا۔ لیکن جب وہ مر گئی تو اُس کے چھوٹے بیٹے ارسطوبولس نے جو بہادر اور جنگجو آدمی تھا، ایک ادومی بنام اینٹی پیتر (انتپاس) کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اِس کش مکش کے دوران میں رُوم کی طاقت منظرِ عام پر آئی۔

1 Alexander Jannaeus 2 Aristobulus

رُومی سلطنت

۱۔ پومپئی[1] کی مداخلت

رومی جرنیل پومپئی اپنی مشرقی فتوحات میں مصروف تھا۔ اور ۶۵ ق۔م میں اُس کا نائب سکارس[2] دمشق میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں ہارکینس اور ارسطوبولوس نے فوراً اُس سے مدد کی درخواست کی۔ یہ مدد ارسطوبولوس کو دی گئی۔ لیکن ۶۳ ق۔م میں پومپئی خود یروشلیم پہنچا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ بڑا بھائی ہارکینس ہی اصل حق دار حاکم ہے۔ اُس کے علاوہ رُومی جرنیل یہ بات بھی جانتا تھا کہ کمزور اور کم ہمت حاکم ایک مفید کٹھ پتلی ہوگا۔ تین مہینے کے محاصرے اور بارہ ہزار یہودیوں کے ظالمانہ قتل کے بعد یروشلیم کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اُس کے باشندے یہ دیکھ کر تھرا اُٹھے کہ پومپئی نے اتنی جرأت کی کہ ہیکل کے پاک ترین مکان میں داخل ہوگیا۔ لیکن اب وہ خود حیرت زدہ تھا جب کہ اُس نے پردے کے اندر کوئی بُت اور کوئی پرستش کی چیز نہ پائی۔ اِس تمام ابتری، ہنگامہ اور بُرائی میں بھی پاک ترین مقام نے خُدا کے منشا کے مطابق رُوحانی عبادت کی اصلیت پر زبردست گواہی دی۔

پومپئی نے اہلِ رُوم کی سی عجلت اور استعداد سے کام شروع کیا۔ ہارکینس کو سردار کاہن کے منصب پر قائم رہنے کی اجازت تو مل گئی لیکن اُس کو یہ اجازت نہیں تھی کہ بادشاہ کا لقب اپنے لئے استعمال کرے۔ اُس کے برعکس وہ ایتھنارک[3] کہلانے لگا۔ یہودیہ سے اُس کے سب تسخیر کردہ علاقہ جات واپس لے لئے گئے۔ اب نیا ایتھنارک صرف یہودیہ کے چھوٹے سے مُلک پر حکمرانی کرنے لگا۔ شمال میں گلیل اور وسط میں سامریہ علیحدہ اضلاع بنا دیئے گئے۔ اہلِ یہود کی خود مختاری ختم کر دی گئی، اور جب پومپئی نے واپس آکر دارالخلافہ میں رُوم کی سب سے بڑی فتح کی خوشی میں جشن منایا، تو ارسطوبولوس بھی جو کبھی یہودیوں کا بادشاہ تھا، اسیروں کے بڑے جلوس میں سے ایک تھا۔

1 Pompey 2 Scaurus 3 "ethnarch"

۲۔ اینٹی پیٹر قائم مقام حاکم بنایا گیا

گو اب ہارکینس یہودیہ کا ایتھنارک تھا، لیکن اصل میں عنانِ حکومت ادومی اینٹی پیٹر کے ہاتھ میں تھی۔ رُوم کی مداخلت اینٹی پیٹر کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی، اور اُس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ روم سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے گا۔ لیکن جب ارسطوبولوس اپنے بیٹوں میں سے ایک یعنی اینٹی گونس[1] کے ساتھ رُوم سے بھاگ نکلا اور کنعان میں آکر پھر ہنگامہ برپا کر دیا، تو اُس کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ لیکن ارسطوبولوس کو جلد ہی موت نے آدبوچا۔ اُس کے بیٹے اینٹی گونس نے ایک اور مرتبہ طاقت حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے، مگر بے فائدہ۔ ۴۹ ق۔م میں دو رُومی جرنیلوں پومپئی اور قیصر میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اینٹی پیٹر اور ہارکینس نے اپنے سرپرست پومپئی کی امداد کی جب قیصر نے پومپئی کو فرسالیا[2] کے مقام پر (۴۸ ق۔م) شکست دی تو اینٹی پیٹر نے اُسے چھوڑ دیا اور جلد رُوم میں جا کر فتحمند قیصر سے دوستی کے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی۔

۴۷ قبل از مسیح میں اینٹی پیٹر کو رُومی شہری کا حق حاصل ہُوا۔ پھر اُسے یہودیہ کا حاکمِ عدالت بنا کر بھیج دیا گیا۔ اِس عہدے سے ہم سبھی اچھی طرح واقف ہیں، کیونکہ صلیب دیئے جانے کے وقت پنطُس پیلاطُس بھی حاکمِ عدالت تھا۔ قیصر جُولیس نے یہودیوں سے مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا۔ اُس نے اُنہیں جزیہ مُعاف کر دیا۔ مذہبی آزادی دی، اور اُنہیں اجازت دے دی کہ یروشلیم کی دیواریں جو پومپئی نے ڈھا دی تھیں، پھر سے تعمیر کر لیں۔ پس جب وہ ۴۴ ق۔م میں مر گیا تو اُنہیں دلی رنج و افسوس تھا۔ اگلے سال اینٹی پیٹر کو کسی نے زہر دے دیا، لیکن اُس نے پہلے ہی اپنے ایک بیٹے فزائیل[3] کو یروشلیم کا اور دُوسرے بیٹے ہیرودیس کو گلیل کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ ہیرودیس کا نام سُن کر ہمیں یُوں معلوم ہو رہا ہے کہ ہم اپنے خُداوند کی پیدایش کے نزدیک پہنچ رہے ہیں۔

۳۔ حشمونی خاندان کا آخری حاکم

سکندر جنئیس تین بیٹے چھوڑ مرا تھا۔ ہارکینس جو اب تک یروشلیم میں سردار کاہن

1 Antigonus 2 Pharsalia 3 Phasael

تھا، ارسطوبولوس جس کا بیٹا اینٹی گونس ابھی تک آزاد تھا اور سکندر جو اپنے پیچھے ایک لڑکی مریمنے[1] اور ایک بیٹا جس کا نام ارسطوبولوس تھا چھوڑ کر مر گیا۔ قیصر جولیس کے قتل کے بعد کے ہنگامہ اور افراتفری کی وجہ سے ہیرودیس اور ہارکینس دوست بن گئے۔ ہیرودیس نے مریمنے سے شادی کر کے اس رشتۂ دوستی کو اور بھی استوار کر لیا لیکن ہیرودیس کی ترقی میں اینٹی گونس ابھی تک سدِّراہ بنا ہُوا تھا۔ اور اینٹی گونس ۴۰ قبل از مسیح میں پارتھی فوج لے کر یروشلیم میں داخل ہُوا۔ اس سے لوگ بڑے خوش ہوئے کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم روم کے جوئے کو اُتار پھینکیں۔ ہارکینس کے اعضاء بے رحمی سے کاٹ ڈالے گئے اور فزائیل نے قید خانہ میں خودکشی کر لی۔ ہیرودیس کسی نہ کسی طریقہ سے اپنی بیوی مریمنے اور اُس کے بھائی ارسطوبولوس کو لے کر بچ نکلا اور کچھ وقت کے لئے اینٹی گونس بادشاہ اور سردار کاہن بن گیا۔

اسی اثنا میں چالاک ہیرودیس سیدھا روم میں پہنچا تا کہ انٹونی اور اکتاویان[2] کے سامنے اپنے سالے ارسطوبولوس کے حق کا دعویٰ پیش کرے اور اُن کی حمایت حاصل کرے۔ لیکن اُس کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ تھی جب رومی کونسل نے حکم دیا کہ ہیرودیس ہی کو یہودیوں کا بادشاہ بنایا جائے۔ ہیرودیس یروشلیم کو واپس آیا اور ۳۷ ق۔م میں ہیرودیس اور رومی فوجوں نے مل کر یروشلیم کو فتح کر لیا۔ رومی جلاد نے اینٹی گونس کی مختصر اور پُر مصائب حکومت کو ختم کر دیا۔ اور اس طرح حشمونی خاندان کا آخری بادشاہ مارا گیا، اور تاریخ کے ایک بہت مشہور خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ ابھی تین افراد باقی تھے۔ لیکن وہ بہت دیر تک زندہ نہ رہ سکے۔ بوڑھے ہارکینس، نوجوان ارسطوبولوس اور اُس کی بہن مریمنے پر ہیرودیس کو شک ہُوا کہ وہ اُس سے سلطنت چھیننا چاہتے ہیں۔ سو انہیں قتل کر دیا گیا۔ یوسیفس حشمونی خاندان کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ خاندان اپنے اعلیٰ نژاد اور سردار کاہن کے عہدہ پر فائز ہونے، اپنے وقار، عزت اور اُن کارہائے نمایاں کی وجہ سے عظیم الشان تھا جو اُن کے بزرگوں نے ہماری قوم کی خاطر کئے، لیکن وہ آپس کی نااتفاقی اور پھوٹ کے باعث حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے پس یہ سلطنت اینٹی پیٹر کے بیٹے ہیرودیس کے ہاتھ آئی۔ یہ ایک رذیل اور معمولی خاندان سے تھا۔ وہ خود بھی باجگذار تھا۔

1 Mariamne 2 Antony and Octavian

۴۔ ہیرودیس اعظم ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کرتا ہے

ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ کے حالات اور تفصیلات اس مختصر سے تواریخی خاکے میں دیئے نہیں جا سکتے۔ بلاشبہ وہ اپنی برائیوں اور قابلیتوں کے باعث "اعظم" ہی تھا۔ اُس کے عہدِ سلطنت میں یہودی اُس سے نفرت کرتے رہے۔ وہ اُسے ایک رومی اور روم کا دوست تصور کرتے تھے انہیں یاد تھا کہ اُس نے عظیم الشان اور مشہور حشمونی خاندان کی جگہ غصب کر لی۔ اُس کے عہد کے شروع میں اُس کے درباری اُس کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ عمر کا آخری حصہ اُس کے اپنے بیٹوں کی وجہ سے دکھوں میں کٹا۔ اسی طرح وہ بُری سازشوں کے گرداب میں پھنس گیا۔ جو کوئی بھی اُس کے خیال کے مطابق اُس کی راہ میں حائل ہُوا، اُسے مروا ڈالا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنی چہیتی بیوی مریمنے کو بھی نہ چھوڑا۔ رومی تخت کے لئے اکتاویان اور انٹونی کے درمیان کشمکش میں اُس نے انٹونی کا ساتھ دیا۔ اُسے جلد معلوم ہو گیا کہ اُس نے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن ۳۱ ق۔م میں ایکٹیم کے مقام پر انٹونی کے شکست کھانے کے بعد وہ ادومی پھر عادت کے مطابق فاتح کے پاس جا پہنچا اور اُس سے دوستی گانٹھ لی۔

اپنے تمام عہدِ سلطنت میں ہیرودیس نے بڑی کوشش کی کہ کم از کم ظاہرا طور پر یہ نظر آئے کہ اُس کی سلطنت پُر امن اور فارغ البال ہے۔ رفاہِ عامہ کے کاموں کو چلانے اور شاندار عمارتوں کو قائم کرنے سے اُس نے ثابت کر دکھایا کہ نظم و نسق میں اُسے خوب مہارت تھی۔ اُس نے ہیکل کو اس طرح سے از سرِ نو تعمیر کروایا کہ اُس کی خوبصورتی اور شان کے سامنے سلیمان کی ہیکل مات کھا گئی (یوحنا ۲: ۲۰)۔ نئے عہدنامے میں ہیرودیوں کی پارٹی کا وجود (مرقس ۳: ۶؛ ۱۲: ۱۳) ظاہر کرتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جو اُس کے کارناموں کے مداح تھے۔ اُس کے برعکس ایک ایسا گروہ بھی تھا جو زیلوتیس کہلاتا تھا (لوقا ۶: ۱۵)۔ وہ ادومی بادشاہ یا قیصر کو جزیہ دینے یا اُس کی اطاعت کرنے سے انکار کرنے میں فریسیوں سے بھی آگے بڑھا ہُوا تھا۔ درحقیقت ہیرودیس کے آخری ایام دردناک تھے۔ اُسے ایک مکروہ بیماری لاحق ہو گئی۔ اُس کا ذہن گزشتہ مجرمانہ افعال کی یاد کے باعث متواتر خوف کی آماجگاہ بنا ہُوا تھا۔ پس یہ حیرانی کی بات نہ تھی کہ جب مشرق سے مجوسی یہ پوچھتے ہوئے آئے کہ "یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے وہ کہاں ہے" تو ہیرودیس ڈر گیا۔ کیا مجھے اس آخری لمحہ میں شکست ہو گی؟

وہ دل میں کہتا ہوگا، وہ شخص جو سال ہا سال ظلم کرتا رہا تھا اور تخت کو تمام انقلاب اور سازشوں سے بچا کر نکال لایا تھا، اب پسپا ہوگا؟ بیت لحم میں معصوم بچوں کا قتل اُس کی نظر میں کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اُس نے اپنے تمام عہدِ سلطنت میں عظیم شخصیتوں کو اپنی راہ سے ہٹا دیا تھا تاکہ تخت پر بلا شرکتِ غیرے قابض رہے۔

سو ہم اِس عہد کے اختتام پر پہنچتے ہیں، جو ملاکی سے متی رسول کے مابین ہے۔ ہم "ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ" تک آ گئے ہیں (متی ۲:۱) اور قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہُوا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں" (لوقا ۲:۱)۔ یہ قیصر اوگوستس وُہی اکتاویان تھا جس کے پاس ہیرودیس ایکتیم کی جنگ کے بعد بھاگا گیا تھا تاکہ اُس سے دوستی گانٹھے۔ پس ایسا ہُوا کہ جب ہیرودیس یروشلیم میں اپنے محل میں درد اور تکلیف میں مُبتلا ہونے کے باعث کروٹیں لے رہا تھا، تو یُوسف اور مریم گلیل سے جنُوب کی طرف داؤد کے شہر بیت لحم کی طرف سفر کر رہے تھے۔ خُدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا۔

سولھواں باب

عہدِ جدید کا پس منظر

بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں؛ سو اِس طرح یہ رُومی قیصر نادانستہ طور پر خداوند یسوع مسیح کے بیت لحم میں پیدا ہونے کا وسیلہ بنا۔ پولس رسُول نے لکھا کہ "جب وقت پُورا ہوگیا تو خُدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا"۔ رسولوں کے زمانے سے مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ دُنیا کی تاریخ گو ظاہری طور پر اپنی راہ پر چلی جا رہی ہے تو بھی خداوند اُس کے وسیلے سے خوشخبری کے لئے راہ تیار کر رہا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ بہُت عرصے تک رُومی سلطنت مسیحیت کی دُشمن رہی اور صدیوں تک کلیسیا کو ایذا پہنچاتی رہی لیکن کئی طرح سے سنِ عیسوی کے آغاز میں تاریخی حالات عالمگیر ایمان کی تبلیغ کے لئے سازگار ثابت ہُوئے۔ اُسی وقت مسیح خوشخبری لے کر آیا تاکہ تمام قوموں کو شاگرد بنائے۔

رُومی طاقت

اُس زمانے کی دُنیا کا اہم ترین واقعہ یہ تھا کہ بحیرۂ رُوم کے گرد و نواح کے ممالک سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی لحاظ سے رُومی حکومت کے ماتحت مُتحد ہو گئے تھے۔ کئی صدیوں کی متواتر لڑائی اور سیاسی بدنظمی کے بعد آخر کار وُہ ممالک جو بحیرۂ رُوم کے کنارے پر واقع تھے ایک مضبُوط اور مستقل سیاسی نظام کے نیچے آ گئے، جس کے بعد تقریباً دو سو سال تک امن و امان اور فارغ البالی کا دَور دورہ رہا۔ یہ ایک نمایاں اور زبردست کامیابی تھی۔ بلاشبہ یہ نتیجہ کُچھ حد تک ظالم غارتگر شہنشاہیت کے باعث حاصل ہُوا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اِنسان لڑتے لڑتے تھک کر خود بخود رُک گئے، اور اب زندگی بے مزہ ہو گئی تھی۔ لیکن ورجل اور پولس رسُول نے اُسے اِس نقطۂ نگاہ سے نہیں دیکھا۔ ورجل نے یہ سمجھا کہ اوگوستس نے بنی نوعِ اِنسان کے سیاسی مسائل کا حل پا لیا، بلکہ یُوں کہیئے کہ عہدِ زرّین تک جا پہنچا۔ کم از کم پولس کو پُورا یقین تھا

کہ جو حکومتیں موجود ہیں، وہ خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔" اُس کی نظر میں وہ خدا کے خادم ہیں تاکہ نیکی کریں اور بدی کو روکیں۔ سوائے اُن اُمرا و رؤسا کے جو اپنے مفاد کے لئے اب لُوٹ کھسوٹ نہ کرسکتے تھے ہر شخص نے اس نئے نظام کو خوش آمدید کہا۔ جب ہم موجودہ دُنیا کی ابتر و پریشان حالت سے رُوما کی سلطنت کے مستحکم ہونے سے پہلے کی دُنیا کی مصائب و پریشانیوں کا اندازہ لگاتے ہیں تو ہم رُوما کی پُرامن حکومت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، جس نے اپنے زمانہ کی دُنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق سکھانے کے لئے پُرامن بنا دیا تھا، اور یہ ممکن کر دیا کہ ایک عالمگیر مذہب کو عملی طور پر قائم کیا جائے۔

مستقل حکومت کے ساتھ ساتھ رسل و رسائل کے سلسلے بھی آسان اور مضبوط ہو گئے۔ خوب منظم بحری اور بری شاہراہوں پر (جن پر باقاعدہ پہرہ رہتا تھا) نہ صرف افواج اور حکام ہی کی آمد و رفت ہوتی تھی، بلکہ تجار، سیاح اور دورہ کرنے والے اُستاد بھی اپنے خیالات کو پھیلانے کے لئے جگہ جگہ پھرنے لگے۔ سلطنت کے ایک حصہ سے دُوسرے میں جا کر بسنے پر کوئی مخالفت یا روک نہ تھی۔ بڑے بڑے شہروں میں مختلف قوموں کی آبادی ہوتی تھی۔ اور چھوٹے چھوٹے قصبے بڑے شہروں میں مدغم ہو گئے تھے۔ بے شک قدیم یُونانی و رُومی زمانہ کی حُبّ الوطنی مٹ تو نہ چکی تھی، لیکن اب عام رُجحان انفرادیت اور وسیع النظری کی طرف تھا۔ انسان تمام دُنیا کو اپنا وطن سمجھنے لگے۔

سکندرِ اعظم نے تو انسانی نسل کے اتحاد کو بڑھانے کی کوشش کی۔ رُومی شہنشاہوں نے تو ایسا نہیں کیا لیکن بالواسطہ طور پر اُن کی حکومت نے اس کی حمایت کی۔ اُن کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ رُومی شہریوں کے حقوق محفوظ رکھیں جن میں اطالوی نسلیں بھی شامل تھیں۔ رفتہ رفتہ صُوبوں کے رہنے والوں کو بھی رومی شہریت کے حقوق دیئے گئے۔ جب ۲۱۱ء میں تمام سلطنت میں یہ عام طور پر رائج ہو گیا تو یہ فوقیت کی نہیں بلکہ محکومیت کی علامت بن گیا تو بھی یہ خیال کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، عالموں کے دماغ میں اثر پذیر ہو رہا تھا۔ بے شک پولُس تو یہ خیال دنیا میں نہ لایا، لیکن اُس نے اِس خیال کی حقیقت پر اضافہ ضرور کیا، جب اُس نے یہ کہا کہ ... مسیح میں "نہ یُونانی رہا نہ یہودی نہ وحشی نہ سکوتی، نہ غلام نہ آزاد" (کلسیوں ۳:۱۱)۔

بعض نے کہا ہے کہ رُومی شاہی حکومت جسے اوگوستس نے قائم کیا قدرے مطلق العنان حکومت تھی۔ واقعی یہ ایک قدامت پسند حکومت تھی۔ ہر ایک نئی بات کو خطرناک

خیال کیا جاتا تھا۔ یہ قدرتی طور پر ایسی نئی تحریک کی مخالف تھی، جس سے نظامِ حکومت میں کوئی رد و بدل آنے کا خطرہ نظر آئے۔ پولُس اپنی خدمت کو ایسا نہیں سمجھتا تھا، (دیکھئے اعمال ۱۷:۷ میں اُس کے دُشمنوں کے الزام کو دیکھئے)۔ یہ حکومت تمام پوشیدہ انجمنوں کو گناہ کی جڑ سمجھ کر اُن کو ممنوع قرار دیتی تھی۔ صُوبائی گورنر کا فرض تھا کہ ہر ممکن ذریعہ سے اپنے صُوبہ کے نظم و نسق کو برقرار رکھے۔ اُس کی طاقت اگرچہ رُومی شہریوں کے معاملہ میں محدود تھی لیکن باقی لوگوں کیلئے وہ ایک مطلق العنان حکمران تھا۔ پھر بھی صوبائی لوگ اس کے ظلم سے کسی حد تک محفوظ تھے، کیونکہ حاکم شہنشاہ کے حضور جوابدہ تھے۔ ان باتوں کے باوجود بہت حد تک آزادی دی گئی تھی۔ شہر کافی حد تک اپنے منتخب شدہ عدالتی حاکموں کے ماتحت مختار تھے اور اگر وہ امن سے رہتے تو انہیں صُوبہ دار سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ جزیہ دینے کے علاوہ اُن کے سب پُرانے قانون اور رسم و رواج قائم رہتے تھے۔ افراد کو نقل و حرکت اور اپنے خیالات کو ظاہر کرنے کی پُوری پُوری آزادی حاصل تھی۔ پولُس کو اپنے لمبے سفروں میں کئی قسم کی مقامی حکومتوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اِن کے علاوہ وہ شہر کے مجسٹریٹ، شاہی حاکمِ عدالت اور مجلسی اکابر کے صُوبہ دار سے ملا۔ وہ قید خانہ میں بھی رہا اور ناجائز طور پر پٹا گیا، لیکن قیصر کی عدالتی مسند کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے اُس نے گواہی دی کہ حکومت امن قائم رکھنے والی تھی، اور جن لوگوں نے اُس کی انجیلی خدمت کے موقع پر دُشمنی اور مخالفت کی، اُن کے دستِ ظلم سے اُسے بچایا۔

رُومی حکومت مغربی تہذیب کی ہم مکان اور ہم زبان تھی۔ بے شک اُس کے تمام لوگ تہذیب و تمدن کی ایک ہی سطح پر نہیں تھے، لیکن ہر جگہ تعلیم یافتہ آدمی ایک ہی ادب پڑھتے تھے، ایک قسم کے خیالات سے واقف تھے، اور اُن کے رہنے سہنے کا طریقہ قریباً قریباً ایک جیسا تھا۔ آجکل کی غیر مسیحی دُنیا ہندوستان، چین اور افریقہ میں انجیلی مبشروں کو مختلف مسائل پیش آتے ہیں۔ لیکن اُس وقت تمام رُومی دُنیا خدمت کے لئے ایک ہی وسیع میدان تھی۔ شاید یہ بھی اِس بات کی ایک وجہ تھی کہ پولُس نے اپنی خدمت کسی خاص حصہ میں محدود نہ رکھی۔ اُس کی خدمت تمام سلطنت (یعنی تمام مغربی دُنیا) کے لئے تھی۔ اُس کے کام کے مؤثر ہونے کی یہی وجہ تھی کہ اُس کا اِس مسئلہ کے بارے میں تصور درست تھا۔ جب ہم یہ الفاظ سنتے ہیں کہ "دُنیا ایک کھیت ہے" تو ہمارے دماغ میں پولُس سے کس قدر مختلف تصور پیدا ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ اور پُرلطف بات اِس خدمت میں یہ تھی کہ اُسے

زبان کے اختلاف سے دوچار ہونا نہ پڑا۔ بحیرہ رُوم کے گرد و نواح کے ممالک کی بین الاقوامی زبان یونانی تھی۔ تمام مشرقی صوبوں، سسلی کے شہروں، جنوبی اطالیہ، یونانِ اعظم اور ایشیائے کوچک کی یہی زبان تھی۔ رُوم کی آبادی کے ایک بڑے حصے کی مادری زبان یونانی تھی۔ اور تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان ثانی یہی تھی۔ جب ۹۰ء میں پلوٹارک رُوم میں آیا، تو اپنے لیکچروں اور بات چیت کے لئے اُسے لاطینی سیکھنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آئی۔ پولُس نے رومیوں کو یونانی زبان میں خط لکھا۔ اور یونانی میں ہی قیصر مرقس اریلیس[1] نے گیان دھیان کیا۔ بے شک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یونانی ہی اس بڑی سلطنت کی زبان ہو جائے گی، جس نے اس کی ادبیات کو اپنا لیا تھا اور اُن سے بہت فائدہ حاصل کیا تھا۔ کم از کم دو صدیوں تک یہ مسیحیت کی خاص زبان رہی۔

مذہبی حالت

اُن دنوں میں مذہبی یک جہتی نہ تھی۔ اور نہ ہی اُس حکومت کو کبھی یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ یک جہتی پیدا کی جائے۔ اس کے برعکس حکومت نے نہ صرف مختلف مذاہب کو برداشت کیا بلکہ اُن کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی۔ اُن کا اصول یہ تھا کہ ہر جگہ ہر ایک اُمّت اپنے آباؤ اجداد کے دیوتاؤں کی تعظیم و تقدیس کرنے پر مجبور ہے۔

مسیحیت سے پہلے دوسرے مذاہب میں بعض اوقات مداخلت اس لئے کی گئی تاکہ ظالمانہ اور بے رحمانہ رسومات مثلاً انسانی قربانی کا انسداد کیا جائے۔ تمام سلطنت کے مذاہب کو تین گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (۱) سیاسی مذاہب۔ (۲) رسوماتی مذاہب۔ (۳) فیلسوفی مذاہب۔

۱۔ سیاسی مذاہب

یہ سیاسی فرقوں کے مذاہب تھے۔ اُن میں رُوم کا مذہب ایک عمدہ مثال ہے۔ صرف رُومی شہری اس مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ جب شہر کی بنیاد ڈالی گئی، تو رومولس[2] اور نوما[3] نے یہ مذہب قائم کیا تھا تاکہ شہر اور دیوتاؤں کے تعلقات خوشگوار رہیں۔ تمام رسومات رُومی کاہنوں اور نجومیوں کی انجمن کی زیرِ نگرانی ادا کی جاتی تھیں۔ حاکموں کیلئے

1 Marcus Aurelius 2 Romulus 3 Numa

ضروری نہ تھا کہ وہ جوشیلے رُکن یا الٰہیات کے ماہر ہوں۔ لیکن عام طور پر وہ ان رسومات کو بڑی سنجیدگی سے مانتے اور اپنے ملکی فرائض کا ایک حصہ تصور کرتے تھے۔ بیشک تمام رُومی زندگی خواہ وہ قومی تھی، یا ذاتی، یہی رسمی مذہب پرستی اُس کے رگ و ریشے میں اُتر چکی تھی۔ سیسرو[1] جو ایک مانا ہوا تشکک پرست اور دہریہ تھا، رُومی کاہن کے عہدہ پر فائز تھا اور عام مجالس میں پجاریوں کے قوانین کو اچھی طرح سے ادا کرتا تھا۔ وہ یہاں تک دعویٰ کرتا ہے کہ رُومی بہترین طور پر مذہب پر کاربند رہنے والے ہیں، کیونکہ وہ دیوتاؤں کی شان کے شایاں اُن کی عبادت کرتے ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ رُومی مذہب جمہوریت کے زمانہ کے اختتام پر مُردہ ہو چکا تھا۔ شاید طبقۂ اُمراء کے بارے میں یہ بالکل درست تھا۔ ہماری نظر میں تو یہ مذہب صرف سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ لیکن اوگوستس کا خیال تھا کہ یہ بحال کیے جانے کے قابل ہے۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی پجاریوں کی مجلس کا افسرِ اعلےٰ بن گیا۔ اور اُس کے جانشین، ۳۸۲ء تک اسی عہدے پر مامور رہے۔ مسیحی شہنشاہ گریشین[2] نے اس کو موقوف کر دیا۔ اس قبیل کا مذہب بہت دیر تک زندہ رہا۔ اس کا ثبوت افسس شہر کے اس نعرے میں ملتا ہے "افسیوں کی ارتمس بڑی ہے"۔ ہر قومی مصیبت مذہبی دیوانہ پن کے مظاہرے کا موجب بن سکتی ہے۔

سیاسی مذہب کی ایک صورت بادشاہوں کی پرستش تھی جو یونانی دنیا میں سکندرِ اعظم کے ساتھ وجود میں آئی۔ خطابات مثلاً فیض رساں اور نجات دہندہ جو اُس کے جانشینوں کو دیئے گئے، یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُس کا بہترین مطلب سیاسی طاقت کے بل بوتے پر قانون اور نظام کو قائم رکھنے کے لئے شکریہ ادا کرنا ہے۔ لیکن اکثر اوقات یہ صرف خوشامد کا پہلو تھا جیسا کہ اعمال ۱۲:۲۲ میں صور اور صیدا کے ہیرودیس اگرپا کے سامنے کرتے ہیں۔ اوگوستس نام میں بھی قریب قریب یہی خیال ہے، جس کی پوجا دیوتا کے طور پر کی جاتی تھی۔ اُس کے خاص مندر اور علیحدہ پجاری ایشیائے کوچک کے مختلف شہروں میں تھے۔ رُوم اور لاطینی مغرب میں یہ جڑ نہ پکڑ سکا، گو بادشاہ یکے بعد دیگرے مرنے کے بعد دیوتاؤں کی فہرست میں شمار کیے گئے۔ شاید شہنشاہ پرستی مذہب کی نسبت زیادہ وفاداری کی طرف اشارہ ہے۔ اسی وجہ

1 Cicero 2 Gratian

سے مسیحیوں کے لئے یہ سب سے بڑی تکلیف تھی۔ وہ ہرگز یہ تسلیم نہ کر سکتے تھے کہ بادشاہ خدا کے اوصاف رکھتا تھا، لہٰذا انہیں بے وفا سمجھا جاتا تھا۔

۲۔ رسُوماتی مذاہب

ہمارے خیال کے مطابق دُنیائے یُونان کے رسُوماتی مذاہب رُومی سیاسی مذاہب کی بہ نسبت مذہب کے اصلی مفہوم کے زیادہ قریب ہیں۔ خواہ اُن کے پیدا ہونے کی جگہ اور اصلی خاصیت ایک دُوسرے سے کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو لیکن کئی امُور مشترکہ ہیں۔ یہ مذہب ذاتی اور رضا کارانہ تھے۔ افراد اُن میں شامل ہونے کے لئے خاص رسُومات ادا کرتے تھے۔ یہ عالمگیر مذاہب اِس لئے کہلا سکتے ہیں، کیونکہ اُن میں انسان بلا امتیازِ نسل، شہریت اور عہدے کے شامل ہو سکتا تھا۔ یہ مذاہب مادی نہیں بلکہ رُوحانی فائدے کا دعویٰ کرتے تھے۔ جو شخص یہ مذاہب اختیار کرتا تھا اُسے نئی زندگی اور مسئلہ آواگون اور جسمانی قید سے آزاد کرنے اور خُدا کے ساتھ وصال کرنے کے بعد غیر فانی زندگی کا وعدہ کرتے تھے۔ اُن کی بُنیاد دیوتاؤں کی کہانیاں اور قصّے تھے جن میں وہ دُکھ اُٹھانے کے بعد فتح حاصل کرتے ہیں۔ اِن مذاہب میں شامل ہونے والا علامات اور رسُومات کے ذریعے دیوتاؤں کے دُکھ اور فتح میں شامل ہوتا تھا۔ ایسے مذاہب دِل اور جذبات کو متاثر کرتے تھے جو سیاسی مذاہب میں مفقود تھے۔ اِسی لئے یہ زیادہ پھیلتے گئے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ بہُت سے فیلسُوفوں نے بھی اِن مذاہب سے بہُت کچھ سیکھا، اِس لئے تو ہم یہ کہنے میں بھی برحق ہیں کہ وہ عقل اور ذہن کو بھی بھاتے تھے۔

مختلف رسُوماتی مذاہب کی تفصیل میں جانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف دو کا ذکر کرنا ہی کافی ہے۔ اوّل دیوی عسیس[1] جس کا فرزند اسیرس[2] کھو گیا، اور پھر مل گیا تھا۔ قدیم مصری مذہب تمام یُونانی سلطنت میں پھیل گیا تھا۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ پلوتارک[3] فیلسوف اِس کا زبردست حامی تھا۔ ۴۳ ق - م میں طویل کشمکش کے بعد رُومی تعصب کو بھی نیچا کر دکھایا، اور آخر کار رُوم نے اسے تسلیم کر لیا، اور غیر ملکی لوگ اور مستورات کی کثیر تعداد اُس کے دائرے میں آ گئی۔ دوم،

1 Mother Isis   2 Osiris   3 Plutarch

آفتاب پرستی، جس کا آغاز فارس سے ہُوا اور جو کچھ دیر کے بعد مغرب میں جا پہنچی۔ آفتاب مِتھراس، جس پر اب تک کسی نے فتح نہ پائی تھی، اِنسان کو تاریکی کی طاقتوں سے چھُڑانے والا تھا۔ اِس مذہب میں بدی کے خلاف نیکی کی زبردست جنگ کی خوبصورت تمثیل پیش کی گئی ہے۔ لیکن اِس میں عورت کے لئے دروازے بند تھے۔ اُسے اُس میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ بلاشُبہ یہ سپاہیوں کا مذہب بن گیا۔ قدیم سلطنت یُونان میں اِس کے نشانات تمام فوجی سرحدی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ دُوسری صدی عیسوی میں جسٹین شہید اِس مذہب سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور جب اُس نے اِسے بعض باتوں میں مسیحیت سے مشابہ پایا تو کہا کہ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشابہت مذہب حق سے کینہ توزی اور اُس سے تمسخر اور مضحکہ خیزی ہے۔ تیسری صدی میں یہ اُمید تھی کہ یہ مذہب سپاہ گر شہنشاہوں اور رُوم کا قومی مذہب قرار دیا جائے گا۔

کسی طرح سے یہ مختلف مذاہب ایک دُوسرے کے حریف نہ تھے اور عام طَور پر ایک دُوسرے پر حملہ نہ کرتے تھے بلکہ اچھی طرح پہلُو بہ پہلُو رہتے تھے۔ مسیحی نقطۂ نظر کے مطابق یہ سب مذاہب ”خُدا کے منکر“ تھے۔ بیشک وہ ایک دُوسرے کے خیالات اور رسُوم کو اپنا لیتے تھے، اور اِس طرح یہ ایک ہی میں مدغم ہو گئے۔ یہ عمل اتحادِ مذاہب کہلاتا تھا اور مسیحیت کے آنے سے پہلے جاری و ساری تھا۔ چوتھی صدی عیسوی کے وسط میں جولین[1] ملحد کے مذہب میں اُسے انتہائی عرُوج حاصل ہُوا۔ اُسے یہ اُمید تھی، کہ مذاہب کے اِس بناوٹی میل جول اور ارتباط سے وہ منظُور و مقبُول کلیسیا کے مقابلہ کی چیز لا کھڑی کرے گا۔

۳۔ فیلسُوفی مذاہب

قدیم یُونانی اور رُومی زمانہ سے جب افلاطُون اور ارسطو شہرہ آفاق ہُوئے، اُس وقت سے فلسفہ اور فلسفیانہ مسائل کی طویل تاریخ چلی آ رہی تھی۔ گو رسُوماتی مذاہب کی طرح یہ جذباتی نہ تھا، لیکن اُس کے اثر کا دائرہ بہُت وسیع رہا۔ دبستان افلاطُون اور دبستان ارسطو تو قائم رہے لیکن سٹوئکی اور اپکوری فلاسفروں نے، جن کی عیش پسند زندگی کے بارے میں خیالات ایک دُوسرے کے متضاد تھے، عام

1 Julian the Apostate

لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اُن کی اذعانیت کو مسترد کرنے کے لئے افلاطُون کے جانشینوں نے اپنے اُستاد کے تصوف کو ترک کر دیا، اور اِن نئی تعلیموں پر نکتہ چینی کرنے پر ہی اکتفا کی۔ اُنہوں نے پُورے طور پر شک پرستی کا اظہار کیا۔ ۸۰ ق۔م تک فلسفہ مذہب کی مخالفت کرتا رہا۔ لیکن عام لوگوں کے سامنے ظاہرہ طور پر اکثر فلاسفر شاہی عبادت میں داخل ہوتے اور اُس کو مانتے تھے۔ سیسرو خود شک پرستوں کے فرقہ میں سے تھا لیکن ابھی وہ طالب علم ہی تھا کہ فلسفہ کی دُنیا میں ایک تغیر آ رہا تھا۔ عُلما اور سٹوئیکوں کی لفظی جنگوں سے تھک چکے تھے۔ لہٰذا اب خالص افلاطُونی خیالات کے عروج کے لئے راستہ کھُل گیا تھا۔ ایک مرتبہ پھر فلسفہ مذہب کی طرف راغب ہُوا۔ فیلسُوف بے شک قدیم شُعرا کی دیوتاؤں کے متعلق فرضی کہانیوں پر نکتہ چینی کرتے تھے، لیکن اب مذہب کے عقیدے اور عمل کی صداقت کی حمایت کرنے لگے۔ اِس طرح "علم طبعیات" جس سے ہم خُدا کے متعلق سیکھ سکتے ہیں، کی تشکیل ہُوئی۔ اُس میں ایک خُدا، رضائے الٰہی، رُوح کا غیر فانی ہونا، اور آئندہ عدالت کی تعلیم شامل تھی۔ اِس کے علاوہ اُس میں اصُول اخلاق کے مُطابق اِنسانی دوستی اور مروّت کی پرورش شامل تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حکیم سنیکا اپنی الٰہیات اور اخلاقی تعلیم میں مسیحیت کے اِس قدر قریب تھا کہ بعض مسیحیوں کا یہ دعوےٰ تھا کہ وہ دراصل پولُس رسُول کے نو مُریدوں میں سے ایک تھا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ افلاطُونیت نے بہتوں کے لئے مسیحیت کی راہ تیار کی۔

موزُوں نہیں کہ یُونان اور رُوما کی دُنیا میں مسیح کو قبُول کرنے کی تیاری کو حد سے زیادہ اہمیت دی جائے۔ اِس کے لئے تین صدیوں کی زبردست اور بہادرانہ تبلیغ اور اعلیٰ درجہ کی تہذیب کی ضرورت تھی کہ اُس پُرشکوہ اور عظیم الشان تہذیب و تمدن کے غرُور و تمکنت اور خُود اعتمادی پر غالب آئے۔ لیکن رُومی نظام حکومت کی گہری رُوحانی بھُوک اور تلاشِ حق کے اِن سب اُمور نے یہ یقین دِلا دیا کہ اب بیج بونے والے کے لئے اچھی زمین تیار تھی، اور یہ بیج خُداوند کا کلام ہے۔ یہ ضرُوری تھا کہ بیج بونے والا یعنی یسُوع مسیح ایک دُوسری دُنیا سے آئے، کیونکہ "نجات یہُودیوں میں سے ہے۔"

یہُودی اور اُن کا دُنیا میں پھیلنا

ہم گزشتہ باب میں دیکھ چکے ہیں کہ یہُودیہ رُومیوں کے لئے ایسا صوبہ تھا جس میں اُنہیں بہُت سی مشکلات اور تکلیفات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اُس کے باشندے تعاون

نہیں کرتے تھے، اور اُنہوں نے بار بار بغاوت کی۔ اِن وجُوہات کے باعث اُنہوں نے اُس کی حکومت ایک کٹھ پتلی بادشاہ کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اب ہیرودیس اعظم اُس مُلک پر حکومت کرتا تھا جو کبھی زمانے میں داؤد بادشاہ کی مملکت تھی۔ اُس کی موت کے بعد (۴ ق۔م) یہ سلطنت اُس کے چار بیٹوں میں منقسم ہو گئی۔ سب سے بڑا بیٹا ارخلاؤس ۶ عیسوی تک یہُودیہ کا حاکم رہا۔ اِس سال اُسے جلاوطن کر دیا گیا۔ اُس وقت کچھ عرصہ کے لئے یہ براہِ راست رُومی حاکموں کے قبضہ میں رہا، جن میں سے ہم پنطُس پیلاطس سے بہُت اچھی طرح واقف ہیں۔ ہیرودیس اِنتپاس گلیل میں ۳۹ء تک چوتھائی مُلک کا حاکم رہا۔ ۴۱ء میں جب ایک سیاسی طُوفان شہنشاہ کیلیگولا کی طرف سے برپا ہُوا، جس نے یہ حکم دِیا تھا کہ ہیکل میں اُس کا مجسّمہ نصب کیا جائے تاکہ لوگ اُس کی پرستش کریں، اُس وقت شہنشاہ کلودیس مجبُور ہو گیا کہ وہ حکومت کی مصلحت کو دیکھے۔ اُس وقت اُس نے ہیرودیس اگرپا کو یہُودیوں کا بادشاہ بنا دِیا جو ۴۱-۴۴ء تک حکومت کرتا رہا۔ یہ ہیرودیس اعظم کا پوتا تھا۔ اُس کی بدکار زندگی کا خاتمہ ایک خوفناک موت سے ہُوا (اعمال باب ۱۲)۔ بادشاہ کی بجائے اُسکے بعد حاکم عدالت مقرر ہوتے رہے (مثال کے طور پر فیلکس اور فیستس)۔ یہ اُس خوفناک جنگ تک رہے، جو ۷۰ء میں ہیکل کے مسمار کئے جانے کے ساتھ ختم ہُوئی۔

ہیرودیس اور حاکمِ عدالت یہُودیوں کے مذہب میں دخل اندازی نہ کرتے تھے۔ اُنہوں نے سنہیڈرن کے ہاتھ میں وسیع مذہبی اختیارات دے رکھے تھے۔ ہیرودیس کے نام سے جتنے بادشاہ آئے اُنہوں نے یہ کوشش بھی کی کہ وہ اپنے آپ کو حب الوطن اور سرپرست یہُودی بادشاہ کہلوائیں۔ صدُوقی فرقہ نے جو ہیکل کے خاندانی اور موروثی کاہن تھے اُن کی حمایت کی۔ یہ تعجب خیز بات ہے کہ صدُوقی اس وقت کے تمام مذہبی جوش و خروش سے الگ رہتے تھے۔ برعکس اِس کے زیلوتیس رومی طاقت کے سخت مخالف تھے۔ اِن دونوں کے درمیان اکثریت فریسیوں کو پسند کرتی تھی، اور اُن کی پیروی کرتی تھی۔ لیکن یاد رہے کہ یہ اُن کی ہر بات پر جو اُنہوں نے شریعت میں شامل کر لی تھی عمل پیرا نہ ہوتے تھے۔ عبادت خانوں میں وہ شریعت اور انبیاء کے صحائف اور اُن کی تشریح سُنا کرتے تھے، اور اپنے باپ دادوں کے خُدا کی عزّت و توقیر کرتے، اُس کی مرضی بجا لاتے اور مسیح کے وسیلہ سے نجات کے وعدوں پر بھروسہ رکھنا سیکھ رہے تھے۔ بچپن ہی سے خُداوند یسُوع مسیح سبت

کے دن عبادت خانہ میں جانے کا عادی تھا۔ شروع شروع میں عبادت خانہ ہی میں اُس نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ نوشتے مجھ میں تکمیل پاتے ہیں۔" وہ اپنے گھر آیا اور اُس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن گلیل ہی میں پہلے پہل اُس کے شاگرد ملے۔ زمین بیج کیلئے کچھ تیار ہو چکی تھی۔ مسیح کی آمد کی اُمید خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی طرف اشارہ کرتی تھی (یوحنا ۱: ۴۵)۔

کنعان بہت سے لوگوں کا وطن تھا جو اُس کی حدود سے باہر بستے تھے۔ رسولوں کے اعمال اور دوسرے کئی ماخذ سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وسیع پیمانہ پر یہودی قوم یونانی اور رومی دنیا میں پھیل چکی تھی۔ ہر مشہور شہر میں یہودی نو آبادی تھی۔ کہتے ہیں کہ اسکندریہ اور مصر کے دوسرے شہروں میں تقریباً دس لاکھ یہودی تھے۔ روما میں بھی یہودی تھے۔ اُن کی علیحدگی اور بُت پرستی سے نفرت کی وجہ سے گرد و نواح کی اقوام اُن سے نفرت کرتی تھیں۔ یہ نفرت جگہ بجگہ اور وقتاً فوقتاً یہودیوں کے خلاف بغاوتوں میں ظاہر ہوئی۔ طاسیطس[1] جیسے تعلیم یافتہ لوگ بھی اُن کے عقیدے اور رسوم کے خلاف خرافات کا یقین کرتے اور اُن کے بارے میں لکھنے پر آمادہ تھے۔ بایں ہمہ شاہی حکومت نے اُنہیں قانونی طور پر ایک مذہبی فرقہ تسلیم کیا، جسے اپنی قدیم رسومات جو موسوی شریعت سے علاقہ رکھتی تھیں ماننے کا حق حاصل تھا۔ حکومت نے اُن کا تحفظ کیا۔ عبادت خانہ کے سرداروں کو مذہبی معاملات طے کرنے کے اختیارات دئے گئے۔ گلیو[2] اخیہ کا گورنر اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اِن معاملات میں وہ دخل نہیں دے سکتا تھا (اعمال ۱۸: ۱۴)۔ یہودیوں کو خاص طور پر سیاسی مذاہب، شہنشاہ پرستی اور سبت کے دن عدالتوں میں حاضر ہونے سے بری کر دیا گیا تھا اور نہ ہی اُنہیں فوجی خدمت کے لئے بُلایا جاتا تھا۔ اِس طرح وہ ایک الگ قوم رہے جو دوسرے ممالک میں پھیل جانے کے باوجود بھی موسوی شریعت کے ماتحت رہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مرکزی شہر یروشلیم میں آتے جاتے رہتے تھے اور ہمیشہ یہ اُمید رکھتے تھے کہ کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ تو ضرور اُس کی زیارت کریں گے۔

اگرچہ قوم یہود ہمیشہ الگ تھلگ رہتی تھی تو بھی دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے یہودی مسیح کی پیدائش سے پہلے یہودی مذہب کی بزور اشاعت اور تبلیغ کرتے تھے (متی ۲۳: ۱۵)۔ رومی

1 Tacitus 2 Gallio of Achaea

شہریوں کے لئے یہ مذہب اختیار کرنا قانون کے خلاف تھا، اِسی لئے ہم سُنتے ہیں کہ کئی ایسے رومی جو اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے، یہودی مذہب میں شامل ہونے کے لئے جان سے مار دیئے گئے۔ لیکن یہ رعایا پر عائد نہ ہوتا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ عبادت خانوں میں بہت سے آدمی اور عورتیں جمع ہو جاتے تھے (عام طور پر عورتیں مردوں سے تعداد میں زیادہ ہوتی تھیں)، جو پورے طور پر یہودی نہ تھے یعنی جنہوں نے موسوی شریعت کی تمام رسومات اور شرائط کو پورا نہیں کیا تھا تو بھی وہ خدا کی پرستش کرتے تھے۔

ہفتادی ترجمہ

تبلیغی کام میں عبرانی بائبل کے اسکندریہ کے یونانی ترجمہ کو ہمیشہ اوّل جگہ دی جاتی ہے، جسے ہفتادی ترجمہ کہتے ہیں۔ یہ یہودیوں کے غیر ممالک میں پھیلنے کے بعد اُن کے عبادت خانوں میں پڑھی جاتی، اور اُس کی تشریح بھی ہوتی تھی۔ بلاشبہ یہ عالموں کی کتاب نہیں تھی جنہیں اس کا اسلوبِ تحریر اور مضامین پسند نہ تھے۔ اکثروں کا خیال تھا کہ نہ تو یہ فلسفہ ہے اور نہ ادبی کتاب۔ لیکن اِس کے باوجود یہ اپنی سادہ زبان اور بدیشی پن میں بھی ایک جاذبیت اور دلکشی رکھتی تھی۔ اِس کی قدامت، اس کا بااختیار ہونا، اُس کی راستبازی اور الٰہی عدالت کی پُرزور تعلیم قابلِ غور امور تھے۔

یوسفس

یوسفس ایک یہودی کاہن تھا۔ فلاویان[1] شہنشاہوں کے منظورِ نظر یوسفس نے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اپنی قوم کی تاریخ یونانی زبان میں لکھی۔ اُس تاریخ کا طرزِ بیان نہایت دلکش اور خوبصورت ہے۔ اُس نے اُن کے اعتقادات اور رواج یونانی رنگ میں پیش کئے ہیں۔ شریعت کے ماننے میں رسم و رواج کو علامتی طور سے بیان کیا گیا ہے۔ اُس نے بزرگوں کو عارف کہا، اور موسیٰ کو ایک معیاری حکومت قائم کرنے والا شخص بتایا اور آئندہ یہودیت کو مختلف دبستانِ فلسفہ بیان کیا۔ اِس طریقہ سے اُس نے موسیٰ کو جو ہومر سے کہیں پہلے ہو گزرا یونانی حکمت، وحدت پرستی، اخلاقیات اور اصولات کا منبع قرار دیا ہے۔

1 Flavian

فلو

اسکندریہ میں جہاں یہودی کثرت سے آباد تھے، اُن کا تبلیغی کام بہت ہی نمایاں تھا۔ اپنی تعلیم اور مذہب کے اصولات کی تائید میں اُنہوں نے بہت کتابیں لکھیں۔ اِس ضمن میں سب سے ممتاز ہستی فلو تھا (۲۰ ق م سے ۴۰ء تک)۔ وہ ایک مشہور اور امیر یہودی خاندان میں پیدا ہُوا اور پولُس رسُول کا ہمعصر تھا لیکن اُس نے اپنی تحریروں میں مسیحیت کی طرف کوئی اِشارہ نہیں کیا۔ وہ ایماندار، باعمل اور حُب الوطن یہودی تھا۔ لیکن اُس پر یُونانی فلسفہ کا بہت اثر ہو چُکا تھا۔ اُس کی بہت سی تحریریں عہدِ عتیق کی بظاہر تشریحات ہیں، لیکن تشریح کرنے کے لئے اُس کا تمثیلی[1] اور رمزی اسلوبِ بیان اُس کے اصلی مفہُوم کو برباد کر دیتا ہے۔ اُس کے سامنے خُدا نامعلُوم ہستی ہو کر رہ جاتا ہے، جس کا تصوّر محال ہے۔ فلو ہرگز یہ نہیں مانتا تھا کہ خُدا کا خالق یا اِنسانی تواریخ کا حکمران ہونے کی حیثیت سے دُنیا سے بلاواسطہ تعلق ہے۔ اُسے ایک درمیانی کی ضرورت پڑی۔ پس وہ قدیم یُونانی نظریہ کے مُطابق لوگوس[2] یعنی خدا کے کلام اور حکمت کے یُونانی نظریہ تک پہنچتا ہے، جسے ایک شخصیت خیال کئے بغیر ہی خُدا کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے لوگوس خُداوند مسیح کے مترادف نہیں، بلکہ اس کے لئے یہ قدرت کا ایک چشمہ ہے جو مادے کو مناسب وجُود دیتا ہے اور جو عالم کو اپنی ذات میں تھامے ہُوئے ہے اور اِنسانی تواریخ پر حکومت کرتا ہے اور اِنسانی دماغ میں حکمت کی روشنی بن کر چمکتا ہے۔ یُونانی دُنیا کے سامنے یُوحنا رسُول سے شروع کر کے علم الٰہی کے سب مسیحی ماہرین خُداوند مسیح کو "خُدا کا کلام" یا "خُدا باپ کی حکمت" کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن فلو کی تحریروں کو کلیسیا نے رسُولی اور قائدی ہتھیاروں کے بیش قیمت اسلحہ خانہ کے طور پر محفُوظ رکھا ہُوا ہے۔

سب سے پہلے انجیل کی مُنادی یہودیہ میں کی گئی، جہاں کم از کم کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اِس کو پُرانے عہدنامہ کے وعدوں کی تکمیل سمجھا۔ جلد ہی تمام یہودی دُنیا میں یہ پیغام پہنچ گیا، جہاں اُس پر بحث ہوتی اور عبادت خانوں میں اُسے رد یا تسلیم کیا جاتا تھا۔ اِس طرح وہ غیر یہودی لوگوں تک پہنچا۔ پہلی مسیحی کلیسیا یہودی

1 allegorical 2 God's Logos

اور یہودیت کے نو مُریدوں کی تھی۔ اُنہیں اس میں وہ تمام سچائی حاصل ہُوئی، جسے وہ مدت تک ڈھونڈتے رہے تھے۔ یہاں اُنہیں وہ صداقت ملی، جو یہودیوں کی رسُومات کی اُلجھنوں سے حاصل نہ ہو سکی۔ غیر اقوام کے حلیموں اور سادہ لوگوں نے اُسے خوش آمدید کہا اور فلسفانہ تعلیم مسیحی اُستاد اور دلائل بہم پہنچانے والوں کے لئے ایک ایسا ہتھیار ثابت ہُوئی جس کی مدد سے عُلماء بھی مسیحیت کی طرف کھنچے چلے آئے۔

ہمارے دَور کے آغاز میں یہودی اور غیر یہودی دُنیا کے تواریخی ماحول پر جتنا غور کرتے ہیں اُتنا ہی ہم پولُس کے الفاظ کی سچائی کے قائل ہو جاتے ہیں "کہ جب وقت پورا ہو گیا تو خُدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔"

فصل چہارم

نیا عہد نامہ

سترہواں باب

خُداوند مسیح کی زِندگی

یہاں خُداوند مسیح کی زندگی کے واقعات کا مُختصر سا خاکہ کھینچنا مقصُود ہے۔ یہ خاکہ اُن مسیحی عقائد کی روشنی میں بیان ہوگا، جن میں خُداوند یسُوع مسیح "جلال کا بادشاہ" اور "باپ کا ازلی بیٹا" مانا گیا ہے۔ اور جن میں اُس کے دُنیا میں آنے کا یہ مقصد بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہم گنہگار انسانوں کو بچائے اور نجات دے۔ یہ مضمون خُداوند یسُوع مسیح کی زندگی کو کنواری مریم سے معجزانہ طور پر پیدا ہونے سے لے کر مُردوں میں سے معجزانہ طور پر جی اُٹھنے تک پیش کرتا ہے۔ شاید چاروں انجیلوں میں مواد کی فراوانی پڑھنے والے کو حیران کردے۔ لیکن اگر وہ مسیح کی زندگی کے اہم واقعات کو مدِ نظر رکھے تو یقیناً پیغام کے سمجھنے میں کوئی خاص مُشکل پیش نہ آئے گی۔

پیدائش

مسیح بیت لحم میں، جو یرُوشلیم سے چھ میل جنُوب مغرب کی طرف ہے، پیدا ہُوا۔ گمان غالب ہے کہ یہ ٹھیک ۲۵ دسمبر کا دِن نہیں تھا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ سن عیسوی سے چند سال پہلے آپ کی ولادت ہُوئی۔ متی اور لوقا کی انجیلیں بیان کرتی ہیں کہ وہ کنواری مریم سے پیدا ہُوا، جو گلیل کے ایک چھوٹے گاؤں ناصرۃ کی ایک دیندار اور خُدا پرست عورت تھی۔ ایک ایسے شخص کے لئے جو مسیح کی الوہیت کا قائل ہو، اور جس نے اِس کے تمام پہلوؤں پر غور کر لیا ہو، اس کے لئے مسیح کا کنواری سے پیدا ہونا کوئی ناقابلِ عبور مُشکل نہیں۔ ڈینی[1] اپنی کتاب "علم الٰہی کا مطالعہ[2]" میں کہتا ہے (صفحہ ۱۶۴) کہ "سب رسُول اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ وہ خُدا کی طرف سے اِس طرح آیا، جیسے اور کوئی نہ آیا تھا۔ کیا اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں کہ اُس کی پیدائش بھی دیگر انسانوں سے بالکل مختلف تھی؟"

1 Denny   2 Studies in Theology p. 64

جو لوگ ان تمام مسائل کو جو اس سے علاقہ رکھتے ہیں سمجھنا چاہتے ہیں اُن کے لیے مناسب ہے کہ وہ ڈاکٹر جے گریشم میکن[1] کی جامع اور مکمل کتاب[2] "مسیح کا کنواری مریم سے پیدا ہونا" کا مُطالعہ کریں۔ سر ولیم ریمزے نے اپنی بیش قیمت کتاب "کیا مسیح بیت لحم میں پیدا ہوا؟" میں کورنیس کے شاہی احکام نامے سے متعلق تمام مسائل پر جو مسیح سے علاقہ رکھتے ہیں، بحث کی ہے۔

گُمنامی کے سال

مسیح نے گلیل کے پہاڑوں کے درمیان ناصرۃ گاؤں میں قریباً ۳۰ سال خلوت میں گزارے۔ یہاں پر وہ ایک غریب خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے رہا۔ اور بہتوں کا خیال ہے کہ اس غریبی میں زندگی گزارنے کے آثار کپڑے کے پیوند اور سب سے سستی خوراک یعنی چڑیوں کے گوشت کے حوالوں میں ملتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ وہاں ایک بڑھئی کے طور پر کام کرتا رہا (مرقس ۶: ۳)۔ اپاکرفا کی (یعنی غیر معتبر اناجیل) میں اس کے لڑکپن کے زمانہ کے معجزوں کا ذکر ہے یعنی مٹی کی چڑیاں بنا کر اُڑانا وغیرہ۔ یہ ایسی کہانیاں ہیں، جن کے مقابلہ میں کتابِ مقدس کے بیانات کی صحت اور سچائی کا صفائی سے اظہار ہوتا ہے۔ اناجیلِ اربعہ یعنی مستند اناجیل میں صرف ایک ہی بیان ہے جو اس تیس سالہ خاموشی کو صرف ایک مرتبہ توڑتا ہے۔ اور وہ لوقا ۲: ۴۲-۵۲ میں مندرج ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بارہ سال کی عُمر میں وہ خُدا سے اپنے لاثانی و یکتا تعلق سے اچھی طرح واقف ہے اور وہ خُدا کو اپنا باپ کہتا ہے۔ مریم کے الفاظ "تیرا باپ" اور مسیح کے الفاظ "اپنے باپ" (لوقا ۲: ۴۸، ۴۹) کے استعمال پر خوب غور کرنا چاہئے۔

بپتسمہ

مسیح کی خدمت کے شروع میں یہ پہلا امتیازی واقعہ ہے۔ یہ اُس شخص کی خدمت کے آغاز کا اعلان تھا جس کی راہ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اپنی منادی سے تیار کی تھی۔ تمام اناجیل نے یوحنا کی خدمت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ لوقا ایک صحیح مؤرخ کی سی محنت اور بہت احتیاط کے ساتھ اُس کی ٹھیک تاریخ اور دُنیا کی تاریخ میں اُس کی خاص جگہ کا بیان

1 Dr. J. Gresham Machen   2 The Virgin Birth of Christ

کرتا ہے (لوقا ۳: ۱-۲)۔ تمام عہدِ جدید میں صرف یہی ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ دی گئی ہے۔ گمان غالب ہے کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی منادی ۲۶-۲۷ء کا واقعہ ہے۔ شاید ۲۷ء میں عیدِ فسح سے ایک یا دو مہینے پہلے مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ لیا۔

یوحنا نے اعلان کیا کہ پُرانے عہد نامہ کی پیشین گوئیوں کی تکمیل کا وقت آ پہنچا ہے اور یہ کہ مسیح دروازے پر ہے۔ اُس نے قوم کو دعوت دی کہ وہ اُس کی آمد کی تیاری میں توبہ کریں۔ اُس کی سخت اور پُرجوش منادی کے اثر سے، جس میں اُس نے نہ فقیہوں کو نہ سپاہیوں کو، بلکہ کسی کو بھی نہ چھوڑا، ایک وسیع پیمانہ پر مذہبی بیداری شروع ہوئی (خاص طور سے متی ۳: ۵-۶ دیکھئے)۔ یوحنا گناہ کی زبردست قائلیت پیدا کر سکا لیکن وہ گناہ کو دُور نہ کر سکا۔ یہ یسوع ہی کا کام تھا (یوحنا ۱: ۲۹)۔ اُس کا کام یہ تھا کہ رُوح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے کر توبہ کرنے والوں کو نئی اور رُوحانی زندگی دے۔ اور اُن کو قوت سے معمور کرے۔ جب اُس نے گنہگاروں کے ساتھ بپتسمہ پایا، تو "خُداوند کے خادم" کے بارے میں پیشین گوئی کے ایک حصہ کی تکمیل ہوئی: "وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا" (یسعیاہ ۵۳: ۱۲؛ متی ۳: ۱۵)۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کا رُخ اپنی خدمت کے آغاز ہی میں کلوری کی طرف ہے۔ آگسٹین نے کہا کہ یردن کو جاؤ تو وہاں تم تثلیثِ اقدس کو دیکھ سکو گے۔ رُوح القدس اپنی پوری معموری کے ساتھ یسوع مسیح پر نازل ہوا تاکہ اُس کی انسانیت کو تمام خوبیاں اور اوصاف بخشے جن کی اُسے ضرورت تھی اور اس طرح اُس تمام کام کی تکمیل میں جس کے لیے وہ دُنیا میں آیا، اُس کی الُوہیت کے لئے وسیلہ بنیں۔ جو الفاظ باپ نے اُسے کہے وہ ہمیں زبور ۲: ۷، اور یسعیاہ ۴۲: ۱ کی یاد دلاتے ہیں۔ اِس طرح مسیح کے بارے میں دو تصورات یعنی بادشاہ اور دُکھ اُٹھانے والا خادم آپس میں مِل گئے ہیں۔

آزمایش

"پھر یسوع رُوح القدس سے بھرا ہُوا یردن سے لوٹا اور چالیس دن تک رُوح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا" (لوقا ۴: ۱) اور وہاں زبردست آزمایشوں کی برداشت کی۔ اِس کی بہترین تشریح اُس زمانے میں مسیح کے بارے میں غلط خیالات کی روشنی میں ہو سکتی ہے۔ آزمانے والے نے یسوع کو روٹی کی بنا پر مسیح ہونے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی، جس سے اِنسان کی جسمانی ضرُوریات تو پُوری ہو سکتی تھیں، پر رُوحانی ضرُوریات یعنی رُوحانی غذا کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ اُس نے یسوع کے سامنے یہ آزمایش رکھی کہ وہ

خاموش رُوحانی اثر کی بجائے حیران کُن اور نظر فریب طریقہ سے اِنسان کو جیتے۔ اُس نے کوشش کی کہ یسوعؔ صلیب کی پُرمصائب اور کٹھن راہ سے ہٹ کر بدی سے سمجھوتہ کرلے۔ لیکن یسوعؔ کی رُوح پر اُس کا ہر ایک وار ناکام ثابت ہُوا۔ ہر ایک آزمائش پر وہ غالب آگیا (لُوقا ۴: ۱۳)۔ اور یسوعؔ رُوح کی طاقت سے معمُور ہو کر گلیلؔ کو لَوٹا (لُوقا ۴: ۱۴)۔ اُس طرف جاتے ہُوئے اُس کے معتبر شاگردوں میں سے کُچھ اُس کے پیچھے ہو لئے (یُوحنّا ۱: ۳۵-۵۱)۔ قانائے گلیل میں اُس نے اپنا پہلا معجزہ کیا (یُوحنّا ۲: ۱-۱۱)۔

یہُودیہ میں خدمت

یُوحنّا کی انجیل میں (ابواب ۲ و ۳) مسیح کی یہُودیہ اور یروشلیم کی اُس خدمت کا بیان ہے، جو اُس نے گلیل میں خدمت شروع کرنے سے پہلے کی۔ یروشلیم میں عیدِ فسح کے موقع پر مسیح نے ہیکل کو پاک صاف کیا (یُوحنّا ۲: ۱۳-۲۲)۔ یُوحنّا کی انجیل میں دو ایسے شخصوں کے ساتھ خلوتی مُلاقات کا ذکر ہے، جن کے عادات و خصائل میں ایک دُوسرے سے زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اُن میں سے ایک تو مشہور یہُودی اُستاد تھا (یُوحنّا ۳) اور دُوسری ایک سامری عورت تھی (یُوحنّا ۴)۔ گو بعض اشخاص شخصی طور پر متاثر ہُوئے، لیکن اِس خدمت کا نتیجہ یا پھل بہت کم تھا۔ اَب صاف ظاہر تھا کہ توبہ اور بپتسمہ کے ابتدائی کام کی وسیع پیمانے پر اشاعت ضروری ہے۔ جب یُوحنّا بپتسمہ دینے والا قید کیا گیا تب یسوعؔ نے گلیل میں خدمت کا آغاز کیا۔ یہاں اُس نے اُن لوگوں کو مخاطب کیا جو بھولے اور سادہ دِل تھے۔ نیز یہُودیہ کے باشندوں کی طرح ناک بھوں چڑھانے والے، متکبّر اور مغرور نہیں تھے۔ یہُودیہ پڑھے لکھے لوگوں کا صدر مقام تھا (متی ۴: ۱۲؛ لُوقا ۴: ۱۸)۔

تمام خدمت کا زمانہ

بڑی چھان بین اور تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح نے تین سال تک اپنی زمینی خدمت کو جاری رکھا اور یہی خیال کلیسیا قدیم زمانہ سے تسلیم کرتی آئی ہے۔ بلاشبہ یہ نظریہ زیادہ غور و فکر کے بعد قائم نہیں رہ سکتا کہ اُس نے صرف ایک سال تک خدمت کی تھی۔ بعضوں کے ایمان اور بعضوں کی سخت دلی میں بڑھنا، جس کی اناجیل گواہی دیتی ہیں، بارہ اور ستّر شاگردوں کے کام اور مسیح یسوعؔ کے سفروں کا سلسلہ اِتنے کم عرصہ میں ختم ہونا ممکن نہ تھا۔ پہلی انجیل میں دو ایسے اوقات کا ذکر ہے جب کہ مسیح کی خدمت کا نیا پہلو شروع ہُوا۔

اِن پر غور کرنا چاہئے۔ متی ۴: ۱۷ میں لکھا ہے کہ "اُس وقت سے یسوعؔ نے منادی کرنا . . . . شروع کیا"۔ یہ اُس کی گلیلی خدمت کا آغاز ہے۔ متی ۱۶: ۲۱ میں ہم پڑھتے ہیں کہ "اُس وقت سے یسوعؔ اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اُسے ضرور ہے کہ . . . بہُت دُکھ اُٹھائے"۔ قیصریہ فلپی میں اُس نے اُنہیں یہ سمجھایا۔ اُس کی خدمت کے کُل عرصہ کو تین حصّوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے: "گمنامی کا سال" (جو یہُودیہ میں گُزرا) "عام مقبُولیت کا سال" اور "مخالفت کا سال"۔

عام مقبُولیت کا سال

سوائے تھوڑے عرصہ کے جب وہ یروشلیم کو گیا، اور جس کا ذکر یُوحنّا ۵ باب میں ہے، یہ سال تمام کا تمام گلیل میں گُزرا۔ ہم پڑھتے ہیں کہ ہر جگہ بھیڑ مسیح کے پیچھے پیچھے اُس کے معجزوں کی کشش سے کھنچی چلی آتی تھی۔ لیکن وہ اُس کی تعلیم سے بھی بہت متاثر ہو رہی تھی۔ جب شروع ہی میں اُس نے کفرنحوم کے عبادت خانہ میں ایک معجزہ کیا، تو لوگوں پر اُس کا گہرا اثر ہُوا اور وہ کہنے لگے کہ "یہ کیا ہے؟ یہ تو نئی تعلیم ہے! وہ ناپاک رُوحوں کو بھی اختیار کے ساتھ حکم دیتا ہے، اور وہ اُس کا حکم مانتی ہیں" (مرقس ۱: ۲۷)۔ معجزات خُدا کی حضوری اور اُس کی نجات کی علامت تھے (لُوقا ۱۱: ۲۰)۔ اُس کی تعلیم کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ جن لوگوں نے پہاڑی وعظ سُنا اُن کے دِلوں پر بہُت گہرا اثر ہُوا (متی ابواب ۵-۷)۔

وہ بہُت عجیب ایّام تھے۔ جُوں جُوں اُس کی خدمت وسیع ہوتی گئی مسیح اپنے پاس بارہ شاگردوں کو یکے بعد دیگرے اپنی مدد کے لئے جمع کرتا گیا۔ شاگردوں کا یہ گروہ نئے اور برگزیدہ اسرائیلیوں کا نیا مرکز بنا۔ اُس نے اُنہیں بشارتی مہمات پر بھیجا۔ اُن دِنوں شاگرد اِن مہمات میں اپنی کامیابیوں کے باعث نہایت خُوش تھے، تاہم آنے والے مصائب کی طرف بھی کبھی کبھی اشارہ ہُوا کرتا تھا۔ شروع شروع ہی میں (لُوقا ۵: ۱۷) ہم پڑھتے ہیں کہ فریسی گلیل، یہُودیہ اور یروشلیم سے نکل کر اُس کے پاس آئے تاکہ اُسے باتوں میں پکڑیں اور پریشان کریں۔ اِس بیان سے یہ واضح ہوتا کہ پیشتر ازیں وہ جنُوب میں اپنی خدمت کا آغاز کر چکا تھا جو چوتھی انجیل میں مذکور ہے۔ ایک دفعہ جب شاگرد بہُت خوش ہُوئے تو یسوعؔ نے کُچھ ایسے الفاظ کہے، جو بہتوں کے نزدیک موسمِ گرما کے صاف مطلع پر گویا اچانک آندھی اور طُوفان کا چھا جانا تھا۔ یہ الفاظ سُن کر شاگرد متحیر اور رنجیدہ ہو گئے (مرقس ۲: ۲۰)۔

اِس سال کے نتائج کیا تھے؟ کچھ خوش گوار نتائج بھی تھے، جیسا کہ اُس نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کو مکوروس کے قید خانہ میں اُس کے پیغام کے جواب میں کہلا بھیجا (متی ۱۱: ۴-۵)۔ لیکن اُسے بعض شہروں کو جن میں اُس نے بڑے بڑے معجزے دکھائے تھے ملامت کرنی پڑی تھی کیونکہ اُنہوں نے اپنے بُرے کاموں سے توبہ نہ کی (متی ۱۱: ۲۰) اگرچہ مسیح توبہ کی منادی کرنے والے یُوناہ سے بڑا تھا پھر بھی اُنہوں نے توبہ کرنے سے اِنکار کیا (متی ۱۲: ۴۱) تو بھی اِس میں بھی وہ باپ کی مرضی پہچان کر بے دِل نہ ہُوا (متی ۱۱: ۲۵-۲۶)۔ اُن کی سخت دلی کے باوجود بھی وہ لوگوں کو بُلاتا ہی رہا کہ وہ اِس میں آرام پائیں (متی ۱۱: ۲۸-۳۰)۔

غالباً اِس سال کے آخر میں مخالفت ہونے لگی۔ تب یسُوع نے تمثیلوں میں منادی کرنا شروع کر دیا۔ اِس طرح کچھ عرصہ کے لئے خُدا کی بادشاہی کی گہری باتیں بعضوں سے چھپی رہیں، لیکن سنجیدہ مزاج لوگوں کے دِلوں میں تحقیق اور گہری تفتیش کے لئے آرزو اَور زیادہ ہوگئی۔ بیج بونے والے کی تمثیل سب سے پہلے بیان کی گئی، جو اُس کی اپنی خدمت کے نتائج کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

عام مقبولیت کے سال کے اختتام پر یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی مَوت کے کچھ عرصہ بعد ایک خاص نازک وقت تھا۔ صرف پانچ ہزار کو کھلانے ہی کا معجزہ ہر ایک انجیل میں آیا ہے۔ جھیل کے کنارے بھیڑ پر اُس کا بہت زیادہ اثر ہُوا اور لوگ اُسے زبردستی پکڑنا چاہتے تھے کہ بادشاہ بنائیں (یُوحنّا ۶: ۱۵)۔ وہ چاہتے تھے کہ مسیحانہ بغاوت میں وہ اُن کا پیشوا اور رہبر ہو۔ یہ اُس کی فتح و نصرت کا بہترین موقع لگتا تھا۔ لیکن مسیح نے اُن کے جسمانی ارادے اور خواہش سے اتفاق نہ کیا۔ وہ اُن سے الگ ہوگیا اور اگلے دِن کفرنحوم کے عبادت خانہ میں اُس نے اپنی زندگی کا اصلی مُدعا اور مقصد اُن سے بیان کیا۔ وہ روٹی کی خاطر اُسے بادشاہ بنانا چاہتے تھے، لیکن اُس کا مقصد یہ تھا کہ اپنی مَوت کے ذریعہ سے اُنہیں بہترین روٹی کھلائے (یُوحنّا ۶: ۳۵، ۵۱، ۵۳، ۵۴)۔ یہ اُس کے شاگردوں کے لئے گویا اِمتحان تھا، اور بہت سے پھر گئے اور "اُس کے بعد اُس کے ساتھ نہ رہے"۔ بھیڑ چلی گئی اور یسُوع اُن بارہ کے ساتھ رہ گیا۔ اور اُن میں سے بھی ایک "شیطان" تھا (یُوحنّا ۶: ۷۰) پھر بھی شمعون پطرس نے ایمان کا ایک زبردست اقرار کیا جو اُس بڑے اقرار کا پیش خیمہ تھا جو وہ کچھ عرصہ کے بعد قیصریہ فلپی میں کرنے کو تھا۔

مخالفت کا سال

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسیح کی مخالفت زیادہ اور سخت ہوتی جا رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کی وجہ اُس کا غریب خاندان، اُس کے ساتھی اور پُرانی روایات سے کنارہ کشی تھی۔ مسیح اور مذہبی پیشواؤں کے درمیان نمایاں اختلاف سبت کی پیروی کے مسئلہ میں ظاہر ہُوا۔ وہ خُدا کی طرف سے ایک بڑی برکت اور تحفہ ہے۔ لیکن فریسیوں نے اسے برکت کی بجائے ایک بوجھ بنا کے رکھ دیا تھا۔

یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کے آخری سال کے پہلے چھ ماہ میں یسُوع نے مُنادی کرنے اور معجزے دِکھانے کم کر دیئے۔ اِس کی ضرورت اِس لئے پیدا ہوئی، کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ بھیڑ اور بڑھتے ہوئے مخالفین سے الگ ہو کر اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ تنہائی میں وقت صرف کرے۔ مستقبل کا انحصار اُن پر تھا، لہٰذا اُس نے اپنے آپ کو اُن کی تربیت کے لئے وقف کر دیا۔ وہ اُن کے ساتھ گلیل کے علاقہ کے دُور دراز حصّوں کا دَورہ کرنے لگا اور شمال مغرب میں صُور اور صیدا، مشرق میں دِکپلِس اور دُور شمال میں قیصریہ فلپی میں مُنادی اور تبلیغ کرتا رہا۔

قیصریہ فلپی

قیصریہ فلپی حرمون کے پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور اُس کے پاس ہی دریائے یردن کا منبع ہے۔ یہاں ایک ایسا واقعہ ہُوا جو بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ گو اِس پہاڑ کی چٹانوں پر بُت پرستی کی بہت سی علامتیں پائی جاتی تھیں پھر بھی شمعون پطرس نے یہاں اقرار کیا کہ یسُوع زندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے۔ خُداوند یسُوع اِس اقرار کو سُن کر بہت خُوش ہُوا، اور پطرس اور اُس کے ساتھ کے اُن لوگوں کو جن کی طرف سے اُس نے اِقرار کیا تھا، اُن کو ایسا گروہ تسلیم کیا جن کے وسیلے سے آئندہ کلیسیا تمام دُنیا میں پھیل جائے گی (متی ۱۶: ۱۷-۱۹)۔

"اُس وقت سے" (متی ۱۶: ۲۱) مسیح اعلانیہ طور پر اپنی صلیب کے بارے میں بیان کرنے لگا۔ اِس سے پیشتر وہ اپنے دکھوں کا ذکر دَر پردہ اور معمّہ کی شکل میں کیا کرتا تھا (مثلاً متی ۱۲: ۴۰؛ مرقس ۲: ۲۰؛ یُوحنّا ۳: ۱۴ اور باب ۶)، لیکن اب اُس نے صاف صاف کہہ دیا (مرقس ۸: ۳۲)۔ جب پطرس نے مسیح کو صلیب کی راہ سے ہٹانا چاہا تو مسیح نے اُس کی غلط درخواست میں بیابان کی آزمائشوں کی گونج سُنی۔ اِس مرتبہ شیطان اِس شاگرد کی کوتاہ اندیش

اور غلط محبت کی آڑ لے رہا تھا (متی ۱۶: ۲۲؛ مرقس ۸: ۳۲)۔

مسیح کی صورت کا بدل جانا

قیصریہ فلپی کے واقعات کے ایک ہفتہ بعد یہ عظیم الشان واقعہ غالباً کوہ حرمون پر پیش آیا۔ لازم ہے کہ انہی واقعات کے سلسلہ میں اس کا مطالعہ کیا جائے۔ حرمون کی چوٹی پر مسیح کا جلال چند لمحوں کے لئے نظر آیا۔ بلاشبہ اس میں یسوع نے اپنے آئندہ جلال کی ایک جھلک دیکھی۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ اُن تین شاگردوں کے لئے جنہوں نے اُسے دیکھا تھا، ایک خاص پیغام تھا۔ اُن کے سامنے اُس کی صورت بدل گئی (متی ۱۷: ۲)۔ یہ تجربہ آئندہ ایام میں اُن کے ایمان کو تقویت بخشنے کو تھا (فلپیوں ۳: ۲۱)۔

حرمون کے پہاڑ پر مسیح کے ساتھ موسیٰ جو شریعت کا، اور ایلیاہ جو انبیاء کا نمائندہ تھا، نظر آئے۔ وہ دونوں اُس سے اُس کی موت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ لوقا بیان کرتا ہے کہ وہ اُس (خروج) انتقال کا ذکر کرتے تھے جو یروشلیم میں واقع ہونے کو تھا (لوقا ۹: ۳۱)۔ "خروج" ایک بہت پُرمعنی لفظ ہے۔ یہ ہمیں مصر کی غلامی سے اُس بڑی مخلصی کی یاد دلاتا ہے، اور پھر نہ صرف صلیب بلکہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور تمام جلالی زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا باپ نے پہلی دفعہ بپتسمہ کے موقع پر کلام کیا تھا، اب دُوسری دفعہ مسیح سے کلام کیا، اور ان الفاظ پر یہ اضافہ کیا کہ "اُس کی سُنو" (مرقس ۹: ۷)۔

یروشلیم کا سفر

یسوع کی صورت کے بدل جانے کے جلد بعد اُس نے یروشلیم جانے کو کمر باندھی" (لوقا ۹: ۵۱)۔ اُس نے ستر آدمی اور بھیجے۔ جس جس شہر اور جگہ کو خود جانے والا تھا، وہاں اُس نے اُنہیں دو دو کر کے اپنے آگے بھیجا (لوقا ۱۰: ۱)۔ ہم اس سفر کا کھوج صحیح طور پر نہیں لگا سکتے، لیکن یوں نظر آتا ہے کہ یہ ایک طویل سفر تھا، جسے اُس نے آہستہ آہستہ طے کیا۔ ہم اُس کو گلیل کے جنوبی حصہ میں جو سامریہ کی سرحد تھی پاتے ہیں۔ یہاں پر اُس نے نیک سامری کی تمثیل بیان کی، اور دس کوڑھیوں کو پاک صاف کیا (لوقا ۱۰: ۲۵-۳۷؛ ۱۷: ۱۱-۱۹)۔ پھر وہ یردن کے پار پیریہ[1] میں دکھائی دیتا ہے (مرقس ۱۰: ۱)۔ لیکن اُس کی

1 Peraea

منزلِ مقصود یروشلیم ہی تھا۔ اُن دنوں میں جیسا کہ بینگل[1] کہتا ہے، وہ اپنے صلیبی دُکھوں پر دھیان لگائے رہتا تھا۔ شاگرد اُس کے خیالات کی اس عجیب دُنیا میں داخل نہ ہو سکتے تھے، اور اکثر اوقات حیرت و خوف اُن پر غلبہ پا لیتا تھا (مرقس ۱۰: ۳۲)۔ جب وہ اکیلا آگے جا رہا تھا اور اُس کے شاگرد اُس کے پیچھے تھے، وہ ٹھہر گیا، اور شاگردوں کو تیسری دفعہ بتایا کہ اُسے دُکھ اُٹھانا ضرور ہے۔ اِس موقع پر اُس نے پہلی دفعہ اُن پر ظاہر کیا کہ وہ صلیب دیا جائے گا (متی ۲۰: ۱۹)۔ اِس سے کچھ دیر بعد اُس نے فدیہ کی قیمت کے بارے میں عظیم الشان الفاظ کہے (متی ۲۰: ۲۸؛ مرقس ۱۰: ۴۵)۔

تیسری انجیل کے اِس طویل حصہ میں (لوقا ۹: ۵۱ - ۱۹: ۲۷) جسے عام طور پر "سفر نامہ" کہتے ہیں، اُس تعلیم کا بیان ہے، جو اُس نے یروشلیم کو سفر کرتے ہوئے دی۔ یروشلیم کو آخری بار جانے سے پیشتر وہ دو[2] مرتبہ پہلے وہاں گیا تھا۔ پہلی مرتبہ ستمبر اور اکتوبر کے مہینے میں جب کہ عیدِ خیام تھی (یوحنا ابواب ۷، ۸)، اور دُوسری مرتبہ دسمبر میں جب کہ مخصوصیت کی عید منائی جاتی تھی (یوحنا ۱۰: ۹)۔ دونوں موقعوں پر اُس نے بڑے اختیار کے ساتھ تعلیم دی۔ دُوسری مرتبہ یروشلیم میں جانے کے سلسلہ میں اُس اندھے کو بینا کرنے کا بیان ہے، جو فریسیوں کے ساتھ زبردست بحث کرتا تھا اور جسے اُنہوں نے عبادت خانہ سے باہر نکال دیا یعنی خارج کر دیا (یوحنا ۹: ۳۴) اور جس کے لئے خداوند یسوع نے وہ دروازہ کھولا جسے کوئی بند نہ کر سکتا تھا (یوحنا ۱۰: ۹)۔

یروشلیم میں پہنچنا

یروشلیم میں آخری مرتبہ داخل ہونے سے پہلے خداوند یسوع نے اپنا عظیم ترین معجزہ دکھایا یعنی چار دن کے مُردہ لعزر کو زندہ کر دکھایا (یوحنا ۱۱)۔ جب ہم مسیح کی زندگی کے آخری ہفتہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اُس میں واقعات پُوری تفصیل سے سلسلہ وار دئیے گئے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اناجیل بھی خطوط کی طرح مسیح کی موت کو اُس کی زندگی کا اہم ترین واقعہ تسلیم کرتی ہیں۔

اتوار کے دن وہ شاہانہ طور پر یروشلیم میں داخل ہُوا۔ اِس وقت وہ چمکتے ہُوئے اسلحہ سے مسلح نہیں تھا بلکہ ایک گدھی کے بچّہ پر سوار ہو کر اسرائیل کا بادشاہ ظاہر ہُوا۔

1 Bengel

اُس نے اِس طرح اُس نبوّت کی تکمیل کی، جو زکریاہ نے اُس کے بارے میں کی تھی (زکریاہ ۹: ۹)۔ سوموار کو اُس نے انجیر کے بے پھل درخت پر لعنت کی (یہ بنی اسرائیل پر آنے والی لعنت کی علامت تھی) اُسی دِن اُس نے دُوسری مرتبہ ہیکل کو صاف کیا۔

منگل صدوقیوں اور فریسیوں سے بڑی بحث مباحثہ کا دِن تھا۔ اُس نے اُن سب کو خاموش کر دیا۔ "اور عام لوگ خوشی سے اُس کی سُنتے تھے" (مرقس ۱۲: ۳۷)۔ اسرائیلی مذہب پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے اُسے اُس سُنسان اور بے پھل بیابان میں کنگال بیوہ میں حقیقی پرستش اور خود انکاری کا ایک خوبصورت اور خوشبودار پھول نظر آیا (مرقس ۱۲: ۴۱-۴۴؛ لوقا ۲۱: ۱-۴)۔ جب اُسے اطلاع دی گئی کہ یونانی تجھے ڈھونڈ رہے ہیں تو وہ ایک عجیب روحانی کشمکش میں مبتلا ہُوا، اور یہ گتسمنی کی سخت روحانی جنگ کا پیش خیمہ تھی (یُوحنّا ۱۲: ۲۱ و ۳۳)۔ اُس نے یہاں اپنی مَوت کے بارے میں کہا کہ وہ اُس بیج کی مانند ہے جو زمین میں گِر کر مر جاتا ہے اور "بُہت سا پھل لاتا ہے۔" اُس کی مَوت مقناطیس کی مانند ہوگی، جو "سب" کو اپنی طرف کھینچے گی، اور دُنیا کی عدالت کی مانند ہوگی جو انسانوں کے انتخاب کے مُطابق اُن کو دو گروہوں میں منقسم کر دے گی۔ اُس وقت گہری محبّت اور عمیق اُلفت کے وہ الفاظ "اے یروشلیم — اے یروشلیم" اُنہی ہونٹوں سے نکلے، جنہوں نے نہایت سخت اور بھسم کر دینے والے الفاظ کہے تھے (متی باب ۲۳)۔ اُس کے بعد یروشلیم کی تباہی اور بربادی کی بابت پیشین گوئی ہے، جو دُنیا کی عدالت کی پیش رَو ہوگی اور جس کے بعد خُداوند مسیح کی دُوسری آمد پر اُس کی بادشاہت قائم کی جائے گی۔ جمعرات کی شام کو خُداوند مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ عید فسح منائی اور اِس طرح پُرانے عہد نامہ کی اُس عید کو نئے عہد نامہ کی یادگاری اور شراکت کی عید میں خوبصورتی سے تبدیل کر دیا۔ یہ نیا عہد اُس کے خون میں قائم کیا گیا، جس کی ابتدائی یا بنیادی برکت گناہوں کی معافی ہے، اور یوں یرمیاہ کی نبوّت کی تکمیل ہوئی (یرمیاہ ۳۱: ۳۱-۳۴)۔ یوحنا یسوع کی اُس بیش قیمت گفتگو کا جو اُس نے میز پر کی مفصل بیان کرتا ہے (یوحنا ابواب ۱۳-۱۶)۔ نیز اُس کی دُعا بھی مذکور ہے، جو اُس نے سردار کاہن کے طور پر کی (یوحنا باب ۱۷)۔

گتسمنی اور کلوری

یہوداہ اُس کے بارہ شاگردوں میں سے ایک تھا۔ اُس نے اپنے اُستاد کو تیس روپیہ میں فروخت کر دیا۔ چنانچہ اُس کا نام اب تک ذلیل ترین فریب اور غداری سے منسوب کیا

جاتا ہے۔ گتسمنی میں مسیح کی رُوحانی تکلیف اُس کے آئندہ جسمانی دُکھوں کی پیش بینی کی وجہ سے نہیں تھی جسے فرشتے "اگر روک سکتے" (متی ۲۶: ۵۳) بلکہ انسانی گناہ کے اُس بوجھ کی وجہ سے تھی جسے وہ اُٹھانے کو تھا (۱-پطرس ۲: ۲۴؛ ۱-یوحنا ۲: ۲) اور باپ کے چہرے کے چھپ جانے کی وجہ سے تھی جو اُس کا لازمی نتیجہ تھا۔ یہ وہ تلخ پیالہ تھا جو اُسے پینا ضرور تھا (مرقس ۱۴: ۳۶)۔

صلیب کے بیان کو بالتفصیل لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ ہر ایک اُس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اُس زمانے میں یہ مَوت کا سب سے شرمناک طریقہ تھا جس میں مصلوب ہونے والے شخص کو شدید جسمانی ایذا پہنچائی جاتی تھی۔ اُس کی رُوح کا دُکھ اُس کا اصل دُکھ تھا۔ اِس دُکھ کا اچھی طرح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تا وقتیکہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ انسانی گناہ کی خاطر یہ دُکھ برداشت کر رہا تھا۔ مسیح کے یہ الفاظ کہ "اے میرے خُدا! اے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" بھی بلاشُبہ اسی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔

مسیح کی مَوت کے وقت بُہت سے واقعات سے الٰہی قدرت کا اظہار ہُوا (متی ۲۷: ۵۱-۵۳)۔ لیکن مسیح مصلوب کی قدرت کا اِس سے بھی بھاری اظہار اُس وقت ہُوا، جب آخری لمحہ اُس نے آسمان کی بادشاہت کا دروازہ اُس گنہگار اِنسان کے لئے کھول دیا جو اُس کے ساتھ صلیب پر مر رہا تھا (لوقا ۲۳: ۳۹-۴۳)۔ خُداوند صلیب پر سے بھی "سلطنت کرتا ہے" (زبور ۹۶: ۱۰)۔

مُردوں میں سے جی اُٹھنا

تمام اناجیل کی متفقہ شہادت یہ ہے کہ تیسرے دن ابھی بُہت ہی سویرا تھا کہ ارمتیاہ کے یوسف کے باغ کی قبر کا پتھر ہٹا ہُوا، اور قبر خالی پائی گئی۔ چاروں اناجیل اعلان کرتی ہیں کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ تمام نیا عہد نامہ اِس فتح کے اعلان سے بار بار گونج اُٹھتا ہے۔ تواریخ کے اَور حقائق کی طرح یہ بھی یقینی اَمر ہے کہ صلیب دیئے جانے کے سات ہفتے کے بعد پطرس یروشلیم میں مُردوں میں سے جی اُٹھے ہُوئے اور پُرجلال بادشاہ مسیح کی منادی کر رہا تھا۔ پطرس اور اُس کے ساتھی سات ہفتے پیشتر بُہت اُداس اور بُزدل نظر آتے تھے، لیکن اب دلیری اور پختہ ایمان کا مجسمہ دکھائی دیتے تھے۔ یہ معجزانہ تبدیلی کس طرح واقع ہُوئی؟ بلاشُبہ اُس کی وجہ یہی تھی، جو اُنہوں نے بتائی کہ فی الواقع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا۔ اِسی حقیقت سے ابتدائی کلیسیا نے قوّت اور فتحمندی اور جلال حاصل کیا۔

مسیح کے جی اُٹھنے کے بعد یروشلیم اور گلیل میں اُس کے مختلف اوقات پر ظاہر ہونے کے واقعات کا سلسلہ وار سُراغ لگانا آسان کام نہیں۔ مُطالعہ کرنے والوں کو بہت سے شک میں ڈالنے والے نظریوں کی پڑتال کرنی پڑے گی۔ اِن نظریوں کو غور سے دیکھا جائے تو یہ اَمر عیاں ہو جائے گا کہ وہ فضول، بے تکے اور لغو ہیں۔

اِس مضمون پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، لیکن جنہوں نے اپنی زندگی میں زندہ مسیح کی طاقت اور قوت کا تجربہ کیا ہے، گو وہ اِن تمام واقعات کا تسلسل پیش کرنے میں ناکام ہی کیوں نہ ہوں تو بھی وہ رسُولوں کی صاف اور سچی گواہی کو جنہوں نے اُسے چالیس دن تک اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھا ہے، بڑی شکر گزاری سے قبول کریں گے۔

صعودِ مسیح

خُداوند مسیح اپنے جی اُٹھنے کے بعد چالیس دن تک وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں پر ظاہر ہوتا رہا۔ پھر وہ جلال میں اُوپر اُٹھایا گیا (۱-تیمتھیُس ۳: ۱۶)۔ اَب وہ باپ کے جلال میں اُس کے دہنے ہاتھ تخت پر بیٹھا ہے۔ اَب مسیحیوں کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ عالمِ بالا کی چیزوں کی تلاش میں رہیں جہاں مسیح موجود ہے۔ اور خُدا کے دہنی طرف بیٹھا ہے (کلسیوں ۳: ۱)۔ اُنہیں یہ یاد دِلایا جاتا ہے کہ جب وہ سب قوموں کو شاگرد بنانے کے لئے نکلتے ہیں تو اُن کے ساتھ رُوح القُدس کے وسیلہ سے زندہ اور سلطنت کرنے والے خُداوند کی حضوری موجود ہے۔ آسمان پر جانے سے پیشتر اُس نے خود کہا کہ "آسمان اور زمین کا کُل اِختیار مجھے دیا گیا ہے۔ ۔ ۔ اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" (متی ۲۸: ۱۸-۲۰)۔

اٹھارہواں باب

مسیح کی تعلیم

اگرچہ مسیح کا مرتبہ اُستاد سے کہیں زیادہ ہے، تو بھی وہ اُستاد بھی ہے۔ اِس سے پیشتر کہ اُنہوں نے اُس کی شخصیت اور کام میں گہری باتوں کو پہچانا بے شمار لوگ اُس کی تعلیم سے متاثر ہوئے۔

جیسے مُلکِ فلسطین کے لوگ مسیح کے کلام سے متاثر ہوئے، آج بھی لوگ اُس کے لاثانی کلام سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ متی، مرقس اور لُوقا کی اناجیل کے مُطابق بھیڑ اُس کی تعلیم سے حیران ہوئی، کیونکہ وہ صاحب اختیار کی طرح اُن کو تعلیم دیتا تھا (متی ۷: ۲۸، ۲۹)۔ یُوحنا کی انجیل کے مُطابق اُس کے بارے میں کہا گیا کہ "اِنسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا" (یُوحنا ۷: ۴۶)۔

"اِنسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا۔" یہ اُس کے طریقِ تعلیم کے بارے میں بالکل دُرست فیصلہ تھا۔ اُس کے مُنہ کی باتیں سامعین کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی اور اُن میں گہری سوچ کا شوق پیدا کر دیتی تھیں۔ اُس نے جنگلی سوسن، انگور اور اناج، چڑیوں اور کوّوں کی مثالیں دیں اور اُنہیں خُدا اور اِنسان کے بارے میں گہری سچائی سکھانے کا ذریعہ بنایا۔ اُس نے اپنے ماحول کی معمولی اشیاء اور عام واقعات کو لیا اور اُنہیں دُنیا کی غیر فانی سچائی کو پھیلانے اور دُوسروں تک پہنچانے کا آلہ بنایا۔ جو کہانیاں وہ اکثر بیان کرتا تھا وہ آج تک بھی ہمارے تصور پر چھائی ہُوئی ہیں۔

لیکن ہمارے خُداوند کی تعلیم کے مضمُون میں اُس کا انوکھا پن زیادہ صفائی سے نظر آتا ہے۔ اُس کے بعض بڑے بڑے مضامین ہم قارئینِ کرام کے سامنے پیش کریں گے۔

خُدا باپ ہے

مسیح دُنیا میں آیا تاکہ باپ کو ظاہر کرے (متی ۱۱: ۲۷؛ یُوحنا ۱۴: ۹)۔ پُرانے عہد نامہ میں بھی خُدا کا تصور دِل اور رُوح میں حرکت و جُنبش پیدا کرنے والا تھا (مثلاً زبور ۱۰۳: ۱۳

اور یسعیاہ ۶۳: ۱۶)۔ لیکن مسیح کی تعلیم میں یہ تصور مرکزی، واضح اور مکمل ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا ہر جگہ ہمارے نزدیک ہوتا ہے۔ وہ جلد مرجھا جانے والے پھولوں کو ایسا لباس پہناتا ہے جو سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے نہیں پہن سکا (متی ۶: ۲۹)۔ وہ اپنی فیاضی سے ہوا کے پرندوں کو بھی کھلاتا ہے (متی ۶: ۲۶)۔ وہ مرتی ہوئی چڑیا کو بھی دیکھتا ہے جب کہ وہ زمین پر گر رہی ہے (متی ۱۰: ۲۹)۔ اور اُس فالتو چڑیا پر بھی اُس کی نگاہ ہے جو بیچ دی جاتی ہے۔ خدا کے حضور وہ بھی فراموش نہیں ہوتی (متی ۱۰: ۲۹ بمقابلہ لوقا ۱۲: ۶)۔ خدا لامحدود محبت والا خدا ہے، جو اپنے بچوں کو ہمیشہ "اچھی چیزیں" دینا چاہتا ہے (متی ۷: ۱۱)۔ "وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے" (لوقا ۶: ۳۵)۔ مسیح ہمیں اُس باپ کے بارے میں بتاتا ہے، جو اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کی واپسی کا منتظر تھا۔ جب وہ آیا تو باپ اُسے ملنے کو دوڑا، اور گلے لگا کر اُسے چوما جبکہ دُور دراز ملک کے چیتھڑے اور گرد اور گندگی ابھی اُس کے بدن پر ہی تھی۔ یہ خدا باپ کی مثال ہے جو مسیح میں ہر توبہ کرنے والے کو معاف کر کے بچاتا ہے۔

لیکن مسیح نے اِس بات پر بھی زور دیا، کہ خدا کی قدرت لامحدود اور اُس کا جلال بے مثال ہے۔ یہاں پر فرض کیا گیا ہے کہ کلام سننے والے عہدِ عتیق کی تعلیم سے پوری طرح واقف ہیں اور یہ ہر ایک بات کا پس منظر ہے۔ ہمارا باپ خدا آسمان پر ہے۔ اُس کا جلال اور سلطنت لامحدود ہے۔ وہ نیک ہے بلکہ صرف وہی ایک ایسی ہستی ہے جو اصل میں کامل طور پر نیک ہے (متی ۱۹: ۱۷)۔ وہ کامل ہے (متی ۵: ۴۸)۔ وہ "قدوس باپ" (یوحنا ۱۷: ۱۱) اور "عادل باپ" ہے (یوحنا ۱۷: ۲۵)۔ خدا کی ذات میں کچھ ایسی خاصیت ہے جو ہمارے دل میں اُس کا رعب اور عزت پیدا کرتی ہے۔ ہمیں خدا سے ڈرنے کی تعلیم دی گئی ہے لیکن شیطان سے نہیں (متی ۱۰: ۲۸ اور لوقا ۱۲: ۵)۔

یسوع خدا کو تمام انسانوں کا باپ نہیں کہتا، کیونکہ بعضوں سے وہ یوں کہتا ہے کہ "تم اپنے باپ ابلیس سے ہو" (یوحنا ۸: ۴۴)۔ پہلی تین اناجیل میں وہ "بادشاہت کے فرزند" اور "شریر کے فرزند" (متی ۱۳: ۳۸) کا بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے شاگردوں کو کہتا ہے کہ "اپنے دشمنوں سے محبت رکھو ... تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو" (متی ۵: ۴۴-۴۵)۔ خدا کے بیٹے محبت، ایمان اور فرمانبرداری کے باعث دوسروں سے مختلف ہیں۔ وہ فضل ہی سے خدا کے لے پالک بیٹے ٹھہرائے جاتے ہیں۔

اپنے بارے میں تعلیم

جب وہ ابھی بارہ برس کا تھا تو اُس کے پہلے لفظ جو معرضِ تحریر میں آئے یہ تھے "کیا تم کو معلوم نہیں کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟" (لوقا ۲: ۴۹)۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کو اِس بات کا احساس تھا کہ خدا کے ساتھ اُس کا ایک لاثانی اور خاص رشتہ ہے یعنی یہ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ یوحنا کی انجیل میں خدا باپ اور بیٹے کے بارے میں اُس کے اپنے ہونٹوں سے دی ہوئی تعلیم کا بڑا خزانہ ہے۔ اِسی میں وہ صاف الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ میں خدا کا لاثانی اور ازلی بیٹا ہوں۔ اِس تعلیم کے بارے میں اِس انجیل میں اور باقی اناجیل میں کوئی اختلاف نہیں۔ مسیح نے اپنی ذات سے متعلق جو دعوے پہلی تین اناجیل میں کیئے، اُن کی پوری تصدیق چوتھی انجیل کے کامل مکاشفہ میں ہوئی۔

ہمارا خداوند خاص طور پر دعویٰ کرتا ہے کہ قیامت کے دن جب کہ وہ اپنے فرشتوں کو بھیج کر دنیا کے چاروں طرف سے اپنے برگزیدوں کو اکٹھا کرے گا، تو وہ آدمیوں کا انصاف کرے گا (متی ۲۴: ۳۱)۔ وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھ کر سب قوموں کی عدالت کرے گا (متی ۲۵: ۳۱)۔ یہ دعوے مسیح کے خدا ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔

پہلی تین اناجیل میں مسیح کے وہ عظیم الفاظ ہیں، جو چوتھی انجیل کا خلاصہ ہیں (متی ۱۱: ۲۷؛ لوقا ۱۰: ۲۲)۔ باپ اور بیٹے کا ایک دوسرے سے گہرا رشتہ ہے۔ بیٹے کے سوا کوئی باپ کو سمجھ نہیں سکتا اور باپ کے سوا کوئی بیٹے کو نہیں سمجھ سکتا۔ باپ اور بیٹا ایک ذات ہیں ورنہ خداوند یسوع یوحنا ۸: ۵۸ اور ۱۰: ۳۰-۳۸ کے الفاظ کبھی نہ کہہ سکتا۔ ایسے الفاظ اُس کی رُوح کی ناقابلِ فہم گہرائیوں کی ایک جھلک دکھاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ "ابنِ آدم" کا لقب، جو خداوند مسیح نے قریباً چالیس مرتبہ مختلف موقعوں پر اپنے لیئے استعمال کیا دو مفہوم رکھتا ہے۔ اناجیل میں اُنیس موقعوں پر یسوع نے یہ اپنی حقیقی انسانیت اور انکساری یا دُکھوں کے سلسلے میں استعمال کیا ہے اور پندرہ دفعہ اُس نے مُنصف اور بادشاہ کی حیثیت میں اپنے آئندہ جلال کے سلسلے میں اُسے استعمال کیا ہے۔ اِس لقب کی بنیاد دانی ایل ۷: ۱۳ ہے۔ مسیح نے خود اِس کی طرف اشارہ کیا ہے جب اُس نے اپنے مقدمہ کے موقع پر سردار کاہن سے وہ الفاظ کہے (متی ۲۶: ۶۴؛ مرقس ۱۴: ۶۲)۔ دانی ایل ۷ باب میں ہمارے سامنے خدا کی بادشاہت کے حاکم کی رویا ہے۔ وہ فوق الفطرت ہستی ہوگا جس کی حقیقی سکونت گاہ "قدیم الایام" کے ساتھ ہے۔

اِس نظریے کی کافی تصدیق ہو سکتی ہے کہ مسیح نے اپنے لئے یہ لقب اِس لئے چُنا کیونکہ عہدِ عتیق کے موعودہ مسیح کے دو مختلف تصورات اِس میں خوب سما سکتے ہیں یعنی یسعیاہ کا دُکھ اُٹھانے والا خادم اور مسیح کا بادشاہ ہونا۔ "اُونچے پر چڑھائے جانے" اور "جلال پانے" (یوحنا ۱۲: ۲۳ و ۳۲-۳۴) کے الفاظ "ابنِ آدم" اور "دُکھ اُٹھانے والے خادم" کے تصورات کے درمیان جوڑنے والی کڑی کا کام دیتے ہیں۔

رُوحُ القُدس

اگرچہ رُوحُ القُدس کے بارے میں ہمارے خُداوند کی بیشتر تعلیم چوتھی انجیل کے اَلوداعی پیغام میں پائی جاتی ہے (یہ پیغام خُداوند نے اپنے شاگردوں کو بالاخانے میں دیا تھا)؛ لیکن اِس ضمن میں دیگر اناجیل میں بھی اہم حوالے پائے جاتے ہیں۔ رُوحِ پاک کی نعمت خُداوند کی عطا کردہ نعمتوں میں سے نعمتِ عظمیٰ ہے (لُوقا ۱۱: ۱۳ بمقابلہ متی ۷: ۱۱)۔ خُداوند کا وعدہ ہے کہ اُس کے شاگرد جب غیر مسیحی عدالتوں کے رُوبرو ملزم ٹھہرائے جائیں گے تو رُوحِ پاک وقت کے تقاضے کے تحت اُن کی صفائی کے لئے اُنہیں موزوں الفاظ عطا فرمائے گا (متی ۱۰: ۱۸-۲۰؛ مرقس ۱۳: ۱۱؛ لُوقا ۱۲: ۱۱ و ۱۲)۔ رُوحُ القُدس کے خلاف گُناہ ناقابلِ مُعافی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہ گُناہ ہے جو دیدہ دانستہ نیکی کی مخالفت ہے اور گنہگار کی طبیعت میں رچا بسا ہوتا ہے۔ ایسے گُناہ کو ابدی گُناہ بھی کہا گیا ہے (مرقس ۳: ۲۹)۔ متی ۲۸: ۱۹ میں تثلیثی بپتسمہ (یعنی باپ، بیٹے اور رُوحُ القُدس کے نام سے) پایا جاتا ہے۔ بائبل مُقدس کے بعض نقادوں نے شک ظاہر کیا ہے کہ آیا یہ الفاظ خُداوند مسیح نے کہے بھی تھے کہ نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ الفاظ یُونانی کے تمام مَوجودہ مسودوں میں مَوجود ہیں۔ پلومر متی کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "نئے عہد نامے میں تثلیثی عقائد کی اتنی بھرمار ہے کہ ہم یہ ماننے پر مجبُور ہو جاتے ہیں کہ یہ الفاظ خُداوند نے ضرُور کہے تھے۔"

چوتھی انجیل میں ہمارے خُداوند مسیح نے رُوحُ القُدس کو چار مرتبہ "مددگار" کہا ہے (یوحنا ۱۴: ۱۶؛ ۱۴: ۲۶؛ ۱۵: ۲۶؛ ۱۶: ۷)۔ یُونانی لفظ "پاراکلیتس"[1] (مددگار) نئے عہد نامے میں ایک دفعہ اَور ا۔یوحنا ۲: ۱ میں پایا جاتا ہے۔ ویسٹ کاٹ[2] کا خیال ہے

1 "parakletos" 2 Westcott

کہ اِس کے لئے موزوں الفاظ مددگار، مشیر، شافع، قائل کرنے والا، مُجرم ٹھہرانے والا، مخالفت میں مضبُوط کرنے والا، محافظت کرنے والا اور خوفناک حملوں کو دُور کرنے والا ہیں۔ رُوحِ پاک کے حصُول کے بعد خُداوند مسیح اپنے جسمانی ایام کی بہ نسبت اہلِ ایمان کے اَور زیادہ قریب ہو جاتا ہے تاکہ وہ تنہائی محسُوس نہ کریں (یوحنا ۱۴: ۱۸)۔ وہ امتیازی طور پر "سچائی کا رُوح" ہے۔ تین مرتبہ ہمارے خُداوند نے اِسے یہی نام دیا ہے (یوحنا ۱۴: ۱۷؛ ۱۵: ۲۶؛ ۱۶: ۱۳)۔ خُداوند نے فرمایا کہ وہ شاگردوں کی سچائی کی جانب رہبری کرے گا (یوحنا ۱۶: ۱۳)۔ وہ شاگردوں کو سب کچھ یاد دلائے گا جو اُنہوں نے اپنے آقا سے سیکھا تھا (یوحنا ۱۴: ۲۶)۔ انجیل لکھنے کے لئے یہ اُن کا لازمہ ہوگا اور اُنہیں آئندہ کی باتیں بتائے گا (یوحنا ۱۶: ۱۳)۔ یہ ایسا وعدہ تھا جس کی تکمیل ہم خاص طور پر مکاشفہ کی کتاب میں دیکھتے ہیں۔ رُوحُ القُدس کا یہ بھی کام ہوگا کہ وہ شاگردوں کو خدمت اور گواہی دینے کے لئے اور دُنیا کو شاگردوں کی گواہی قبُول کرنے کے لئے تیار کرے گا (یوحنا ۱۵: ۲۶، ۲۷؛ یوحنا ۱۶: ۸-۱۱)۔

چوتھی انجیل میں یسُوعؔ مسیح کے دو دیگر پیغامات کا مُطالعہ کرنا چاہئے۔ یوحنا ۳: ۸ رُوح کے عجیب طریقِ کار کا ذکر کرتا ہے کہ وہ جہاں چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے اپنا عمل جاری رکھتا ہے۔ یوحنا اپنی انجیل کے ساتویں باب کی اُنتالیسویں [۳۹] آیت میں رُوح سے معمُور زندگی سے جو تازگی اور زندگی بخش اثرات برآمد ہوتے ہیں، اُن کا ذکر کرتا ہے۔

"خُدا کی بادشاہت"

بے شک مسیح کی تعلیم میں "خُدا کی بادشاہت" کے تصوّر کے بہُت سے پہلُو ہیں۔ لیکن ہم یہاں صرف چند ایک پہلوؤں پر غور کریں گے۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مختصر بیان اِس دلچسپ موضُوع کے مفصّل مطالعہ کے لئے مُفید ثابت ہوگا۔

اِن الفاظ کا بُنیادی تصوّر یہ ہے کہ خُدا کی حکُومت اِنسانی دِل و دماغ پر ہے۔ مسیح کے الفاظ جو لُوقا ۱۷: ۲۱ میں پائے جاتے ہیں، اُن کا ترجمہ یُوں ہو سکتا ہے "خُدا کی بادشاہت تُم میں ہے" یعنی "تمہارے دِلوں میں"۔ انگریزی مصدقہ ترجمہ نظرِ ثانی شدہ ترجمہ اور ڈالمن[1] اور دیگر عالم بھی اِن الفاظ سے یہی مفہُوم لیتے ہیں۔ دُعائے ربّانی میں بھی

1 Dalman

ہمیں یہ سکھایا جاتا ہے ”تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے، زمین پر بھی ہو“ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی بادشاہت زمین پر اُسی نسبت سے پھیلتی اور ترقی کرتی ہے، جس نسبت سے انسان اُس کی مرضی کو مانتا اور پورا کرتا ہے۔

خدا کی بادشاہت مسیح کے نجات بخش کام کے باعث دُنیا میں اِسی وقت موجود ہے۔ ”اگر میں بدرُوحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں، تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی“ (لوقا ۱۱: ۲۰)۔ جب مسیح بیماروں کو اچھا کرتا، بدرُوحوں کو نکالتا اور سب سے زیادہ خراب و خستہ حال گنہگاروں کو بچاتا پھرتا ہے تو خدا خود ہمارے درمیان موجود ہے۔ خدا کی بادشاہی ایک موجودہ حقیقت ہے[1] اور ضرور ہے کہ یہ بادشاہت چھوٹے پیمانہ سے شروع ہو کر تمام دُنیا میں پھیل جائے (مثلاً رائی کے دانے اور خمیر کی تمثیل)۔ خدا کی حکومت کو انسان کے ہر ایک کام پر حاوی ہونا چاہئے۔ خواہ وہ سیاست ہو یا تجارت، خواہ رسل و رسائل ہو یا ادبیات، یا خاندانی زندگی، ہر جگہ خدا کی مرضی پر عمل ہونا چاہئے۔

خدا کی بادشاہت آئندہ زمانہ میں بھی ہوگی۔ اِس کا مفہوم یہ ہے کہ اُس کی آخری اور کامل فتح کا اظہار مستقبل میں ہوگا۔ جب مسیح خدا کی بادشاہت کی ضیافت کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آ کر اُس میں شریک ہوں گے (متی ۸: ۱۱؛ لوقا ۱۳: ۲۹)، تو وہ خدا کی تکمیل شدہ بادشاہت کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ اگر علم الٰہی کے الفاظ میں بیان کریں، تو خدا کی موجودہ بادشاہت کو ”فضل کی بادشاہت“ اور خدا کی آئندہ بادشاہت کو جلال کی بادشاہت کہہ سکتے ہیں۔

متی ۱۶: ۲۸؛ مرقس ۹: ۱؛ لوقا ۹: ۲۷؛ متی ۲۶: ۶۴؛ مرقس ۱۴: ۶۲؛ لوقا ۲۲: ۶۹ میں مسیح کے الفاظ کا مفہوم کلیسیا کی صورت میں خدا کی بادشاہی کا آنا ہو سکتا ہے۔ ابتدائی کلیسیا میں رُوح القدس کی طاقت کا اظہار بہت حیرت انگیز اور غیر معمولی طریقوں سے ہوتا رہا۔ فی الحقیقت کلیسیا کے اندر ہی آنے والے عالم کی طاقتیں موجود ہیں۔ وہ آنے والی ابدی زندگی اور موجودہ زندگی کی درمیانی کڑی ہے۔

بعض اوقات خدا کی بادشاہت کا مفہوم اُن کثرت کی رُوحانی برکات سے لیا جاتا ہے جو اُن لوگوں کو میسر آتی ہیں جو خداوند کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ برکات کسی حد

1 G. Vos, The Teaching of Jesus Concerning the Kingdom of God and the Church, p. 156

تک اور اِسی زندگی میں اُن لوگوں کو حاصل ہیں، جو دل کے غریب ہیں“ (متی ۵: ۳)۔ یہ برکات وہ قیمتی خزانہ ہیں جن کے حصول کے لئے اِنسان کو لازم ہے کہ سب کچھ دینے کو تیار ہو (متی ۱۳: ۴۴-۴۶)۔

اِنسان اور گُناہ

اِنسان رُوحانی شخصیت ہونے کے باعث خدا کے ساتھ رفاقت رکھنے کو پیدا کیا گیا تھا، اور اُس کی قدر تمام دُنیا سے زیادہ ہے (مرقس ۸: ۳۶)۔ لیکن اِنسان خدا سے دُور ہو گیا اور کھو گیا، جیسا کہ لوقا ۱۵ باب کی تین تمثیلیں ظاہر کرتی ہیں۔ اب کھوئی ہوئی بھیڑ کی طرح ہری ہری چراگاہوں اور صاف شفاف پانی کے چشموں سے دُور نکل گیا۔ کھوئے ہوئے درہم کی طرح جو مٹی میں پڑا تھا، اُس نے اپنے کارآمد ہونے اور مُفید ہونے کو کھو دیا اور مُسرف بیٹے کی طرح وہ باپ کی پُر محبت رفاقت کو کھو بیٹھا۔

مسیح اِنسان کی اِس گنہگار حالت کو بہُت ہی خطرناک تصور کرتا ہے۔ اِنسان ایک مُہلک بیماری میں مُبتلا ہے (متی ۹: ۱۲-۱۳)۔ وہ گُناہ کی غلامی میں اور خدا کے گھر سے باہر ہے (یُوحنا ۸: ۳۴)۔ اِنسان پر خدا کا غضب رہتا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے (یُوحنا ۳: ۳۶)۔ کہا جا سکتا ہے کہ مسیح نے موروثی گناہ کی تعلیم دی ہے (متی ۷: ۱۱)۔ وہ اِس کی دلیل نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اِنسان اپنی سرشت ہی میں بُرا ہے۔ ”اندر سے آدمی کے دل سے بُرے خیال نکلتے ہیں“ (متی ۱۵: ۱۹؛ مرقس ۷: ۱۶-۲۳)۔ اِس لئے اِنسان کو بیرونی اصلاح سے بڑھ کر اندرونی اور باطنی زندگی حاصل ہونی چاہئے۔ ”جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو، وہ خدا کی بادشاہی کو دیکھ نہیں سکتا“ (یُوحنا ۳: ۳)۔ ”جو کوئی خدا کی بادشاہی کو بچے کی طرح قبول نہ کرے، وہ اُس میں ہرگز داخل نہ ہوگا“ (مرقس ۱۰: ۱۵)۔ وارفیلڈ مرقس کے اِن الفاظ پر کہتا ہے کہ بادشاہت کے بچے اِس میں اِس طرح داخل ہوتے ہیں، جیسے بچے دُنیا میں داخل ہوتے ہیں یعنی بالکل برہنہ اور شیر خوار جن کے لئے سب کچھ کیا جانا ہوتا ہے[1] اور جو خود کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔

گُناہ میں اِنسان کی حالت بڑی خطرناک ہے لیکن خداوند یسُوع نے اپنے کلام

1 Warfield

اور اپنی تمام زندگی سے صاف ظاہر کیا کہ وہ دُنیا میں رحم کا خاص کام انجام دینے کو آیا ہے یعنی کہ وہ کھوئے ہوؤں کو بچائے (لُوقا ۱۹: ۱۰)، بیمار رُوحوں کے لئے حکیم ہو (لُوقا ۵: ۳۱-۳۲) اور گُناہ کے غلاموں کو آزاد کرے (لُوقا ۴: ۱۷-۲۱)۔ جو نجات وہ مہیا کرتا ہے، اُسے وہ خاص طور سے اپنی موت سے وابستہ کرتا ہے۔

اُس کی موت کی اہمیّت

پہلی تین اناجیل میں مسیح نے اپنی موت کے مقصد اور اہمیّت کے بارے میں دو[2] خاص باتیں کہیں۔ پہلی اُس وقت، جب وہ یروشلیم کو آخری بار اپنے شاگردوں کے ساتھ جا رہا تھا کہ "ابنِ آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (متی ۲۰: ۲۸؛ مرقس ۱۰: ۴۵)۔ ان الفاظ کے ذریعے یسُوع نے اپنے آپ کو یسعیاہ ۵۳: ۱۱-۱۲ کے "خداوند کا خادم" قرار دیا جہاں لکھا ہے کہ "اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا" اور کہ "اُس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لئے"۔ ان آیات کا ایک ہی مطلب ہے یعنی کہ اُس کی زندگی —— ہاں بے گناہ زندگی، بہتوں کو گناہ سے چھٹکارا دلانے کے لئے فدیہ میں دی جائے گی۔

یہاں پر صفائی سے مسیح کے عوضی ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مسیح نے بہتوں کے بدلے اپنی زندگی فدیہ میں دے دی۔ ہفتادی ترجمہ میں غُلام کے فدیہ کی قیمت کے لئے یُونانی لفظ لیوٹرن[1] استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً غُلام کے لئے احبار ۱۹: ۲۰، قیدی کے لئے یسعیاہ ۴۵: ۱۳ اور جان کے لئے خرُوج ۲۱: ۳۰؛ گنتی ۳۵: ۳۱۔ پہلی صدی کی یُونانی دُنیا میں جو قیمت ایک غُلام کو آزاد کرنے کے لئے ادا کی جاتی تھی، اُس کے لئے بھی یہی لفظ استعمال کرتے تھے۔ انہی معنوں میں مسیح خداوند اس لفظ "فدیہ" کو اپنے متعلق استعمال کرتا ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ اُس کی موت خدمت کی اعلیٰ ترین مثال ہے، بلکہ درحقیقت اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ بلاشُبہ یہ فدیہ کی وہ رقم ہے جو انسان کے کفّارہ کے لئے دی جاتی ہے۔ جب پولس رسُول کفّارہ کی تعلیم بیان کرتا ہے تو بُنیادی وہ فدیہ ہے

1 "lutron" 2 See James Denney, *The Death of Christ*, Chapter I; H.E. Guillebaud, *Why the Cross?* (I.V.F.)

جو یسُوع کی موت سے ہمارے عوض میں دیا گیا۔

دُوسری بڑی بات مسیح نے عشائے ربّانی کے مقرر کرنے کے سلسلہ میں یروشلیم میں کہی۔ "یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے" (متی ۲۶: ۲۸ بمقابلہ مرقس ۱۴: ۲۴؛ لُوقا ۲۲: ۲۰؛ ۱-کرنتھیوں ۱۱: ۲۵-۲۶)۔ "گناہوں کی معافی کے لئے" کے الفاظ صرف متی میں ہی پائے جاتے ہیں، لیکن یہ قیاس کرنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ متی نے یہ الفاظ اپنی طرف سے کہے ہیں یا اُن کا اضافہ کیا ہے۔ یسُوع کی توجہ نئے عہدنامے کے بارے میں یرمیاہ کی اُس بڑی پیشینگوئی پر مرکوز ہے، جو عہدِ عتیق کے مکاشفہ میں گویا بلند ترین چوٹی کی مانند ہے (یرمیاہ ۳۱: ۳۱-۳۴)۔ اس نبوت کے مطابق نئے عہد میں گناہوں کی معافی وہ بُنیادی برکت ہے، جس سے دیگر تمام موعودہ برکات نکلتی ہیں۔ یسُوع اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی بطور فدیہ دے کر یہ نیا عہد قائم کر رہا ہے۔

عہدِ عتیق کی رسُومات نے آدمیوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ قربانی کے بغیر انسان اور خدا کے درمیان کوئی عہد باندھا نہیں جا سکتا اور خدائے پاک اور گنہگار انسان کے درمیان کوئی رفاقت نہیں ہو سکتی۔ صرف قربانی سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ کوہِ سینا کے پرانے عہد کی تصدیق کے لئے خون بہایا گیا (خرُوج ۲۴: ۵-۸)۔ مسیح بیان کرتا ہے کہ اُس کی موت سے اُس نئے کامل اور ابدی عہد کی تصدیق ہوتی ہے، جس کی رُو سے خدا کے ساتھ یسُوع کے خون میں دھوئی ہوئی نئی انسانیت کا میل ملاپ ہوتا ہے۔

ہم نے مسیح کی اُن دو خاص باتوں پر غور کیا ہے جن پر رسُولوں کی اُس تمام تعلیم کا دارومدار ہے جو اُنہوں نے مسیح کی موت کی اہمیّت کے متعلق دی۔

اِنسان کی آخرت

وہ جو خداوند میں مرتے ہیں "زندہ" ہیں (متی ۲۲: ۳۲؛ مرقس ۱۲: ۲۷)۔ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں (لُوقا ۲۰: ۳۸)۔ یسُوع کہتا ہے کہ وہ اُس کے ساتھ فردوس میں ہیں (لُوقا ۲۳: ۴۳)، کیونکہ اُن کے لئے "راستبازوں کی قیامت" (لُوقا ۱۴: ۱۴) اور "زندگی کی قیامت" (یُوحنّا ۵: ۲۹) ہوگی۔ وہ خدا کی کامل بادشاہت میں اُس مسیح کی ضیافت میں حصّہ لیں گے، جس کا ذکر یسعیاہ ۲۵: ۶-۸ میں آیا ہے۔ وہاں اُن کے لئے "باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں" (یُوحنّا ۱۴: ۲)۔

مسیح کی تعلیم کے مطابق "سزا کی قیامت" بھی ہے (یوحنا ۵: ۲۹) ضیافت کے دیوان خانہ سے "باہر اندھیرے میں" وہ جگہ ہے جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ گویا اس جہان میں رونا اور دانت پیسنا اُس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں (متی ۸: ۱۲؛ لوقا ۱۳: ۲۸)۔ تمام کتابِ مقدس میں اس دہشت ناک مضمون پر سخت ترین اور بہت ہولناک الفاظ مسیح کے اپنے ہونٹوں سے نکلتے ہیں جہاں وہ نہ مرنے والے کیڑے اور نہ بجھنے والی آگ کا ذکر کرتا ہے (مرقس ۹: ۴۸؛ نیز دیکھئے متی ۲۵: ۴۶؛ مرقس ۳: ۲۹)۔

مسیحی صداقت کے اس کٹھن اور تاریک پہلو کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اُسے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اس خوشخبری کی منادی کے لئے بُلایا گیا ہے جس کے وسیلہ سے بڑے سے بڑا گنہگار بھی مفت نجات حاصل کر سکتا ہے۔

آمدِ ثانی

خداوند یسوع ہی وہ شخصیت ہے جس کا صدیوں سے انتظار تھا۔ سو یوحنا بپتسمہ دینے والے کی طرف سے بھیجے ہوئے لوگوں کے جواب میں اُس نے تسلیم کیا کہ ہاں، جو آنے والا تھا، وہ آ پہنچا (متی ۱۱: ۳؛ لوقا ۷: ۱۹ بمقابلہ یوحنا ۱: ۱۵)۔ اُس کا یروشلیم میں داخل ہونا اُس کے مسیح ہونے کی علامت تھا (متی ۲۱: ۵-۹)۔ اور اس دُنیا میں اُس کی آمد اور آمد کے مقصد کے بارے میں الفاظ اُس کی اُلوہیت سے متعلق ہیں (مرقس ۱۰: ۴۵؛ لوقا ۵: ۳۲؛ یوحنا ۸: ۴۲؛ ۹: ۳۹؛ ۱۰: ۵، ۱۰؛ ۱۲: ۴۶؛ ۱۸: ۳۷)۔

اُس نے یہ بھی کہا کہ چونکہ وہ ہی مسیح ہے اور اُس نے الٰہی کام انجام دیئے ہیں، اس لئے ضرور ہے کہ وہ دُنیا میں پھر ظاہر ہو۔ اپنی اُس تعلیم میں جو اُس نے زیتون کے پہاڑ پر اپنے شاگردوں کو دی، دانی ایل کے الفاظ میں وہ اپنی آمدِ ثانی کا بیان کرتا ہے (مرقس ۱۳: ۲۶؛ دانی ایل ۷: ۱۳-۱۴)۔ گو وہ اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ اُس کی آمدِ ثانی کافی مدت کے بعد ہوگی (متی ۲۵: ۱۹؛ مرقس ۱۳: ۳۴) لیکن یہ اچانک اور ایسے وقت میں ہوگی جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا (مرقس ۱۳: ۳۲، ۳۶)۔

اپنی انجیل میں متی رسول اُس کی آمدِ ثانی کے بارے میں کچھ اور بھی لکھتا ہے (متی ۲۴: ۲۷، ۳۷-۳۹، ۴۲-۴۴) اور اس ضمن میں یہ حوالے بھی دیکھئے۔ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۳؛

۱-تھسلنیکیوں ۲: ۱۹؛ ۳: ۱۳؛ ۴: ۱۵؛ ۵: ۲۳؛ ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۱؛ یعقوب ۵: ۷-۸؛ ۲-پطرس ۱: ۱۶؛ ۳: ۴-۱۲؛ ۱-یوحنا ۲: ۲۸)۔ اُس نے آخری عشاء کے وقت اپنے شاگردوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے دُنیا میں پھر آنے کے مقصد کی تشریح کی (یوحنا ۱۴: ۲)۔ اپنے جی اُٹھنے کے بعد جھیل کے کنارے پر اُس نے پھر دوسری آمد پر گفتگو کی (یوحنا ۲۱: ۲۲-۲۳) اور آخر میں تخت پر بیٹھ کر اُس کا ذکر کیا (مکاشفہ ۲۲: ۱۲، ۲۰)۔ "بیشک میں جلد آنے والا ہوں۔" ... "اے خداوند یسوع آ۔"

اُنیسواں باب

اناجیلِ اربعہ اور رسولوں کے اعمال

رسولوں کی گواہی

ہم چاروں اناجیل اور رسولوں کے اعمال کو عہدِ جدید کی تواریخی کتب کا نام دے سکتے ہیں۔ یعنی ستائیس کتابوں میں سے صرف یہ پانچ کتابیں ایسی ہیں جو حکایت کی صورت میں تحریر کی گئی ہیں۔ ان تمام کا مضمون رسولوں کی چشم دید گواہی ہے۔ چاروں انجیلوں میں مسیح کی منادی اور تعلیم کے بارے میں رسولوں کی گواہی ہے، اور رسولوں کے اعمال کی کتاب یہ بتاتی ہے کہ ان میں سے بعض نے مسیح کی موت کے تیس سال بعد تک کس طرح گواہی کا کام جاری رکھا اور اُس سے کیا نتیجہ نکلا۔ چونکہ یہ چاروں اناجیل "خوشخبری" کے چار مختلف پہلوؤں کا بیان کرتی ہیں اس لئے اُنہیں مجموعی طور پر ایک ہی انجیل کہنا مناسب ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ انجیل (یونانی بشارت) کا لفظ لگانا اتنا موزوں نہیں۔ اُن کے عنوان یعنی متی رسول کی انجیل، مرقس رسول کی انجیل وغیرہ کا اصل میں یہ مطلب تھا کہ صرف ایک ہی انجیل یعنی خدا کی خوشخبری ان چاروں رسولوں کی معرفت لکھی گئی، اور جب یہ چاروں ایک ہی کتاب میں جمع کی گئیں (سنہ ۱۰۰ء کے کچھ ہی بعد) تو وہ کتاب انجیل کہلائی اور اس کے چاروں حصوں میں "متی کی معرفت" "مرقس کی معرفت" وغیرہ کے الفاظ سے امتیاز کیا گیا۔

مسیحی کلیسیا کے ابتدائی ایام میں جس خوشخبری کی منادی رسولوں نے کی اُس کے خاکے کا سراغ اعمال کی کتاب اور خطوط میں بھی ملتا ہے اور اسی کی تفصیل چاروں مبشروں نے مختلف طریقوں سے بیان کی۔ اس کا خلاصہ اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ خدا نے عہدِ عتیق کے نوشتوں کے مکاشفہ کے مطابق اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے مسیح کو بھیج کر اپنے لوگوں کو گناہوں سے مخلصی دلائی۔ پیشین گوئیوں کے مطابق مسیح اسرائیل کی قوم، یہوداہ کے فرقے، داؤد کی شاہی نسل اور یسوع ناصری کی شخصیت میں دنیا میں آیا۔ وہ ہمارے گناہوں کے لئے صلیب پر مارا گیا، دفن ہوا اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ انبیا نے صدیوں پہلے

بنی نوعِ انسان کو ان باتوں کی خبر دی تھی۔ پھر وہ خداوند کے دہنے ہاتھ جا بیٹھا، جہاں سے وہ زندوں اور مُردوں کا انصاف کرنے کو آئے گا اور آ کر اس دنیا میں اپنی ظاہری اور ابدی بادشاہی قائم کرے گا۔

اس خاکے میں مسیحِ موعود کی صلیب اور جی اُٹھنے پر جو زیادہ زور دیا گیا ہے، وہ اناجیل سے صاف عیاں ہے۔ اگر مصنفین کا مدعا صرف سوانحِ حیات ہی لکھنا ہوتا تو ہم ضرور یہ کہتے کہ ان واقعات کی تفصیل بیان کرنے میں تناسب کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اناجیل میں بہت سے ایسے مضامین ہیں جو بشارت کے ابتدائی ایام میں مثال اور نمونہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہوں گے۔ لیکن مسیح کے دُکھ اُٹھانے اور جی اُٹھنے کے بیانات اپنی اہمیت کے باعث تفصیل سے لکھے گئے، کیونکہ وہ انجیل کی منادی کا اہم ترین حصہ ہیں۔ عام طور پر معتبر وجوہات کے باعث خیال کیا جاتا ہے کہ مسیح کے دُکھوں کا بیان جو آخری فسح سے شروع ہو کر اُس کے جی اُٹھنے پر تمام ہوتا ہے، سب سے پہلے مسلسل اور مفصل طور پر قلمبند ہوا اور بلاشبہ رسولوں کی گواہی کے آغاز ہی سے اُس کی اہمیت کو نمایاں طور پر ظاہر کیا جاتا تھا۔

رسولی گواہی میں شروع سے یہ دستور تھا کہ منادی[1] اور تعلیم میں امتیاز کیا جائے۔ منادی میں مسیح کے کام بیان کرتے تھے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ غیر اقوام مسیح پر ایمان لائیں۔ مؤخر الذکر میں مسیح کی تعلیم کو دُہرایا جاتا تھا۔ جو لوگ خوشخبری پر ایمان لا چکے تھے اُن کے ایمان کو محکم اور مضبوط کرنے کے لئے یہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ہماری چاروں انجیلوں میں سے مرقس کی انجیل زیادہ تر حکایت کی صورت میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے منادی کرنے کی غرض سے اسے تحریر کیا ہے۔ باقی تین انجیلوں میں مسیح کی منادی اور تعلیم یکساں تناسب سے پائی جاتی ہیں اور مختلف طریقوں سے ایک دوسری کے ساتھ ملائی گئی ہیں۔

پہلی تین اناجیل یا اناجیلِ متفقہ

مدت سے یہ دستور ہے کہ پہلی تین اناجیل یعنی متی، مرقس اور لوقا کو ایک ہی مجموعہ میں رکھتے ہیں۔ لیکن چوتھی انجیل اس میں شامل نہیں کرتے۔ خاص مقاصد کے پیشِ نظر یہ تقسیم

1 preaching (Gr. "kerygma"), teaching (Gr. "didache")

بہت مناسب اور خوب ہے۔ لیکن ہمیں یہ ضرور جاننا چاہئے کہ چاروں اناجیل یسوع کو ایک فوق الفطرت ہستی، مسیح موعود اور خدا کے بیٹے کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ وہ الفاظ جو یوحنا کی انجیل کے لکھے جانے کا مقصد ظاہر کرتے ہیں باقی تین پر بھی صادق آتے ہیں: "یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اس کے نام سے زندگی پاؤ" (یوحنا ۲۰: ۳۱)۔

پہلی تین اناجیل "متفقہ"[1] کہلاتی ہیں۔ یہ نام ان کو پہلے پہل ایک عالم بنام جے۔ جے۔ گریس بیک[2] نے جو نئے عہدنامہ کے متن کا ماہر تھا، اٹھارہویں صدی کے اختتام پر دیا تھا۔ ان اناجیل کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ ان کے مضامین کی اس قدر مشابہت ہے کہ ان تینوں اناجیل کے بیانات کو بالترتیب اور بالمقابل رکھ کر ایک ہی نظر میں معلوم کرسکتے ہیں کہ کون کون سے واقعات تینوں یا دو یا ایک ہی انجیل میں پائے جاتے ہیں۔

ان تینوں اناجیل کا ایک دوسری سے تعلق "اناجیل متفقہ کے مسئلہ" کا مضمون بن جاتا ہے۔ اناجیل متفقہ کا باہم موازنہ اور تقابلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ متی کی ۱۰۶۸ آیات میں سے ۵۰۰ ایسی ہیں جن کا مضمون (مختصر صورت میں) مرقس کی ۶۶۱ آیات میں سے ۶۰۶ آیات سے ملتا جلتا ہے اور لوقا کی ۱۱۴۹ آیات میں سے قریباً ۳۲۰ آیات مرقس کی انجیل کی آیات سے ملتی ہیں۔ مرقس کی انجیل کا اس قدر مواد متی اور لوقا میں موجود ہونے کے باعث عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ مرقس کی انجیل (یا کوئی ایسی ہی کتاب) باقی دونوں انجیلوں کا ماخذ ہے۔ یہ خیال ۱۸۳۵ء میں لاکمن[3] نے اس بنا پر پیش کیا تھا کہ بعض واقعات کی ترتیب متی اور مرقس میں ایک دوسرے سے ملتی ہے لیکن لوقا کی ترتیب سے مختلف ہے۔ اسی طرح لوقا اور مرقس میں کئی واقعات ہیں جن کی ترتیب دونوں میں ملتی ہے لیکن متی کی ترتیب سے مختلف ہے۔ لیکن متی اور لوقا میں ایسے کوئی واقعات نہیں جن کی ترتیب آپس میں ملتی ہو لیکن مرقس سے مختلف ہو۔ پس یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرقس کی ترتیب معیاری ہے جس سے دوسری اناجیل کی ترتیب عموماً ملتی ہے لیکن بعض واقعات میں مختلف ہے۔ ترتیب کے علاوہ ادبی تنقید کی بنا پر بھی یہ ظاہر ہے کہ ان حصوں میں جو تینوں اناجیل میں یکساں ہیں مرقس کا طرز بیان باقی دو سے قدیم تر ہے۔ یونانی کے طالب علم کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کا مطالعہ خود ہی کسی اچھے خاکہ

1 "synoptic" 2 J.J. Griesbach 3 Luchmann

(مثلاً ہک[1] کے تصنیف کردہ خاکہ) اور زباندانی کے ثبوت کی مدد سے (مثلاً سرجان ہاکنس کی کتاب کی دوسری اشاعت سے) کرے۔ آخر میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مندرجہ بالا حقائق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان تینوں اناجیل کا ماخذ رسولوں کی منادی ہے جسے مرقس سب سے پہلے ضبط تحریر میں لایا۔ ابتدائی کلیسیا کے مصنفین کا خیال ہے کہ اس تحریر پر پطرس رسول کی منادی کا زیادہ اثر ہے۔

متی اور لوقا کا موازنہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے اس مواد کے علاوہ جو مرقس سے ملتا جلتا ہے قریباً ان کی اپنی ۲۵۰ آیات ایک دوسرے سے ملتی ہیں جو مرقس کی انجیل میں پائی نہیں جاتیں۔ ان آیات کو ہم "ق" کے نشان سے تمیز کرسکتے ہیں۔ لیکن ان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ کسی وقت "ق" ایک علیحدہ تحریر تھی۔ اس میں زیادہ تر مسیح کی کہی ہوئی باتیں ہیں اور غالباً یہ کسی بڑے مجموعے سے اقتباس کی گئی ہیں جو شاید پہلے پہل متی نے ارامی زبان میں تالیف کیا ہو۔ غالباً اسی مجموعے سے مسیح کی وہ تعلیم بھی لی گئی جو صرف متی میں پائی جاتی ہے۔ یہاں پر تفصیل سے دلائل لانے کی چنداں ضرورت نہیں، لیکن ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اناجیل متفقہ کا یکساں مضمون رسولی "منادی" (جسے خاص کر پطرس سے منسوب کرتے ہیں اور جسے مرقس نے قلمبند کیا) اور رسولی "تعلیم" (جسے غالباً پہلے پہل متی رسول ضبط تحریر میں لایا) پر مبنی ہے۔

چاروں رسولوں نے اپنے اپنے خاص نقطۂ نظر کے مطابق اناجیل کو تحریر کیا اور اسی نقطۂ نظر کے مطابق مسیح کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی باتوں اور اس کے کاموں کو منتخب کیا۔ ان کے بیانات میں سے بہت سے بظاہری اختلافات ان کے مقاصد پر غور کرنے سے حل ہوجائیں گے۔ بعض بیانات میں جو فرق نظر آتا ہے وہ ارامی زبان سے یونانی میں ترجمہ کرتے وقت مختلف امور کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کے باعث ہے۔ لیکن جیسے ایک بہت اچھی طرح سے بنائی ہوئی تصویر کسی انسان کی صورت کو فوٹوگراف سے زیادہ نمایاں طور پر ظاہر کرتی ہے، اسی طرح یہ چاروں اناجیل مختلف پہلوؤں کو بیان کرنے سے قارئین کے سامنے مسیح کی ذات اور تعلیم کی ایک کامل تصویر پیش کرتی ہیں۔ یہ ایک ہی کے بیان سے نہ ہوسکتا، خواہ وہ لفظی طور پر کتنا ہی صحیح اور درست ہوتا۔

1 Huck

گزشتہ بیس سالوں سے طرزِ بیان کا تنقیدی مطالعہ بڑے شوق سے کیا جا رہا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ایسی کہانیوں اور قصوں کی تلاش و تفتیش کی جائے جو اناجیل کے تسلیم شدہ تحریری ماخذ و منبع کا ذریعہ بنے۔ اِس قسم کی تحقیق کی قدر و قیمت کو بہت بڑھا چڑھا کر بتایا گیا ہے۔ لیکن یہ مندرجہ ذیل باتوں میں مفید ثابت ہوئی:-

(۱) اِس سے تمام "دستاویزی" تھیوریوں کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔

(۲) اِس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پہلی صدی عیسوی کا عام رجحان یہ تھا کہ اُس طرزِ تحریر کی تکرار کے تقریر بن جائیں، جس میں مختلف قسم کی مذہبی منادی کا کام ہو رہا تھا۔

(۳) ہم اِن قدیم ترین بیانات و تحریرات کی خواہ کسی طرح بھی تحقیق و تفتیش کریں تو یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے جو اِن سب میں نظر آتی ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے۔ جب ہم اِس تنقید کا اطلاق مسیح کے تحریر شدہ الفاظ پر کرتے ہیں تو ہم ایک اور نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ یعنی کہ یہ باتیں شاعرانہ رنگ میں تحریر کی گئی تھیں، جن میں عبرانی طرز و روش اور قافیہ بندی خصوصیت سے ظاہر کی گئی ہیں۔ اِس صورت میں خداوند یسوع نے اپنے آپ کو عہدِ عتیق کے اُن انبیاء کے ساتھ ہی ملا دیا جو اپنا کلام زیادہ تر شاعرانہ پیرایہ میں کرتے تھے۔

متّی رسول کی انجیل

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

تمام اناجیل میں کسی مصنف کا نام مذکور نہیں۔ پہلی انجیل کے الحاق متّی کو منسوب کرنے کے لئے خارجی ثبوت موجود ہیں۔ فروگیہ کے علاقہ کے شہر ہیراپلس کے بشپ پپیاس[1] کے الفاظ جو اُس نے دوسری صدی کے آغاز میں قلمبند کئے، ہمارے لئے بہت کارآمد اور مفید ہیں۔ (ان الفاظ کو یوسیبیس[2] نے اپنی کلیسیائی تواریخ میں (۳: ۳۹) لکھا ہے) "متّی نے 'لوگیا'[3] یعنی کلام کو عبرانی میں مرتب کیا، اور ہر ایک نے اُس کو اپنی لیاقت کے مطابق ترجمہ کیا۔" پپیاس اور باقی تمام مصنفین جو اِن الفاظ کو دہراتے اور ساتھ ہی کچھ

1 Papias, Bishop of Phrygian Hierapolis 2 Eusebius
3 "Logia"

مزید تفصیل بیان کرتے ہیں متفق ہیں کہ جو کچھ اِس امر پر متّی نے لکھا، اُس نے عبرانی میں لکھا (جس سے غالباً ارامی زبان مراد ہے کیونکہ اُس سے عام طور پر عہدِ جدید میں یہی مراد لی جاتی ہے)۔ لفظ لوگیا کا مطلب "باتیں" یا "الہامی کلام" ہے۔ لیکن پپیاس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ متّی رسول نے صرف خداوند یسوع کے کلام کو ہی ترتیب کیا (پولس رسول نے رومیوں ۳: ۲ میں عہدِ عتیق کے نوشتوں کے لئے لفظ "لوگیا" ہی استعمال کیا ہے)۔ اِس ثبوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ متّی نے ارامی زبان میں یہ کتاب تیار کی جس میں مسیح کے کلام کو واقعات کے ڈھانچے میں ڈھال دیا۔ اِس کتاب کا یونانی ترجمہ انجیل کا بڑا منبع ہے۔ پس اِس کو متّی رسول کی انجیل کہنا بے جا نہیں۔

ہم یقین کے ساتھ اُس کا سنِ تصنیف تعین نہیں کر سکتے۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ یہ پہلی صدی میں تصنیف ہوئی۔ اِس امر سے کہ دوسری صدی کے آغاز میں اگنیشیس[1] نے اس کا اقتباس کیا ہے اور اس کے عام لہجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ انجیل غالباً ۷۰ء میں، یعنی یروشلیم کی بربادی کے وقت تک موجودہ صورت میں تحریر ہو چکی تھی۔ پروفیسر سی۔ سی ٹوری تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ چاروں اناجیل میں سے کوئی بھی ۵۰ء کے بعد لکھی نہیں گئی۔ تمام اناجیل میں سے سب سے زیادہ یہودی عنصر متّی کی انجیل میں ہے۔ اور بعض دفعہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی یہودی فقیہہ خطبہ دے رہا ہے۔ عہدِ جدید کی کتابوں کی فہرست میں اِسے پہلی جگہ دی گئی ہے۔ اور یہ بالکل واجب ہے لیکن یہ تواریخی ترتیب کے باعث نہیں ہوئی بلکہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عہدِ جدید کو عہدِ عتیق سے منسلک کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ یوں شروع کرتا ہے "یسوع مسیح ابنِ داؤد، ابنِ ابرہام کا نسب نامہ" (مقابلہ پیدائش ۵: ۱)۔ پہلے باب میں یسوع کا داؤد کی نسل سے ہونا، یہوداہ کے بادشاہوں اور اُن کے جانشینوں کے ترتیب وار سلسلہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن وہ تمام کا تمام نسب نامہ پیش نہیں کرتا۔ متّی رسول یہ تو جانتا ہے کہ خداوند مسیح کنواری سے پیدا ہوا لیکن قانونی طور پر وہ یوسف کا بیٹا تھا جو داؤد کے تخت کا وارث تھا۔

متّی کے پہلے باب میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہودی اُمیدیں اُس میں پوری ہوئیں لیکن دوسرا باب اُسے غیر اقوام کی تمناؤں کی تکمیل بتاتا ہے۔ مجوسی پورب سے چل کر اُسے سجدہ کرنے کو آتے ہیں۔ جس سے وہ پیشینگوئی جو یسعیاہ نبی نے کی تھی پوری ہوئی، "اور

1 Ignatius

قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے" (یسعیاہ ۶۰: ۳)۔ متی رسول نے اس پیشینگوئی کا اقتباس تو نہیں کیا لیکن اور بہت سی پیشینگوئیاں قلمبند کی ہیں، اور یہ بات قابلِ غور ہے کہ اُن میں سے بعض کا اس غرض سے ذکر کیا گیا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح اپنی ذات میں اپنی قوم کی تواریخ کا مجسمہ ہے۔ مثلاً یہ الفاظ کہ "مصر میں سے مَیں نے اپنے بیٹے کو بلایا" (متی ۲: ۱۵)، جو ہوسیع ۱۱: ۱ میں پائے جاتے ہیں اور جہاں اصل اشارہ اسرائیل قوم کی طرف ہے۔

باب ۲ میں غیر اقوام کے تعارف سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انجیل صرف یہودیوں کے لئے نہیں، بلکہ عالمگیر ہے۔ اس کا ثبوت اس انجیل کے آخری جملہ سے ہوتا ہے، جس میں خداوند نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ "جاکر سب قوموں کو شاگرد بناؤ" (۲۸: ۱۹)۔ یونانی بولنے والے یہودی مسیحیوں کو سب سے پہلے متی کی انجیل ملی ہوگی جو ہارنک[1] کے مطابق وہ لوگ ہوں گے جو رُوحانی طور پر مُقدس ستفنس کی نسل سے تھے اور جن میں سے وہ مُبشّر نکلے جنہوں نے انطاکیہ میں پہلے پہل غیر قوموں کو انجیل کا پیغام دیا۔ اُن پر بڑی مصیبت آئی اور مجبوراً اُنہیں مُلکِ کنعان چھوڑ دینا پڑا، اور اس طرح مُقدس متی کی انجیل ایشیائے کوچک اور دُوسرے مسیحی مراکز میں پہنچ گئی۔

تجزیہ

۱: ۱ - ۱۷ نسب نامہ۔
۱: ۱۸ - ۴: ۱۱ مسیح کی پیدائش، بپتسمہ اور آزمایش۔
۴: ۱۲ - ۲۵ مُنادی، شاگردوں کی بلاہٹ۔
۵ - ۷ ابواب پہاڑی وعظ۔
۸: ۱ — ۱۶: ۱۲ عام تعلیم، مُنادی اور بیماروں کو شفا دینا (خاص کر گلیل میں)۔
۱۶: ۱۳ - ۱۸ باب پطرس کا اقرار، مسیح کی صُورت کا بدل جانا اور تعلیم۔
۱۹ — ۲۰ ابواب یروشلیم کا سفر۔
۲۱ — ۲۳ " مسیح کا یروشلیم میں شاہانہ داخلہ، آخری آگاہی اور افسوس۔
۲۴ — ۲۵ " آنے والی باتوں کے بارے میں تعلیم۔

1 Harnack

۲۶ - ۲۸ ابواب یہوداہ اسکریوتی کی بے وفائی، عشائے ربانی کی پاک رسم کا مقرر ہونا، مسیح کی پیشی، مقدمہ، موت، مُردوں میں سے جی اُٹھنا اور گلیل میں ظاہر ہونا۔

مضامین

متی کی انجیل کو آسانی سے مختلف حِصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس کی سب سے نمایاں خاصیت مسیح کے وعظوں کے پانچ بڑے مجموعے ہیں۔ ہر ایک مجموعے کے آخر میں ایسے الفاظ درج ہیں "جب یسوع نے یہ باتیں ختم کیں۔۔۔" (۷: ۲۸؛ ۱۱: ۱؛ ۱۳: ۵۳؛ ۱۹: ۱؛ ۲۶: ۱)۔ ان میں سے ہر ایک مجموعہ کچھ واقعات کے بیان کے بعد دیا گیا ہے، لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام انجیل کے پانچ حِصّے ہیں۔ ہر ایک حِصّہ میں کچھ واقعات اور ایک وعظ ہے۔ ان حِصّوں سے پہلے تمہید ہے (باب ۱ و ۲)۔ یہ تمہید مسیح کے نسب نامہ اور پیدایش کے بیان پر مشتمل ہے اور آخر میں ۲۶ - ۲۸ ابواب ہیں جن میں اُس کے دُکھ، موت اور جی اُٹھنے کا بیان ہے۔

ڈیلیٹش[1] کے خیال کے مطابق متی کی انجیل کے یہ پانچ حِصّے عہدِ عتیق کی شریعت کی ترتیب پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر لیورٹاف[2] کہتا ہے کہ واقعات کا تسلسل یہودی مذہبی رسُومات کی اُس ترتیب کے عین مطابق ہے جو سال کے مختلف حِصّوں میں ادا کی جاتی تھیں۔ پانچ وعظوں کو مندرجہ ذیل عنوان دے سکتے ہیں۔

۱۔ (۵ — ۷) بادشاہت کے قوانین۔
۲۔ (۱۰: ۵ - ۴۲) بادشاہت کی مُنادی۔
۳۔ (۱۳: ۳ - ۵۲) بادشاہت کی ترقی۔
۴۔ (۱۸: ۳ — ۳۵) بادشاہت کی رفاقت۔
۵۔ ۲۴ - ۲۵ ابواب بادشاہت کی تکمیل ہے۔

ان پانچ وعظوں کا خاص اور بڑا مضمون خُدا کی بادشاہت ہے، جسے متی رسُول آسمان کی بادشاہت کہنا زیادہ پسند کرتا۔ غالباً یہاں رسُول نے اُن ارامی الفاظ کا لفظی ترجمہ کیا ہے جو ہمارے خداوند نے استعمال کئے ہیں۔ بے شک متی کی انجیل کا امتیازی موضوع

1 Delitzsch 2 Dr. Levertoff

آسمان کی بادشاہت ہے اور خداوند مسیح کو تمام کتاب ایک ممسوح[1] بادشاہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔

پروفیسر این۔ بی۔ سٹون ہاؤس[2] صاحب فرماتے ہیں کہ "رسُول کا اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ یسوع کو ایک ممسوح بادشاہ کی حیثیت سے پیش کرے جس کی سوانح حیات تمام عہد عتیق کے مکاشفہ کی تکمیل ہے۔ وہ اُس مُلک میں پیدا ہُوا جہاں پہلے ہی ایک یہُودی بادشاہ حکومت کر رہا تھا۔ اُس نے مسیح کی پیدائش کو اپنے لئے ایک خطرہ سمجھا، لیکن الٰہی تدابیر کے مُطابق نوزاد بادشاہ محفوظ رکھا گیا اور وہ ناصرۃ میں رہنے لگا۔"

یسوع کی پیدائش کے بعد یُوحنا بپتسمہ دینے والے کی مُنادی اور مسیح کے بپتسمہ کا مختصر حال دیا گیا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یُوحنا بپتسمہ دینے والے کو ممسوح بادشاہ کے قاصد کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو اس انجیل کے مضمون کے عین مُطابق ہے۔ وہ الفاظ جو خداوند یسوع مسیح اور اُس کے شاگردوں کی تعلیم کا خلاصہ ہیں، یُوحنا سے بھی منسُوب کئے گئے ہیں۔ "توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے" (۳: ۲)۔

۴: ۱-۱۶ میں مسیح کی آزمائش کے بیان کے بعد گلیل میں اُس کی خدمت کا مختصر ذکر کیا گیا ہے، جو یسعیاہ ۹: ۱، ۲ کی عہدِ عتیق کی نبوت کی تکمیل کو ظاہر کرتی ہے۔ اس مختصر ذکر کا آغاز اِن الفاظ سے ہوتا ہے۔ "اُس وقت سے" (۴: ۱۷)۔ گویا یہ الفاظ کسی نئی بات یا خدمت کو ظاہر کرتے ہیں، جیسا کہ ۱۶: ۲۱ میں قیصریہ فلپی میں پطرس کے اقرار کے بعد ہُوا۔ اس کے بعد پہاڑی وعظ شرُوع ہوتا ہے۔ متی رسُول کے مُطابق یہ نئی "توریت" یا شریعت ہے جس کا لفظی مطلب "ہدایت" ہے۔ مسیح عہد عتیق کی شریعت کا پُورا کرنے والا ہے (۵: ۱۷)۔ لیکن اپنی تعلیم میں خداوند مسیح نے بتایا کہ عہدِ عتیق کی تکمیل بہت سے اضافات سے نہیں ہوتی جو فقیہوں اور فریسیوں نے کئے بلکہ اُس کی تکمیل شریعت کے بُنیادی اصُولوں کو نہ صرف اپنے اعمال بلکہ دِلی خیالات اور ارادوں پر اطلاق کرنے میں ہے جو ہمارے چال چلن کا منبع ہیں۔ اُس نے شاہانہ اختیار کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ انسان کی زندگی کی خوشحالی یا بربادی اُس کی تعلیم پر کاربند ہونے یا نہ ہونے کا نتیجہ ہے (۷: ۲۴-۲۷)۔

اگلے دو ابواب میں (۸ و ۹) زیادہ تر شفا دینے کے واقعات کی تفصیل ہے۔ یہاں بادشاہ اپنے اختیار سے بیماریوں کو دُور کرتا، بدرُوحوں کو نکالتا اور مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔

1 Messianic King 2 Prof. N.B. Stonehouse

یہ شفا دینے کا کام آسمان کی بادشاہت کی موجُودگی کا اظہار ہے۔ یہاں رسُول عہدِ عتیق کی اُس نبوت کی تکمیل کو دیکھتا ہے جو خُداوند کے خادم کے مُتعلق ہے "اُس نے آپ ہماری کمزوریاں لے لیں اور بیماریاں اُٹھالیں" (۸: ۱۷، از یسعیاہ ۵۳: ۴)۔ اِن واقعات کے ساتھ اُن لوگوں کے سوالات کے جواب جو شاگرد بننا چاہتے تھے (۸: ۱۹-۲۲)، طُوفان کو تھما دینا (۸: ۲۳-۲۷)، اور متی کی بُلاہٹ اور اُس کی وجہ سے مخالفت کے حالات پائے جاتے ہیں (۹: ۹-۱۷)۔ یہاں بھی مسیح اپنے آپ کو ممسوح بادشاہ ظاہر کرتا ہے۔

دوسرے وعظ سے پہلے رسُولوں کے نام دیئے گئے ہیں۔ یہاں اُنہیں خاص خدمت پر مامُور کیا گیا ہے۔ معلُوم ہوتا ہے کہ یہ وعظ جس کا یہاں بیان ہے قدیم مواد سے لیا گیا ہے۔ اِس وعدہ کی تفسیر کہ "تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکوگے کہ ابن آدم آجائیگا" (۱۰: ۲۳) مُشکل ہے۔ اِس سے اِس کی قدامت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ یروشلیم کی تباہی کے بعد اِس وعدہ کا درج کیا جانا بے سُود اور بے معنی ہوتا۔ اِس لئے ہمیں اِس بیان کو جیسا ہے ویسا ہی قبُول کرنا ہے کہ یہ وعدہ اُس خدمت سے مُتعلق ہے جو مسیح نے اپنی مَوت سے پہلے شاگردوں کے سپُرد کی۔ شاگردوں کی یہ خدمت بنی اسرائیل تک محدود تھی لیکن اُن کی وہ خدمت جو مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد اُن کو سونپی گئی عالمگیر اور لامحدُود تھی (متی ۲۸: ۱۹-۲۰)۔

۱۰: ۲۳ اور ۱۶: ۲۸ کی تفسیر ہم یُوں کر سکتے ہیں کہ اُن کی تکمیل مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد کلیسیا کے وجُود میں آنے سے ہُوئی۔

اِس کے بعد بیانیہ حصّے کا آغاز (۱۱ و ۱۲ ابواب) یُوحنا بپتسمہ دینے والے کو جواب دینے سے ہوتا ہے۔ یہاں خُداوند یسوع بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ جو اُس کے دعوے کو رد کریں گے، اُن کا حشر کیا ہوگا۔ اور اِس طرح ہم تیسرے حصّہ تک پہنچتے ہیں۔ اِس حصّہ میں وہ تمثیلیں ہیں جو آسمان کی بادشاہت کے بھید کو آشکارا کرتی ہیں۔ اِن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح چھوٹے اور ناقابلِ توجہ آغاز سے بادشاہت اچانک پُورے قد کے اندازہ تک پہنچ جاتی، اور تمام دُنیا میں پھیلتی ہے (۱۳: ۱-۵۲)۔

اگلا بیانیہ حصّہ (۱۳: ۵۳-۱۷: ۲۷)، مرقس ۶: ۱۴-۹: ۳۲ کی ترتیب کے مُطابق ہے۔ اِس میں بعض جگہ بیانات کی تفصیل مندرج ہے۔ اِس حصّہ میں قیصریہ فلپی کے مقام پر پطرس کے اقرار کا ذکر ہے۔ یاد رہے کہ صرف متی رسُول نے خُداوند مسیح کے وہ الفاظ لکھے ہیں جو اُس نے شمعُون پطرس سے مخاطب ہونے کے موقع پر استعمال کئے "مبارک

ہے تو شمعون بر یوناہ . . . (۱۶: ۱۷ اور ۱۹) ۔ یُوں پہلی دفعہ نئے عہدنامہ میں کلیسیا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (یہ اشارہ پہلی دفعہ تقریر میں آیا ہے، نہ کہ تحریر میں) ۔ دُوسرا اشارہ متی ۱۸: ۱۷ میں ہے اور یہی دو جگہیں ہیں، جہاں اناجیل اربعہ میں لفظ کلیسیا[1] استعمال ہُوا ہے ۔ اِن دونوں کی پُشت پر ہم ارامی لفظ کنشتہ[2] دیکھتے ہیں ۔ یہ ایسا لفظ ہے جو تمام اسرائیلی جماعت اور عبادت خانہ کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا ۔ ڈبلیو ۔ اے ۔ کرٹس[3] اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ لفظ کلیسیا مسیح نے نہیں بلکہ بعد کی نسلوں نے مسیحی جماعت کے لئے استعمال کیا کیونکہ یہ لفظ ارامی زبان میں استعمال کیا جاتا تھا ۔ مسیح کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے جلد بعد کلیسیا کے نام کو عالمگیر طور پر تسلیم کر لیا گیا ۔ اس کے علاوہ جیسا سی ۔ ایف ۔ برنی[4] نے ثابت کیا ہے، متی ۱۶: ۱۷ اور ۱۹ میں ارامی زبان سے ترجمہ کے صاف نشان پائے جاتے ہیں۔

یہ بیانیہ حصّہ مچھلی کے مُنہ سے سکّہ حاصل کرنے کے بیان پر ختم ہوتا ہے، جو صرف متی رسُول کی انجیل میں پایا جاتا ہے ۔ جب ہیکل کے ٹیکس کے ادا کرنے کا سوال آیا ہوگا تو اُستاد کا رویہ یروشلیم کی کلیسیا کے لئے نمونہ اور مثال ہوگی۔

۱۸ باب کے وعظ میں بادشاہت میں رفاقت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اس کے آغاز میں حقیقی معنوں میں بڑا ہونے کا مطلب بیان کیا گیا ہے ۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ بچوں کی عزت کرنا ایک مناسب بات ہے اور اس نئی بادشاہی میں وہ لوگ جو خُدا سے معافی حاصل کر چکے ہیں اُن پر زبردست فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ذاتی جھگڑوں کو چُکائیں اور نہایت فراخدلی سے دُوسروں کو مُعاف کریں۔

اس کے بعد کا بیانیہ حصّہ (۱۹: ۱ - ۲۲: ۴۶) مرقس ۱۰: ۱ - ۱۲: ۳۷ کی ترتیب کے مُطابق ہے ۔ لیکن مندرجہ ذیل باتیں مرقس کے اس حصّہ میں پائی نہیں جاتیں ۔ یعنی شادی اور طلاق (۱۹: ۳ - ۱۲)، تاکستان میں مزدوروں کی تمثیل (۲۰: ۱ - ۱۶)، یروشلیم میں داخل ہوتے (بمقابلہ یوحنا باب ۱۵) کے سلسلہ میں زکریاہ ۹: ۹ کی نبوت کا اقتباس (جس کے ساتھ متی کا یہ بیان پُوری مطابقت رکھتا ہے (۲۱: ۷)، دو بیٹوں کی تمثیل (۲۱: ۲۸ - ۳۲) اور شادی کی ضیافت کی تمثیل جس میں اُس آدمی کا واقعہ بھی مندرج

1 "ekklesia" 2 "kenishta" 3 W.A. Curtis
4 C.F. Burney

ہے، جس کے پاس شادی کا لباس نہ تھا (۲۲: ۱ - ۱۴)۔

۲۳ باب میں خداوند اپنے ہمعصر یہُودی عالموں کو ملامت کرتا ہے، اور اُس کو یروشلیم پر افسوس کرنے کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

۲۴ باب میں قیامت اور آمدِ ثانی کے مُتعلق مسیح کا وعظ ہے جو مرقس ۱۳ کے مُطابق ہے، اور ۲۵ باب میں آمدِ ثانی کو کنواریوں، توڑوں اور قوموں کی عدالت کی تمثیلوں سے واضح کیا گیا ہے۔

متی ۲۶: ۱ - ۲۷: ۶۶ میں مسیح کے دُکھوں کا بیان مرقس کے بیان سے تقریباً ملتا ہے ۔ لیکن مرقس کے بیان کی نسبت اِس میں یہُوداہ کی پشیمانی اور خودکشی، پیلاطس کی بیوی کے خواب، پیلاطس کا ہاتھ دھونا، مسیح کی موت کے بعد بہت سے مُقدسوں کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور قبر پر پہرہ بٹھانے کے واقعات اور تفاصیل کو بھی قلمبند کیا گیا ہے۔

مسیح کے جی اُٹھنے کا ذکر کرتے وقت صرف متی رسُول نے ہی لکھا ہے کہ زلزلہ آیا، اور فرشتہ پتھر پر بیٹھا ہُوا دکھا گیا، اور پہرے دار بھاگ گئے اور اُنہیں رشوت دی گئی تاکہ اُن کے لبوں پر مُہرِ خاموشی ثبت ہو جائے ۔ اِس انجیل کا خاتمہ یُوں ہوتا ہے کہ مسیح کے کہنے کے مُطابق شاگرد گلیل کے پہاڑ پر جمع ہو گئے ۔ وہاں پر مسیح نے تمام دُنیا کو خوشخبری سُنانے کی خدمت اُن کے سپُرد کی اور اُن کو مُنادی کرنے، بپتسمہ اور تعلیم دینے کا حکم دیا اور اُن سے وعدہ کیا کہ "دیکھو میں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہُوں" (۲۸: ۲۰)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱ ۔ اُس طریقے کو بیان کیجئے جس سے ثابت ہو کہ یہ انجیل نئے اور پُرانے عہدنامے کو ملاتی ہے؟

۲ ۔ پہاڑی وعظ کہاں تک (۱) شریعت اور (۲) خوشخبری سے علاقہ رکھتا ہے؟ کیا یہ مسیحیوں کے لئے قانون ہے؟ اِس کا مُقابلہ کلسیوں ۳: ۱ - ۴: ۶ سے کیجئے۔

۳ ۔ ایسے حصّوں کی ایک فہرست تیار کیجئے جو مسیح کے ممسُوح بادشاہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۴ ۔ روایت ہے کہ متی رسُول نے یہ انجیل یہُودیوں کے لئے لکھی ۔ یہُودی پس منظر کے نقطۂ نگاہ سے اِس انجیل کا مُطالعہ کیجئے۔

CamScanner

۵۔ ہم کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ متی رسول کی انجیل شروع ہی سے اس بڑی خدمت کے حکم کی طرف اشارہ کرتی ہے جو ۲۸: ۱۶-۲۰ میں پائی جاتی ہے؟

مرقس رسول کی انجیل

مصنف، سن تصنیف اور حالات

مرقس کی انجیل کی نسبت قدیم ترین گواہی ایک "ایلڈر" کے الفاظ میں ہے، جس کا ذکر پیپیاس نے کیا ہے۔ لیکن اس کا نام بیان نہیں کیا گیا۔ پیپیاس کہتا ہے "چونکہ مرقس پطرس کا مترجم تھا اس لئے اس نے پطرس کے ہر بیان کو خواہ اس میں مسیح کے الفاظ یا کاموں کا ذکر ہو بالکل صحیح طور سے قلمبند کیا۔ بے شک یہ بیانات ترتیب وار لکھے نہیں گئے، کیونکہ وہ خداوند کے ان شاگردوں میں سے نہیں تھا جنہوں نے اس کے ساتھ رہ کر اس کا کلام سنا۔ لیکن جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا، وہ پطرس کے ہمراہ منادی کا کام کرتا رہا اور اس نے حسبِ ضرورت مسیح کے کلام کو مرتب کیا ہے۔ اس کا یہ منشا نہیں تھا کہ کتابی صورت میں اسے تالیف کرے۔ جس طرح پطرس نے اسے بتایا، اس نے نہایت وفاداری سے اسے قلمبند کیا۔ اس نے اس بات پر کافی توجہ دی کہ جو کچھ وہ سنتا تھا، اس میں سے کچھ رہ نہ جائے، اور نہ کوئی غلط بات اس میں شامل کی جائے۔"

اس کے بعد کے مصنفین نے اس گواہی کی تصدیق کی ہے۔ وہ اس میں کسی خاص بات کا اضافہ نہ کر سکے۔ مرقس کی انجیل سے متعلق مارسیون کی دلائل کے خلاف جو دیباچہ ۱۶۰ء کے قریب لکھا گیا تھا، ایک اور اطلاع کا اضافہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرقس نے پطرس کی وفات کے بعد یہ انجیل اٹلی میں لکھی، اور یہ خیال صحیح و درست معلوم ہوتا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔ اول۔ اس میں بعض یہودی رسومات کی تشریح کی گئی ہے۔ اگر یہ انجیل کنعان میں لکھی جاتی تو اس تشریح کی چنداں ضرورت نہ ہوتی (۷: ۳-۵)۔ دوم۔ مرقس نے جو انجیل یونانی زبان میں لکھی اس میں لاطینی الفاظ اور ترکیبات کا استعمال اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ مندرجہ بالا باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انجیل ۶۰ء سے ۶۵ء کے دوران لکھی گئی۔

اس دعوے کے لئے کہ پطرس نے ان واقعات کو لکھوایا، خارجی دلیل کے ساتھ

داخلی دلیل بھی لا سکتے ہیں۔ دیگر اناجیل میں "اس" کا لفظ (جو مسیح کے لئے استعمال کیا گیا ہے)، کے مقابلہ میں مرقس "ان" کا لفظ دہراتا ہے جس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پطرس نے مسیح کے ساتھ رہ کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا "ہم" کا لفظ استعمال کر کے مرقس کو بتا رہا تھا۔

جب قدیم مصنفین یہ بتاتے ہیں کہ مرقس پطرس کا مترجم تھا، تو اس لفظ مترجم کے خاص مفہوم کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ مرقس کی یونانی زبان کئی جگہ ارامی زبان کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے۔ قدیم روایت کے مطابق مرقس رسول یوحنا مرقس تھا جس کا ذکر اعمال ۱۲: ۱۲ میں آیا ہے۔ اس روایت کی صداقت میں کسی شک کی خاص وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

تجزیہ

۱: ۱-۸	یوحنا بپتسمہ دینے والے کی خدمت۔
۱: ۹-۱۱	یسوع کا بپتسمہ پانا۔
۱: ۱۲-۱۳	آزمائش۔
۱: ۱۴-۴۵	گلیلی خدمت کا آغاز۔
۲-۳ ابواب	گلیل میں مخالفت کا بڑھنا۔
۴: ۱-۳۴	بادشاہت کی تمثیلیں۔
۴: ۳۵-۷: ۲۳	گلیل کی جھیل کے گردو نواح میں خدمت۔
۷: ۲۴-۹: ۲۹	شمالی کنعان میں یسوع اور اس کے شاگرد، پطرس کا اقرار، یسوع کی صورت کا بدل جانا اور دکھ اٹھانے کی نسبت پہلی پیشین گوئی۔
۹: ۳۰-۱۰: ۳۱	گلیلی خدمت کا خاتمہ۔
۱۰: ۳۲-۱۲: ۴۴	یروشلیم کا سفر، شہر میں مخالفت۔
۱۳ باب	قیامت اور آمدِ ثانی کے بارے میں تعلیم۔
۱۴-۱۶ ابواب	دکھ اٹھانے اور جی اٹھنے کا بیان۔

مضامین

پیپیاس کے اس خیال سے کہ مرقس کی انجیل ترتیب سے لکھی نہیں گئی، ناواقف ہونے

کے باعث بعد کے بعض عُلمانے اِس کی تاریخی ترتیب اور تسلسل پر حد سے زیادہ زور دیا۔ لیکن اِس زمانہ میں زیادہ عُلما اُس خیال کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ مرقس کی انجیل میں یسُوع کی خدمت کی ترتیب و تسلسل بالکل مفقود ہے۔ یہ دونوں خیال مُبالغہ آمیز ہیں سچائی اُن کے درمیان ہے۔ پروفیسر سی۔ ایچ۔ ڈاڈ[1] کی دریافت کہ مرقس کی انجیل میں وہ مختصر بیانات جو مُختلف کہانیوں کے حِصّوں کو آپس میں ملاتے ہیں، محض ملانے والے نہیں بلکہ جب اُنہیں یکجا رکھا جاتاہے تو یہ ایک ایسا خاکہ نظر آتا ہے، جو اُس خاکے کے مُطابق ہے جو اعمال اور رسُولوں کے خطُوط میں پایا جاتا ہے۔ یہ خاکہ، جس میں تمام بیانیہ حِصّے ٹھیک بیٹھتے ہیں، تمام انجیل میں ضروری و لازمی تاریخی ترتیب و تسلسل مہیا کرتاہے اور مسیح کے دُکھوں کے بیان تک جا پہنچتا ہے۔ جس کی ترتیب کے مُتعلق کوئی شک نہیں کیونکہ سب اُس سے بخُوبی واقف تھے۔

مرقس کی پہلی آیت کتاب کے عُنوان کو پیش کرتی ہے، یعنی "خوشخبری کا شرُوع"۔ اِس خوشخبری کا آغاز یُوحنّا کے بپتسمہ کے بیان سے شرُوع ہوتاہے جو عہدِ عتیق کی پیشین گوئی کی تکمیل تھی جیسا مرقس ۱: ۲ میں کہتا ہے۔ یُوحنّا کے مُتعلق یہ مختصر بیان یسُوع کو پیش کرنے، اُس کے بپتسمہ پانے، آزمائے جانے اور یُوحنّا کے قید کئے جانے کے بعد مسیح کے گلیل میں ظاہر ہونے کے لئے پس منظر کا کام دیتا ہے، جب خُداوند یسُوع نے اپنی خدمت کا آغاز اِن الفاظ سے کیا کہ "وقت پُورا ہو گیا ہے اور خُدا کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ توبہ کرو اور خوشخبری پر ایمان لاؤ" (مرقس ۱: ۱۵)۔ اُس کے بعد مسیح کے پہلے شاگردوں کی بلاہٹ پائی جاتی ہے۔ پھر کفرنحُوم میں ایک پُورے دِن کے کام کی مؤثر اور واضح تصویر دی گئی ہے۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں یہ مسیح کے اُن کاموں کا، جو وہ اپنی گلیلی خدمت کے آغاز میں ہر جگہ کرتا رہا ایک نمُونہ ہے۔

مرقس ۲: ۱-۳: ۶ تک اُن واقعات کا ایک ایسا سلسلہ ہے، جو ڈبیلیس[2] کے خیال کے مُطابق مسیح کے بعد ابتدائی مُنادی میں اِستعمال کئے جاتے تھے۔ اِس کی وجہ سے وہ اُنہیں "نمُونہ اور مثال" کہتا ہے۔ اِن واقعات کے بعد مسیح کے ایسے اہم اقوال ہیں جو نہایت مؤثر اور قابلِ یادگار ہیں۔ اِن میں ایسے مضامین ہیں جو بحث و مُباحثہ کا باعث رہے ہیں اور یہ اِس بات کی علامت ہیں کہ اِس تمام انجیل میں یہ عنصر موجُود ہوگا۔

1 C.H. Dodd 2 Dibelius

یسُوع اور اُس کے مخالفین میں بڑھتی ہُوئی مُخالفت اِس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اُسے اب عبادت خانہ میں مُنادی کرنے کی دعوت نہیں دی جاتی تھی، کیونکہ وہ یہُودیوں کے مُستند اُستادوں میں اب مقبُول اور مرغوب نہیں رہا۔ یہ مخالفت اُس وقت اپنے انتہائی درجے پر پہنچتی ہے، جب یرُوشلیم کا ایک وفد اُس کے کاموں کو دیکھنے کے لئے بھیجا جاتا ہے جو اُس کے بدرُوحوں کو نکالنے کی طاقت کو بعلزبُول سے منسُوب کرتے ہیں۔ اِس پر یسُوع نے اُنہیں نہایت متانت اور سنجیدگی سے رُوح القدس کے خلاف کُفر بکنے کے خطرات سے آگاہ کیا، اور اُنہیں بتایا کہ اِس روشنی کے خلاف اُن کا جان بُوجھ کر آنکھیں بند کر لینا ایسا گُناہ ہے جو کبھی مُعاف نہیں کیا جائے گا (۳: ۲۲-۳۰)۔

اِس مَوقع پر (۴: ۱-۳۴) بادشاہت کے بارے میں تمثیلیں نہایت موزوں ہیں۔ اگرچہ مذہبی راہنماؤں نے اُسے قبُول نہ کیا لیکن جو بیج اچھی زمین میں بویا گیا، وہ ضرور پھلدار ہوگا۔ جو لوگ دیدہ دانستہ سچائی کو رد کرتے ہیں، وہ دیکھتے ہُوئے نہیں دیکھتے، اور سُنتے ہُوئے نہیں سمجھتے۔ اُن کے لئے بادشاہت کا پیغام ایک مُعمّہ تھا۔ لیکن اُن پر جنہوں نے یقین کیا، بادشاہت کے بھید کا اظہار کیا گیا۔

اگلے چار ابواب (۵-۸) میں کوئی تاریخی یا جُغرافیائی سلسلہ تلاش کرنا دشوار ہے۔ لیکن اُن میں مضامین کی ترتیب مَوجُود ہے۔ یہ کہنا بجا ہے کہ بعض واقعات کا بظاہر اعادہ معلُوم ہوتا ہے۔ مثلاً دو مرتبہ ہزاروں کو کھلانے کا بیان آیا ہے۔ علمِ الٰہی کے نقطۂ نگاہ سے ایسے واقعات کی خاص اہمیّت ہے۔ ہمارے خُداوند نے گلیل میں غیر اقوام کی حدُود پر بھی وُہی کام کئے، جو اُس نے خاص یہُودی علاقہ میں کئے تھے۔ یہ ساری چیزیں ہمیں قیصریہ فلپی میں پطرس کے اقرار کی طرف لے جاتی ہیں جو اِس انجیل کو دو حِصّوں میں تقسیم کرتا ہے۔

جب ہم پطرس کے اقرار (۸: ۲۷-۳۰) تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر ہم ایک قُدرتی اور تاریخی سِلسلہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اِس واقعہ کی اہمیّت یہ ہے کہ خُداوند یسُوع نے پہلی مرتبہ اپنے شاگردوں کو اپنی گرفتاری اور مَوت کے بارے میں آگاہ کیا (۸: ۳۱)۔ یہ آگاہی پھر ۹: ۳۱ اور ۱۰: ۳۳ و ۳۴ میں دُہرائی گئی ہے۔ اِس آگاہی کے پیشِ نظر اُس نے اپنے شاگردوں کو اپنی صلیب اُٹھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت آئندہ بادشاہت کی اُس روشنی میں جانچنے کے لائق تھی، جس کی ایک جھلک تین شاگردوں کو پہاڑ پر مسیح کی صُورت کے بدل جانے کے وقت دکھائی دی (۹: ۱-۱۳)۔

دسواں باب ہمارے خُداوند کے گلِیل سے دُور ہو کر یردن کے پار اور یہُودیہ کے علاقہ میں مُنادی کے کام سے شرُوع ہوتا ہے۔ آیت ۳۲ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے مصمّم اِرادہ سے یروشلیم کا راستہ اختیار کیا ہُوا ہے۔ اِس وقت یعقُوب اور یُوحنّا نے درخواست کی کہ جب وہ تخت نشین ہو، تو ایک اس کی دہنی طرف اور ایک اُس کی بائیں طرف بیٹھے۔ تب خُداوند نے حقیقی عظمت پر ایک سبق دیا، اور یہ بتایا کہ اُن کے لِئے یہ واجب ہے کہ وہ اُس کے نقشِ قدم پر چلیں "کیونکہ ابنِ آدم بھی اس لِئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لِئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (۱۰: ۴۵)۔ یہ الفاظ یسعیاہ ۵۳ باب میں "خُداوند کے خادم" کے خیال سے مِلتے ہیں۔ اِسی قسم کے الفاظ میں یسُوع بار بار اپنی زندگی کے مقصد کا اظہار کرتا رہا۔

پھر وہ یروشلیم میں داخل ہوتا ہے (۱۱: ۱-۱۰) اور عیدِ فسح کے موقع پر بھیڑ اُسے آنے والے مسیح کے طَور پر خوش آمدید کہتی ہے۔ اب یہ بیان نہایت تیزی کے ساتھ کمال کی طرف جاتا ہے، اور اُس کی ہر ایک بات پُرمعنی ہے۔ بےپھل انجیر کے درخت پر لعنت کرنا اور اُس کا سُوکھ جانا (یہ قوم کی ہونے والی بربادی کی عملی تمثیل تھی)، ہیکل کو صاف کرنا اور تاکستان کی تمثیل، جس میں اُس کا یہ دعویٰ کہ "مَیں مسیح ہُوں" براہِ راست نہ ہونے کے باوجُود نہایت واضح اور عیاں ہے۔ پھر ۱۲ باب میں مشہُور مباحثہ خیز واقعات کا بیان کیا گیا ہے۔ یہاں ہیرودیوں اور صدُوقیوں نے اپنے مشکل سوالوں کے جواب پائے۔ اُس وقت فقیہوں میں سے ایک نے خداوند سے شریعت کا خلاصہ محبّت کے دو جامع احکام میں سُنا اور وہ یہ سُن کر خُوش ہُوا۔ یہاں خُداوند نے خُود داؤد اور مسیح کے تعلّق کے بارے میں یہُودیوں سے سوال کیا، کیونکہ زبُور ۱۱۰ میں وہ خُداوند مسیح کو اپنا خُداوند کہتا ہے۔

۱۳ باب میں قیامت اور آمدِ ثانی کے بیان کے بارے میں (مرقس کی انجیل میں صرف یہی طویل مقالہ قلمبند کیا گیا ہے) بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ۴۰ء کے اہم واقعہ کے سلسلہ میں جب کہ کیلیگولا[1] نے یروشلیم میں اپنا بُت رکھوانے کی کوشش کی تھی، مرقس کی انجیل کے لکھے جانے سے پیشتر اِس مقالہ کی شاگردوں میں نشر و اشاعت ہو چُکی تھی۔ اُس وقت یہ قُدرتی بات تھی کہ اُس اُجاڑنے والی مکرُوہ چیز کے بارے میں

1 Caligula

خُداوند مسیح کے الفاظ یاد کِئے جاتے اور اُنہیں قلمبند کیا جاتا۔ ہم اس کا اثر پولس کے اُس بیان میں جہاں وہ "گناہ کے شخص" (۲-تھسلنیکیوں ۲: ۳) کا ذکر کرتا ہے اور مُکاشفہ کی کتاب میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

۱۴ باب سے دُکھ اُٹھانے کا اصل بیان شرُوع ہوتا ہے جو سُرعت سے صلیب پر اپنے انتہائی درجے پر پہنچ جاتا ہے، اور ہمیں پھر خالی قبر نظر آتی ہے۔ اِس بیان میں بیت عنیاہ میں عطر کا مَلنا، مسیح سے یہُوداہ کی بےوفائی، آخری فسح کی تیاری، پکڑوانے والے کا اظہار اور عشائے ربانی کا مقرر کیا جانا شامل ہے (۱۴: ۲۴ میں یسعیاہ ۵۳ باب کا اِشارہ دیکھا جا سکتا ہے)۔ نیز اِس میں شاگردوں کے بھاگ جانے اور اُن کی پراگندگی کی پیشین گوئی اور جی اُٹھنے کے بعد اُنہیں گلِیل میں اکٹھا کرنے کا وعدہ، پطرس کی شیخی اور خُداوند کی اُس کو آگاہی شامل ہے۔ پھر اُس کے بعد باغ میں اُس کی جان کنی، پکڑوائے جانے، سنہیڈرن کے سامنے مقدمہ، جہاں یسُوع نے مسیح ہونے کا صاف دعویٰ کیا، اور اُس کے بعد اُس پر موت کے فتویٰ کا ذکر ہے۔ یہ وہ دعویٰ تھا، جو زبُور ۱۱۰: ۱ اور دانی ایل ۷: ۱۳ کے الفاظ میں کیا گیا۔ اُسے پیلاطُس کے پاس لے گئے اور جب بھیڑ نے برابّا کو چھوڑ دینے کیلئے کہا تو اُس نے یسُوع کو اُن کے حوالے کر دیا کہ اُسے صلیب دیا جائے۔ اب اُس کے مصلُوب ہونے کی داستان بیان کی جاتی ہے۔ صلیب دینے والوں کی سنگدلی اور بیرحمی کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ نیز بیان ہے کہ اُس کی رقّت آمیز آواز کے باعث جب آخری بار اُس نے اپنے باپ کو پُکارا، بُت پرست صُوبیدار نے اُس کی اُلُوہیت کا کس طرح اقرار کیا۔

اِس بیان میں ایک دلچسپ واقعہ اُس نوجوان کا ہے جو پکڑوائے جانے کے وقت موجُود تھا (۱۴: ۵۱)۔ اِس کی بہترین تشریح یہ کی جاتی ہے کہ وہ نوجوان سوائے مُبشّر مرقس کے اَور کوئی نہ تھا اور اِس صُورت میں دُکھ کے بیان کا کم از کم کچھ حصّہ چشم دید گواہی کے طَور پر بہم پہنچا۔

یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ مرقس کی کتاب کی آخری بارہ آیات جی اُٹھنے کے بعد شاگردوں پر یسُوع کے ظاہر ہونے کے بارے میں رسُولی مُنادی کا سوال و جوابی خلاصہ ہیں جو بعد میں مرقس کی انجیل کے ساتھ شامل کر دی گئیں۔ عام طَور پر خیال کیا جاتا ہے کہ مرقس کا آخری حصّہ کھو گیا تھا۔ لیکن ڈاکٹر سٹونہاؤس بڑی قابلیت سے اِس پر دلائل پیش کرتے ہیں کہ ۱۶: ۸ مرقس کی انجیل کا صحیح اختتام ہے، یعنی خالی قبر پر ایک نوجوان سفید جامہ پہنے بیٹھا اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مسیح جی اُٹھا ہے اور عورتوں پر

CamScanner

لرزش اور ہیبت کا غالب آنا اِس بیان کا نہایت موزوں خاتمہ ہے[1]۔

مطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ یہ انجیل مسیح کے (۱) ابنِ آدم (۲) ابنِ خُدا ہونے کے حق میں کیا گواہی دیتی ہے ؟

۲۔ مرقس کی انجیل میں کون سے داخلی ثبوت ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُصنّف نے جو کچھ لکھا اُس کی پس پُشت پطرس رسُول ہے ؟

۳۔ تمام انجیل میں مخالفت اور مباحثہ کے تذکروں کو سلسلہ وار تلاش کیجئے۔

۴۔ یسعیاہ ۴۲، ۴۹، ۵۰، ۵۲ : ۱۳ - ۵۳ میں خُدا کے خادم کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ اِن پیشین گوئیوں اور مرقس کی انجیل میں خُداوند یسُوع کے بارے میں جو بیان دیا گیا ہے، اُس میں کیا مُطابقت پائی جاتی ہے ؟

۵۔ بعضوں نے معجزوں کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ عملی تمثیلیں ہیں ۔ مرقس میں تحریر شدہ معجزات سے آپ کیا سبق نکال سکتے ہیں ؟

لُوقا رسُول کی انجیل

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

ایک مُعتبر روایت کے مُطابق تیسری انجیل اور رسُولوں کے اعمال کو پولُس رسُول کے اُس ساتھی نے لکھا، جو کلسیوں ۴ : ۱۴ میں "پیارا طبیب لُوقا" کہلاتا ہے۔ اِن دونوں کتابوں کو ابتدائی کلیسیا کی تاریخ کی دو جلدیں سمجھنا چاہئے، جو تھیُفلُس کے لئے لکھی گئی تھیں۔ اِن کی غرض وغایت یہ تھی کہ تھیُفلُس کو صحیح طور پر خُداوند کی خوشخبری کا علم اور یقین حاصل ہو۔

ممکن ہے کہ اعمال کی کتاب اِس میں دِئے ہوئے آخری واقعہ کے بہت جلد بعد

1 See article *The End of the Second Gospel*, by F.F. Bruce, in The Evangelical Quarterly, July 1945

لکھی گئی ہو، جب رُوم میں پولُس کی دو سال کی قید ختم ہوئی تھی (اعمال ۲۸ : ۳۰)۔ جس اُمید افزا لہجہ میں اِس تواریخ کا خاتمہ ہوتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۶۴ء میں نیرو کی ایذا رسانی سے پیشتر یہ کتاب معرضِ وجُود میں آئی اور یقیناً انجیل تو اس سے بھی پہلے لکھی گئی ہوگی۔ لیکن ہم وثُوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتنا عرصہ پہلے لکھی گئی تھی۔

لُوقا غیر قوموں میں سے تھا جس نے یُونانی تواریخ اور سوانح عُمری لکھنا ورثہ میں پایا تھا۔ مُؤرخ کے طور پر اس کا مرتبہ بہت بُلند ہے۔ سر ڈبلیو۔ ایم۔ رامسے لکھتے ہیں کہ لُوقا کی تواریخ معتبر اور مُستند ہونے کے باعث بے مثل ہے۔ لہٰذا اُسے سب سے بڑے مُؤرخین کی فہرست میں شامل کرنا چاہئے۔ رسُولوں میں سے صرف وُہی ایسا مُصنّف ہے جو انجیل کے بیان کو دُنیا کی تواریخ میں مناسب طور سے جوڑتا اور جڑتا ہے۔ لُوقا ۳ : ۱-۲ میں اُس کی اُس وقت کے واقعات کی فہرست اور شہنشاہوں، شاہی حاکموں اور باجگذار بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُس کی انجیل سے ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ دیگر رسُولوں کی نسبت مُصنّف مسیح کی سوانح عُمری لکھنے میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے جیسا کہ یسُوع کے بچپن اور لڑکپن کے مفصّل بیانات سے ظاہر ہے۔ اِن تمام خصُوصیات کے باوجُود بھی اُس کی غرض وغایت دُوسری انجیلوں کی مانند رسُولی منادی تھی۔

بعض قدیم علم الٰہی کے ماہرین کہتے ہیں کہ متّی رسُول نے یسُوع کو اسرائیل کا بادشاہ، مرقس رسول نے خُدا کا خادم اور یُوحنا رسُول نے خُدا کے بیٹے کے طور پر پیش کیا اور لُوقا رسُول نے اُسے ابنِ آدم کی صُورت میں دُنیا کے سامنے ظاہر کیا۔ یہ بہت حد تک دُرست معلوم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر متّی اپنی انجیل میں مسیح کے نسب نامہ کو یہُوداہ کے بادشاہوں کے ذریعے داؤد اور ابرہام سے ملاتا ہے۔ لُوقا اُس کا نسب نامہ داؤد سے ہو کر آدم تک پہنچاتا ہے۔ لیکن وہ اِس سِلسلے میں یہُوداہ کے بادشاہوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اِس تمام انجیل میں ہمارے خُداوند کی اِنسان سے گہری ہمدردی پر زور دیا گیا ہے۔ لُوقا کی دلچسپی اِس بات میں ہے کہ وہ یہ بیان کرے کہ مسیح کمزور اور حلیم لوگوں، مثلاً عورتوں اور سامریوں اور غریبوں کے لئے حقیقی جذبۂ محبّت رکھتا ہے۔ جو مریم کی حمد کا مضمون ہے کہ "اُس نے بھُوکوں کو اچھی چیزوں سے سیر کر دیا، اور دولت مندوں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا" (۱ : ۵۳) وُہ تمام انجیل میں پایا جاتا ہے۔ حقیقی دولت کی حقیقت بھی ظاہر کی گئی ہے یعنی "کسی کی زندگی اُس کے مال کی کثرت پر مُوقُوف نہیں" (۱۲ : ۱۵)۔ خُدا کی بادشاہت اور دُنیوی دولت کا تعلق بیوقُوف دولت مند (۱۲ : ۱۶ - ۲۱)، بے انصاف مختار

(۱۶: ۱-۹)، دولتمند اور لعزر (۱۶: ۱۹-۳۱) اور خداوند کی میزبان کو نصیحت (۱۴: ۱۲-۱۴) میں پایا جاتا ہے۔

مرقس اور لوگیا کے علاوہ (دیکھئے صفحہ ۴۲۳، صفحہ ۴۲۶، صفحہ ۴۳۳) لوقا کیلئے اور ماخذ بھی تھے۔ اُسے اور بھی بیش قیمت اطلاعات مہیا تھیں۔ اُس کی انجیل کا نصف مواد دُوسری اناجیل میں نہیں ملتا۔ اور اُس کے اِن خاص ذرائع کے باعث پہلے اور دُوسرے باب کے ذریعہ مسیح کی پیدائش کی داستان ہم تک پہنچی اور غالباً جیسا کہ سینڈی کہتا ہے "یہ عہدِ جدید کا سب سے پُرانا بشارتی حصّہ یا دستاویز ہے، یہ بلاشبہ تمام کتاب میں قدیم ترین چیز ہے۔" اِس کے علاوہ اور بہت سے مشہور واقعات اور تمثیلیں ایسی ہیں جو لوقا کی کتاب کے ۹: ۵۱ - ۱۸: ۱۴ کے طویل حصّہ میں ہیں، لیکن مرقس کی انجیل میں پائی نہیں جاتیں۔ یہ دُوسرے ذریعوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ شاید پہلے اور دُوسرے باب کے واقعات کا علم اُسے یروشلیم میں ہُوا، جہاں وہ پولُس رسُول کے ساتھ ۵۸ء میں گیا (اعمال ۲۱: ۱۵)۔ اُس وقت غالباً اُس نے بارہ رسُولوں میں سے بعض سے مُلاقات کی، اِسی طرح اور چشم دید گواہوں "جو شروع سے خود دیکھنے والے ... تھے" (۱: ۲) اور شاید ہمارے خداوند کی ماں سے بھی شرفِ مُلاقات حاصل کیا ہو۔ بعض علماء دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ اُس کی دیگر خاص معلومات قیصریہ میں فلپُّس مُبشّر کے گھر سے حاصل ہُوئیں (بمقابلہ اعمال ۲۱: ۸)۔

جس ادبی خوبی سے لوقا رسُول انجیل کے مختلف حصّوں کو آپس میں ملاتا اُس کے باعث متّی کی انجیل کی بہ نسبت اس کتاب کا خاکہ تیار کرنا مشکل ہے۔

تجزیہ

۱-۲ ابواب	ہمارے خداوند اور یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش اور اُن کا بچپن۔
۳: ۱-۴: ۱۳	یُوحنّا کی مُنادی، خداوند کا بپتسمہ اور آزمایش۔
۴: ۱۴-۹: ۵۰	گلیل میں یسُوع کی خدمت۔
۹: ۵۱-۱۹: ۲۸	یروشلیم کی طرف سفر۔ گلیل سے باہر اُس کی خدمت۔
۱۹: ۲۹-۲۱ باب	اُس کی اعلانیہ منادی کے آخری ایام۔
۲۲-۲۴ ابواب	عشاء ربانی، مسیح کی گرفتاری، عدالت، موت، مُردوں میں سے جی اُٹھنا۔

مضامین

انجیل کی پہلی چار آیات نہ صرف اس انجیل کا، بلکہ لوقا کی تمام تصانیف کا دیباچہ ہیں۔ اس تواریخ کی تصنیف کا خاص مقصد یہ تھا کہ تھیُفِلُس کو مسیحی ایمان کے حقائق کا ترتیب وار بیان مہیا کیا جائے۔ لیکن علاوہ ازیں اس تصنیف کے اور بھی بہت سے مقاصد تھے جن میں سے ایک یہ تھا کہ یہ حقیقت ثابت کی جائے کہ مسیحی تحریک ابتداء سے کسی سلطنت کے قانون اور آئین کے خلاف نہیں ہے۔ اعمال میں یہ مقصد اور بھی نمایاں ہے لیکن لوقا کی انجیل میں بھی یہ بات صاف ظاہر ہے کہ انتپاس اور پنطیُس پیلاطُس متفق ہیں کہ مسیح سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرتا (۲۳: ۱۴-۱۵)۔

اگرچہ مسیح کی پیدائش سے متعلق ابواب میں عبرانی ماحول اور فضا پائی جاتی ہے، لیکن پھر بھی اُن میں خوشخبری کے بڑے اور وسیع پیمانے پر اشاعت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ نہ صرف خدا اپنے لوگوں میں آیا، اور اُنہیں مخلصی بخشی، بلکہ جو بچہ بیت لحم میں پیدا ہُوا وہ اسرائیل کا جلال ہونے کے علاوہ غیر قوموں کو روشنی پہنچانے کا باعث بھی ہوگا۔ اسی طرح آسمان پر خدا کی حمد کرنے والے فرشتوں نے بھی زمین پر سلامتی اور آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے، صُلح کے پیغام کا اعلان کیا تھا۔ اس میں قوم کی کوئی قید نہیں دی گئی۔ لیکن اُسی وقت جب کہ یہ غیر قوموں میں خوشخبری کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جھلک دکھاتے ہیں، یہ ابواب اس حقیقت کو بھی نمایاں کرتے ہیں کہ اس نجات کی مضبوط جڑ عہدِ عتیق کے مکاشفہ میں ہے۔ وہ الفاظ جن میں بزرگ شمعون نوزاد مسیح کو خیر مقدم کہتا ہے، "خداوند کے خادم" کی وہ پیشین گوئی ہیں، جس کا اقتباس پسدیہ کے انطاکیہ میں پولس رسُول نے اس وقت کیا جب وہ یہودیوں کی طرف سے پھر کر غیر یہودیوں میں منادی کرنے لگا (یسعیاہ ۴۹: ۶؛ اعمال ۱۳: ۴۷)۔

چوتھے باب کا لب ولہجہ بھی وُہی ہے۔ وہاں ناصرۃ کے عبادت خانہ میں ہمارا خداوند درس دیتے ہُوئے بادشاہت کی خدمت کے مقصد کو بیان کرتا ہے۔ اِس درس کا وِرد یسعیاہ ۶۱ کے افتتاحیہ الفاظ ہیں۔ گو یہ اُن عبارتوں میں سے نہیں، جن میں "خداوند کے خادم" کا ذکر آتا ہے لیکن بات وُہی ہے۔ اِس درس میں الٰہی آمد کے وسیع پہلو اور غیر قوموں میں انجیل کی اشاعت اور اُن کے اُسے تسلیم کرنے پر زور دیا گیا ہے، جو عہدِ عتیق کے سارپت کی بیوہ اور نعمان سُریانی کے واقعات کی طرف اشارہ میں ظاہر ہے۔

پانچویں باب کے شروع میں مچھلیوں کے بھاری غول کا معجزہ صرف لُوقا ہی میں پایا جاتا ہے۔ اِس کے بعد ایسا مواد ہے (۵: ۱۲ - ۶: ۱۹) جو کہ مرقس ۱: ۴۰ - ۳: ۱۹ کے بیان کے مُطابق ہے۔ اِس کے بعد لُوقا کے الفاظ میں مسیح کے پہاڑی وعظ کا بیان ہے جو متّی ۵ - ۷ ابواب میں تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔ لُوقا کی طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ متّی کے علاوہ بھی اِس کا کوئی ماخذ تھا۔ غالباً اِسی ماخذ سے وہ "افسوس" ہیں جن کا ذکر مُبارک بادیوں کے بعد آتا ہے (لُوقا ۶: ۲۰ - ۲۶)۔

پہاڑی وعظ کے بعد متّی رسُول کی انجیل کی طرح صُوبیدار کے نوکر کو اچھا کرنے کا بیان ہے (۷: ۱ - ۱۰)۔ پھر نائین کی بیوہ کا نوجوان لڑکا زندہ کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں یُوحنّا بپتسمہ دینے والے نے اپنے شاگردوں کو بھیجا تاکہ یہ پُوچھیں کہ آنے والا تُو ہی ہے یا ہم دُوسرے کی راہ دیکھیں۔ پھر شمعُون کے گھر میں گنہگار عورت کا سنگِ مرمر کے عطردان میں عطر لانا اور اُن عورتوں کا ذکر ہے جو اپنے مال سے خُداوند کی خدمت کرتی تھیں جب کہ وہ جگہ جگہ پھرتا تھا۔

اگلا حصّہ (۸: ۴ - ۵۶) مرقس ۴: ۱ - ۵: ۴۳ کے بیان سے ملتا جُلتا ہے۔ ۹: ۱ - ۱۷ میں بارہ شاگردوں کی خدمت اور پانچ ہزار کو کھلانے کا بیان (بمقابلہ مرقس ۶: ۷ - ۴۴) ہے۔ لُوقا میں یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی موت کا ذکر نہیں کیا گیا جو مرقس ۶: ۱۷ - ۲۹ میں جملہ معترضہ کے طور پر آیا ہے۔ لیکن وہ ہیرودیس کی یسُوع کے بارے میں حیرانی اور شوقِ تحقیق کا ذکر کرتا ہے (۹: ۷ - ۹)۔ مرقس ۶: ۴۵ - ۸: ۲۶ کا بیان لُوقا میں کہیں نہیں ہے۔ لُوقا ۹: ۱۸ - ۵۰ مرقس ۸: ۲۷ - ۹: ۴۰ سے مطابقت رکھتا ہے، پطرس کا قیصریہ فلپی میں اقرار اور مسیح کی صُورت کا بدل جانا بھی شامل ہیں۔

اُس کے بعد طویل حصّہ ایسا ہے (لُوقا ۹: ۵۱ - ۱۸: ۱۴) جو مرقس کی انجیل میں نہیں ملتا۔ بعضوں نے اِسے پیریائی حصّہ کہا۔ (پیریہ یردن پار کا علاقہ تھا جہاں یہ تمام تمثیلیں بیان کی گئیں)۔ اِس حصّے میں بہت سی تمثیلیں اور بیان ہیں جو صرف لُوقا کی انجیل میں پائے جاتے ہیں۔ نیک سامری، بیوقوف دولتمند، بڑی ضیافت، مُسرف بیٹا، بے ایمان مختار، دولت مند اور لعزر، فریاد کرنے والی بیوہ، فریسی اور محصُول لینے والے کی تمثیل، اِن سب کے لئے ہم اُس کے احسان مند ہیں۔ اِس حصّے کے شروع میں وقت کا اشارہ ہے (۹: ۵۱)۔ اور بلاشُبہ وہ ستمبر ۲۹ء یا اُس کے لگ بھگ کا وقت ہے جب آخری مرتبہ خُداوند گلیل سے روانہ ہُوا۔

اِس حصّے کے بعد یرُوشلیم کی طرف آخری سفر اور مسیح یسُوع کی زندگی کے آخری ہفتے کے واقعات کے بیانات مرقس کے بیانات سے ملتے ہیں۔ لیکن اِس حصّہ میں لُوقا چند ایسے واقعات کا ذکر کرتا ہے جو مرقس کی انجیل میں موجُود نہیں۔ مثلاً زکائی کی داستان (۱۹: ۱ - ۱۰)، اشرفیوں کی تمثیل (۱۹: ۱۱ - ۲۷ جو متّی میں دی ہوئی توڑوں کی تمثیل کی مانند تو ہے لیکن وُہی نہیں) اور شہر پر "افسوس" کا بیان (۲۰: ۴۱ - ۴۴)۔ علمِ الآخرت یعنی قیامت اور مسیح کی آمدِ ثانی کے بارے میں لُوقا (۲۱ باب) میں ایسے مختلف الفاظ ہیں جن کی بنا پر بعضوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ یروشلیم کے سنہ ۷۰ء میں برباد ہونے کے بعد لکھے گئے تھے۔ لیکن یہ خیال غلط معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً آیت ۲۰ میں اُس حوالے کو جسے مرقس میں "اُجاڑنے والی مکرُوہ چیز" کہا گیا ہے، لُوقا نے اِس طرح بیان کیا ہے کہ "جب تم یرُوشلیم کو فوجوں سے گھرا ہُوا دیکھو" یا تو یہ الفاظ اُس کے اصلی الفاظ تھے یا لُوقا نے انہیں اِس لئے اِس طرح لکھا ہے کیونکہ اُس نے اپنی انجیل غیر قوموں کے لئے لکھی۔ اِس لئے اگر وہ مرقس میں مذکورہ الفاظ کی تشریح نہ کرتا تو قارئین کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آ سکتا۔ عہدِ عتیق کے محاورہ کے مُطابق یرُوشلیم کا دُشمن کی فوجوں سے گھِرنا آخری دنوں کا نمایاں ثبُوت تصوّر کیا جاتا تھا۔

لُوقا میں مسیح کے دُکھوں کا بیان زیادہ تر مرقس کے بیان سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن کہیں کہیں کچھ مزید باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً عشاءِ ربانی کے بعد کی گفتگو (۲۲: ۲۴ - ۳۸)، ہیرودیس کے سامنے پیشی (۲۳: ۷ - ۱۱)، کلوری کو جاتے ہُوئے عورتوں کا اُس کے پیچھے روتے ہُوئے جانا (۲۳: ۲۷ - ۳۱)، توبہ کرنے والے ڈاکو کا بیان (۲۳: ۳۹ - ۴۳) اور جی اُٹھنے کے بعد شاگردوں پر ظاہر ہونے کے کچھ بیانات (جو لُوقا کی انجیل کے مُطابق سب یہُودیہ سے متعلق ہیں) اور اماؤس کی راہ کے بیان کے لئے (۲۴: ۱۳ - ۳۵) ہم لُوقا رسُول کے شکر گزار ہیں۔

لُوقا رسُول نے جس طرح اپنی انجیل کا آغاز کیا اُسی طرح وہ اُسے ختم بھی کرتا ہے یعنی وہ پیشین گوئیوں کے پُورا ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ "یُوں لکھا ہے کہ مسیح دُکھ اُٹھائے گا اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا اور یرُوشلیم سے شرُوع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی مُعافی کی مُنادی اُس کے نام سے کی جائے گی" (لُوقا ۲۴: ۴۶ و ۴۷)۔ اگرچہ لُوقا خود غیر قوموں میں سے تھا اور غیر قوموں کے لئے اُس نے یہ انجیل لکھی، لیکن اُس نے حقیقت کو بڑی صداقت سے بیان کیا ہے، اور وہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ

مسیحیت عہدِ عتیق کے مکاشفہ کی تکمیل ہے۔ عہدِ عتیق اُس کا منبع ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ انجیل میں دُعا اور ستایش کے مُتعلق تعلیم کو جمع کیجئے۔
۲۔ اِس بات کی کیا علامات ہیں کہ مُصنّف خود غیر قوموں میں سے تھا، اور تمام دُنیا میں انجیل کی اشاعت کا خواہشمند تھا؟
۳۔ اِس امر پر غور کیجئے کہ کس طرح ہمارے خُداوند فقیہوں، غیر قوموں اور سادہ مزاج انسانوں کے لئے مختلف طرزِ تعلیم اختیار کرتا ہے۔
۴۔ لُوقا کی انجیل میں بھی مُفت فضل کی تعلیم جو پولُس رسُول نے دی ہے اُس کے اشارات تلاش کریں۔
۵۔ بیان کیجئے کہ انجیل کے اہم مضامین کا پہلی دفعہ ذکر پہلے دو ابواب میں کہاں کہاں آتا ہے؟

یُوحنّا رسُول کی انجیل

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

یُوحنّا رسُول کی انجیل کے بارے میں جان کیلون لکھتا ہے کہ "مَیں اِس انجیل کو کلید کہنے کا عادی ہُوں، کیونکہ یہ دُوسری اناجیل کو سمجھنے کے لئے دروازے کو کھول دیتی ہے۔" حال ہی میں آرچ بشپ ولیم ٹمپل نے اِنہیں خیالات اور جذبات کو دُوسرے الفاظ میں ادا کیا اور یہ کہا کہ اناجیل مُتفقہ (یعنی متی، مرقس اور لُوقا)، کے مُصنّفین ہمیں بار بار خُداوند کے پیارے الفاظ سُناتے ہیں لیکن اُن کو سمجھنے کے لئے یُوحنّا کی انجیل ہی ہماری رہبری کرتی ہے۔

تاہم اِس انجیل پر اعتراض کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اناجیل مُتفقہ سے کئی طرح سے مختلف ہے۔ بے شک اِن میں اور اِس میں فرق تو ہے لیکن اگر ہم یُوحنّا کی انجیل کا بغور مُطالعہ کریں تو اِس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یا تو مُصنّف خود چشم دید گواہ تھا یا کسی چشم دید

گواہ کے بیانات اور مشاہدات کو اُس نے قلمبند کیا تھا۔ ایک غیر طرف دار یہُودی عالم اور فاضل ابراہامز لکھتا ہے کہ یہ انجیل یسُوع کی تعلیم کے ایک خاص پہلو کا تحفظ کرتی ہے، جو کہ اناجیل مُتفقہ میں مندرج نہیں۔ یہی عالم ہماری توجہ کو اِس طرف مبذول کرتا ہے کہ بہُت سے یہُودی عالم اِس بات پر مُتفق ہیں کہ مسیح خُداوند کے پیغامات جو چوتھی انجیل میں مرتب کئے گئے ہیں وہ حقیقی اور درست ہیں خاص کر اِس لحاظ سے کہ وہ اُن حالات کے عین مطابق ہیں جن کے تحت یہ پیغامات دیئے گئے تھے۔

ابتدائی کلیسیا کے قریباً تمام مُصنّفین اِس بات پر مُتفق ہیں کہ یہ انجیل اُسی یُوحنّا نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں (۱۰۰ء) لکھی، جو یسُوع کا شاگرد اور زبدی کا بیٹا تھا۔ اور اگنیشیس[1]، بیسلائیڈس، جسٹن شہید اور ٹیشین وغیرہ نے دُوسری صدی کے آغاز ہی سے یُوحنّا کی انجیل کا حوالہ دیا اور اقتباس کیا۔ عہدِ جدید کی قدیم ترین تحریروں کے اجزا دستیاب ہُوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک یُوحنّا رسُول کی انجیل کا ایک حصّہ ہے جو پیپرس پر لکھا ہُوا ہے۔ وہ ۱۹۱۷ء میں مصر میں ملی۔ یہ حصّہ دُوسری صدی عیسوی کے پہلے نصف حصّہ میں تحریر کیا گیا تھا۔ دُوسری صدی کے آخری پچیس سالوں میں آئرینیس[2] (جس کے تعلقات ایشیائے کوچک اور گال سے تھے)، اسکندریہ کے کلیمنٹ، انطاکیہ کے تھیوفلس[3]، کارتھیج کے ٹرٹولین، اٹلی کے ہیریکلین نے اِس بات کی تصدیق کی کہ اِس کتاب کا مُصنّف یُوحنّا رسُول ہے۔

اندرُونی ثبوت ظاہر کرتا ہے کہ یہ وُہی شاگرد تھا "جس سے یسُوع محبّت رکھتا تھا" اور جس کے بارے میں ہم ۲۱: ۲۴ میں یُوں پڑھتے ہیں "یہ وُہی شاگرد ہے جو اِن باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے اِن کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اُس کی گواہی سچّی ہے۔" یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ الفاظ کہے ہیں وہ یُوحنّا کے شاگرد تھے۔ شاید یُوحنّا نے اپنی انجیل اُن سے تحریر کرائی اور اُنہوں نے اُس کی مَوت کے بعد اِسے شائع کیا تھا۔ یہ خیال قدیم ترین بیرُونی ثبوت سے بھی مُطابقت رکھتا ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ یہ تمام انجیل یُوحنّا نے اپنے ایک شاگرد سے لکھوائی تھی تو اِس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔

1 Ignatius, Basilides, Justin Martyr, Tatian, etc.
2 Irenaeus 3 Theophilus of Antioch, Tertullian of Carthage

آج کل اسی سلسلہ میں "بزرگ یوحنا" کا ذکر بار بار کیا جاتا ہے۔ یہ خیال سب سے پہلے یوسیبیس نے ظاہر کیا اور پپیاس کے ان الفاظ سے نتیجہ نکالا کر "کسی موقع پر جب کوئی ایسا آدمی مجھے ملتا تھا جو بزرگوں کا شاگرد رہ چکا ہو تو اس سے میں بزرگوں کی گفتگو کے بارے میں پوچھا کرتا تھا کہ اندریاس یا فلپس یا توما یا یعقوب یا یوحنا یا متی یا خداوند کے شاگردوں میں سے کوئی کیا کیا کہتے تھے اور ارسطیون[1] اور یوحنا بزرگ خداوند کے شاگرد کیا کہتے ہیں"۔ یوسیبیس اس بات کی تلاش میں تھا کہ مکاشفہ کی کتاب کو یوحنا رسول کی بجائے کسی دوسرے سے منسوب کرے۔ اس نے پپیاس کے ان الفاظ کو ایک رپورٹ کے ساتھ وابستہ کر دیا جس کا حوالہ ڈائیونیسیس[2] اسکندریہ کے بشپ نے ۲۶۰ء عیسوی میں دیا۔ اس رپورٹ کے مطابق افسس میں دو مقبرے دکھائے جاتے تھے اور کہتے ہیں کہ یہ دونوں یوحنا کی یادگار میں بنائے گئے ہیں۔ اس سے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ پپیاس نے یہاں یوحنا نام کے دو شخصوں کا ذکر کیا ہے۔ پہلا یوحنا مسیح کا شاگرد اور دوسرا "یوحنا بزرگ" تھا۔ بشپ لائٹ فٹ نے تسلیم کیا کہ پپیاس کا مطلب دو مختلف شخصوں سے تھا۔ لیکن وہ یوحنا کی انجیل کا مصنف یوحنا شاگرد کو ہی تسلیم کرتا تھا۔ بعض جدید علماء کا خیال ہے کہ "یوحنا بزرگ" اور "یوحنا شاگرد" ایک ہی شخص تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ پپیاس کے الفاظ سے دو یوحنا مراد ہوں۔ ذاہن اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ "یوحنا بزرگ" اور "یوحنا رسول" سے ایک ہی شخص مراد ہے اور اس کا نام دونوں فہرستوں میں یعنی بزرگوں اور خداوند کے شاگردوں میں شامل کیا گیا تھا۔ "کہتے تھے" اور "کہتے ہیں" میں فرق اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ گو یوحنا رسول خداوند کے شاگردوں میں سے تھا تو بھی ارسطیون کی طرح اسوقت زندہ تھا۔ یہ تشریح زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ یوسیبیس نے خود اپنی "تواریخ" میں بیان کیا ہے کہ پپیاس مقدس یوحنا رسول کے سامعین میں سے ایک تھا۔

تجزیہ

۱:۱ — ۱۸	تمہید۔ ازلی اور الٰہی کلام مجسم ہوا اور ہمارے درمیان رہا۔
۱:۱۹ — ۵۱	یوحنا بپتسمہ دینے والے کی گواہی اور پہلے شاگرد۔
۲ — ۴ ابواب	یہودیوں، سامریوں اور گلیلیوں میں نشانات اور تعلیم۔

1 Aristion 2 Dionysius

۵ باب	بیت حسدا میں مفلوج کو شفا دینے کے باعث یہودیوں کی مسیح سے مخالفت شروع ہوئی۔
۶ "	پانچ ہزار کو کھلانے کا معجزہ۔
۷:۱ — ۵۲	یسوع عید خیام پر یروشلیم میں۔ لوگوں میں تفرقہ۔ اس کو پکڑنے کی ناکام کوشش۔
۷:۵۳ — ۸:۱۱	وہ عورت جو عین فعل کے وقت پکڑی گئی۔
۸:۱۲ — ۵۹	یسوع دنیا کا نور ہے۔ وہ "میں ہوں" ہے۔
۹ باب	اندھے کو بینا کرنا اور یہودیوں کی مخالفت میں اضافہ۔
۱۰ "	یسوع اچھا چرواہا ہے۔ وہ باپ کے ساتھ ایک ہے۔
۱۱ "	یسوع قیامت اور زندگی ہے۔
۱۲ "	یسوع موت کے ذریعہ جلال پانے کو ہے۔
۱۳ — ۱۷ ابواب	یسوع الوداعی تقریر اور سردار کاہن کی سفارشی دعا میں اپنی الٰہی ذات کا مزید اظہار اپنے شاگردوں پر کرتا ہے۔
۱۸ — ۲۱ "	یسوع اپنے پکڑوائے جانے، مقدمے، دکھ اٹھانے اور مردوں میں سے جی اٹھنے کے ذریعہ سے جلال پاتا ہے۔

مضامین

یوحنا کی مسیح کے بارے میں تعلیم مرقس سے مختلف نہیں۔ دونوں ہی یسوع کو مسیح اور خدا کا بیٹا پیش کرتے ہیں جسے باپ نے دنیا میں بھیجا۔ مسیح کا قول جو متی اور لوقا کی اناجیل (متی ۱۱: ۲۷؛ لوقا ۱۰: ۲۲) میں ہے یوحنا کے طرز بیان اور طرز تحریر سے عین مشابہ ہے اور یہ قول یوحنا کی انجیل کا لب لباب کہلا سکتا ہے۔ مسیحیت کے آغاز میں فلسطین اور اردگرد کی کلیساؤں میں مسیح کی الٰہی ذات کی تعلیم کو ادا کرنے کے لئے ایسے ہی الفاظ اور محاورات استعمال ہوتے تھے جو یوحنا کی انجیل کے الفاظ سے ملتے جلتے تھے۔ اس کا ثبوت پہلی صدی کے مسیحی گیتوں کے اس مجموعے سے ملتا ہے، جسے سلیمان کے گیتوں کا عجیب نام دیا گیا ہے۔ مسیح کی الٰہی ذات کے متعلق یہ اعلےٰ تعلیم پولس رسول کے خطوط اور عبرانیوں میں نظر آتی ہے۔ یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ فلپیوں ۲: ۶-۱۱ میں علم المسیح سے متعلق مشہور بیان ایک قدیم گیت ہے جو یہودیہ کی کلیساؤں میں گایا جاتا تھا۔

یُوحنّا کی انجیل کی تمہید میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح وہ "کلام" جو ابتدا میں خُدا کے ساتھ تھا اُس کی ذات میں شامل تھا اور دُنیا اُس کے وسیلہ سے پیدا ہُوئی۔ کلام مجسّم ہُوا اور انسانوں میں آکر بسا جس سے خُدا کا جلال ظاہر ہُوا۔ مصنّف کہتا ہے کہ "ہم نے اُس کا جلال دیکھا" اور یہ اس انجیل کا ایک بنیادی خیال ہے۔ یُوحنّا اُن عجیب کاموں کو جو خُداوند یسُوع نے کئے ہمیشہ "نشان"؎ کہتا ہے۔ ان نشانات میں جلال جسمانی آنکھ سے نہیں بلکہ ایمان کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ نشانات مندرجہ ذیل ہیں:- پانی کو مَے میں تبدیل کرنا (۲: ۱-۱۱)، ہیکل کو صاف کرنا (۲: ۱۳-۲۲)، امیر آدمی کے بیٹے کو شفا دینا (۴: ۴۶-۵۴)، بیت حسدا کے حوض پر مفلوج کو شفا دینا (۵: ۱-۱۶)، بھیڑ کو کھلانا (۶: ۱-۱۴)، جھیل پر چلنا (۶: ۱۵-۲۱)، اندھے آدمی کو بینائی بخشنا (۹: ۱-۳۸)، لعزر کو زندہ کرنا (۱۱: ۱-۴۴)۔ آخری نشان کے بارے میں اُس نے ۲: ۱۸-۲۲ میں پیش گوئی کی تھی یعنی کہ وہ خود مُردوں میں سے جی اُٹھیگا۔ بیشک اُس کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا اُس کے جلال کے اظہار کا عُروج تھا۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ مندرجہ بالا نشانوں میں لفظ "جلال" خاص طور پر اوّل اور آخر یعنی پانی کو مَے میں تبدیل کرنے (۲: ۱۱) اور لعزر کو زندہ کرنے (۱۱: ۴، ۴۰) کے واقعات میں استعمال کیا گیا ہے یعنی خوشی میں اور غم میں اُس کا جلال ظاہر ہُوا۔

یُوحنّا کا مقصد ۲۰: ۳۱ میں بیان کیا گیا ہے۔ "یہ اِس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسُوع ہی خُدا کا بیٹا مسیح ہے، اور ایمان لا کر اُس کے نام سے زندگی پاؤ۔" اِس انجیل میں اُس کے حق میں مختلف لوگوں کی شہادتوں کا سلسلہ پایا جاتا ہے۔ اِس سلسلہ کا آغاز یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی شہادت سے ہوتا ہے (۱: ۲۶-۳۴) اور پھر اندریاس (۱: ۴۱)، فلپّس (۱: ۴۵)، نتن ایل (۱: ۴۹)، نیکدیمُس (۳: ۲)، سامری عورت (۴: ۱۹، ۲۹)، سُوخار کے آدمی (۴: ۴۲)، گلیلی بھیڑ (۶: ۱۴)، پطرس (۶: ۶۸، ۶۹) اور دُوسروں سے ہوتا ہُوا آخری اور بلند ترین معیار پر پہنچ جاتا ہے جہاں توما نے یہ کہہ کر اقرار کیا "اَے میرے خُداوند! اَے میرے خُدا!" (۲۰: ۲۸)، جس کے جواب میں مسیح نے ہر زمانہ کے تمام ایمانداروں کے لئے آخری مُبارک بادی کہی کہ "مُبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے"۔ بیشک گواہی یا شہادت اور ایمان اِس انجیل کے دو کلیدی الفاظ ہیں۔

؎ جو یُونانی لفظ یُوحنّا استعمال کرتا ہے اُس کا صحیح ترجمہ "نشان" ہی ہے لیکن اُردو بائبل میں اس کا ترجمہ اکثر معجزہ کیا گیا ہے۔

اس انجیل میں مسیح کے متعلق دُوسروں کی شہادتیں اور اپنی ذات کے متعلق اُس کی اپنی گواہی (مثلاً ۴: ۲۶؛ ۹: ۳۷) دونوں امور مل کر اناجیل متفقہ سے موازنہ کرنے میں ایک بڑی مشکل پیش کر دیتے ہیں۔ اُن اناجیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ مسیح نے اس وقت تک اپنے آپ کو مسیح کے طور پر ظاہر نہیں کیا جب تک کہ قیصریہ فلپی میں پطرس نے اِس کا اقرار نہ کیا۔ سو اگر ہم دیگر اناجیل کے بیان کو اس طرح مانیں کہ اِن کے علاوہ اَور کوئی بیان درُست نہیں ہو سکتا (خاصکر مرقس کے بیان کو) تو ان سے یُوحنّا کی انجیل کے بیان کو تواریخی ماننے میں ایک بڑی رکاوٹ حائل ہو جاتی ہے۔ لیکن زیادہ دانشمندانہ طریقۂ کار یہ ہے کہ اناجیل متفقہ اور یُوحنّا کے بیان کو ایک دُوسرے کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگرچہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی گواہی کے باعث اُس کے شاگردوں نے یسُوع کو اُس کی خدمت کے آغاز ہی میں موعُودہ مسیح تسلیم کر لیا تھا تو بھی اگر اُن کے پاس انسانی گواہی سے بڑھ کر گواہی نہ ہوتی کہ اُن کا آقا اور اُستاد وُہی شخصیت ہے جس کو یُوحنّا نے فی الحقیقت خُدا کا بیٹا بتایا ہے تو مذہبی راہنماؤں کے رَدّ کرنے اور موعُودہ مسیح کے متعلق اُن کے غلط تصوّرات کے باعث وہ اِس خطرے میں ہوتے کہ اُن کے ذہن میں ایک انقلاب برپا ہو جائے اور وہ اُس کو بطور مسیح قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔

اِس مسئلہ سے اِس حقیقت کا بھی تعلق ہے کہ یُوحنّا زیادہ تر ہمارے خُداوند کی اُس خدمت کے متعلق لکھتا ہے جو اُس نے یہُودیہ میں انجام دی۔ لیکن اِس کے برعکس اناجیل متفقہ زیادہ تر اُس کی گلیلی خدمت کی داستان پیش کرتی ہیں۔ پروفیسر سی۔ ای۔ ریوان کہتے ہیں کہ "یہ قدرتی امر تھا کہ مسیح گلیل کے انقلاب پسند اور سادہ لوگوں سے راہ و رسم رکھنے کے باعث اپنے مسیح ہونے کی حقیقت کو پوشیدہ رکھے۔" اِس کے برعکس یرُوشلیم میں آ کے لوگوں کو چیلنج دینا پڑا کہ وہ اس کے اِس دعوے کو تسلیم کریں۔ لیکن یہاں بھی اُس نے یہ دعویٰ اس طور سے پیش کیا کہ اُنہیں شک ہی رہا کیونکہ دُکھ اُٹھانے سے پہلے دسمبر میں ایک اَور بھی کوشش کی گئی کہ ہیکل میں اُس سے صاف صاف جواب طلب کریں "تُو کب تک ہمارے دِل کو ڈانوانڈول رکھے گا؟ اگر تُو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے" (یُوحنّا ۱۰: ۲۴)۔

یُوحنّا رسُول کی انجیل میں یہ جغرافیائی حقیقت بھی اُس کے طرزِ کلام کو اناجیل متفقہ کے طرزِ کلام سے متفرق ہونے کے سبب کو ظاہر کرتی ہے۔ یہاں ہم دیکھتے

ہیں کہ وہ بہت سی تقاریر کے دوران میں یہودی ماہرین کیساتھ بحث مباحثہ اور مقابلہ کررہا ہے۔ ہمارا خداوند جانتا تھا کہ کس طرح مختلف قسم کے لوگوں سے مختلف طریقوں سے کلام کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں یہ نظریہ بھی غور طلب ہے کہ یوحنا مسیح کی ارامی تقاریر کو یونانی زبان میں اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

جب تاریخی نقطۂ نگاہ سے یوحنا کی انجیل کا موازنہ اناجیل متفقہ سے کیا جاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ صرف یہی انجیل خداوند کی خدمت کو سلسلہ وار پیش کرتی ہے۔ یہ ایسا سلسلہ ہے جسے بہت سے ایسے علما بھی تسلیم کرنے کو تیار ہیں جو اس انجیل کے دو حصوں کی تواریخی ترتیب کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ سو جہاں یوحنا اور دوسری اناجیل میں تواریخی لحاظ سے فرق نظر آتا ہے وہاں موزوں ترین اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کو معیاری بیان تسلیم کر لیا جائے، اور اناجیل متفقہ کے دیئے ہوئے بیان کو یوحنا کے زیادہ صریح الفاظ کی روشنی میں دیکھا جائے۔ مثلاً کیا ہیکل کو ایک یا دو مرتبہ صاف کیا گیا؟ اور مصلوب ہونے سے پہلے کب آخری فسح منائی گئی؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے اُلجھے ہوئے اور مشکل سوالات کو آسانی سے سمجھنے کے لئے یہ ایک مفید طریقہ ہے۔

مسیح کی زندگی کے آخری ہفتے کے واقعات کے بیان میں ایک اور حیرت انگیز فرق پایا جاتا ہے اور وہ لعزر کو جلانے کا معجزہ ہے۔ اس معجزہ کا بیان اناجیل متفقہ میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ ایف۔ سی۔ برکٹ[1] اس کے تواریخی ہونے سے انکار کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ یہ مرقس کی انجیل کی ترتیب و تدوین میں کہیں بھی ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ آج اکثر علماء اس بات سے واقف ہیں کہ مرقس کی ترتیب مکمل نہیں اور یہ بہتر ہوگا کہ مرقس اور دوسری اناجیل کو یوحنا کے ڈھانچے میں دیکھا جائے۔ جب یہ کوشش کی جاتی ہے تو خداوند کی خدمت کی ایک عظیم الشان اور قائل کر دینے والی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

اناجیل متفقہ کی گلیلی خدمت کو یوحنا ۵ اور ۷ باب کے درمیان ترتیب دے سکتے ہیں۔ یہ خدمت ایک سال تک جاری رہی اور دُکھ اُٹھانے سے پہلے ماہ اکتوبر میں ختم ہو گئی۔ یوحنا ۱-۵ ابواب اُس کی ابتدائی خدمت کا بیان ہے جو یوحنا کے قید میں ڈالے جانے سے پیشتر کی گئی تھی اور جہاں سے اناجیل متفقہ میں مسیح کی خدمت کا آغاز ہوتا ہے

1 F. C. Burkitt

(مرقس ۱: ۱۴)۔

اگرچہ یوحنا اور دوسری اناجیل کے بیان میں بہت فرق ہے، لیکن اس انجیل کا وہی پیغام ہے جو دیگر اناجیل میں پایا جاتا ہے۔ پروفیسر ڈاڈ کہتا ہے کہ "چوتھی انجیل میں بھی متی اور لوقا کی طرح ہم صفائی سے اعمال ۱۰ اور ۱۳ کی منادی کا وہی تواریخی سلسلہ دیکھ سکتے ہیں یعنی یوحنا بپتسمہ دینے والے کی خدمت، خداوند یسوع کا روح القدس سے مسح کیا جانا، گلیل میں اُس کی تعلیم اور اُس کی قدرت اور رحم کے کام، یہودیہ اور یروشلیم میں اُس کی خدمت، اس کا پکڑوایا جانا، پیلاطس کے سامنے مقدمہ، اُس کا صلیب دیا جانا، دفن ہونا اور جی اُٹھنا۔"

مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد اُس کے ظہور کے پہلے واقعات جن کا ذکر یوحنا باب ۲۰ میں ہے یروشلیم میں ظاہر ہوئے۔ ۲۰: ۳۱ اس انجیل کا قدرتی اختتام معلوم ہوتا ہے۔ شاید آخری باب اُن لوگوں نے لکھا جنہوں نے اس انجیل کو شائع کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ۲۱: ۲۴ کا "ہم" انہی لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گلیل میں مسیح کے اس ظہور کی نسبت اُنہوں نے رسول سے زبانی سُنا ہوگا۔

بہر حال ہر زمانے کے مسیحی جو اس "روحانی انجیل" کو (جیسا اسکندریہ کا کلیمنٹ کہتا ہے) پڑھتے ہیں وہ ہر قسم کے تنقیدی سوالات کے باوجود اُن قدیم گواہوں کے ساتھ مل کر اس انجیل کے مصنف کے بارے میں یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ "ہم جانتے ہیں کہ اُس کی گواہی سچی ہے"۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ ہم اس انجیل سے زبدی کے بیٹے یوحنا کے بارے میں کیا سیکھتے ہیں؟ کون کون سے اشارے ہیں جن سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ اس انجیل کا مصنف وہی ہے؟

۲۔ ۲۰: ۳۱ کی روشنی میں اس انجیل کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ تمام انجیل میں ایمان اور بے اعتقادی کس طرح پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔

۳۔ جن نشانات (معجزات) کے بیانات ہیں اُن کی فہرست بنائیے۔ اُن کا اشارہ کس چیز کی طرف ہے؟

۴۔ اس انجیل میں کس بات سے ہمارے خداوند کی اُلوہیت ثابت ہوتی ہے؟

۵۔ ہمارے خداوند کے جی اُٹھنے کے بعد چاروں انجیلوں سے اُس کے ظاہر ہونے کی فہرست بنائیے۔

(۱) پہلے دن (۱۱) یہودیہ میں (۱۱۱) گلیل میں۔ غور کیجئے کہ اُس وقت کی تعلیم سے کس طرح رسولی گواہی شروع ہوتی ہے۔

رسولوں کے اعمال

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

یہ کتاب دوسری صدی عیسوی سے رسولوں کے اعمال کہلاتی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں یہ مسیحیت کے آغاز کی تواریخ کے سلسلہ کو جاری رکھتی ہے جس کا پہلا حصہ لوقا کی انجیل ہے۔

اس کے شروع ہی میں لوقا اپنی تواریخ کے پہلے حصے کا حوالہ دیتا ہے، جس میں وہ اُن سب باتوں کو بیان کرتا ہے جو یسوع شروع سے کرتا اور سکھاتا رہا۔ اِس سے قدرتی طور پر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دوسرا حصہ مسیح کی اُن سب باتوں سے تعلق رکھتا ہے جو وہ آسمان پر جانے کے بعد اپنے شاگردوں کے ذریعہ سے رُوح القدس کے وسیلے سے کرتا اور سکھاتا رہا۔ بے شک اعمال میں اُس تمام کام پر بہت زور دیا گیا ہے جو پنتکُست کے دن سے رُوح القدس کرتا رہا۔

ایک قدیم دستاویز (موراتوری فہرست)، اِس کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے اسے "سب رسولوں کے اعمال" کہتی ہے۔ لیکن یہ عنوان موزوں نہیں۔ اِس کے بیشتر حصہ میں یروشلیم سے لے کر روم تک خوشخبری کی ترقی کا ذکر ہے۔ اور اِس علاقہ میں کلام کو پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ پولُس رسول تھا۔ جن واقعات کا مصنف ذکر کرتا ہے اُن کے وقوع پذیر ہونے کے موقع پر بعض دفعہ وہ خود بھی حاضر تھا۔ اِس لئے وہ غائب کے صیغہ کو بدل کر جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ ایسی تین عبارات ہیں جن میں وہ "ہم" کا لفظ استعمال کرتا ہے اور بعض لوگ ان کو "ہم" کی عبارتیں کہتے ہیں (۱۶: ۱۰-۱۷؛ ۲۰: ۵-۲۱: ۱۸؛ ۲۷: ۱-۲۸: ۱۶)۔

پولُس رسول کے ساتھ سفروں کے دوران لوقا کی رسائی اور ملاقات بہت سے ایسے لوگوں سے ہوئی جنہیں چشم دید گواہ ہونے کا شرف حاصل تھا، خاص کر اگر ہم دوسری صدی عیسوی کی روایت کو صحیح تسلیم کریں جس کی رُو سے وہ سوریہ کے انطاکیہ کا باشندہ تھا۔

رسولوں کے اعمال اور لوقا کی انجیل کا بھی ایک نمایاں مقصد یہ ہے کہ وہ مخالفین کے پیشِ نظر خوشخبری کے پیغام کی حمایت اور تائید کرے۔ لوقا یہ دکھاتا ہے کہ تمام رُومی سلطنت میں اعلیٰ درجے کے حکام اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیحیت حکومت کے قوانین کی مخالف نہیں۔ کپرس کا صوبہ دار پولُس اور برنباس کا حامی ہے (اعمال ۱۳: ۷-۱۲)، فلپی فوجداری کے حاکم پولُس اور سیلاس سے ناحق بُرا سلوک کرنے کے لئے اُن سے معافی مانگتے ہیں (۱۶: ۳۵-۴۰)، افسس میں آسیہ کے حاکم پولُس کے دوست ہیں (۱۹: ۳۱) اور اس شہر کا محرر اُسے عام لوگوں کے الزام لگانے سے بچاتا ہے (۱۹: ۳۵-۴۰)۔ گلیو نے جو اخیہ کا صوبہ دار تھا پولُس کے خلاف الزامات کے سننے سے انکار کر دیا جو کہ متعصب یہودی اس پر لگاتے تھے اور یہ کہا کہ میں ایسی باتوں کا منصف بننا نہیں چاہتا جو رُومی حکومت سے تعلق نہیں رکھتی ہیں (۱۸: ۱۲-۱۷)۔ قیصریہ میں عدالت کے حاکم فیلکس اور فیستُس اور محکوم بادشاہ ہیرودیس اگرپا دوم یقین سے کہتے ہیں کہ پولُس بے قصور ہے (۲۴: ۲۲-۲۶؛ ۲۵: ۱۴-۲۱؛ ۲۶: ۳۱، ۳۲)۔ پھر مسیحیت کی ترقی میں اتنی رکاوٹیں اور مصیبتیں کیوں آئیں؟ اِس جواب میں لوقا تمام سلطنت میں یہودیوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب شاگرد فلپی میں پیٹے گئے اور قید ہوئے اور نیز افسس میں بلوہ ہُوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ انجیل کے باعث اُن کی آمدنی خطرہ میں تھی۔ اِن کے علاوہ باقی تمام حملے یہودیوں کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے ہُوئے۔ ہر شہر میں پولُس اور اُس کے ساتھی انجیل کی خوشخبری کو پہلے یہودیوں کو سناتے رہے لیکن ہر دفعہ اُن کے پیغام کو ٹھکرایا گیا۔ اور پھر اُنہوں نے غیر قوموں کی طرف رجوع کیا۔ پس جب اعمال کی کتاب خوشخبری کے غیر قوموں میں پھیلنے کا ذکر کرتی ہے تو اُسی وقت یہ بھی بتاتی ہے کہ یہودیوں کی اکثریت نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اعمال کی کتاب کے آخر میں پولُس رسول یسعیاہ ۶: ۹، ۱۰ سے اقتباس کر کے مسیح کے رد کئے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ خداوند مسیح نے خود بھی یسعیاہ کے یہی الفاظ اسی قسم کے حالات کے تحت دہرائے تھے۔

تجزیہ

۱: ۱-۱۱ تمہید اور رسولی خدمت کے لئے احکام۔

۱: ۱۲-۸: ۳ یروشلیم میں کلیسیا۔

۸: ۴ - ۱۱: ۱۸ سامریہ اور یہودیہ میں کلیسیا۔
۱۱: ۱۹ - ۱۳: ۳ کلیسیا انطاکیہ تک پھیل جاتی ہے۔
۱۳: ۴ - ۲۱: ۱۶ پولس کے بشارتی سفر۔
(ا) ۱۳: ۴ - ۱۵: ۳۵ پہلا سفر جس کے بعد وہ یروشلیم کو گیا۔
(ب) ۱۵: ۳۶ - ۱۸: ۲۲ دوسرا سفر۔
(ج) ۱۸: ۲۳ - ۲۱: ۱۶ تیسرا سفر۔
۲۱: ۱۷ - ۲۳: ۳۱ پولس یروشلیم میں۔
۲۳: ۳۲ - ۲۸: ۳۱ قیصریہ میں اور رومہ میں۔

مضامین

پہلے پانچ ابواب یروشلیم کی ابتدائی کلیسیا کی تصویر بیان کرتے ہیں۔ مسیح کے صعود کے بعد رسولوں اور دوسرے ایمانداروں کی جماعت نے جو ۱۲۰ اشخاص پر مشتمل تھی اور جو یروشلیم میں موعودہ روح القدس کی منتظر تھی، متیاہ کو چن لیا تاکہ اُن بارہ میں اُس جگہ کو پُر کرے جو یہوداہ اسکریوتی کی بے وفائی اور خودکشی کے باعث خالی ہو چکی تھی۔ پنتکست کے دن روح القدس کے نازل ہونے پر وہ (۲: ۱-۴) غیر زبانیں بولنے لگے۔ اور جب اِس عجیب و غریب واقعہ سے ایک بھیڑ جمع ہو گئی تو پطرس نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر منادی کی کہ یسوع ہی مسیح ہے، جسے یہودی سرداروں کے ایما پر مصلوب کیا گیا تھا۔ لیکن وہ مُردوں میں سے جلایا گیا اور آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد خدا کے دہنے ہاتھ بٹھایا گیا۔ پطرس کے الفاظ میں اتنی قوت تھی کہ تین ہزار آدمی مسیح کی موت کے جرم کو محسوس کرتے ہوئے خوشخبری پر ایمان لائے اور توبہ کی اور بپتسمہ بھی پایا۔ اِس طرح پہلی کلیسیا قائم ہوئی۔

یہ تحریک پھیلتی گئی اور شاگرد عام لوگوں میں مقبول ہوتے گئے۔ یہ مقبولیت ہیکل کے صحن میں ایک لنگڑے کو اچھا کرنے سے اَور زیادہ بڑھ گئی (۳: ۱-۱۶) یہاں تک کہ صدوقی حکام رسولوں کے کام میں روڑا اٹکانے میں ناکام رہے (۴: ۱-۲۲) کلیسیا کا شمار بڑھتا گیا اور کسی نے بھی اپنے مال کو اپنا نہ کہا، بلکہ ہر ایک اپنی دولت کو سب کے مفاد کے لئے مشترکہ خزانے میں ڈالنے لگا۔ اِس طرح اِس تجربہ کے روشن اور تاریک پہلو دکھائے گئے ہیں جن میں ایک طرف تو برنباس کی سخاوت (۴: ۳۶، ۳۷) اور

دوسری طرف حننیاہ اور سفیرہ کا افسوسناک انجام بھی دکھایا گیا ہے (۵: ۱-۱۱)۔ اِس واقعہ کی وجہ سے صرف وہ لوگ جماعت میں شریک ہوئے جو پورے دل سے خدا وند پر ایمان لائے تھے۔ لیکن اِس کے باوجود یہ نئی تحریک مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

چھٹا باب ہمیں ایک نئی فضا میں لے آتا ہے۔ یہاں یونانی مائل یہودی شہر کلیسیا پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ اُن سات بزرگوں میں سے جو ہر روز مشترکہ مال سے ہر ایک شخص کو اُس کی ضرورت کے مطابق اشیاء بانٹنے پر مقرر کئے گئے تھے، ستفنس پُرانے اور نئے عقیدے کا فرق اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ کئی باتوں میں اُس نے پولس کے نقطۂ نظر اور عبرانیوں کے خط کے مصنف جیسے نظریہ کا اظہار کیا۔ اس کے اس اعلان نے کہ مسیح یسوع کی خوشخبری کے باعث ہیکل کی پرستش منسوخ ہو گئی ہے یہودیوں کو برانگیختہ کر دیا اور اُنہوں نے اُس کو پکڑ کر صدرِ عدالت کے سپرد کر دیا۔ سات باب میں اُس کی تقریر بچاؤ کے لئے صفائی اور عذرخواہی نہیں بلکہ اُس کے عقیدے کی تشریح ہے۔ یہاں وہ دو دعوے کرتا ہے۔

۱۔ خدا کے لوگ مسافر ہیں۔ اِس لئے بیابان کا ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے لے جانے والا خیمہ یروشلیم کی ہمیشہ ایک ہی جگہ پر قائم رہنے والی ہیکل سے بہتر عبادتگاہ ہے۔

۲۔ اسرائیل قوم متواتر اپنی تواریخ میں بغاوت کرتی آئی ہے اور یہ بغاوت اُس وقت اپنے انتہائی درجے کو پہنچی جب اُنہوں نے "راستباز" کو قتل کر دیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ستفنس کا سنگسار کیا جانا لوگوں کا اپنا فیصلہ تھا یا حاکموں کی زیادتی یا زبردستی تھی۔ خواہ کچھ بھی ہو یہ مسیحیت کو دبانے کی زبردست مہم کا نشان تھا۔ ربی ساؤل ترسیسی اِس مہم کا چلانے والا تھا (۸: ۱-۳)۔ یروشلیم کی کلیسیا تمام مُلک فلسطین اور اس سے باہر منتشر ہو گئی (اِس حقیقت سے کہ وہ بارہ رسول ابھی تک یروشلیم میں تھے، اِس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک وہ لوگوں کے درمیان ہردلعزیز تھے)۔ مسیحیوں کے تتر بتر ہو جانے سے انجیل کی منادی دُور دُور تک پھیل گئی۔ اِس کی نمایاں مثال یہ تھی کہ فلپس نے سامریہ میں منادی کرنا شروع کر دیا (۸: ۵-۲۵)۔

اِس کے بعد لوقا ساؤل کے مسیحی ہو جانے کا بیان کرتا ہے (۹: ۱-۳۰)۔ اُس کی نظر میں یہ سب سے اہم واقعہ تھا۔ گو اِس مختصر رسالہ میں اتنی گنجائش نہ تھی، تو بھی مصنف نے اُس کا تین جگہ کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے (یہاں اور ۲۲: ۳-۲۱؛ ۲۶: ۴-۱۸)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑے ایذا رساں کے مسیحی ہونے کے بعد ایذا رسانی ختم ہو گئی تھی (۹: ۳۱)۔ لیکن اس سے جو فائدہ ہوا وہ آخر تک رہا۔ مغربی فلسطین کے شہروں لدہ اور یافا میں (۹: ۳۲-۴۳) جہاں بہت سے غیر یہودی رہتے تھے منادی کرنے کے باعث پطرس کو موقع ملا کہ وہ قیصریہ کے ایک غیر قوم خاندان میں خوشخبری پیش کر سکے (۱۰: ۱-۲۹)۔ اس کے بعد بہت عرصہ نہ گزرا کہ یونانی مائل مسیحیوں نے جو انطاکیہ تک پھیل گئے تھے یہی کام ایک وسیع پیمانے پر شروع کر دیا (۱۱: ۱۹-۲۱)۔ سو ابتدا ہی سے اس کلیسیا کے زیادہ تر کا غیر یہودی تھے۔ یروشلیم میں یہودی عنصر نے پطرس کے غیر قوموں کے پاس جانے کو بلا حیل و حجت قبول نہیں کیا (۱۱: ۱-۳)۔ گو اس نے ان کی تسلی کر دی تو بھی بارہ شاگرد یہودیوں کے مقبولِ نظر نہ رہے۔ شاید یہ کوئی اتفاقی امر نہ تھا کہ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ہیرودیس اگرپا اول (یہودیہ کا بادشاہ ۴۱-۴۴ء) نے یعقوب کو قتل کرا دیا۔ اور چونکہ اس نے دیکھا کہ یہ بات یہودیوں کو پسند آئی اس لئے اس نے پطرس کو بھی اسی مقصد سے قید کروا دیا (باب ۱۲)۔

انطاکیہ میں مسیحیت کی ترقی کی خبر رسولوں کو پہنچی اور انہوں نے برنباس کو بھیجا کہ جا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے (۱۱: ۲۲-۲۶)۔ برنباس وہاں اس کام کی ترقی پر اتنا خوش ہوا کہ اس نے ترسس میں ساؤل کو پیغام بھیجا کہ انطاکیہ میں اس کے پاس آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد پولس اور برنباس دونوں کو انطاکیہ سے یروشلیم میں ایلچی بنا کر بھیجا گیا۔ ان کے ہاتھ مرکزی کلیسیا کے غریب اور قحط زدہ لوگوں کے لئے کچھ تحائف بھی بھیجے گئے۔ سیوٹونیس[1] ہمیں بتاتا ہے کہ کلودیس کے عہدِ حکومت میں (۴۱-۵۴ء) متواتر کئی سال تک فصل نہ ہوئی۔

اب انطاکیہ مسیحیت کو پھیلانے کا بڑا مرکز بن گیا۔ یہاں سے برنباس اور ساؤل کپرس اور ایشیائے کوچک میں بشارت کا کام کرنے کے لئے گئے اور اس سفر کے دوران میں رومی سلطنت کے صوبہ گلتیہ میں وہ کلیسیائیں قائم کیں جنہیں اس نے گلتیوں کے خط میں مخاطب کیا ہے (۱۳، ۱۴ ابواب)۔ اس دورے سے واپسی پر انہیں معلوم ہوا کہ اس سوال پر خوب بحث مباحثہ ہو رہا ہے کہ غیر یہودیوں کو کن شرائط پر کلیسیا میں پورے طور پر شریک کیا جا سکتا ہے (۱۵: ۱-۲۱)۔ انطاکیہ میں یہ رواج تھا (اور

1 Suetonius

پولس اور برنباس نے اپنے بشارتی سفروں میں اسی اصول کی تقلید کی کہ غیر یہودیوں کو یہودیوں کی طرح کلیسیا کی شراکت اور رفاقت میں شریک کر لیا جاتا تھا اور ان کے ختنہ کی کوئی قید نہ تھی (جیسا کہ یہودی مریدوں میں ہوا کرتی تھی) اور نہ ہی انہیں موسوی شریعت کی رسوم کا پابند ہونا پڑتا تھا۔ لیکن یروشلیم کی کلیسیا زیادہ کٹر یہودی مسیحی اس بات پر مُصر تھے کہ یہ شرائط ان پر ضرور عاید کی جائیں۔ پس یروشلیم کی کونسل میں انطاکیہ کے نمائندے بھیجے گئے۔ پولس اور برنباس ان کے پیشوا تھے۔ اس کونسل میں یہ فیصلہ ہوا کہ ایسی کوئی شرط غیر یہودی نو مریدوں پر عاید نہ کی جائے۔ لیکن یہودی اور عبرانی مسیحیوں میں راہ و ربط پیدا کرنے اور ایک ساتھ کھانے پینے کے لئے یہ بات ضروری قرار دی گئی کہ غیر یہودی مسیحی بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرامکاری سے پرہیز کریں اور گروہ یہودیوں کے اعلیٰ اخلاقی معیار پر کاربند رہیں۔ جب انجیل کے بنیادی اصولات کا تحفظ ہو گیا تھا تو پولس میل ملاپ کرانے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ وہ خود اپنے خطوط میں ان شرائط پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

اب ہم اُن دو بشارتی سفروں کا حال پڑھتے ہیں جو انطاکیہ سے شروع ہوئے۔ ایک تو برنباس اور اس کے چچا زاد بھائی مرقس کا کپرس کا سفر (۱۵: ۳۹) اور دوسرا پولس اور سیلاس کا (جو یروشلیم کا مسیحی تھا) ایشیائے کوچک کا سفر (۱۵: ۴۰ و ۴۱)۔ پولس اور سیلاس ان کلیسیاؤں میں گئے جو پہلے سفر میں قائم ہو چکی تھیں۔ انہوں نے ان کو وہ احکام جو رسولوں اور بزرگوں نے یروشلیم سے جاری کئے تھے پہنچا دیئے۔ لسترہ میں انہوں نے اپنے ساتھ تیمتھیس کو بھی شامل کر لیا۔ اس شخص کی ماں تو یہودی تھی لیکن باپ یونانی تھا۔ اس کی تربیت یہودی عقیدے کے موافق ہوئی تھی۔ روح القدس نے انہیں مغربی شاہراہ (جس پر افسس بھی واقع تھا) کی طرف جانے سے منع کیا (۱۶: ۶)۔ چنانچہ وہ شمال کی طرف چلے یہاں تک کہ تروآس میں ساحل پر جا پہنچے۔ یہاں سے وہ لوقا کے ساتھ جہاز پر سوار ہو کر سمندر کے دوسری طرف نیاپلس (موجودہ کوالا) میں آئے اور یہاں سے رومیوں کی بستی فلپی میں گئے، اور اس شہر میں ایک کلیسیا قائم کر کے تھسلنیکے میں آئے (۱۷: ۱) جو مکدنیہ کا ایک اور شہر تھا۔ وہاں انہوں نے تین سبت یہودیوں کے عبادتخانہ میں خوشخبری سنائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اور کلیسیا قائم ہو گئی۔ لیکن یہ جگہ انہیں چھوڑنی پڑی، کیونکہ ان کے باعث یہودیوں نے شہر میں فساد برپا کر دیا اور یاسون اور بعض اور ساتھیوں کو کھینچ کر حاکمِ عدالت کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اپنے بشارتی گروہ کو

دو حصوں میں تقسیم کیا اور جنوب کو روانہ ہوئے۔ اتھینے میں پولس کے قیام (۱۷: ۱۵-۳۴) کی تفصیلات بہت دلچسپ اور وہاں کے ماحول کے عین مطابق ہیں۔ اریوپگس میں اس کی تقریر جو مسیحیت کا غیر یہودی دنیا سے تعارف کرنے کی غرض سے کی گئی نہایت عمدہ اور خوبصورت نمونہ ہے، اور جلد ہی ہر جگہ اس کا چرچا ہونے لگا۔

اتھینے سے رخصت ہوکر وہ کرنتھس میں آیا۔ یہ ایک اور رومی بستی تھی (۱۸: ۱-۴)۔ یہاں سیلاس اور تیمتھیس بھی آکر اس سے مل گئے۔ وہ سب وہاں اٹھارہ مہینے کام کرتے رہے۔ اس کے بعد پولس رسول تھوڑی دیر کے لئے فلسطین کو گیا (۱۸: ۲۱-۲۳) اور پھر فروگیہ اور گلتیہ کے علاقہ کو واپس مڑا۔ اس دفعہ اس نے افسس میں قیام کیا جہاں وہ اڑھائی برس رہا۔ وہ نہ صرف اسی شہر میں بلکہ اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں بھی بشارت کا کام کرتا رہا۔ یہ کام اتنا مؤثر تھا کہ ارتمس کو ماننے والے افسیوں کو خوف پیدا ہوگیا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی آمدنی جاتی رہے (۱۹ باب)۔ افسس میں خدمت کرنے کے بعد وہ مکدنیہ اور یونان میں آیا (۲۰: ۱-۳) اور پھر پولس اور اس کے ساتھی واپس یروشلیم میں آگئے۔ جیسا کہ ہم خطوط سے جانتے ہیں، وہ اور اس کے ساتھی وہ روپیہ لائے جو غیر یہودی کلیساؤں نے یروشلیم کی کلیسیا کے غربا کے لئے امداد کے طور پر جمع کیا تھا۔

اس وقت یروشلیم میں پولس کے آنے پر فساد برپا ہوگیا، جس میں اس پر الزام لگایا گیا کہ وہ ہیکل کو ناپاک کرتا ہے (۲۱: ۲۷-۳۶)۔ جب رومی قلعہ کے محافظوں نے اسے بھیڑ کے ہاتھوں قتل کئے جانے سے بچایا تو وہ قیصریہ میں دو سال قید رہا، جو رومی حکام کا صدر مقام تھا (۲۴: ۲۷)۔ یہاں اس نے اس خیال سے کہ مبادا فیستس یہودیوں کو احسان مند کرنے کی غرض سے اسے ان کے حوالہ کردے، اس نے قیصر سے اپیل کی (۲۵: ۱۱)۔ اس لئے وہ روم کو بھیجا گیا، اگرچہ حاکموں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اگر وہ قیصر کے ہاں اپیل نہ کرتا تو چھوٹ سکتا تھا (۲۶: ۳۱)۔

تب پولس جہاز میں بیٹھ کر روم کو روانہ ہوا۔ اعمال کی کتاب میں اس سفر کی تفصیلات عہد جدید میں بیانیہ تحریر کے لحاظ سے ادب کا بہترین نمونہ ہیں (۲۷ باب)۔ نیز قدیم زمانہ کے بحری سفر کی نسبت ہمارے علم میں اضافہ کرتی ہے۔ ملتے میں جہاز کے ٹوٹ جانے اور ڈوب جانے پر جہاز کے عملہ اور مسافروں نے ۵۹-۶۰ء کا موسم سرما وہاں پر ہی گزارا (۲۸: ۱-۱۱)۔ اگلے موسم بہار میں پولس روم میں پہنچ گیا۔ اعمال کا بیان یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں وہ دو برس سلطنت کے مرکز میں رہا اور ان سب کو جو مجموعی طور پر اور فرداً فرداً اس سے

ملنے کو آتے تھے بلا روک ٹوک انجیل کی بشارت سناتا رہا (۲۸: ۳۰، ۳۱)۔

مطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ یہودیہ، سامریہ اور ان سے دور کے علاقہ میں کلیسیا کی ترقی کا مطالعہ کیجئے۔ یہ کس حد تک ارادی اور کہاں تک قدرتی ترقی تھی؟

۲۔ اس کتاب میں روح القدس کے کام پر غور فرمائیے اور اس کا موازنہ لوقا کی انجیل اور یوحنا ۱۴: ۱۶ کی تعلیم سے کیجئے۔

۳۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل مضامین پر کون سے اسباق پائے جاتے ہیں؟ (۱) دعا، (۲) ایذا رسانی کے موقع پر دلیری، (۳) ایمانداروں کی اخوت؟

۴۔ پولس کس طرح (۱) قدرتی اور روحانی اوصاف (۲) اور اپنے ابتدائی تجربوں سے اپنی زندگی کے کام کے لئے تیار ہوا؟

۵۔ وہ مضامین جو مختلف تقاریر میں (۱) مسیحیوں اور (۲) غیر مسیحیوں سے متعلق ہیں، انہیں یکجا کیجئے۔

بیسواں باب

پولس رسول کے خطوط

عہدِ جدید کی ستائیس کتابوں میں سے اکیس خطوط ہیں۔ ان میں سے تیرہ تو یقینی طور پر پولس رسول نے لکھے اور ہو سکتا ہے کہ ایک اور خط (یعنی عبرانیوں کے خط کو بھی اسی نے لکھا ہو) اُس زمانے کی مختلف شخصیتوں اور کلیسیائی حالات اور ضروریات نے اُسے مجبور کیا کہ وہ یہ خطوط لکھے۔ خدا کے ازلی ارادہ کے مطابق یہ خطوط پاک نوشتوں کی تکمیل اور جامعیت کے لئے نہایت اہم جگہ رکھتے ہیں۔ اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ خدائے قادر کی پروردگاری سے سچائی کا یہ مکاشفہ اس صورت میں ہم تک پہنچا ہے۔ گویا الٰہی مکاشفہ تاریخی واقعات میں لپٹا ہوا ہے۔

پولس رسول جس کے خطوط عہدِ جدید کا ایک بڑا حصہ ہیں، ایک آزاد رومی شہری، ترسیس کا یہودی اور عبرانیوں کا عبرانی تھا۔ اُس نے گملی ایل کے قدموں میں تربیت پائی تھی۔ لیکن وہ مسیح یسوع کا "غلام" اور "ایلچی" بن گیا۔ اُس کے مالک اور خداوند نے اُس کے بارے میں کہا کہ "یہ قوموں، بادشاہوں اور بنی اسرائیل پر میرا نام ظاہر کرنے کا میرا چنا ہوا وسیلہ ہے" (اعمال ۹: ۱۵)۔ اعمال کی کتاب اور اُس کے خطوط سے اُس کی عادات و صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ جسمانی طور پر کمزور لیکن ارادے کا پکا اور مضبوط۔ پہلے وہ شریعت کی منادی کے لئے اور بعد میں انجیل کی منادی کے لئے جوش سے معمور تھا۔ وہ انتھک کوششوں سے منادی کرتا رہا، اور مسیح کے لئے زندہ رہنے یا مرنے کے لئے ہر وقت تیار و مستعد تھا۔ بلاشک و شبہ وہ ایک ایسا یہودی تھا جو پاک نوشتوں، اپنی نسل اور وعدوں پر فخر کرتا تھا (رومیوں ۳: ۱ اور ۲ نیز ۹: ۴ و ۵)۔ تو بھی وہ غیر قوموں کا رسول کہلاتا ہے اور اپنی خدمت پر نازاں تھا (رومیوں ۱۱: ۱۳)۔

پولس میں تمام انسانی خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ اُس کی محبت اور نرم دلی کے لئے کوئی نسلی یا معاشرتی حد نہ تھی۔ وہ اپنے یہودی قرابتیوں اور غیر یہودی نو مریدوں کے ساتھ ایک سا سلوک کرتا تھا۔ انیسمس غلام اور اُس کا آقا فلیمون پولس کی

نظروں میں ایک جیسے تھے۔ اُس کے خطوط میں سلام اور دعائے خیر کے سلسلے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا دل اپنے ساتھیوں اور دیگر مسیحیوں کے لئے فرداً فرداً قدر شناسی اور جذبۂ محبت سے پُر تھا۔

لیکن جس چیز نے اُسے مبشر یا اُستاد ہونے کے قابل بنا دیا، وہ خداوند کا فضل اور بلاہٹ تھی (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۹-۱۱)۔ اِس حقیقت سے وہ خوب واقف تھا۔ یہی چیزیں اُس انتھک محنت کا سرچشمہ تھیں۔ اِسی لئے ان خطوط میں خدا کی اور خدا کی سچائی کے بارے میں پولس رسول کے قیمتی تجربے اور تعلیم کے خزانے جمع اور محفوظ ہیں۔

پولس رسول کی تعلیم

پولس کے خطوط کا مقصد عملی تعلیم تھا۔ وہ اِس لئے لکھے نہیں گئے تھے کہ ادبیات کا اعلےٰ نمونہ ہوں بلکہ اُن لوگوں کی حوصلہ افزائی، راہنمائی اور مدد کے لئے تحریر کئے گئے تھے جن کو اُن میں مخاطب کیا گیا ہے۔

تبدیلی کے دن سے مسیح خود اُس کی زندگی تھا (گلتیوں ۲: ۲۰) اور وہ اُنہیں جو اُس کی طرح "مسیح میں" مقدس اور ایمان دار ہیں لکھتا ہے (کلسیوں ۱: ۲)۔ گو اُس کے خطوط مکالمہ کی طرز میں لکھے گئے اور روزمرہ کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں، تو بھی اِن کا بڑا مضمون ہمیشہ زندہ خدا اور نجات دہندہ مسیح ہے۔ پس روزمرہ کے فرائض کے متعلق پولس کی نصیحتیں نجات، ایمان، روحانی حقوق اور طاقت کے عظیم الشان اصولوں پر مبنی ہیں اور یہ سب کچھ اُس میں بسنے والے جلالی مسیح کے تجربے سے حاصل کیا گیا تھا۔

مسیح مصلوب کے وسیلہ سے نجات، ایمان ہی کے ذریعہ سے راستباز ٹھہرائے جانے اور مسیحی آزادی کے بارے میں گلتیوں کے نام کے خط میں صاف صاف تعلیم اِس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ گلتیہ کی تمام کلیسیائیں اِس خطرہ میں تھیں کہ وہ موسوی شریعت کی غلامی میں پھر پھنس جائیں۔

رومی سلطنت کے صدر مقام میں یہودیوں اور غیر قوموں کے تعلق نے پولس رسول کو موقع دیا کہ وہ راستباز ٹھہرائے جانے اور پاکیزگی کے اصولوں کی جو یہودی اور یونانی دونوں کے لئے یکساں ہیں، عظیم الشان تفسیر کرے (رومیوں ۱-۱۱ باب)، جس کے بعد وہ عملی تعلیم اور نصیحتیں کی گئی ہیں (۱۲-۱۶ باب)، جن کا انحصار مندرجہ بالا اصولوں پر ہے۔

CamScanner

اِسی طرح جب کرنتھس کے مسیحیوں نے شادی، بُت پرستوں کی ضیافتوں میں شمولیت یا بدن کے جی اُٹھنے کے بارے میں پولس سے صلاح کی تو گو اُس کے جواب عملی اور قطعی تھے لیکن صاف ظاہر تھا کہ اُن کی تمام مشکلات کا حل مسیح یسوع میں ہے۔ سو وہ مسیح میں رہ کر اُس کی دی ہوئی زندگی کی طاقت سے تمام مشکلات پر غالب آ سکتے ہیں۔

اگر ہم پولس کے خطوط کا اناجیل اور اعمال ۱-۱۲ کی تقاریر اور باقی خطوط سے مقابلہ اور موازنہ کریں تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ پولس رسول کے خطوط میں کوئی ایسی بنیادی تعلیم موجود نہیں جو کسی اور جگہ پائی نہیں جاتی۔ تو بھی یہ ایک مرتبہ کہا گیا کہ "یوحنا کی انجیل، پولس کے خطوط، خاص کر رومیوں، گلتیوں اور افسیوں اور ۱-پطرس یہ سب وہ کتابیں ہیں جو تجھ پر خداوند مسیح کو ظاہر کرتی ہیں اور اُن سب ضروری اور مبارک باتوں کی تعلیم دیتی ہیں جو تجھے درکار ہیں۔" دوسرے صحائف کی قدر و قیمت اور اہمیت سے انکار کئے بغیر بھی ہم مندرجہ بالا بیان کو تسلیم کر سکتے ہیں۔

اصل میں پولس کی تعلیم، ابتدائی کلیسیا کی تعلیم ہی ہے۔ پولس نے بھی دوسرے رسولوں اور مبشروں کی طرح اپنی منادی میں جو مسیح کی پیدائش، مصلوب ہونے، جی اُٹھنے اور آسمان پر اُٹھائے جانے پر مبنی تھی، دوسروں پر اُس کی ذات اور کام کا مکاشفہ روح القدس کی قدرت میں ظاہر کیا (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۱۱)۔

پولس کی زندگی کا خاکہ

مندرجہ ذیل خاکہ اس لئے دیا گیا ہے کہ ہر ایک خط کے لکھے جانے کا زمانہ اور حالات نیز پولس کی زندگی اور کلیسیاؤں کے بتدریج پھیلنے اور ترقی کرنے کے تعلقات کو ہم زیادہ اچھی طرح سے سمجھ سکیں۔ تاریخوں کو قریب قریب صحیح سمجھنا چاہئے۔

سن عیسوی

۳۳ پولس کی تبدیلی (اعمال ۹: ۱-۹)، اُس کی تبدیلی سے پہلے کے واقعات کے لئے دیکھئے اعمال ۲۲: ۳-۵ و ۲۶: ۴-۵ و ۱-تیمتھیس ۱: ۱۲-۱۶ اور اُس کے فوراً بعد کے واقعات کے لئے اعمال ۹: ۱۹-۳۰ و ۲۲: ۱۷-۲۱ و ۲۶: ۱۹، ۲۰ و گلتیوں ۱: ۱۵-۲۰ کا مقابلہ کیجئے۔

۳۳ - ۳۶ پولس دمشق، سوریہ اور کلکیہ میں (اعمال ۹: ۳۰ و گلتیوں ۱: ۲۱ و ۲-کرنتھیوں ۱۲: ۲-۳)، اس میں انطاکیہ میں قیام بھی شامل ہے

سن عیسوی

(اعمال ۱۱: ۲۵، ۲۶)۔

۴۶ یروشلیم کو جانا (اعمال ۱۱: ۲۷-۳۰ و ۱۲: ۲۵ و گلتیوں ۲: ۱-۱۰)۔

۴۷ پہلا بشارتی سفر۔ انطاکیہ، کپرس، پسدیہ کا انطاکیہ، اکنیُم، لسترہ اور دربے (اعمال ۱۳ و ۱۴ ابواب)۔

۴۹ انطاکیہ میں یہودی جماعت سے بحث مباحثہ (گلتیوں ۲: ۱۱-۱۴)۔ انطاکیہ سے گلتیوں کو خط لکھتا ہے۔

۵۰ پولس یروشلیم کو جاتا ہے اور مسیحی مجلس یا کونسل میں شرکت کرتا ہے (اعمال ۱۵: ۱-۳۵)۔

۵۱ دوسرا بشارتی سفر۔ انطاکیہ، کلکیہ، جنوبی گلتیہ، تروآس، فلپی، تھسلنیکے، بیریہ، اتھینے اور کرنتھس (اعمال ۱۵: ۳۶ - ۱۸: ۱)۔

۵۱ - ۵۳ کرنتھس میں قیام (اعمال ۱۸: ۱-۱۸)، تھسلنیکیوں کو پہلا اور دوسرا خط لکھتا ہے۔

۵۳ افسس اور قیصریہ کے راستے یروشلیم کو واپس آ کر پھر انطاکیہ کو جاتا ہے (اعمال ۱۸: ۱۸-۲۲)۔

تیسرا بشارتی سفر۔ انطاکیہ، فروگیہ اور گلتیہ سے ہو کر افسس (اعمال ۱۸: ۲۳، ۲۴)۔

۵۳ - ۵۶ افسس میں قیام (اعمال ۱۹: ۱-۲۰: ۱)، کرنتھیوں کو پہلا اور دوسرا خط لکھتا ہے۔

۵۰ - ۵۷ تیسرے بشارتی سفر کو جاری رکھنا۔ مکدنیہ، یونان، کرنتھس، فلپی، میلیتس (افسس کے بزرگوں سے ملاقات کرتا ہے)، صور، پتلمیس، قیصریہ اور یروشلیم (اعمال ۲۰: ۱-۲۱: ۱۷)۔ کرنتھس سے رومیوں کو خط لکھتا ہے۔

۵۷ - ۵۹ یروشلیم میں گرفتاری، قیصریہ میں دو سال کی قید (اعمال ۲۱: ۱۸-۲۶: ۳۲)۔

۵۹ - ۶۰ کریتے، ملیتے، ریگیم اور روما کا سفر (اعمال ۲۷ - ۲۸ ابواب)۔

۶۰ - ۶۲ روم میں مقدمہ سے پیشتر سپاہی کی زیرِ نگرانی (اعمال ۲۸)۔

سنِ عیسوی	
	کلسیوں، فلیمون، افسیوں اور فلپیوں کو خط لکھتا ہے۔
۶۲ - ۶۵	پولس کا رہا ہونا (؟) پھر کلیسیاؤں میں جاتا ہے۔ ۱-تیمتھیس اور طِطُس کا خط لکھتا ہے۔
۶۶ یا ۶۷	روم میں قید۔ اپنی موت سے کچھ عرصہ پہلے تیمتھیس کے نام دوسرا خط لکھتا ہے۔

رومیوں

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ تمام خط پولس کی تصنیف ہے تو بھی چند ایک وجوہات کی بنا پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آیا ابواب ۱۵ و ۱۶ بھی اصلی خط کا حصہ ہیں یا نہیں۔ بعض نسخوں میں ۱۶: ۲۵-۲۷ کا متن ۱۴ یا ۱۵ باب کے آخر میں دی گئی ہے۔ اور بعض علما کا خیال ہے کہ ۱۶ باب رومیوں کے خط کا اصلی حصہ نہیں، بلکہ ایک اور خط کا حصہ ہے جو افسس کو لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ معترضین اس دعوے کو ثابت نہیں کر سکتے اس لئے یہ قابلِ تردید ہے۔ نیز ۱۵: ۱-۱۳ میں باب ۱۴ کے خیالات کا ایسا سلسلہ جاری ہے کہ اسے اصلی خط کا حصہ تسلیم کرنا زیادہ موزوں ہے، بہ نسبت اس کے کہ یہ کہیں کہ یہ حصہ بعد میں شامل کیا گیا تھا۔ اس خط کے نسخوں میں فرق ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے، کہ اگرچہ یہ خط روم کی کلیسیاؤں کو لکھا گیا تھا لیکن بعض میں اس کی عالمگیری کے باعث دوسری کلیسیاؤں نے اس کے مقامی اور ذاتی حصوں کو حذف کر کے اپنے لئے استعمال کیا۔

پولس اپنے تیسرے سفر کے دوران میں افسس میں ایک طویل عرصہ تک ٹھہرا۔ پھر افسس کو چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد یروشلیم کے غریب مقدسوں کے لئے چندہ لے جانے سے تھوڑے ہی پہلے اور جب وہ ہسپانیہ کو جاتے ہوئے روم میں پہلی مرتبہ ٹھہرنے کا خیال کر رہا تھا تو تقریباً ۵۶ یا ۵۷ء میں اُس نے کرنتھس کے مقام سے یہ خط لکھا (اعمال ۱۹: ۲۱؛ ۲۰: ۲، ۳؛ رومیوں ۱۵: ۲۳-۲۸)۔

چونکہ پولس اپنے پڑھنے والوں کو فیبے کے متعلق ہدایت کرتا ہے اس لئے قیاس ہے کہ وہ روم کو جانے والی تھی، اور اُس کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا گیا (۱۶: ۱، ۲)۔ قدیم زمانہ سے یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وُہی اِس خط کو روم لے گئی تھی۔

روم کی کلیسیا

روم مہذب دنیا کا مرکز اور ایک وسیع سلطنت کا دارالخلافہ تھا۔ پولس رومی شہری تھا۔ وہ ان حکومتوں کے بارے میں جو موجود تھیں کہہ سکتا تھا کہ وہ بہتری کے لئے خدا کی خادم ہیں (۱۳: ۱-۷)۔ اُس وقت روم میں بہت سے مسیحی تھے۔ ہمیں صاف طور پر معلوم نہیں کہ وہاں پہلے کس طرح خوشخبری پھیلی اور یہ روایت کہ پطرس نے یہ کلیسیا قائم کی تھی قابلِ یقین نہیں۔ اگر پطرس نے اس کلیسیا کو قائم کیا ہوتا تو پولس کبھی ایسے انداز سے نہ لکھتا (۱۵: ۲۰-۲۴)۔

غالباً وہ اشخاص جو فلسطین، سوریہ اور ایشیائے کوچک، مکدونیہ یا یونان میں مسیحی ہوئے، سفر کرتے کرتے روم پہنچے اور اُن کے وہاں جانے سے مسیحیت کا اس دارالحکومت سے تعارف ہوا۔ غالباً اکولہ اور پرسکلہ پیشتر اس سے کہ ۵۱ء میں روم چھوڑنے پر مجبور ہوئے مسیحی ہو چکے تھے (اعمال ۱۸: ۱، ۲)۔ اس خط کے لکھے جانے سے پہلے ہی وہ روم واپس چلے گئے تھے اور بڑے جوش سے مسیحی خدمت انجام دے رہے تھے (اعمال ۱۶: ۳-۵)۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ رومی کلیسیا یہودی اور غیر یہودی مسیحیوں پر مشتمل تھی اور یہ جماعت معاشرتی اور نسلی لحاظ سے ملی جلی تھی۔ پولس بیان کرتا ہے کہ غیر قوموں کے لئے رسول مقرر ہونے کے باعث ان کو لکھنا وہ اپنا حق سمجھتا ہے (۱۵: ۱۵، ۱۶ بمقابلہ ۱: ۵، ۶؛ ۱۱: ۱۳)۔ لیکن لکھتے وقت مصنف نے یہ فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے عہدِ عتیق اور یہودی خیالات پر عبور رکھتے ہیں۔ نیز بعض ایسے مسائل پر بحث کی گئی ہے جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کلیسیا میں نہ صرف غیر قوم بلکہ یہودی مسیحی بھی موجود تھے۔

اس خط کو لکھنے کا موقع اور مقصد

۱۔ اس خط کو لکھنے کی فوری وجہ یہ تھی کہ پولس کو یہ اُمید تھی کہ وہ جلد وہاں جائے گا۔ اُس کی تجویز یہ تھی کہ ہسپانیہ میں بشارت کے کام کے لئے روم کو اپنا مرکز بنالے۔ سو اُس نے یہ خط لکھا تاکہ رومی مسیحیوں پر اپنی خواہش ظاہر کرے (۱۵: ۲۲-۲۴)۔

۲۔ غالباً پولُس نے یہ خط اِس لئے نہیں لکھا کہ اِس کو رُوم کے بارے میں کوئی خاص خبر ملی تھی جس کے باعث اُس نے اِس ضرورت کو محسوس کیا۔ پھر بھی شاید پرِسکلہ اور اکوِلہ سے اس نے رُوم کی کلیسیا کی خبر پائی ہوگی اور پولُس نے اس خبر سے چند ایک خاص باتیں چُن لیں تاکہ اپنے خط میں اُن کا ذکر کرے (مثلاً ۱۴: ۱ - ۱۵: ۱۳)۔

۳۔ بہت عرصے سے اُس کی یہ خواہش تھی کہ رُوم کو جائے اور وہاں مسیحیوں سے ملے۔ اب گو وہ اُن سے جلد ملنے کی اُمید رکھتا تھا لیکن اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس کے یروشلیم جانے پر اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا اور اُس کے ساتھ کیا ہوگا (۱۵: ۲۵، ۳۰ - ۳۲)۔ لہٰذا ایسا نہ ہوکر بذاتِ خود اُن سے نہ مل سکے، اُس نے اس موقع کو غنیمت جان کر اور خط لکھ کر اُن کی خدمت کی۔

۴۔ چُونکہ وُہ رُومی سلطنت کے صدر مقام میں مسیحیوں کو خط لکھ رہا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ شاید اُس کی زندگی کے دِن تھوڑے ہوں گے، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اِن دونوں باتوں کو مدِنظر رکھتے ہُوئے وہ انجیل کی تمام سچائیوں کو مفصّل اور باترتیب بیان کرنے پر اُبھارا گیا ہو۔

تجزیہ

۱: ۱ - ۱۵ تمہید۔ ذاتی تعارف۔

۱: ۱۶ - ۱۷ موضوعِ خاص خوشخبری کیا ہے اور اُس کا کام کیا ہے۔

۱: ۱۸ - باب ۵ گنہگاروں کا راستباز ٹھہرایا جانا۔ راستبازی کے لئے خُدا کی راہ۔ اِنسان کی ضرورت۔ سب نے گناہ کیا۔ بطور کفارہ مسیح کی موت اور اُس پر ایمان لانے سے خُدا کی مُفت بخشش۔ اِس کے نتائج خُدا سے میل، موجودہ فضل اور آئندہ جلال۔

۶ - ۸ اَبواب مسیح پر ایمان لانے والوں کیلئے مکمل نجات۔ خُدا کے لئے زندگی گزارنے کی بلاہٹ۔ جسم پر غالب آنے کی طاقت یعنی مسیح کا رُوح۔ موجودہ فتح اور آخری مخلصی کا یقین۔

۹ - ۱۱ ابواب اسرائیل کی نافرمانی کے مسئلے کے متعلق الٰہی انتظام کا جائز ثابت ہونا۔ خُدا کی پروردگاری۔ اسرائیل نے خُدا کی راہ کو ترک کیا۔ خُدا اَب بھی اُس کی بھلائی کے لئے کام کر رہا ہے تاکہ سب

لوگوں پر رحم کرے۔

۱۲: ۱ - ۱۵: ۱۳ روزمرّہ زندگی پر تعلیم کا اطلاق۔ تقدیس کے لئے بلاہٹ۔ کلیسیا کے شرکاء اور شہری ہونے کی حیثیت سے مسیحیوں کے معاشرتی فرائض۔ ایسے مُعاملات میں ہدایت جن میں اختلافِ رائے ہو۔ سب سے بُلند اور سب پر حاوی اصُول یعنی محبّت۔

۱۵: ۱۴ - ۱۶ باب خط کا اختتام۔ پولُس کی خدمت اور تجاویز۔ جھُوٹے اُستادوں کے خلاف ہدایت۔ سلام اور کلماتِ برکت۔

مضامین

اِس خط کا مرکزی حصّہ (۱: ۱۶ - ۱۵: ۱۳) ایک خط میں خاص موضوع پر لکھا ہُوا رسالہ کہلا سکتا ہے۔ اِس تمام خط میں خاص موضوع یسُوع مسیح کی خوشخبری ہے (دیکھئے ۱: ۱ - ۳، ۱۶؛ ۱۶: ۲۵)۔ تمہیدی خلاصہ میں (۱: ۱۶ و ۱۷) بیان کیا گیا ہے کہ خوشخبری جو مسیح سے متعلق ہے وہ "خُدا کی" ہے۔ یعنی وہ خُدا کی طرف سے ہے۔ وہ ایک زبردست الٰہی تحریک ہے جو سب کو بچانے اور عالمگیر فائدہ پہنچانے کے لیے ہے لیکن ہر یہُودی اور یُونانی کے لئے ایمان لانا ایک ضروری شرط ہے۔

اِس کے بعد خوشخبری کی تفصیل و تشریح دی گئی ہے۔ اوّل پولُس رسُول اِس بات کی ضرورت ثابت کرتا ہے کہ خُدا اِنسان کی نجات کا بندوبست کرے (۱: ۱۸ - ۳: ۲۰) کیونکہ سب اِنسان سزا کے مستحق ہیں۔ خُدا کا غضب تمام ناراستی پر ظاہر ہوتا ہے اور کوئی راستباز نہیں ایک بھی نہیں۔ بعض نے خالق کے متعلق کائنات کی گواہی کو رد کر دیا۔ اُنہوں نے بُتوں کی پرستش کی اور اخلاقی طور پر خیال، ارادے اور عمل میں بگڑ گئے۔ بعضوں کو اُن کی اپنی ضمیر ہی نے ناراست ثابت کیا۔ دُوسروں کو گنہگار ٹھہراتے ہُوئے اُنہوں نے ایک ایسا اخلاقی معیار تسلیم کیا جس کی رُو سے وہ خُود بدکار ٹھہرے۔ یہُودی بھی گو خود اُسے خُدا نے خاص شرف بخشا تھا اِس وجہ سے بے گناہ ثابت نہ ہُوا۔ اِس پر طرّہ یہ کہ اس کے علم سے اُس کی ذمّہ داری بڑھ گئی اور اِس لئے وہ اَور بھی خطاکار ٹھہرا۔

اِس کے بعد (۳: ۲۱ - ۵ باب تک) پولُس راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے ایک نئی راہ بتاتا ہے، جو خُدا کا مُفت انعام ہے اور مسیح کی کفارہ دینے والی مَوت کے

ذریعے سب ایمان لانے والوں کے لئے ہے۔ یہ لازمی طور سے نئی چیز ہے کیونکہ شریعت کے کاموں کی وجہ سے کوئی راستباز نہیں ٹھہر سکا۔ عہدِ عتیق کے مکاشفہ کے وعدوں اور تشبیہوں میں اس کے بنیادی اصولوں کا عکس دکھایا گیا تھا جیسا کہ ابرہام کے بیان میں دکھایا گیا۔ اِس الٰہی برکت کا مزہ اُٹھانے کے لئے سب سے لازمی اور ضروری شرط انسان کا ایمان لانا ہے۔ وہ جو ایمان لاتے ہیں، اُن کا خدا سے یک دم میل ہو جاتا ہے۔ وہ موجودہ رفاقت اور بچانے والے فضل کا تجربہ حاصل کرتے ہیں اور آخری مخلصی اور جلال میں داخل ہونے کی اُمید میں خوش رہتے ہیں۔ جو کچھ انسان نے آدم میں کھو دیا تھا، مسیح یسوع میں اُس سے بڑھ کر حاصل کیا۔ گناہ کی بادشاہی پر فضل کی بادشاہی نے غلبہ پا لیا۔

بعد کے چھ ابواب (۶-۱۱) میں پولس دو خاص سوالوں کے جواب میں خوشخبری کی خوبیوں کو پُورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ کیا یہ خوشخبری ؛-

(ا) جسم اور دُنیا کی بدکرداریوں کے باوجود بھی کامل نجات کا انتظام کر سکتی ہے؟

(ا) کیا یہ تواریخ اور تجربہ کے پیچیدہ مسئلہ کی تشریح کر سکتی ہے اور اُن پر پُورے طور پر حاوی ہو سکتی ہے، مثلاً یہ مسئلہ کہ یہودیوں نے اپنے موعودہ مسیح کو کیوں رد کر دیا؟

(ا) ۶-۸ ابواب میں پولس دکھاتا ہے کہ انجیل کا کامل پیغام نہ صرف اِس قابل ہے کہ ایک اِنسان کو فضل میں کامل کرے بلکہ وہ اِس لائق بھی ہے کہ اِنسان کی زندگی اور اُس کے طرزِ روش کو بدل ڈالے۔ یہاں تک کہ وہ مخالف حالات میں بھی راستبازی کے کام کر سکے اور اُسے فتح کا یقین ہو جائے۔ مسیح کا رُوح جس کو وہ اپنے تمام لوگوں کو بخشتا ہے، ایماندار کو آزاد کرتا، اُسے یقین اور اُمید میں قائم کرتا اور اُسے خدا کا فرزند بننے کے لائق بناتا ہے۔ اِس بھروسہ پر کہ خُدا اُن کیلئے کام کرتا ہے۔ مسیحی جانتے ہیں کہ خواہ کچھ بھی ہو خدا سب چیزوں سے اُن کے لئے بھلائی پیدا کریگا کیونکہ بدن کی مخلصی کا دن نزدیک آ رہا ہے۔ اور اِس عرصہ میں کوئی چیز اُنہیں خُدا کی محبت سے جُدا نہیں کر سکتی۔

(۲) ۹-۱۱ ابواب میں پولس الٰہی مرضی کو جائز ثابت کرتا ہے۔ چونکہ وہ خدا ہے اِس لئے وہ جیسا چاہتا ہے وَیسا کر سکتا ہے، اور کرتا بھی ہے تو بھی اُس کے کام من مانے اور بے رحمانہ نہیں ہیں۔ بنی اسرائیل نے اپنی سخت دلی کے باعث مسیح پر ایمان نہ لا کر خُدا کی راستبازی کو حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ پس اُن کا خارج ہونا اُن کا اپنا قصور ہے۔ لیکن خُدا نے اسرائیل کی بے اعتقادی اور انکار کو ایک مفید کام کے لئے استعمال کیا یعنی غیر قوموں کی نجات کے لئے۔ اسرائیل کا گرنا اُن کو بحالی کی اُمید سے محروم نہیں

کر دیتا، بلکہ نافرمان ہونے کے باوجود وہ بھی غیر قوموں کی طرح اِس رحم کی خوشخبری میں شریک ہو سکتے ہیں کیونکہ خُدا اپنے وعدوں سے پھرتا نہیں خوشخبری کی خُوبی اور قدرت اُس کے مرکزی اصُول یعنی گناہوں کی مُعافی کی بخشش سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہودی اور غیر قوم سب گنہگار ثابت کئے جا چکے ہیں تاکہ خُدا اُن سب پر یکساں طور پر رحم کرے۔ پس خُدا کا ازلی ارادہ سب پر محیط ہے۔ اُسی کے لئے سب چیزیں ہیں۔ اُس کی تمجید ابد تک ہوتی رہے۔

اگلے حصے میں (۱۲:۱ - ۱۵:۱۳) پولس اخلاقی نصیحتوں کی طرف راغب ہوتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ انجیل کا پیغام ایماندار کی روزمرہ کی عملی زندگی میں عملی کام کرتا ہے۔ خُدا کی رحمتوں کا تجربہ ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اُس کے لئے مخصوص کریں۔ اپنی ضمیر کے منوّر ہو جانے کے باعث مسیحیوں کو چاہئے کہ اپنے بدن کو خُدا کی مرضی کے مُطابق ایسی قربانی ہونے کے لئے نذر کریں جو زندہ اور پاک اور خُدا کو پسندیدہ ہو۔ مسیحی کی معاشرتی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ (ا) کلیسیا یعنی مسیح کے بدن کے عضو کی حیثیت سے، (۲) شہری ہونے کی حیثیت سے۔ پہلی صُورت میں اُسے اپنا فرض محبت اور حلیمی سے بجا لانا چاہئے۔ دُوسری صُورت میں اس پر واجب ہے کہ اپنی ضمیر کی راہنمائی میں اپنے آپ کو اُن طاقتوں کے حوالہ کرے جو خُدا کی طرف سے ہیں۔ لازم ہے کہ معاشرے میں عدل و انصاف کی ترقی کے لئے وہ ہر ممکن کوشش کرے۔ اس کے تمام کاموں پر محبت کو سب سے بڑی حکمران طاقت ہونا ضروری ہے اور آنے والا نجات کا دن اس کے لئے اَور زیادہ انضباطی زندگی بسر کرنے کے لئے تازیانہ کا کام کرے۔ پولس رُومی مسیحیوں کے سامنے بعض عملی باتیں پیش کرتا جن کا اُن سے خاص تعلق ہے اور اُن دو جماعتوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے جو مسیحی زندگی کی کئی خاص باتوں میں اِختلاف رائے رکھتی ہیں۔ وہ اُنہیں یہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ اپنے چال چلن اور تعلقات میں مسیح کے نمُونہ پر چلتے ہوئے محبت کی شریعت پر کاربند ہوں۔

آخر میں (۱۵:۱۴ - ۱۶ باب) پولس پھر خط لکھنے کے انداز کی طرف راغب ہوتا ہے۔ وہ اپنی تجاویز کی طرف اشارہ کرتا ہے (ا) رُوم میں آنے کی خاص اُمید، رُومی مسیحیوں سے دُعا کی درخواست (ب) مختلف اشخاص کو سلام اور کلمات برکت (ج) جھُوٹے استادوں کے بارے میں آگاہی۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱- انجیل کی خوشخبری کے اُن مضامین کا ایک خلاصہ بنایئے جن کی پولس نے ۱-۸ ابواب

میں تشریح کی ہے۔

۲۔ ایمان کی زندگی کی خصوصیات اور مدارج کا مطالعہ کیجئے۔

۳۔ رُوحُ القدس کے بارے میں تمام حوالوں کو جمع کیجئے۔ اس کی ذات اور کام کے بارے میں جو کچھ اُن سے سیکھتے ہیں، اُسے ترتیب وار بیان کیجئے۔

۴۔ یہودیوں کی تاریخ اور اُن میں بشارتی کام کی روشنی میں جواب تک ہوتا رہا ہے، ابواب ۹ - ۱۱ کا مطالعہ کیجئے۔

۵۔ مسیحی کی عملی زندگی اور معاشرتی تعلقات کونسے اصُولوں کے تحت ہونے چاہئیں؟

۱۔کرنتھیوں

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اس میں کوئی شک نہیں کہ پولُس رسُول اس خط کا مُصنّف ہے۔ آج تک کسی شخص نے اس دعوے کی صداقت اور صحت کے خلاف سوال نہیں اُٹھایا۔ پولُس رسُول کی زندگی کی خوبصورتی اور ایمان کی مضبُوطی کچھ اس طرح سے اس خط میں بسی ہوئی ہے کہ یہ تصوّر کرنا ناممکن ہے کہ کسی اور شخص نے ایسے پُرحکمت الفاظ تحریر کئے ہوں گے۔ پہلی صدی کے اختتام سے پہلے کلیمنٹ رومی نے ایک خط کرنتھیوں کے نام لکھا تھا جس میں اس مصنف کا نام لے کر اقتباس کیا گیا ہے۔ یقیناً اگنیشیس[1] (۱۱۰ء) اور پولیکارپ[2] (۱۱۵ء) نے پولُس کے اس خط کا استعمال کیا اور ممکن ہے کہ ہرمس نے ۱۲۰ء میں بھی اس کا استعمال کیا ہو۔ اس خط میں کرنتھس شہر اور کلیسیا کی تفصیلات اعمال کی کتاب کی تحریر سے ملتی جلتی ہیں۔ نیز ان میں جس تعلیم اور رُوحانی تجربوں کا ذکر ہے، وہ گلتیوں اور رومیوں کے خطوط کی تعلیم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اِن وجُوہات کے باعث ہم کہہ سکتے ہیں کہ پولُس رسُول ہی نے کرنتھیوں کے خطوط تصنیف کئے تھے۔

کرنتھس میں سماج کی حالت

یہ اُس جگہ واقع تھا جہاں بحیرہ رُوم اور بحیرہ ایجین آپس میں ملتے ہیں۔ پہلی صدی

1 Ignatius 2 Polycarp

عیسوی میں کرنتھس اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے رُومی سلطنت کا بہُت اہم تجارتی مرکز تھا۔ نیز اخیہ کے صُوبہ کا صدر مقام اور تجارت کے لحاظ سے کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی آبادی گنجان تھی اور یہاں ہر مُلک کے لوگ رہتے تھے۔ اِس شہر کے کھیل تمام سلطنت میں مشہُور تھے۔ شاعر کرنتھس کی دولت اور خوشحالی کے ترانے گایا کرتے تھے اور یہاں کی عمارتیں قدیم دُنیا میں خوبصُورتی کے لحاظ سے آپ اپنی مثال تھیں۔ لیکن افسوس! تہذیب، خوشحالی اور فارغ البالی کے ساتھ ہی کرنتھس بدکاری اور اخلاقی انحطاط کے باعث بہُت بدنام تھا۔ کرنتھی ہونا گویا فاسق اور فاجر ہونے کے مترادف تھا۔

پولُس رسُول اور کرنتھس

اپنے دستور کے مطابق رسُول ہمیشہ یہ کوشش کرتا تھا کہ انجیل کی منادی ایسے مرکز میں کرے جہاں وہ بہت سے ممالک کے باشندوں کو متاثر کر سکے۔ اور کرنتھس اپنی وسیع اور مخلوط یہودی آبادی کی وجہ سے اِس مقصد کیلئے بہترین مقام تھا۔ اپنے دوسرے بشارتی سفر کے دوران میں وہ اتھینے سے ۵۱ء کے قریب (اعمال ۱۵: ۳۶-۱۸ ؛ ۱۸: ۱) کرنتھس میں پہنچا۔ اور دو یہودیوں یعنی اکولہ اور پرسکلہ کے ساتھ مل کر جنہیں کلودیس نے رُوم سے نکال دیا تھا، (اعمال ۱۸: ۲-۳ ؛ بمقابلہ ۱۔کرنتھیوں ۱۶: ۱۹) وہ یہودی عبادتخانہ میں منادی کرنے لگا، لیکن بعد میں متواتر اور مُسلسل مخالفت کے باعث غیر قوموں کی طرف راغب ہُوا (اعمال ۱۸: ۵-۱۱)۔ اٹھارہ مہینے سے زیادہ عرصہ میں سیلاس اور تیمتھیُس کی مدد (اعمال ۱۸: ۵ و ۱۱ ؛ بمقابلہ ۲۔کرنتھیوں ۱: ۱۹) اور انجیل کی سادہ اور صاف منادی کے ذریعہ سے (۱۔کرنتھیوں ۱: ۱۴-۱۷ و ۲۱-۲۴ ؛ ۲: ۱-۵) وہاں کلیسیا قائم کی گئی جس میں اکثریت نچلے طبقہ کی تھی لیکن اُن میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ بھی تھے (۱۔کرنتھیوں ۱: ۲۶-۲۸ ؛ اعمال ۱۸: ۸)۔ بعد ازاں یہُودیوں کی مخالفت بہُت بڑھ گئی (اعمال ۱۸: ۱۲-۱۷) اور آخرکار پولُس وہاں سے پرسکلہ اور اکولہ کے ساتھ روانہ ہُوا، جنہیں اس نے انطاکیہ کو واپس جاتے ہُوئے راستہ میں افسس کے مقام پر چھوڑ دیا (اعمال ۱۸: ۱۸-۲۲)۔ اس وقت شاید پولُس نے ایک خط کرنتھیوں کو لکھا ہو جو کھو گیا ہو۔ اغلباً اس میں اُس نے کلیسیا کو بداخلاقی کی بُرائی سے آگاہ کیا ہو گا۔ (دیکھئے ۱۔کرنتھیوں ۵: ۹ و ۱۰۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ اُس خط کی طرف اشارہ کرتے ہیں)۔ انطاکیہ سے پولُس کے تیسرے بشارتی سفر پر روانہ ہونے کے کچھ عرصہ

(اعمال ۱۸: ۲۴) اسکندریہ کا ایک یہودی شخص بنام اپلوس افسس میں آیا۔ وہ پرسکلہ اور اکولہ سے زیادہ صحت کے ساتھ مسیحی تعلیم پاکر کرنتھس کو گیا تاکہ وہاں کلیسیائی کام میں مدد کرے (اعمال ۱۸: ۲۴ - ۲۸ بمقابلہ ۱۔کرنتھیوں ۳: ۶)۔ اس اثنا میں پولس پھر افسس میں دو سال قیام کرنے کے لئے واپس آگیا (اعمال ۱۹: ۱، ۱۰)۔ یہاں اُسے کرنتھس سے ایک خط ملا جس میں چند مسائل کے بارے میں اُس کی رائے پوچھی گئی تھی (۱۔کرنتھیوں ۷: ۱)۔ یہ خط شاید اپلوس کی معرفت آیا تھا (۱۔کرنتھیوں ۱۶: ۱۲)۔ نیز اس نے کرنتھس کی کلیسیا میں بدعت اور بدکاریوں کی خبر خلوے کے گھر والوں سے سُنی تھی (۱۔کرنتھیوں ۱: ۱۱؛ ۵: ۱؛ ۱۱: ۱۸)۔ گو اُس نے مکدنیہ کی راہ سے تیمتھیس کو کرنتھس میں بھیج دیا تھا (اعمال ۱۹: ۲۲؛ ۱۔کرنتھیوں ۴: ۱۷؛ ۱۶: ۱۰) لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ فوراً انہیں ایک خط لکھے اور غالباً اُسے ططس کے ہاتھ روانہ کردیا (۲۔کرنتھیوں ۲: ۱۳؛ ۷: ۶؛ ۸: ۶)۔ اکولہ اور پرسکلہ کے حوالہ (۱۔کرنتھیوں ۱۶: ۱۹) سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ خط افسس سے لکھا گیا تھا جہاں وہ اس وقت تھے (اعمال ۱۸: ۱۹) اور یہ بھی کہ اس شہر میں اس کے لئے ایک وسیع اور کارآمد دروازہ کھلا تھا (۱۵: ۳۲؛ ۱۶: ۸ و ۹) غالباً ۵۳ء سے ۵۶ء تک اُس نے یہاں قیام کیا تھا۔

تجزیہ

۱: ۱ — ۹	سلام و آداب اور شکر گزاری۔
۱: ۱۰ - باب ۴	حقیقی رُوحانی کلیسیا کے راہنماؤں کے آپس میں اور کلیسیا کے ساتھ تعلقات نہ سمجھنے کے باعث جُدائیوں اور تفرقوں پر رسُول ملامت کرتا ہے (بمقابلہ ۱۱: ۱۷ - ۱۹؛ ۱۲: ۱۴ - ۳۱؛ ۱۶: ۱۴)۔
۵ - ۶ ابواب	تمام کلیسیا سے ایک رُکن کو جو عظیم بدکاری کا مرتکب تھا سخت سزا دینے کا مطالبہ۔
۷ باب	شادی کے بارے میں اُن کے سوالات کا جواب۔
۸: ۱ - ۱۱: ۱	مسیحی آزادی اور بُتوں کی قربانی کے گوشت کھانے سے اپنے آپ کو باز رکھنے کے متعلق ہدایات۔ پولس کی اپنی مثال۔ بُت پرستی سے کوئی مصالحت نہ ہونی چاہئے (بمقابلہ ۴: ۱ - ۵)۔

۱۱: ۲ - ۳۴	مسیحی عبادت کے اصُول (بمقابلہ ۱۴: ۲۶ - ۳۶)۔
۱۲ - ۱۴ ابواب	روحانی نعمتوں کا درجہ۔ محبت سب پر فوقیت رکھتی ہے۔
۱۵ باب	مُردوں کی قیامت۔
۱۶ "	یروشلیم کے لئے چندہ جمع کرنے کی ہدایت۔ آئندہ تجاویز (بمقابلہ ۴: ۱۸ - ۲۱؛ ۱۱: ۳۴) اور الوداعی پیغامات۔

مضامین

کرنتھس ایسے بین الاقوامی شہر میں ماحول اور پس منظر کے اختلافات کی وجہ سے ضروری تھا کہ کلیسیا کی رُوحانی ہم آہنگی اور اتحاد خطرے میں ہو (بمقابلہ ۱۸: ۱۲)۔ کلیسیا مختلف گروہوں میں بٹی ہوئی تھی (۱: ۱۱ - ۱۲)، جن میں سب سے زیادہ شورش پھیلانے والی جماعت کا دعوےٰ تھا (گو یہ درست نہ تھا بمقابلہ ۱۶: ۱۲) کہ اُن کا پیشوا مشہور عالم اپلوس تھا (۱: ۱۲؛ ۳: ۴ - ۶؛ ۴: ۶ بمقابلہ اعمال ۱۸: ۲۴ - ۲۸)۔ یہ گروہ بعد کے بدعتی غناسطی فرقے کی طرح یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اُنہیں سچائی کا عمیق ترین علم حاصل تھا (۱: ۱۹ - ۲: ۵؛ ۳: ۱۸ - ۲۳؛ ۴: ۶ - ۱۰، ۱۸، ۱۹؛ ۵: ۲؛ ۸: ۱ - ۳، ۱۰، ۱۱؛ ۱۲: ۸؛ ۱۳: ۲؛ ۱۴: ۲۰، ۳۷) اور اُنہوں نے اس فرضی ذہنی برتری کو جسم کی خواہشات سے لذت اُٹھانے (۳: ۱، ۱۶ - ۱۷؛ ۵: ۱ - ۱۳ اور باب ۶) اور رسُولی اختیار کی مخالفت کا بہانہ بنا لیا تھا (۴: ۱ - ۵، ۸، ۱۹؛ ۹: ۳؛ ۱۱: ۱۶؛ ۱۴: ۳۷؛ ۱۵: ۱۲؛ ۱۶: ۲۲)۔ جس بنا پر پولس رسُول کرنتھس کی کلیسیا کو قائم کرنے والے کی حیثیت سے اپنا اختیار جتاتا ہے، اُس پر غور کرنا ضروری ہے (۲: ۱۶؛ ۳: ۱۰؛ ۴: ۱۴ - ۲۱؛ ۵: ۳ - ۵؛ ۱۱: ۱، ۲، ۱۶؛ ۱۴: ۳۳، ۳۷؛ ۱۵: ۱ - ۳)۔ عشاءِ ربانی کی رسم ادا کرتے وقت جو مشکلات پیدا ہوگئیں اور جن حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، رسُول نے اُن پر بھی روشنی ڈالی ہے (۱۱: ۱۷ - ۳۴)۔ اُس نے اُنہیں آگاہ کیا کہ مسیحی آزادی کرنتھی بداخلاقی اور حرامکاری نہیں۔ خبردار تمہاری آزادی بدی کا پردہ نہ بنے (۶: ۱۲ - ۲۰؛ ۱۱: ۲ - ۱۶)۔ لیکن ایسی دلچسپ تواریخی تفصیلات کے علاوہ پولس رسُول اس تمام خط میں مقامی مسائل کا حوالہ دے کر بنیادی رُوحانی اصُول پر بحث کرتا ہے جو آج بھی قابلِ اطلاق ہیں۔ اس خط میں ایسے بیانات دیئے گئے ہیں جو مسیحی تعلیمی نقطۂ نگاہ میں نہایت اہم ہیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ اُن اصُولات کا مطالعہ کیجیے جن کے باعث مسیحی آزادی کے ساتھ کمزوریوں کا خیال کرنا بھی لازمی ہے (۸-۱۰ بمقابلہ رُومیوں ۱۴ باب)۔

۲۔ یہ خط صفائی سے مسیحی کارندوں اور اُن لوگوں کے سچّے تعلّق کو بیان کرتا ہے جن کے درمیان وہ بستے اور خدمت کرتے ہیں (۳: ۵-۱۱ از ۴: ۱-۱۶ از ۱۲-۱۴)۔ موجُودہ کلیسیا میں یہ اصُول کس حد تک سمجھے اور مانے جاتے ہیں؟

۳۔ مسیح کی زندگی کے ایسے واقعات تلاش کیجیے جو محبّت کے مسیحی تصوّر پر پُورے اُترتے ہوں، جن کا خاکہ ۱۳ باب میں دیا گیا ہے۔

۴۔ ۱۵: ۱-۱۱ کی کون سی باتیں مسیح کے جی اُٹھنے کے انجیلی بیانات سے مطابقت رکھتے ہیں اور کونسی ان کے علاوہ ہیں؟ خوشخبری کے اس خاکے کا مقابلہ ابواب ۱-۳ سے اور اعمال ۱۳: ۱۶-۴۱ اور ۱۷: ۲۲-۳۱ میں پَولُس کی تقاریر سے کیجیے۔ موجُودہ زمانے میں مسیح کے جی اُٹھنے کے بیان کو بشارتی کام میں کونسی جگہ دینی چاہیے؟

۲۔ کرنتھیوں

مُصنف، سنِ تصنیف اور حالات

کرنتھیوں کے نام پَولُس رسُول کا دُوسرا خط پہلے کی نسبت ذرا دیر سے نشرواشاعت میں آیا۔ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے آخر میں رُوم کے کلیمنٹ کو اس کا کوئی علم نہ تھا۔ لیکن غالباً اس کے بہت جلد بعد پولیکارپ (۱۱۵ء) نے اس کا استعمال کیا، مارسیون[1] نے ۱۴۰ء میں اسے تسلیم کیا اور وہ میوریٹوری فہرست میں شامل کیا گیا (۱۷۰ء)۔ آئرینیس نے اس کا اقتباس کیا کہ پَولُس کی تصنیف ہے (۱۸۰ء)۔ یہ تمام خط صحت و درستی سے موجود ہے، جس کے لئے کافی داخلی ثبوت ہیں۔ کسی نقلی اور جھوٹے مُصنّف کی یہ

1 Marcion

خواہش نہیں ہو سکتی تھی کہ پَولُس اور کرنتھیوں کے تعلّقات کو اس طرح پیش کرے یا محبّت اور خوف کے ان گہرے جذبات کی ایجاد کرے جو اس میں موجُود ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ۶: ۱۴-۷: ۱ کا حصّہ جس میں ایک بالکل نیا مضمون پایا جاتا ہے اور ۶: ۱۳ اور ۷: ۲ کے درمیان کے خیالات کے سلسلہ کو توڑتا ہے، اصل میں اُس خط کا ایک حصّہ ہے جس کا ذکر ۱۔ کرنتھیوں ۵: ۹ میں آیا۔ لیکن شاید اس سلسلہ کا ٹُوٹ جانا پَولُس کے خیالات میں خلل اندازی کا نتیجہ ہو۔ تمام نسخوں کی یکسانیت اِس شک کے لئے گنجایش نہیں چھوڑتی کہ کچھ حصّہ بعد میں شامل کیا گیا ہو۔ اور الفاظ کے اختلافات پر مبنی دلائل اُن حصّوں پر بھی عاید ہوتے ہیں جن کے اصلی ہونے پر کوئی شک نہیں کیا گیا۔ اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ابواب ۱۰-۱۳ کسی دُوسرے خط کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو "سخت لہجے" میں لکھا گیا۔ کیونکہ جتنے نسخے دستیاب ہُوئے ہیں اُن سب میں یہ خط (۱۰-۱۳ ابواب) اسی جگہ رکھا گیا ہے۔ وہ اثر جو ہم ۲۔ کرنتھیوں ۲: ۳ و ۴ اور ۷: ۸-۱۲ میں دیکھتے ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ وہ ۱۔ کرنتھیوں (خاص کر ابواب ۳-۶) کا اثر نہ ہو۔ نیز ۲۔ کرنتھیوں ۱۰-۱۳ ابواب میں گناہ کے مُرتکب شخص کی سزا کے مطالبہ کا ذکر نہیں (بمقابلہ ۲۔ کرنتھیوں ۲: ۵-۱۱)۔

کرنتھیوں کے پہلے خط کو لکھنے کے بعد کچھ دیر تک پَولُس افسس میں رہا۔ لیکن جب ارتمس دیوی کی وجہ سے بلوہ ہُوا تو اُسے لازماً وہاں سے روانہ ہونا پڑا (اعمال ۱۹: ۲۲-۴۱ و ۲۰: ۱)۔ یہ یقینی امر نہیں کہ آیا وہ کرنتھیوں کو دُوسرے خط لکھنے سے پہلے دُوسری دفعہ کرنتھس میں گیا یا نہیں۔ البتّہ ۱۲: ۱۴ اور ۱۳: ۱-۲ میں اُس کے تیسری دفعہ جانے کے ارادہ کا بیان کیا گیا جو شاید اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ دُوسرا خط لکھنے سے پیشتر دُوسری دفعہ گیا ہو، اور اس عرصہ میں شاید اُس کی بےعزّتی کی گئی ہوگی (۲: ۵-۱۱ و ۷: ۱۲ و ۱۱: ۲۰)۔ ۱: ۱۷-۲: ۴ میں اُس کے اُن کے پاس نہ آنے کی وجہ کے بیان سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید ۱۲: ۱۴ و ۱۳: ۱ و ۲ ایسے ارادے کے متعلق ہیں جو کبھی پورا نہ ہُوا ہو۔ جب وہ تروآس میں پہنچا تو (۲: ۱۲-۱۳) اُس کے گذشتہ خط کے امکانی اثر کے باعث وہ اتنا پریشان ہُوا کہ وہ سیدھا مکدنیہ چلا گیا جہاں وہ ططس سے ملا جس نے اُسے اُس کے پہلے خط کے عُمدہ نتیجہ کی خوشخبری دی (۷: ۵-۱۶)۔ مکدُنیہ کی بہت سی کلیسیاؤں کو دیکھنے کے بعد (۸: ۱ و ۹: ۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلپّی میں اُسے تیمتھیُس آ کر ملا (۱: ۱)، جہاں غالباً یہ خط لکھا گیا تھا۔

اِس کے کچھ عرصہ بعد وہ کرنتھس کو روانہ ہُوا (اعمال ۲۰: ۲ و ۳ بمقابلہ ۲-کرنتھیوں ۹: ۴؛ ۱۰: ۲ و ۱۱؛ ۱۲: ۱۴ و ۲۰ و ۲۱؛ ۱۳: ۱ و ۲)۔ اس وقت اُس نے رومیوں کو خط تحریر کیا (بمقابلہ رومیوں ۱۶: ۱ و ۲ و ۲۱ و ۲۳)۔

تجزیہ

۱: ۱ — ۱۱	سلام و دُعا اور شکرگزاری۔
۱: ۱۲ — ۲: ۱۱	کرنتھس جانے میں تاخیر کی وجہ اور مُجرم کو مُعاف کرنا۔
۲: ۱۲ — ۴: ۶	نئے عہد کے خادم ہونے میں اپنی ایمانداری کا اعلان۔
۴: ۷ — ۶: ۱۰	بدن کی کمزوری اور بے ثباتی۔ دُکھ اُٹھانے کے لئے پولُس کا اجر۔
۶: ۱۱ — ۷: ۱۶	اُس کے خط کا جواب پانے میں اُس کی تسلی اور بدی سے علیحدہ ہونے کے لئے اس کی التماس (بمقابلہ ۱-کرنتھیوں ۱۰: ۱۴-۲۲)۔
۸ — ۹ ابواب	مکدُنیہ کے نمونہ کے مُطابق یروشلیم کے لئے چندے جمع کرنے کے لئے اُس کی درخواست۔
۱۰: ۱ — ۱۲: ۱۳	اُس کا اختیار جسمانی قابلیت کے باعث نہیں بلکہ اُن کے لئے محبت اور مسیح کے نام پر دُکھ اُٹھانے پر مبنی ہے۔
۱۲: ۱۴ — باب ۱۳	محبت کا آخری اعلان، برگشتگی اور انحراف سے آگاہی اور الوداع۔

مضامین

۲-کرنتھیوں کا خط دیگر خطوط کی نسبت مُصنّف کے دل کی تصویر کو زیادہ صفائی اور تفصیل سے پیش کرتا ہے۔ ہم اِس خط میں پولُس کے ساتھ مِل کر تسلی محسوس کرتے ہیں کیونکہ اس کے خط کا نتیجہ بہت عُمدہ ہُوا جس میں اُس نے کرنتھی لوگوں کو خُوب تنبیہ اور ملامت کی تھی (۲: ۳-۴؛ ۷: ۴-۱۶ بمقابلہ ۱-کرنتھیوں ۵: ۱-۸)۔ ہمیں کلیسیا کے لئے اس کی محبت کی گہرائی کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے (۱: ۶ و ۱۵-۲: ۴؛ ۴: ۱۵؛ ۵: ۱۳؛ ۶: ۱۱-۱۳؛ ۷: ۲-۴؛ ۱۱: ۱ و ۲ و ۷-۱۱؛ ۱۲: ۱۱-۲۰؛ ۱۳: ۹ و ۱۰)۔ وہ پہلے کی طرح پھر اُن پر بھروسہ کرتا ہے (۱: ۷ و ۱۴ و ۱۵؛ ۲: ۳؛ ۳: ۲-

۴؛ ۷: ۴ و ۱۶؛ ۸: ۴؛ ۲۲؛ ۹: ۲-۴)۔ تو بھی کرنتھس میں برگشتگی اور تفرقہ کی لہر میں بہہ جانے کے خطرات ابھی تک باقی تھے (۱۱: ۳؛ ۱۲: ۲۰ و ۲۱؛ ۱۳: ۵-۷ و ۱۱)۔ بعض شرکا رسُول کے اختیار کے خلاف تھے۔ وہ اُس پر تلوّن مزاجی (۱: ۱۷-۲۰) اور یروشلیم کے لئے جمع شدہ چندے کے ناجائز استعمال کا الزام لگاتے تھے (۸: ۲۰ و ۲۱؛ ۱۱: ۸-۱۲؛ ۱۲: ۱۳-۱۸ بمقابلہ ۱-کرنتھیوں ۹: ۱-۱۷)۔ اُنہوں نے اُس کی جسمانی کمزوری کا بھی مذاق اُڑایا اور اپنا مطلب پُورا کیا (۱۰: ۱-۳ و ۱۰؛ ۱۱: ۶ و ۲۹ و ۳۰؛ ۱۲: ۵-۱۰؛ ۱۳: ۳ و ۴)۔ یہ لوگ اپنی نیک نامی جتاتے تھے (۳: ۱؛ ۵: ۱۲؛ ۱۰: ۱۲ و ۱۷ اور ۱۸) اور کچھ ظاہری رسُوم پر زور دیتے تھے (۵: ۱۲؛ ۱۰: ۷؛ ۱۱: ۱۸)۔ وہ انجیل کی خوشخبری میں آمیزش کرتے تھے (۲: ۱۷؛ ۱۱: ۴) اور کلیسیا کو پھر سے غلامی میں لانے کے لئے کوشاں تھے۔ اِن کی خصُوصیات گلتیہ میں یہُودی رسم و رواج کی تقلید کرنے والوں سے مشابہت رکھتی تھیں (گلتیوں ۱: ۶-۹؛ ۴: ۱-۵؛ ۵: ۱؛ ۶: ۱۳)۔ اِس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کرنتھس کی کلیسیا کا وہ فرقہ جو "مسیح کا" ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وہ شاید ایسا گروہ تھا جس نے یسُوع کو صرف "یہُودیوں کے مسیح" کے طور پر قبُول کیا تھا اِس لئے وہ شریعت کی پابندی لازمی سمجھتے تھے (۱-کرنتھیوں ۱: ۱۲ و ۱۳ بمقابلہ ۲-کرنتھیوں ۳: ۱-۱۸؛ ۱۰: ۷؛ ۱۱: ۱۳-۱۵ و ۲۲ و ۲۳)۔ اِس گروہ کے خلاف پولُس اپنے رسُول ہونے کے اختیار کو جتا کر اُنہیں سخت ملامت کرتا ہے لیکن اُس کے ساتھ ساتھ وہ اُن کے ساتھ اپنی گہری محبت دِکھا کر اپنی رُوحانی قیادت کا اظہار بھی کرتا ہے (۱: ۱۲-۱۴ و ۲۳ و ۲۴؛ ۳: ۱-۳ و ۶ و ۱۲؛ ۴: ۱-۶؛ ۵: ۱۱-۱۳ و ۲۰-۶: ۱۰؛ ۷: ۲-۴؛ ۸: ۸-۱۰ و ۲۳؛ ۱۰: ۱-۸؛ ۱۱: ۵ و ۱۶-۱۲: ۱۳؛ ۱۳: ۱۰)۔ وہ اِس سلسلہ میں کامیاب نظر آتا ہے، کیونکہ چالیس برس بعد روم کا کلیمنٹ کرنتھس کی کلیسیا کے علم کی صحت اور تفرقے سے الگ ہونے اور اِس کی خواتین کی بے الزام زندگیوں کا ذکر کرتا ہے۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ مسیح کی مَوت کے تمام حوالوں کا مطالعہ کیجئے اور اُن سے پولُس کی کفارہ کی تعلیم اخذ کیجئے، (خاص کر ۵: ۱۴-۲۱ دیکھئے)۔

۲۔ پولُس کی اپنی جسمانی کمزوری اور دُکھ کے حوالوں کے بارے میں خُدا کے مقصد کا خاکہ تیار کیجئے (بمقابلہ ۱: ۳-۱۱؛ ۳: ۴ و ۵؛ ۴: ۵-۵: ۱۰؛ ۶:

۱۰ز ۷: ۵ ر ۶ ز ۱۱: ۱۶–۱۲: ۱۰ ز ۱۳: ۳–۱۰)۔

۳۔ مسیحی مختاری کے بارے میں ابواب ۸ اور ۹ (بمقابلہ ۱۔کرنتھیوں باب ۱۶) میں کون کون سے اسباق موجود ہیں؟

۴۔ ایماندار کا اُن مسیحی رفقاء سے جو تعلیم یا عمل میں راہِ راست سے بھٹک گئے ہوں، کیا برتاؤ ہونا چاہیے؟

گلتیوں

مصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

پولُس رسُول اِس خط کا مصنّف ہے۔ کسی عالم نے بھی اِس حقیقت کے خلاف شک کا اظہار نہیں کیا۔ بائبل کی اکثر کتابوں کو ٹکڑوں یا حصوں میں تقسیم کیا کرتے ہیں لیکن یہ خط ہمیشہ ایسے سلوک سے مستثنےٰ رہا ہے۔ مصنّف کے بارے میں اتفاق رائے اور اس خط کی یکسانیت خارجی شہادت کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ ابتدائی کلیسیا کے مصنّفین نے اس کا بہت کم اقتباس کیا ہے۔ یہ خط پولُس رسُول کے ذاتی احساسات اور جذبات سے اتنا بھرپور ہے کہ یہ کسی اور کی تصنیف و تالیف نہیں ہو سکتا۔ نیز جس سوال پر اس میں بحث کی گئی ہے، وہ کلیسیائی تواریخ کے ابتدائی مدارج سے متعلق تھا۔

یہ خط گلتیہ کی کلیسیاؤں سے خطاب کرتا ہے، اور پڑھنے والوں کو "گلتیو" کہا گیا ہے۔ پہلی صدی عیسوی میں لفظ "گلتیہ" کے دو معنی تھے۔ جغرافیہ کی رُو سے گلتیہ وسطی ایشیائے کوچک کا ایک علاقہ تھا (موجودہ انقرا کے گرد و نواح میں) جو تیسری صدی قبل از مسیح میں گال[1] قبیلوں سے آباد تھا، جو وسط یورپ سے اُٹھ کر حملہ آور ہوئے تھے۔ سنہ ۲۵ ق۔م میں اہلِ روم نے گلتیہ کی سلطنت کو اپنی سلطنت سے ملحق کر لیا اور اُسے ایک صوبہ قرار دیا۔ اِس نئے صوبہ میں گلتیہ کے علاقے کے علاوہ جنوب کے ایسے وسیع حصے بھی شامل تھے جن میں گال کبھی بھی آکر آباد نہ ہوئے تھے۔ جنوبی علاقہ میں پسدیہ کا انطاکیہ، اکنیم اور لُسترہ بڑے بڑے شہر تھے۔ سو جس سوال پر غور کرنے کی

1 Gallic

ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آیا پولُس نے خاص گلتیہ کی کلیسیاؤں کو خط لکھا یا اُن کلیسیاؤں کو جو جنوبی حصے میں قائم ہو چکی تھیں۔

اعمال کی کتاب سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ۴۷ء میں پولُس اپنے پہلے بشارتی سفر کے دوران جنوبی گلتیہ کو گیا تھا (اعمال باب ۱۳)۔ اعمال ۱۶: ۶ میں یونانی گرامر اور لُوقا کی جغرافیائی اصطلاح کی ترجیح کے لحاظ سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ گلتیہ سے اُس کی مراد شمالی گلتیہ ہے۔ پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پولُس نے اپنے تیسرے بشارتی سفر کے دوران قریباً اُسی وقت اِس علاقہ کی کلیسیاؤں کو یہ خط لکھا جب رُوم کے لوگوں کو رُومیوں کا خط تحریر کیا تھا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو یہ خط اعمال باب ۱۵ کی مجلس کے بعد کا ہوگا۔ اِس سن تصنیف کے خلاف یہ اعتراض ہے کہ مذکورہ بالا مجلس میں ختنہ کے سوال کا فیصلہ ہو گیا تھا، جس کے بارے میں گلتیہ کی کلیسیائیں پریشان تھیں۔ لیکن اِس خط میں پولُس نے اِس مجلس کے فیصلہ جات اور احکام کا کوئی ذکر نہیں کیا، حالانکہ اُن سے اُس کے خیال کو تقویت ملتی تھی۔ اُس نے خود کونسل کے فیصلہ جات اُن لوگوں کو پہنچائے تھے جن کو وہ اِس وقت لکھ رہا تھا اور اِن فیصلہ جات کو یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے چُکا دیا تھا (اعمال ۱۶: ۴)۔ اِس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ خط ان احکام اور فرامین کی اشاعت سے پہلے تحریر کیا گیا تھا اور اگر یہ درست ہے تو یہ خط جنوبی گلتیہ کو لکھا گیا ہوگا، کیونکہ رسُولوں کے اعمال میں کونسل کے انعقاد تک کسی شمالی علاقے کے سفر کا کوئی ذکر پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا اِس خط کو پانے والی وہ کلیسیائیں ہونگی جو پولُس نے اپنے پہلے بشارتی سفر میں قائم کی تھیں۔ اِس خیال کی روشنی میں گلتیوں کے نام پولُس رسُول کا خط اس کا سب سے پہلا خط تھا (دیکھئے صفحات ۴۵۸–۴۶۵)۔

اِس زبردست خط کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ بعض یہُودی مائل مسیحیوں نے فضل کی خوشخبری پر حملہ کیا تھا جو پولُس نے گلتیہ کی کلیسیاؤں کو پہنچائی تھی۔ اِن جھوٹے اُستادوں کی یہ تعلیم تھی کہ جس انجیل کی پولُس منادی کرتا ہے، وہ مسیحی زندگی میں صرف پہلا قدم ہے۔ نومرید مسیحیوں کے لئے پُوری برکت حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مُوسوی شریعت پر عمل کریں (۳: ۳)۔ اِن جھوٹے مسیحیوں کی دلائل میں کچھ حد تک ظاہری صحت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ یرُوشلیم کی کلیسیاؤں کی طرف اشارہ کرنے میں حق بجانب تھے، جہاں مسیحی بڑے جوش سے مُوسوی شریعت کی پیروی کرتے تھے (اعمال ۲۱: ۲۰)۔

وہ پولُس پر الزام لگاتے تھے کہ وہ بے اصُول ہے اور اُس کی تعلیم میں تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ خُود تو شریعت پر عمل پیرا ہے لیکن نو مُریدوں سے مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ بھی ایسا کریں۔ اُن کے حملے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ پولُس کے اختیار کو یہ کہہ کر کھوکھلا کریں کہ وہ مسیح کے بارہ رسُولوں کی بہ نسبت کوئی اَور خوشخبری پیش کرتا ہے۔ اور اُسے یہ حق حاصل نہیں، کیوں کہ اوّل الذکر ہر صُورت میں پولُس پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے منطق اور دلائل سے گلتی نو مریدوں کی اکثریت قائل ہو گئی ہو گی اور مخالفین نے اپنا مقصد پا لیا ہو گا۔ یہ بڑا نازک موقع تھا کیونکہ اگر یہ وبا پھیل جاتی تو جو کچھ گلتیہ میں پیش آیا وہ پولُس کی کسی اور قائم کردہ کلیسیا میں بھی واقع ہو سکتا تھا۔ پس انسداد کے لیے فوراً یہ خط لکھا گیا۔

تجزیہ

۱ - ۲ ابواب	پولُس اپنی رسالت کو اپنے زندگی کے واقعات اور تجربے کی بنا پر درست ثابت کرتا ہے۔
۳:۱ - ۵:۱	پولُس یہ ثابت کرتا ہے کہ ایمان کو شریعت پر فوقیت حاصل ہے، لہٰذا اُس کی خوشخبری حقیقت پر مبنی ہے۔
۵:۲ - ۶:۱۰	خوشخبری کی تشریح اور عملی زندگی میں اس کا اطلاق۔
۶:۱۱ - ۱۸	خط کا شخصی رنگ میں خاتمہ۔

مضامین

پولُس رسُول یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خُداوند مسیح نے خوشخبری کی مُنادی کی خدمت اُس کے سپرد کی تھی، نہ کہ بارہ رسُولوں نے کیونکہ اُن سے میل جول رکھنے کا بہت کم موقع ملا تھا۔ اور پھر یہ کہ انطاکیہ اور یروشلیم میں اس کی اُن کے ساتھ جب بھی مُلاقات ہوئی تو اُنہوں نے اس کی خوشخبری کی صداقت کو تسلیم کیا۔ وہ اور پولُس اس خوشخبری پر مُتفق تھے کہ راستبازی مسیح کے وسیلہ سے ملتی ہے، نہ کہ شریعت سے اور اس کی تصدیق رُوح القُدس کے اِنعام سے ہوتی ہے (جو عین ایک حقیقی واقعہ ہے)۔ اور یہ خوشخبری کے باعث ہُوا نہ کہ شریعت کے سبب سے اور ابرہام کے ساتھ خُدا کے سلوک سے یہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ الٰہی وعدوں کی خوشخبری جو ایمان کے باعث دی گئی، شریعت سے مقدم اور برتر ہے۔

پولُس اپنے دعوے کو تشریحات، ذاتی اپیل اور مفصل دلائل سے واضح اور لائق حقیقت بنا دیتا ہے (۴:۲۱ - ۵:۱)۔ اُس کے دلائل یہودی طرزِ بیان کے تحت دئے گئے ہیں اور اُن لوگوں کی قلعی کھولتے ہیں "جو شریعت کے ماتحت ہونا چاہتے ہیں"۔ یہ دلیل قطعی اور فیصلہ کُن ہے "کتابِ مُقدس کیا کہتی ہے؟ یہ کہ لونڈی اور اُس کے بیٹے کو نکال دے"۔ اس لئے وہ جو شریعت کے حامی ہیں غلط ثابت کئے گئے۔ خوشخبری کا اعلان ہے کہ ایمان وہ ہے جو محبت کے ذریعے کام کرتا ہے۔ تمام شریعت ایک لفظ میں پُوری ہو جاتی ہے کہ تُو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند "محبت" رکھ۔ پس جہاں تک موقع ملے سب کے ساتھ نیکی کریں خاص کر اہلِ ایمان کے ساتھ۔

"انسان خُدا کے حضور کیسے راستباز ٹھہرے؟" یہ قدیم مسئلہ پولُس اور اُس کے ہمعصروں کے لئے اہم تھا۔ رسُول نے تسلیم کیا کہ اگر ایک انسان خُدا کے احکام پر پُورے طور سے عمل کرے تو وہ خُدا کی نظر میں راستباز ہو گا (۳:۱۲ و ۲۱)۔ لیکن وہ اپنی زندگی کے تجربہ اور کتابِ مُقدس کی تعلیم سے جانتا تھا کہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا (۲:۱۶) کیونکہ جس نے ساری شریعت پر عمل کیا اور ایک ہی بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصُوروار ٹھہرا (بمقابلہ یعقوب ۲:۱۰)۔ لیکن انجیل کی خوشخبری کے ذریعے پولُس نے یہ سیکھا کہ انسان صرف مسیح یسُوع پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے (۲:۱۶؛ اعمال ۱۳:۳۹)، نہ اپنی اُس راستبازی کے ذریعے سے جو شریعت کی طرف سے ہے، بلکہ اس راستبازی کے ذریعے سے جو مسیح پر ایمان لانے کے سبب سے ہے اور خُدا کی طرف سے ایمان پر ملتی ہے (فلپیوں ۳:۹)۔ مسیح کے ساتھ ایمان کے وسیلے سے ایک ہونے سے انسان مسیح کی راستبازی میں شریک ہو جاتا ہے اور رُوح القُدس کے وعدے کو میراث میں پا لیتا ہے۔

اس خط کی اصلی قدر و قیمت اس بات میں ہے کہ اس میں مسیحیت کی اصلیت کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ شریعت کی لفظی پیروی اور رُوح القُدس کی پیروی کے درمیان بھاری فرق کو نمایاں کر دیتا ہے۔ چُونکہ شریعت پرستی نئی پیدائش کا مطالبہ نہیں کرتی اس لئے وہ نفسانی آدمی کے لئے دلکش اور خُوب ہے۔ لیکن اسے حقیقی مسیحی ایمان سے گہری دشمنی ہے۔ برعکس اس کے پولُس اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ نئی پیدائش مسیحیت کی بُنیاد ہے (۶:۱۵) اور دل کی اس تبدیلی کا عملی اظہار محبت ہے (۵:۶)۔ پھر اس نئی زندگی میں داخل ہو کر اس کا لطف شریعت میں دئے ہوئے

کاموں کے وسیلے سے نہیں بلکہ اپنا پورا ایمان زندہ مسیح پر رکھنے سے ہوتا ہے، جس نے اُس سے محبت رکھی اور اپنے آپ کو اُس کے لئے موت کے حوالہ کر دیا (۲: ۲۰)۔ چاہئے کہ مسیحی کلیسیا اِس خط سے متواتر وہ فیصلہ کن سبق سیکھتی رہے، جو مارٹن لوتھر نے اپنے لئے دریافت کیا تھا کہ "راستباز ایمان سے جیتا رہے گا" (۳: ۱۱)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ اِس خط میں پولُس اپنے اور اپنی گذشتہ زندگی کے بارے میں کیا لکھتا ہے؟ اِن تفصیلات کے بیان کرنے کی کیوں ضرورت ہوئی؟

۲۔ پولُس کس خوشخبری کی منادی کرتا ہے؟ اِس سے متعلق اِس خط کی گواہی کا خلاصہ بیان کیجئے۔

۳۔ پولُس یہاں کون سے دلائل پیش کر کے ثابت کرتا ہے کہ صرف مسیح پر ہی ایمان لانے سے نجات کی برکت حاصل ہوتی ہے نہ کہ شریعت کے اعمال سے؟

۴۔ اِس خط سے ہم مندرجہ ذیل باتوں کے بارے میں کیا سیکھتے ہیں؟

(۱) رُوح القُدس کے ملنے کا طریقہ۔

(۲) خدا کے اِس انعام کے نتائج۔

اِفسیوں

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

خارجی ثبوت سے اِس بات کی اچھی طرح تصدیق ہوتی ہے کہ یہ خط پولُس ہی نے تحریر کیا تھا۔ غالباً یہ وُہی خط ہے جس کا ابتدائی کلیسیا کے مصنفین نے سب سے زیادہ اقتباس کیا۔ مارسیئن فہرست اور موراٹوری فہرست اور اِرینیئس کی تصنیف میں اِس کا ذکر موجود ہے۔

حال ہی میں بعض عُلماء نے داخلی دلائل پیش کر کے کوشش کی کہ ثابت کریں کہ پولُس رسُول نے یہ خط تصنیف نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ ذاتی خیال ہیں جن سے ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اِن کے چند دلائل اُن بے شمار دلائل کی تردید نہیں کر سکتے جو پولُس رسُول کے

مُصنّف ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

اِس کے علاوہ کلسیوں اور افسیوں کی طرزِ تحریر کی مشابہت کے باعث بعضوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوُا کہ یہ ایک دُوسرے کی نقل ہیں، اور اُن میں سے ایک پولُس کی تحریر نہیں۔ لیکن وہ اس پر بھی متفق نہیں ہیں کہ اصلی خط کونسا ہے۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دونوں اصلی ہیں؛ اور ایک ہی وقت میں تصنیف ہوئے اور دونوں تخکُس کے ہاتھ بھیجے گئے (۶: ۲۱ و ۲۲؛ کلسیوں ۴: ۷-۹)۔

اِس کلیسیا کے لئے جس کے افراد کے درمیان پولُس دو سال سے زیادہ عرصہ تک رہا شخصی سلام و آداب کا فقدان اور بعض قدیم نسخوں میں ۱: ۱ میں "افسس میں" کے الفاظ کے نہ پائے جانے کے باعث بعضوں نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ خط افسس کی کلیسیا کے علاوہ آسیہ کے صوبہ کی دُوسری کلیسیاؤں کے لئے بھی لکھا گیا تھا۔ بعض نسخوں میں نام لکھنے کے لئے جگہ بھی چھوڑ دی گئی تھی۔ لائٹ فٹ کا خیال ہے کہ جس خط کا ذکر کلسیوں ۴: ۱۶ میں ("اُس خط کو جو لودیکیہ سے آئے تم بھی پڑھنا") کیا گیا ہے، جسے کلسیوں کو بھی پڑھنا تھا، شاید وہ اِسی خط کی ایک ایسی نقل ہوگی۔

افسس سمندر سے ایک اندرُونی قابلِ جہازرانی راستہ سے ملا ہوُا تھا۔ ارتمس کے مندر (اعمال ۱۹: ۲۷) اور تماشا گاہ (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۳۲) کے باعث مشہور تھا۔ یہ آسیہ کے صُوبہ کا دارالخلافہ اور رُومی حکومت کا مرکز تھا۔ یہ ایک گنجان آباد فارغ البال اور پُرعظمت شہر تھا۔ پولُس نے یہاں کلیسیا قائم کی تھی۔

غالباً یہ خط رُوم سے اُس زمانہ میں لکھا گیا تھا (۶۱ و ۶۲ء) جب وہ وہاں قید تھا اور جب کہ اِپفراس کلسیوں کی کلیسیا کی خبر لے کر آیا تھا۔ پولُس اپنے آپ کو "قیدی" کہتا ہے (۳: ۱ و ۴: ۱)۔ اور چونکہ رسُولوں کے اعمال کی کتاب کے خاتمہ پر ہم پولُس کو رُوم میں قیدی کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اِس لئے غالباً یہی وہ جگہ ہے جہاں افسیوں کو لکھتے وقت وہ قید تھا۔ وہ اِس قابل تھا کہ اپنے لئے کرایہ کا مکان لے اور وہاں آسے سکھانے اور منادی کرنے کی آزادی تھی (اعمال ۲۸: ۳۰؛ افسیوں ۶: ۱۹ و ۲۰ اور کلسیوں ۴: ۳ و ۴)۔ قیصر کے گھر والوں کے لئے مناسب ترین جگہ رُوم ہی ہو سکتی ہے (فلپیوں ۴: ۲۲)۔ ایک مفرور غلام اور خاص کر اگر وہ اپنے آقا کو لُوٹ کر بھاگا تھا رُوم جیسے شہر ہی میں اپنے چھپنے کا مقام بنا سکتا تھا (فلیمون آیت ۱۸)۔ جلد ہی رہا ہونے کی اُمید قیصریہ میں نہیں ہو سکتی تھی (فلپیوں ۲: ۲۳ و ۲۴؛ فلیمون آیت ۲۲) کیونکہ اس نے رُوم کو جانے کی اپیل

کی تھی۔ اِس لیے اِس خط کے قیصریہ سے لکھے جانے کا خیال دُرست معلوم نہیں ہوتا۔ اِس کے مضمون اور طرزِ تحریر سے ثابت ہے کہ پولُس کے خیالات ترقی کر رہے تھے جس سے عیاں ہے کہ اس کے پہلے خطوں اور اس کے اِس خط کی تصنیف کے درمیان کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ یہ الفاظ کہ "مَیں ایلچی ہُوں" (۶: ۲۰) شاید اس خیال کو ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ اس وقت دارالحکُومت میں مقیم تھا۔

تجزیہ

۱: ۱ اور ۲ سلام و دُعا۔

۱: ۳ - ۱۴ ستائش ۔ مسیح میں خُدا کا مقصد

۱: ۱۵ - ۳: ۲۱ ایک دُعا اور تعلیم ۔

۱: ۱۵ - ۲: ۱۰ ۔ مسیح کو مُردوں میں سے جِلانے اور ہمیں اس میں زندہ کرنے میں خُدا کی قدرت کا اظہار ہُوا۔

۲: ۱۱ - ۲۲ ۔ غیر قوم جو پہلے خارج تھے، اب مسیح میں یہودیوں کے ساتھ خُدا کے گھرانے کے ہو گئے۔

۳: ۱ - ۱۳ ۔ انجیل کی خوشخبری کا بھید اور اُس کی منادی میں پولُس کا حِصّہ۔

۳: ۱۴ - ۲۱ ۔ آخری دُعا اور ستائش ۔

۴: ۱ - ۶: ۲۰ پہلے بیان کردہ تعلیم کی بِنا پر پند و نصائح ۔

۴: ۱ - ۱۶ ۔ کلیسیا میں جو مسیح کا بدن ہے مختلف نعمتوں کی یگانگت ۔

۴: ۱۷ - ۲۴ ۔ پُرانی اور نئی انسانیت میں فرق ۔

۴: ۲۵ - ۵: ۵ ۔ نئی زندگی بسر کرنے کا طریقہ ۔

۵: ۶ - ۲۱ ۔ تاریکی اور روشنی میں فرق ۔

۵: ۲۲ - ۶: ۹ ۔ گھر اور خاندان میں مسیحی فرائض ۔

۶: ۱۰ - ۲۰ ۔ خُدا کے ہتھیار پہننے اور مسیح کے سپاہی بننے کے لئے بلاہٹ ۔

۶: ۲۱ - ۲۴ خاتمہ ۔

مضامین

اِس خط میں عہدِ جدید کے بعض بہُت ہی لطیف خیالات، پاکیزہ نصیحتیں، پُرمحبت تنبیہات اور گہرے عقائد پُرجوش اسلوبِ بیان میں تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ مسیح کی اور کلیسیا کی عظمت کے متعلق تعلیم سے بھرپُور ہے۔ پہلا حِصّہ (ابواب ۱-۳) طویل دُعا ہے جس میں تعلیم بھی پیش کی جاتی ہے۔ دُوسرا حِصّہ (ابواب ۴-۶) مسیحی طرزِ روِش اور زندگی کے بارے میں پند و نصائح پر مشتمل ہے۔

خُدا کی محبت کا ازلی مقصد مسیح کے وسیلہ سے تمام دُنیا کی مخلصی ہے۔ مسیح تمام مخلصی یافتہ مخلُوقات کا سر اور سردار ہے۔ مسیح کے ساتھ ایک ہونے سے ایمان لانے والوں پر رُوحُ القُدس کی مُہر لگادی جاتی ہے، جو آئندہ جلال کا بیعانہ ہے۔ مسیح میں غیر قوم جو پہلے دُور تھے نزدیک ہو گئے۔ یہ بڑی سچائی پولُس کو سونپی گئی۔ اُس کو خاص طور پر یہ خدمت دی گئی کہ وہ غیر قوموں کے سامنے اس "بھید" کی منادی کرے۔ اِس لئے غیر قوم ہمیشہ اس کے دِل میں بستے ہیں اور اُس کی دُعا اُن کے لئے ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں بلکہ مسیح میں خُدا کے لئے تمام جلال کا خواہاں ہے۔

مسیح میں شریک ہونے اور مُقدّسین کے ساتھ رفاقت رکھنے کے شرف کا مظاہرہ زندگی، بلکہ عملی زندگی میں ہونا لازمی ہے۔ اُنہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ایک خُداوند، ایک ایمان، ایک بپتسمہ اور ایک خُدا اور باپ میں شریک ہیں جو اُن سب کے اُوپر حکمران ہے اور اُن کے ذریعہ سے کام کرتا ہے اور اُن میں بستا ہے۔ ہر ایک مسیحی کو تمام بدن کی بہتری کے لئے خاص خاص نعمتیں عطا ہُوئی ہیں۔ پہلے خطُوط سے ظاہر ہے کہ پولُس رسُول مختلف کلیسیاؤں کو جو ایک دُوسری سے الگ، بالکل آزاد اور خود مختار تھیں اُن کی مقامی ضرُورت کے تحت لکھتا ہے لیکن یہ خط وہ عالمگیر کلیسیا کے پیشِ نظر تحریر کرتا ہے جو اندیکھی، رُوحانی اور سب کو مسیحی شراکت میں ایک بنانے والی ہے اور جس میں ماضی، حال اور مستقبل کے ایماندار شریک ہیں۔ کلیسیا ایسا بدن ہے جس کا سر مسیح ہے۔ وہ مسیح کی دُلہن ہے جو اُس کی خاص محبت کا مرکز ہے، اور اُس کے بغیر وہ نامکمل ہے۔

اِس خط کے عملی حِصّہ میں پولُس غیر قوموں کی پُرانی انسانیت کی مذمت کرتا ہے، اور بتاتا ہے کہ نئی انسانیت پہننا چاہئے جس سے مسیح کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اُن کو نُور میں چلنا اور اس طرح اس تھوڑی سی زندگی کو عقلمندی، سنجیدگی، شکرگزاری

اور حلیمی سے بسر کرنی چاہئے۔ خاندانی تعلقات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ غلام کو اس طرح خدمت کرنا چاہئے گویا مسیح کی خدمت کر رہا ہے اور آقا کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا بھی کوئی مالک ہے (۴: ۱۷ - ۶: ۹)۔

چونکہ یہ رُوحانی جنگ ہے اِس لئے اُنہیں اِس جنگ کے لئے "خُدا کے سب ہتھیار" کی ضرورت ہے۔ اُنہیں لگاتار دُعا میں مشغول رہنا چاہئے، اور یہ خاص کر پولس کے لئے۔ تخکس اُن کو اس کے سب حالات سے آگاہ کر دے گا تاکہ اُن کے دلوں کو تسلی ہو۔ آخر میں ایک الوداعی برکت دی گئی ہے۔ "جو ہمارے خُداوند یسوع مسیح سے لازوال محبت رکھتے ہیں اُن سب پر فضل ہوتا رہے۔"

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ خُدا نے "ہم کو مسیح میں ۔۔۔ ہر طرح کی رُوحانی برکت بخشی" ہے (۱: ۳)۔ یہ خط کس طرح اِس کی سچائی کو ثابت کرتا ہے؟ اِن برکتوں کی فہرست بنایئے۔
۲۔ یہ خط ہمارے تثلیث کے عقیدہ کی کس طرح حمایت کرتا ہے؟
۳۔ خُدا کا ازلی مقصد مسیح میں ظاہر ہُوا۔ کس طرح یہ خط اُس کی تصدیق کرتا ہے؟
۴۔ مسیحی بین الاقوامی اخوت اور صلح کو قائم کرنے میں کیسے مدد کر سکتا ہے؟
۵۔ کلیسیا کے آغاز، قائم ہونے کے طریقے، اُس میں شریک ہونے، بلاوے اور آخری انجام کے بارے میں مطالعہ کیجئے۔

فلپیوں

مصنف، سنِ تصنیف اور حالات

اِس خط کے اصلی ہونے پر کوئی شُبہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشک اِس کا مُصنف پولس ہے۔ اس کے لہجہ سے خلوص اور سنجیدگی کی انتہا ٹپک رہی ہے، اور اس کے مضامین کسی جعل ساز کے مقصد کو پُورا نہیں کرتے۔ خارجی شہادت بھی اچھی اور کافی ہے۔ رُوم کا کلیمنٹ (سنہ ۹۰ء) اِس خط کو اچھی طرح جانتا تھا اور اگنیشیس نے اِس کا اقتباس کیا ہے (سنہ ۱۱۰ء)۔ چونکہ ۳: ۲ سے اِس خط کے لہجہ میں یکایک تبدیلی آجاتی ہے اِس

لئے بعض کا خیال ہے کہ شاید یہ حصّہ پولس کے کسی اور خط کا ٹکڑا ہے۔ لیکن کہاں ختم ہوتا ہے، اِس کے لئے اُن کے پاس کچھ جواب نہیں اور کوئی متفقہ رائے قائم نہیں کر سکتا اِس لئے یہ عین عقلمندی ہے کہ تمام خط کو جیسا وہ ہے ویسا ہی تصور کیا جائے۔ ایک نیا آغاز اور یکایک سختی کا لہجہ جو ۳: ۲ میں پایا جاتا ہے، اس کی شاید وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اچانک کسی یہودی مخالفت کی یاد نے پولس رسول کے خیالات میں ایک جوش پیدا کر دیا ہوگا۔

فلپی مشرقی مکدنیہ میں سمندر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر اگنیشی راستے کے بالمقابل جو رُوم کو جاتے ہوئے بحیرۂ باسفورس[1] سے ایڈریاٹک[2] تک ہے، واقع ہے، اوگوستس نے اپنی فتح کی یاد میں جو اُسے نزدیک کے علاقے میں حاصل ہوئی تھی، یہ رُومی بستی قرار دے دی، اور اُس کی فوج کے بہت سے جنگ آزمودہ سپاہی اس میں آباد ہوئے۔ وہ رُوم سے تعلقات رکھنے کے باعث بہت فخر کرتے تھے۔ اِس خیال کے نشانات اعمال ۱۶: ۲۱ اور فلپیوں ۳: ۲۰ میں دیکھے جاتے ہیں۔ فلپی میں پولس رسول کی پہلی آمد اُس رویا کا نتیجہ تھی، جو اُس نے ترواس میں دیکھی۔ اُس کے نو مُریدوں میں تھواتیرہ کی لدیہ اور قیدخانہ کا داروغہ تھے (اعمال ۱۶: ۹ - ۴۰)۔ اِس کے بعد وہ کئی مرتبہ فلپی میں آیا (اعمال ۲۰: ۱ و ۶؛ فلپیوں ۲: ۲۴؛ ۱-تیمتھیس ۱: ۳) اور فلپی کی کلیسیا کے لئے ہمیشہ اُس کے دل میں محبت رہی۔

یہ خط قیدخانہ سے لکھا گیا (فلپی ۱: ۷)۔ اعمال کی کتاب سے ہمیں معلوم ہے کہ ایک رات فلپی کے قیدخانہ میں رہنے کے علاوہ پولس رسول قیصریہ اور رُوم میں قید رہا۔ رُوم کا کلیمنٹ کہتا ہے کہ پولس کئی مرتبہ قید ہُوا اور پولس خود قریباً ۵۵ء میں کرنتھیوں کو خط لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ "میں قید میں زیادہ ... رہا ہوں" (۲-کرنتھیوں ۱۱: ۲۳)۔ لیکن لُوقا نے اِس سے پہلے صرف ایک قید کا ذکر کیا اور وہ فلپی میں تھی۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ پولس اعمال کی کتاب کے بیان کی نسبت زیادہ دفعہ قید ہُوا۔ اور حال ہی میں بعض عُلما نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ایک دفعہ وہ افسس میں اپنے دو یا تین سال کے قیام میں بھی قید ہُوا۔ اِس بات سے متعلقہ

1 Bosphorus 2 Adriatic

حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۳۰-۳۲ و ۲-کرنتھیوں ۱: ۸ و ۹ و ۶: ۹ و اعمال ۲۰: ۱۹۔ اُن کی تائید بعض خارجی شہادتوں سے ہوتی ہے۔

پھر یہ خط کہاں تحریر ہُوا؟ قیصریہ میں نہیں کیونکہ اس خط کے لکھتے وقت پولُس کو جلد رہا ہونے کی اُمید تھی (فلپیوں ۲: ۲۴)۔ لیکن قیصریہ میں رہا ہونے کی کوئی امید نہیں تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُسے رُوم کو جانا ضرور ہے۔ پولُس اور اہلِ فلپی کے درمیان اکثر آمدورفت اور باہمی مراسم سے جس کا حوالہ اس خط میں دیا گیا ہے (۲: ۱۹ و ۲۵ و ۴: ۱۰-۱۸) بعض کا خیال ہے کہ یہ خط افسس سے لکھا گیا تھا کیونکہ رُوم کی نسبت یہ فلپی کے زیادہ نزدیک تھا۔ برعکس اس کے رُومی عروج کے زمانہ میں تمام سلطنت میں سفر کرنا آسان اور خطرہ سے خالی تھا۔ آمدورفت کے ذرائع آسان اور قابلِ اعتماد تھے۔ سو یہ بات ہر طرح سے ممکن، زیادہ قدرتی اور قابلِ قبول ہے کہ روایتی نظریہ کو قبول کیا جائے کہ پولُس نے یہ خط رُوم سے لکھا۔ خاص کر "قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن" (۱: ۱۳) اور "قیصر کے گھر والے" (۴: ۲۲) کے حوالوں سے کسی اور جگہ کی نسبت رُوم ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

تجزیہ

۱: ۱ و ۲ سلام و آداب۔

۱: ۳-۱۱ فلپیوں کے لئے شکرگزاری اور دُعا۔

۱: ۱۲-۲۶ پولُس کے حالات کا بیان۔

۱: ۲۷-۲: ۱۶ عملی پند و نصائح کہ مسیح کے نمونہ پر چل کر اپنے بلاوے کے لائق زندگی بسر کریں اور فروتنی سے یک دِل رہیں۔

۲: ۱۷-۳۰ پولُس اور تیمتھیس کو فلپی جانے کی اُمید۔

۳: ۱ خداوند میں خوش رہنے کی نصیحت۔

۳: ۲-۴: ۱ رُوحانی ترقی کے دشمنوں سے خبردار رہنے کی ہدایت۔ پولُس کی زندگی کے مقصد کا اعلان۔ خداوند میں قائم رہنے کے لئے نصیحت۔

۴: ۲-۹ یک دلی۔ خوشی اور دُعا کے بارے میں مزید پند و نصائح۔

۴: ۱۰-۲۰ فلپیوں کی بھیجی ہُوئی چیزوں کے لئے شکرگزاری

۴: ۲۱-۲۳ الوداع۔

مضامین

پولُس نے اِپفردِتُس کو واپس فلپی بھیجنے کا قصد کیا (۲: ۲۵-۳۰) اور اُس نے یہ خط لکھا کہ وہ اُسے فلپیوں کو پہنچا دے تاکہ (ا) اُن کے تحفہ کے لئے شکریہ ادا کرے (۴: ۱۰-۱۹)۔ (ب) اپنے بارے میں اُنہیں آگاہ کرے (۱: ۱۲-۲۶؛ ۲: ۱۷-۲۴)۔ (ج) اُن کو حوصلہ دلائے تاکہ وہ مسیح میں مسلسل خوشی اور دلی تسلی پائیں (۲: ۱۴، ۱۸ و ۲۸ و ۳: ۱ و ۴: ۴-۷)۔ (د) اُن کو یک دلی کی نصیحت کرے تاکہ وہ دھڑا بازی اور ظاہری عزت کا پیچھا چھوڑ دیں اور فروتنی اور خوشی اور خود انکاری کی خدمت اختیار کریں (۱: ۲۷-۳۰؛ ۲: ۱-۵ و ۴: ۲ و ۳)۔ (ہ) اُن کو بہت سے رُوحانی دشمنوں سے آگاہ کرے جو اپنی راستبازی اور جسم کے کاموں پر بھروسہ کرتے اور جسم کی خواہش پُوری کرتے ہیں (۳: ۲-۲۱)۔

یہ خط پولُس کے تمام خطوط میں سے زیادہ محبت اور مسرت کے جذبات سے معمور اور بھرپور ہے۔ یہ اس رسُول کی خوشی اور ناقابلِ تسخیر ایمان کی امتیازی خوشی کی بڑی واضح تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ اُس خوشی، اطمینان اور اُمید کو اہمیت دیتا ہے جو ہر مسیحی کو ہر حالت میں حاصل ہونی چاہئے۔ اس کا نمایاں پیغام مسیحیوں کے درمیان یک جہتی ہے، ایک ایسی یک جہتی جو فروتنی اور محبت اور مسیح کے نمونہ پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے۔

یہاں پولُس اپنے اصلی رنگ میں نظر آتا ہے۔ دُوسرے مسیحی خادموں کے ذکر میں حسد کا ذرہ بھی نظر نہیں آتا۔ موت کے رُوبرُو بھی وہ خوف کا نہیں بلکہ خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ جب وہ اپنی زندگی کی نظرِثانی کرتا ہے تو دستِ تاسف نہیں مَلتا۔ وہ اُن منافعوں کو یاد کرتا ہے جو انسان کی نظر میں اتنے عزیز ہوتے ہیں جنہیں اُس نے مسیح کو حاصل کرنے کی خاطر چھوڑ دیا تھا۔ اُسے کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ فلپیوں کی کشادہ دلی اور سخاوت کا شکریہ ادا کرنے میں ہمیں اُن محبت کے احساسات کی ایک جھلک نظر آتی ہے جو پولُس اور اُس کے فلپی دوستوں میں تھی۔ اگرچہ وہ اُن کے تحفہ کی شکرگزاری کرتا ہے تو بھی تمام چیزوں کے لئے مسیح پر بھروسہ رکھنے پر زور دیتا ہے۔

اِس خط میں دو ایسے مقام ہیں جو مسیحی تعلیم کی رُو سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اِن دونوں کا ذکر اچانک ہی آیا ہے۔ یہ عملی موضوع کی تفصیل کے ضمن میں آئے ہیں۔ ۲: ۵-۱۱ میں فروتنی کی نصیحت کے ایک حصّے کے طور پر پولُس مسیح کے ازل سے موجود ہونے، اُس کی کامل الُوہیت، اُس کے تجسّم اور موت کی ذِلّت اور آخر میں اُس کے جلال کو پہنچنے کا ذکر کرتا ہے۔ ۳: ۲-۷، ۱۴ میں اُس اطمینان کو بیان کرتے ہوئے جو اُس نے مسیح میں حاصل کیا، پولُس صاف صاف کہتا ہے کہ نجات نیک اعمال سے راستباز ٹھہرائے جانے سے نہیں بلکہ خُدا کی بخشش ہے جو اُن کو دی جاتی ہے جو ایمان کے وسیلے سے مسیح میں پائے جاتے ہیں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ مندرجہ ذیل مضامین پر اس خط کی تعلیمات کو اکٹھا کیجیے۔ (ا) دُعا، (ب) خُوشی، (ج) یک دلی۔

۲۔ مسیحی کا نصب العین کیا ہونا چاہیے؟ نیز ایک فہرست ان چیزوں کی بنایئے جن سے مسیحی جماعت کے رُکن ہونے کی حیثیت سے (ا) آپ کو کنارہ کرنا چاہیے، (ب) جن کے طالب ہونا چاہیے۔

۳۔ تفصیلاً بیان کیجیے کہ مسیح کے ساتھ ایماندار کے رشتہ کا اثر (ا) اُس کی شخصی زندگی، (ب) حالات کے متعلق اُس کے ردِّ عمل، (ج) دوسروں کے ساتھ اُس کے تعلقات پر کس طرح ہونا چاہیے۔

۴۔ تیمتھیُس اور اِپفرُدِتُس کے چال چلن میں کونسی مسیحی خوبیوں کا نمونہ ملتا ہے؟

کُلسّیوں

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

جدید عُلماء زیادہ سے زیادہ اِس روایت کی تصدیق کرتے ہیں کہ پولُس رسُول ہی اِس کا مُصنّف ہے۔ اِس کی تائید قدیم مسیحی مُصنّفین بھی کرتے ہیں جن میں آرینیَس، اسکندریہ کا کلیمنٹ اور ٹرٹولین بھی شامل ہیں۔ یہ تقریباً یقینی امر ہے

کہ پولُس نے افسیوں اور کُلسّیوں کے خطوط ایک ہی وقت تحریر کئے تھے۔ اِس حقیقت کو ذہن نشین کرنے سے اِن خطوط کی مشابہت کی وجہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

فلیمون کے خط کی صحت میں کسی شک و شُبہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ کُلسّیوں کا خط بھی صحیح اور درُست ہے، خاص کر اِس لئے کہ دونوں خطوط میں انیسمُس کا ذکر ہے (کُلسّیوں ۴: ۹؛ فلیمون آیت ۱۶)۔ اِس سے پہلے انیسمُس کا کُلسّے کی کلیسیا سے کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ اُس وقت پولُس کے وسیلے سے اس نے مسیح کو قبول نہیں کیا تھا۔ اور اگر پولُس رسُول نے یہ دونوں خطوط ایک ہی وقت قلمبند نہ کئے ہوتے یعنی جب انیسمُس واپس کُلسّے کو جا رہا تھا، تو یہ ذکر بے محل اور بے ربط ٹھہرتا۔

اِس خط کے الفاظ اور طرزِ تحریر قدرتی طور پر پولُس کے دیگر خطوط سے قدرے مُختلف ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں بالکل نئے مسائل پر بحث ہے۔ اِس خط میں نئے الفاظ اور محاورات جن کو وہ اَور خطوں میں استعمال نہیں کرتا، شاید اِس لئے استعمال کئے گئے کہ یہ عین وہی الفاظ ہیں جو اِپفراس نے کُلسّیوں کی تکلیف کو بیان کرتے ہوئے استعمال کئے تھے۔

کُلسّے، لودیکیہ اور ہیراپلس فروگیہ کے علاقہ میں دریائے لیکس کے کنارے شاہراہ پر افسس سے مشرق کی طرف تقریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع تھے۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر فروگیہ کے رہنے والے وہمی اور متعصب تھے۔ اُن میں کچھ یونانی سوداگر بھی تھے۔ اور یہ سب یونانیوں کی طرح تحقیق اور بحث کے شائق تھے (بمقابلہ اعمال ۱۷: ۲۱) لیکن وہاں یہودی اقلیت بھی تھی، جو دُوسرے باشندوں پر بہت اثر رکھتی تھی۔ پولُس نے اُن شہروں کو کبھی نہ دیکھا تھا (۲: ۱) لیکن غالباً انجیل کی خوشخبری اُن تک اِپفراس نے پہنچائی تھی (۴: ۱۲ و ۱۳) جو خود بھی ایک کُلسّی تھا۔ وہ اب رُوم جا کر پولُس سے ملا۔ اُسی نے اُسے دریائے لیکس کی وادی کی مسیحی کلیسیاؤں کی ترقی کی خبر دی لیکن ساتھ ساتھ تمام خطرات سے بھی آگاہ کر دیا۔

سو یہ نتیجہ کہ افسیوں، کُلسّیوں اور فلیمون کے خطوط پولُس نے ایک ہی قاصد کے ہاتھ روانہ کئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اِن کا سنِ تصنیف قریباً سنہ ۶۲ء تھا۔ اِپفراس نے پولُس سے ایک خاص قسم کی بدعت کا ذکر کیا جو کُلسّے میں ترقی کر رہی تھی جس کا

وُہ خُود مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھا۔ اِس لئے اس نے رسُول سے صلاح و مشورہ کیا۔ پَولُس نے کُلسّیوں کو خُود خط لکھنے کا تہیّہ کر لیا لیکن چُونکہ اِپفراس خُود بھی رُوم میں قید ہو گیا اِس لئے پَولُس کا خط کُلسّیوں کو تُخِکُس کے ہاتھ بھیجا گیا جس کے ساتھ ایک نَو عُمر مرید اپنے مالک سے مفرُور اُنیسمس بھی تھا جو کُلسّے کو اپنے آقا کے پاس جا رہا تھا (کُلسّیوں ۴: ۷-۹ و فلیمون آیت ۲۳)۔

تجزیہ

۱: ۱ و ۲	سلام و دُعا۔
۱: ۳-۱۴	کُلسّیوں کے لئے شکر گزاری اور دُعا۔
۱: ۱۵ — ۲: ۳	حقیقی حکمت جو مسیح ہی میں ہے۔ اس کی ذات۔ ان کا تجربہ رسُول کی خدمت۔
۲: ۴ - ۳: ۴	جھُوٹی حکمت کے خلاف ہدایات۔
۳: ۵ - ۴: ۶	عملی نصیحتیں۔
۴: ۷ — ۱۸	شخصی پیغامات۔ سلام وغیرہ

مضامین

پَولُس اپنی اور تیمُتھِیُس کی طرف سے کُلسّے کی کلیسیا کو تسلیمات عرض کرتا ہے۔ وُہ اُن کے مستحکم ایمان، اُمید اور محبت کی خبر سُن کر خُوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اِپفراس کی تعریف کی گئی ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو اُن کا ایک لائق ایلچی اور خادم ثابت کیا ہے۔ اِس خبر کی خُوشی نے پَولُس کو مجبُور کیا ہے کہ وُہ اُن کے لئے دُعا کرے تاکہ وہ خُدا کی پہچان اور مزید علم اور رُوحانی حکمت اور سمجھ کو حاصل کریں (۱: ۱-۱۲)۔

جھُوٹی تعلیم کا اثر زائل کرنے کے لئے پَولُس مسیح کے بارے میں سچائی کی صریح طور پر تفسیر کرتا ہے۔ مسیح اَن دیکھے خُدا کی صُورت ہے، سب چیزیں اُس کے وسیلے سے پیدا ہُوئیں، وُہ کلیسیا کا سر ہے۔ اور باپ کو پسند آیا کہ سب چیزوں کا اُس کے وسیلہ سے اپنے ساتھ میل کرلے (۱: ۱۳-۲۰)۔

اِس میل کا کُلسّیوں نے خُود بھی تجربہ کیا تھا۔ یہ ایک مضبُوط بُنیاد ہے۔ اُنہیں اِسے مضبُوطی سے تھامے رہنا چاہئے۔ مسیح کے خادم کو یہاں تک وفادار رہنا چاہئے

کہ وہ اُن دُکھوں میں بھی خُوش رہے جو الٰہی پیغام کے پھیلانے اور مسیحی تجربے کے باعث آئیں۔ وہ اِن دُکھوں کے باوجود بھی خوشخبری کے اِس پیغام کو وفاداری سے تھامے رہے کہ "مسیح جو جلال کی اُمید ہے تُم میں رہتا ہے" (۱: ۲۱-۲۹)۔

پھر لیکس کی وادی کی کلیسیاؤں کے لئے بڑی فکرمندی کا اظہار کیا جاتا ہے (۲: ۱)۔ شاید بہکانے والے اُستاد اُنہیں گمراہ کرنے کی کوشش کریں لیکن اُنہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اُنہوں نے مسیح کو حاصل کیا ہے اور اُس کے ساتھ مِل کر زندگی بسر کرنا ہے۔ مسیح میں خُدا کی ساری معمُوری ہے اور وہ اُسی میں معمُور کئے گئے ہیں۔ بپتسمہ اُن کا ختنہ ہے۔ مسیح نے اپنی صلیب سے تمام گُناہوں پہ غلبہ پایا اور اُنہیں مسیح میں زندگی بخشی گئی ہے۔ یہُودی رسموں اور فرشتوں کی شفاعت کی اِس میں بالکل گُنجائش نہیں۔ ظاہری رسُوم کو ماننے سے گُناہ اور خُودی مغلُوب نہیں ہوتی بلکہ اُن کی نگاہ عالمِ بالا کی چیزوں کی طرف ہونی چاہئے، پھر وہ گُناہ اور خُودی پر غالب آ سکتے۔ مسیح سب کچھ اور سب میں ہے۔ پس اِس میں کوئی فرقہ بندی یا جتھا بندی نہیں (۲ اور ۳: ۱-۱۱)۔

جھُوٹی تعلیم کی ملامت کرنے کے بعد اِس خط میں حقیقی مسیحی زندگی کا بیان دیا جاتا ہے یعنی ایک نئی زندگی جو مسیح کے ساتھ مِل کر ہر طرح کے گُناہ کو دُور کرتی اور پاکیزگی کو پہن لیتی ہے، یہاں تک کہ خُداوند مسیح کی تمام خُوبیاں ظاہر کی جاتی ہیں اور کلام یا کام جو کچھ بھی ہو خُداوند مسیح کے نام سے خُدا باپ کے حلال کے لئے کیا جائے (۳: ۱۲-۱۷)۔

اِس کے بعد میاں بیوی، بچّوں، مالکوں اور غلاموں کو عملی نصیحتیں کی جاتی ہیں۔ پَولُس رسُول اُن سے اپنے لئے دُعا کی درخواست کرتا ہے کہ اُسے خوشخبری سُنانے کے لئے پُوری آزادی ملے۔ نیز اِس کی درخواست کرتا ہے کہ یہ خط لودیکیہ میں بھی پڑھا جائے، اور وُہ خط جو لودیکیہ سے آئے وہ اُسے بھی ضرور پڑھیں (۳: ۱۸-۴: ۱۸)۔ یہ خط یا تو گُم ہو گیا ہے یا اِس سے افسیوں کا خط مُراد ہے۔

کُلسّے کی بدعت

جن خطرات اور جھُوٹے اُستادوں کی تعلیم کے بارے میں کُلسّیوں کی کلیسیا کو متنبہ

کیا گیا ہے، انہیں اس خط سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہودی رسوم کو سختی سے ماننے پر اصرار کیا جاتا تھا (۲: ۱۶-۲۰)۔ اُس کے ساتھ اُس زمانہ کا چلتا کلمہ یعنی فلسفہ بھی کھچڑی بنایا گیا تھا (۲: ۸) اور فرشتوں کی عبادت بھی شامل کی گئی تھی (۲: ۱۸)۔ نیز جسمانی ریاضت اور بدن کی حقارت کی تعلیم دی جاتی تھی (۲: ۲۳)۔ یہ سب کچھ نو مریدوں کو "بھید" کے طور پر سکھایا جاتا تھا (۲: ۲۰)۔ یہ تمام احکام ایک قسم کی بدعت تھی جس کو غناسطیت[1] کہتے تھے۔ غناسطیت پہلی صدی کے آخر میں زوروں پر تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے پہلے بھی اس قسم کے خیالات دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس میں ایشیائے کوچک کے عام مذہب کے عناصر کو یکجا کیا گیا تھا۔ اس میں جادو کی رسوم اور طریق سِبِل[2]، اور تخلیقِ دُنیا اور کائنات کے بارے میں یہودیوں کے بعض خیالات اور یُونانی منطق سے حاصل کردہ عقاید کو مربُوط اور مخلُوط کیا گیا تھا۔ پولُس رسُول نے اس تعلیم کی اِس طرح تردید کی۔ (ا) مسیحی خوشخبری میں حقیقی حکمت پائی جاتی ہے (۲: ۲-۴)، (ب) مسیح ہی اکیلا قابلِ قبُول درمیانی ہے (۱: ۱۵-۲۰)، (ج) جسمانی ریاضت اور تیاگ غلط اور بے فائدہ ہے (۲: ۲۰-۲۳)، (د) تمام مسئلوں کا حل مسیح میں "نئی زندگی" ہے (۳: ۱-۵) (ہ) یہ خوشخبری چند برگزیدہ لوگوں کا "بھید" نہیں بلکہ عالمگیر ہے (۱: ۲۶-۲۸؛ ۳: ۱۱)۔

مسیح کے بارے میں تعلیم

اس خط کی دوامی قدر و قیمت مسیح کی ذات اور اُس کے کام کے بارے میں اُس کی تعلیم میں ہے۔ اس تعلیم میں کُلسّی بدعت سے پیدا شدہ سوالات کا مکمل جواب موجُود ہے۔ خُدا اور تمام خلقت میں صرف مسیح ہی اکیلا اور کامل درمیانی ہے۔ ایک طرف سے الٰہی ذات ہونے کے باعث وہ خُود خُدا ہے، "اَن دیکھے خُدا کی صُورت" اور اُلوہیت کی تمام معمُوری اُس میں موجُود ہے (۱: ۱۵، ۱۹؛ ۲: ۹)۔ دُوسری طرف سے کامل انسان ہونے کے باعث وہ تمام خلقت کا مالک ہے "کیونکہ اُسی میں سب چیزیں پیدا کی گئیں۔ آسمان کی ہوں یا زمین کی۔ دیکھی ہوں یا اَن دیکھی" (۱: ۱۵-۱۷)۔ پھر رُوحانی مخلوقات کے تعلق سے وہ کلیسیا کا سر ہے۔ اُس کے خُون کے وسیلہ سے جو صلیب

1 Gnosticism 2 Cybele

پر بہا سب چیزوں کا خُدا کے ساتھ میل ہو گیا۔ وُہی کلیسیا کی بنیاد ہے۔ اُسی پر کلیسیا تعمیر اور مکمل ہوئی۔ اس بدن کا ہر ایک عضو اُس سر کے ساتھ براہِ راست تعلق رکھتا ہے۔ وہ انسان کا خُدا کے ساتھ اور ایک دُوسرے کے ساتھ میل کرا دیتا ہے (۱: ۱۸-۲۲؛ ۲: ۱۳-۱۵، ۱۹)۔ سو سب باتوں میں اُس کا اوّل درجہ ہے (۱: ۱۸)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ کُلسّے میں جھُوٹی تعلیم کی کیا نوعیت تھی؟ پولُس نے کس طرح اُس کا مقابلہ کیا؟ کیا آج بھی ایسی بدعتیں رائج ہیں؟

۲۔ آپ کے خیال میں کیا بات زیادہ اہمیت رکھتی ہے، نظامِ عقائد یا ایمان کا عملی اظہار؟ یہ دونوں آپس میں کیا تعلق رکھتے ہیں؟

۳۔ مسیح کی ذات اور اُس کے کام کے بارے میں تمام دلائل کو اکٹھا کر کے ترتیب سے لکھیئے۔

۴۔ پولُس کیوں لکھتا ہے کہ محض ظاہری رسُومات کی پابندی مسیحی کے لئے قدم بہ تنزّل ہے؟

۱ تھسلنیکیوں

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

اس بات کے بارے میں کہ پولُس ہی اس خط کا مصنّف ہے خارجی ثبُوت بہُت قوی ہیں۔ یہ خط مارشین فہرست اور میوریٹوری فہرست میں بھی شامل ہے۔ اِرینیس نے اُس کا نام لے کر اقتباس کیا ہے۔ اِسی طرح داخلی ثبوت بھی مدلّل اور قابلِ تسلیم ہے۔ اگر اس کے شخصی حوالہ جات کو اصلی تسلیم نہ کیا جائے تو اُن کی کوئی تشریح نہیں ہو سکتی۔ اعمال کی کتاب سے اِس کے بیانات کا مختلف ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کے مختلف مصنّفین نے بغیر ایک دُوسرے کی مدد لئے اُنہیں تحریر کیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ اس خط کی صحت میں کوئی شُبہ ہے۔ یہ خط بلاواسطہ پولُس کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے اور اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ وُہ کیسے خطوط لکھا کرتا تھا۔

یہ خط کرنتھس میں غالباً ۵۰ء میں تحریر کیا گیا (اعمال ۱۸)۔ پولس اور سیلاس فلپی میں قید سے رہا ہو کر تھسلنیکے میں آئے (موجودہ سالونیکا)۔ یہ ایک بڑا تجارتی مرکز اور مکدنیہ کی چار قسمتوں میں سے ایک کا دارالخلافہ تھا۔ تین سبتوں تک پولس یہودی عبادت خانہ میں منادی کرتا رہا (اس کے پیغام کے مضمون کے لئے دیکھئے اعمال ۱۷: ۱-۴)۔ ۱-تھسلنیکیوں ۱: ۹ اور ۲: ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے غیر یہودی مسیحیوں کے ساتھ قیام کیا کیونکہ تھسلنیکے کی کلیسیا میں کافی تعداد غیر یہودی مسیحیوں کی تھی۔ جب یہودیوں نے اس کی تعلیم کو ماننے سے انکار کر دیا تو اُنہوں نے مخالفت برپا کی اور پولس شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ بیریہ میں کچھ دیر قیام کرنے اور اتھینے میں جانے کے بعد وہ اٹھارہ مہینے کرنتھس میں رہا۔ اس نے تیمتھیس کو تھسلنیکے میں بھیجا تا کہ کلیسیا کی خبر لائے اور کرنتھس میں تیمتھیس کی رپورٹ آنے کی وجہ سے اس نے یہ خط لکھا۔

غالباً تھسلنیکے کی اکثر کلیسیا غیر اقوام پر مشتمل تھی۔ شہر پر بُت پرستی اور بداخلاقی کی فضا چھائی ہوئی تھی۔ وہ یہودی جو ایمان نہ لائے تھے اور پولس کی کامیابی پر حسد کرتے تھے اُس کے رسول ہونے پر شبہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھئے وہ یہاں سے اچانک چلا گیا اور واپس نہ آیا۔ کیا یہ کلیسیا کے لئے اُس کی لاپرواہی کا ثبوت نہیں ہے؟ وہ اس پر ذاتی مفاد کے لئے منادی کرنے کا جھوٹا الزام لگاتے تھے۔ تیمتھیس نے آ کر یہ خبر دی ہوگی کہ مسیح کی جلد آمد کی اُمید کی وجہ سے کلیسیا میں بہت بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور انہیں ڈر تھا کہ جو ایماندار مر گئے ہیں وہ مسیح کی آمد اور اُوپر اٹھائے جانے کے جلال میں شریک ہوں گے۔ یہ خبر بھی کہ اپنے راہنماؤں کیلئے اُن کے دل میں عزت نہ تھی۔ اور کہ بعض غیر یہودی نو مریدوں نے اپنی بداخلاقی کی زندگی کو نہ چھوڑا تھا۔ اس خط کو پڑھتے وقت یاد رکھنا چاہئے کہ یہ رسول نے ایک نوزاد کلیسیا کو لکھا تھا۔

تجزیہ

باب ۱	دُعا و سلام۔ اُن کے چال چلن اور مسیحی ہونے کے لئے شکر گزاری
۲: ۱-۱۲	اپنی منادی اور طرز زندگی کو جائز ثابت کرنا۔
۲: ۱۳-۲۰	مزید شکر گزاری۔ یہودی مخالفت کا ذکر۔
باب ۳	تیمتھیس کی معرفت خبر۔ پولس کی اُمید کہ وہ پھر اُن کے پاس جائے گا۔
۴: ۱-۱۲	پاکیزگی، برادرانہ محبت اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے کی ہدایت
۴: ۱۳-۱۸	مسیح کی دُوسری آمد، اور اُس کے مقدسوں کا اُس کے

	ساتھ جمع کیا جانا۔
۵: ۱-۱۱	جاگنے اور ہوشیار رہنے کی ضرورت۔
۵: ۱۲-۲۸	نصیحتیں اور سلام۔

مضامین

اس خط کے پہلے تین باب زیادہ تر شخصی اور عملی باتوں کے متعلق ہیں اور آخری دو میں تعلیم کی تشریح ہے۔ پولس شروع میں اس خط کے پڑھنے والوں کو اپنا پیغام اور اپنی خدمت کا طریقہ یاد دلاتا ہے اور اُن کے ایمان اور محبت کا ذکر کرتا ہے۔ اس کلیسیا کے لئے اُس کی گہری محبت شکر گزاری اور پُرجوش دُعا میں ظاہر ہوتی ہے۔ ابواب ۴ و ۵ اُن سوالوں کا جواب ہیں جن کا تیمتھیس نے ذکر کیا تھا۔ پولس اپنی تعلیم میں مختلف عناصر کا بیان (۴: ۱۳ اور ۵: ۲) اور اُن کی تشریح و تفصیل لکھتا ہے۔ وہ کلیسیائی کمزوریوں کو دُور کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ نیز وہ چند ایک عام نصیحتیں کرتا ہے۔ پھر وہ اُنہیں خُدا کے سپرد کرتا اور از سرِ نو محبت کا اظہار کر کے خط کو ختم کرتا ہے۔

مطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ اعمال ۱۷: ۱-۹ کو پڑھئے اور دیکھئے کہ جو کچھ وہاں بیان کیا گیا ہے وہ کس طرح اس خط کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے؟

۲۔ پہلے تین ابواب کا مطالعہ کیجئے اور پولس کی زندگی کا خلاصہ بطور مبشر و پاسبان تیار کیجئے۔

۳۔ غور کیجئے کہ پولس تھسلنیکے کی کلیسیا کی کون سی کمزوریوں کا ذکر کرتا ہے اور اُن کے لئے کس طرح دُعا کرتا ہے؟

۴۔ تفصیل سے لکھئے کہ ایک مسیحی کس طرح اپنے ایمان، محبت اور اُمید کا اظہار کر سکتا ہے؟

۵۔ یہ خط ہمیں مندرجہ ذیل باتوں کی نسبت کیا سکھاتا ہے؟
(۱) مسیح کی دُوسری یقینی آمد اور طرزِ آمد کے متعلق۔ (۲) یہ اُمید کس طرح مسیحی کی زندگی پر اثر کرتی ہے؟ اِس کا مقابلہ ۱۔ کرنتھیوں ۱۵ باب سے کیجئے۔

۲۔ تھسلنیکیوں

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

۲۔ تھسلنیکیوں کے خط کے پولُس کی تصنیف ہونے کے لئے ثبوت ا۔ تھسلنیکیوں کے خط سے بھی زیادہ قوی ہیں۔ مارسیُن فہرست، میوریٹوری فہرست میں اور آئرینیئس کے ذکر کے علاوہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس کو پولیکارپ، اگنیشئیس اور جسٹن بھی جانتے تھے۔ ۲۰۰ء کے بعد یہ عالمگیر طور پر تسلیم کیا جاچکا تھا۔ بعض عُلمائے جدید اِس میں اندرونی مُشکلات پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اِس کی دُوسری آمد کے متعلق تعلیم پہلے خط سے مُطابقت نہیں رکھتی۔ لیکن یہ فرق صِرف بعض باتوں کی اہمیت کو نمایاں کرنے سے ہے۔ یہاں پولُس رسُول اُس غلط فہمی کا ازالہ کررہا ہے جو ا۔ تھسلنیکیوں کے خط سے ہُوئی۔ مسیح کی آمد کے چند دیگر پہلوؤں پر زور دینے سے وہ پہلے خط سے پیدا شدہ غلط فہمی کو دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسی نکتہ چینی کی کمزوری اور بودا پن اِس حقیقت سے ظاہر ہے کہ بعضوں نے اِن دونوں خطوط کی مشابہت اور بعضوں نے اُن کے اختلاف کو پیش کیا ہے تاکہ ثابت کریں کہ پولُس ۲۔ تھسلنیکیوں کا مُصنّف نہیں تھا اور نہ ہی اُس کے بناوٹی ہونے کے لئے کوئی تسلی بخش وجوہات دی گئی ہیں۔ لہٰذا چوٹی کے عُلما دونوں خطوط کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں۔

دُوسرا خط کرنتھس سے غالباً پہلے خط سے ایک یا دو مہینے کے بعد تصنیف ہُوا۔ اور عام حالات وُہی نظر آتے تھے جو پہلے خط کے وقت تھے۔

تجزیہ

باب ۱	سلام و دُعا۔ ایذارسانی میں اُن کی ثابت قدمی اور مسیح کی دُوسری آمد پر اُن کے لئے اجر کی اُمید۔
۲ : ۱ - ۱۲	مسیح کی دُوسری آمد اور "گناہ کے شخص" کا ظاہر ہونا۔
۲ : ۱۳ - ۳ : ۵	آرزو اور دُعا۔
۳ : ۶ - ۱۸	اِنتظام اور کام کے لئے ہدایت۔ خاتمہ۔

مضامین

مسیح کی دُوسری آمد کے بارے میں تھسلنیکیوں میں بڑی غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی۔ چُونکہ بعض نے یہ سمجھا کہ مسیح کی دُوسری آمد جلد واقع ہونے والی ہے، اِس لئے وہ اپنے جوش میں کام چھوڑ کر ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے تھے اور یہ اُمید رکھتے تھے کہ مسیحی برادری اُن کی مدد کرے۔ چند اشخاص نے بڑے زور سے یہ بھی کہا کہ وُہ تو آچکا ہے، اِس لئے بعض اِس خیال سے کہ وہ پیچھے رہ گئے پریشان اور خوفزدہ ہوئے تھے۔ اِن وجوہات کے باعث مسیحی ڈانواں ڈول تھے اور اِس طرح وہ مسیح کی بدنامی کا باعث ہورہے تھے۔ سو پولُس نے مسیح کی دُوسری آمد کے متعلق صداقت کا مزید بیان کیا اور بےچین اور بےکاروں کو ملامت کی۔ اُس نے اِس موقع کو غنیمت سمجھا اور دُکھ اُٹھانے والوں کی حوصلہ افزائی کی کیونکہ خُداوند کی آمد پر انصاف کیا جائے گا اور وہ اجر پائیں گے۔

مسیح کی دُوسری آمد

ا و ۲ تھسلنیکیوں میں یہ نمایاں مضمُون ہے۔ پولُس رسول کی التجاؤں اور تنبیہوں میں یہ اُمید متواتر نظر آتی ہے۔ اِس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ انجیل کے پیغام کا اہم حصّہ ہے۔ یہ خاص طور پر غیر قوموں کے لئے نجات کا صحیح تعارف تھا۔ مسیح اور قیصر کی سلطنت کے درمیان اختلاف زیادہ سے زیادہ نمایاں ہورہا تھا اور یہ خُدا اور شیطان کے درمیان جنگ کی علامت تھی۔ جس جنگ کا ذکر دُوسرے تھسلنیکیوں میں ہے اُس میں شیطان کی طاقت کا مکمل اظہار "گناہ کے شخص" یعنی "وہ بے دین" یا "مخالفِ مسیح" میں اُس وقت ہوگا جب خُداوند اپنی قُدرت اور تجلّی میں آسمان سے اُتر آئے گا اور اُس کے تخت کو چھین کر اُس کی عدالت کرے گا۔

آمدِ ثانی کو واضح کرنے کے لئے پولُس نے ایسی تمثیلی زبان کو استعمال کیا جو اُس وقت اہلِ یہود میں رائج تھی (متی ۲۴: ۲۴ و ۳۰ و ۳۱ کا ا۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۶ و ۱۷ اور ۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۳ و ۹ - ۱۱ سے مقابلہ کیجئے)۔ ایسی مختصر تحریر کو وُہی پُورے طور پر سمجھ سکتے ہیں جن کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ شاید بعض باتیں اُن کے لئے خاص معنی رکھتی تھیں جنہیں ہم اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ پھر بھی ہم الٰہی مقصد کے بڑے اصُولوں کے بارے میں بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ آمدِ ثانی کا صحیح نظریہ قائم کرنے کے لئے اِن دو ابواب

کی تعلیم کا موازنہ بڑی خبرداری سے متی باب ۲۴؛ ۱-کرنتھیوں ۱۵ اور مکاشفہ ۱۹ و ۲۰ سے کرنا چاہئے۔ سب کچھ اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ گناہ اور بدی کا مکمل مظاہرہ دیدہ دانستہ خُدا سے بغاوت کرنے اور اس سے منحرف[1] ہونے سے ہوگا، اور انجام کار شیطان کی شکست مسیح کی آمد اور اُس کے برگزیدوں کا اس کے پاس جمع ہونے سے خُدا کی حکمرانی اور شہنشاہیت صاف عیاں ہو جائے گی۔ اِس واسطے ہمارے لئے لازم ہے کہ ابتدائی کلیسیا کی طرح آمدِ ثانی کی اُمید سے حوصلہ افزائی حاصل کریں اور اُس دن کی عدالت کے پیشِ نظر سنجیدگی سے زندگی بسر کریں۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱۔ ۱ اور ۲-تھسلنیکیوں اور متی باب ۲۴ کے مُطالعہ کرنے کے بعد آپ کے خیال میں مسیح کی آمدِ ثانی کے کیا نشانات اور واقعات ہوں گے؟

۲۔ ۲-تھسلنیکیوں میں پولُس کس بات کے لئے (۱) شکر گزاری (۲) دُعا کرتا ہے؟

۳۔ ہم خُدا کی ازلی وفاداری کے بارے میں کیا سیکھتے ہیں؟ یہ بات ہماری زندگیوں میں کیا تبدیلی پیدا کر سکتی ہے؟

پاسبانی خطوط

وہ تین خط جو عہدِ جدید میں پولُس رسُول کی تحریرات کا آخری حصّہ ہیں اور جو ۱ و ۲-تیمتھیُس اور طِطُس کے خطوط ہیں، عام طور پر پاسبانی خطوط کہلاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اِن خطوط میں زیادہ تر کلیسیاؤں میں پاسبانی خدمت اور مسیحی خادموں کے فرائض کا ذکر ہے۔ یہ نام ۱-تیمتھیُس اور طِطُس کے خط کے لئے ۲-تیمتھیُس کی نسبت زیادہ موزوں ہے۔ موخرالذکر میں زیادہ تر شخصی اور ذاتی عنصر ہے لیکن پھر بھی باقی دو سے مربُوط ہے۔

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

گزشتہ ایک سو سال سے اِن خطوط کی تصنیف کے بارے میں خُوب بحث ہوتی رہی

1 Gk. "apostasia"

ہے۔ بعض نقادوں کا خیال ہے کہ کسی گمنام مُصنّف نے دُوسری صدی کے وسط میں اُنہیں تصنیف کیا تھا۔ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ نقادوں نے اِس خیال کو چھوڑ دیا ہے اور وہ عُلماء جو ابھی تک اِن خطوط کو اُن کی موجودہ صُورت میں پولُس کی تصنیف ماننے سے جھجکتے ہیں، عام طور پر اتنا تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں رسُول کے خیالات کی جھلک ہے اور حقیقت میں اس کی تحریر کے کچھ حصّے ضرور ہیں۔ اِس کے برعکس عہدِ جدید کے قابل ترین اساتذہ میں سے بہت سے اِن تمام مشکلات کو تسلیم کرتے ہوئے اِن پاسبانی خطوط کو پولُس کی تصانیف مانتے ہیں اور نقادوں کے اعتراضات کے پرخچے اُڑا دیتے ہیں۔ اِن خطوط کی صحت کے خارجی ثبوت بہت ہی قوی ہیں۔ اِن خطوط کے خلاف تواریخی گواہی کا ایک شائبہ تک نہیں ہے۔ عہدِ جدید کی فہرستِ مسلّمہ میں اُنکی جگہ، اور پولُس کی تصنیف کے بارے میں ابتدائی کلیسیا کی گواہی دُوسرے خطوط کی مانند بالکل کامل اور یقینی ہے۔ دُوسری صدی میں اُن کا اقتباس اگنیشیس، پولیکارپ، آئرینیس، ٹرٹولین اور اسکندریہ کے کلیمنٹ نے کیا ہے۔ یہ سب اُن کو پولُس کی تصانیف ہی تسلیم کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مُصنّف کے متعلق قیل و قال حال ہی میں شرُوع ہوئی۔ دُوسری صدی سے اُنیسویں صدی تک کسی نے بھی اس بات پر شک نہیں کیا کہ یہ پولُس رسُول کی تحریرات نہیں۔ اگر یہ خطوط دُوسری صدی کا مالِ مسرُوقہ ہوتے تو ہم یہ سوال کر سکتے تھے کہ جس زمانے نے اتنا پختہ کار ادبی صانع (جو سرقہ کرنے میں لاثانی تھا) پیدا کیا، کیا کوئی بھی اِس لائق نہ تھا کہ اس کی طرف انگلی اُٹھاتا؟ اِن کے متعلق مندرجہ ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں۔

۱۔ کہا جاتا ہے کہ رسُولوں کے اعمال کے مُطابق پولُس رسُول کی زندگی میں اِن خطوط کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اور وہ سفر جن کا اِن پاسبانی خطوط میں ذکر ہے، لُوقا کے بیان کے واقعات سے مُنطبق نہیں ہوتے۔ اگر ہم یہ روایت تسلیم کر لیں کہ پولُس کی زندگی رُوم میں اس کے پہلی مرتبہ قید ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہو گئی تھی (اعمال ۲۸ باب) اور کچھ عرصہ کے بعد اُس نے رہائی پائی اور اُس نے پھر اپنے بشارتی سفروں کو کافی دیر تک جاری رکھا تو اِس مشکل کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور یہ خطوط اُس کی زندگی کے آخری ایام سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن پر روشنی ڈالتے ہیں تو ہماری نظروں میں اُن کی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہے۔

۲۔ بعض عُلماء یہ کہتے ہیں کہ اِن خطوط کی اصطلاحی زبان رسُول سے نہیں ملتی اور اِن

میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو اُس کی دُوسری تحریروں میں نہیں ملتے۔ نیز ان کا اسلوب بیان بالکل جُدا ہے۔ یہ دلیل ذو معنی ہے کیونکہ اغلباً کوئی نقال ایسی غلطی کا مرتکب ہونے سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ نئے مضمون کیلئے نئے الفاظ استعمال کرنے پڑے۔ ان خطوط میں سے کوئی بھی بعد کے زمانہ کا معلوم نہیں ہوتا۔ نیز اُن میں سے نصف سے زیادہ ہفتادی ترجمہ میں استعمال کئے گئے ہیں۔ پولس کے ابتدائی خطوط میں بھی اس قبیل کے الفاظ اور طرزِ بیان کے اختلافات دیکھے جا سکتے ہیں۔

۲۔ وہ اعتراضات جو ان پاسبانی خطوط کے مستند ہونے پر کئے گئے ہیں، خاص کر وہ جو بدعتیوں، تعلیم اور کلیسیائی تنظیم سے متعلق ہیں، کوئی خاص مشکل پیش نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس وہ اُن کے پولس رسول کی زندگی میں لکھے جانے کی حمایت کرتے ہیں مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ ان خطوط میں پاسبانی خدمت کا نظریہ قدیم زمانے سے جوڑ نہیں کھاتا۔ وہ بہت ترقی پذیر ہے۔ اس لئے قیاس ہے کہ یہ خطوط دُوسری صدی عیسوی میں لکھے گئے تھے۔ لیکن پہلے تیمتھیس ۳: ۱-۷ اور طِطُس ۱: ۵-۹ جیسے حصے ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ خطوط لکھے گئے تو نگہبان (بشپ) اور بزرگ (ایلڈر یا پریسبیٹر) سے ایک ہی شخصیت مراد تھی اور یہ عہدے ایک ہی تھے لیکن دوسری صدی میں دونوں عہدے جُداگانہ حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ اگنیشیس کے خطوط (۱۱۵ء) سے ظاہر ہوتا ہے۔

پس اگر ان خطوط کو پولس کی تصنیف تسلیم کریں اور یہ بھی مانیں کہ اُس نے پہلی قید سے رہائی پائی (اعمال باب ۲۸) تو زیادہ صحیح اور درست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول مذکورہ بالا واقعہ کے بعد تین یا چار سال تک بشارتی خدمت انجام دیتا رہا اور ممکن ہے کہ اس عرصے میں اُس کی ہسپانیہ جانے کی اُمید پوری ہو گئی ہو (رومیوں ۱۵: ۲۴) اور غالباً اُس نے کُلسے (فلیمون آیت ۲۲) اور فلپی میں دوبارہ جانے (فلپیوں ۲: ۲۴) کے وعدوں کو پورا کیا ہو۔

یہ یقینی امر ہے کہ اس دوران میں وُہ طِطُس کے ساتھ کریتے کے جزیرے میں بشارتی کام کے لئے گیا اور واپسی پر اس نے طِطُس کو وہاں چھوڑا تاکہ وہ باقی ماندہ باتوں کو درست کرے اور ہر شہر میں بزرگوں کو مقرر کرے (طِطُس ۱: ۵)۔ اسی طرح اُس نے تیمتھیس کو بھی افسس کی کلیسیا کا مختار بنایا (۱-تیمتھیس ۱: ۳) لیکن گمان غالب ہے کہ پولس رسول پھر کبھی افسس میں نہ جا سکا (بمقابلہ اعمال ۲۰: ۲۵) اور شاید آنسو بھرے الوداع جس کا اشارہ ۲-تیمتھیس ۱: ۴ میں ہے میلیتس میں وقوع پذیر ہوا (۲-تیمتھیس ۴: ۲۰)۔ وہاں سے رسول تروآس کے راستے پار اُتر کر مکدنیہ کو گیا

(۲-تیمتھیس ۴: ۱۳) اور غالباً وہاں سے ۶۴ء کے موسم گرما میں اُس نے تیمتھیس کو پہلا خط لکھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریباً اُسی وقت اُس نے کریتے میں طِطُس کو خط لکھا جس میں اُس نے جاڑے میں نیکپلس جانے کی تجویز کا ذکر کیا۔ اور طِطُس سے درخواست کی ہے کہ آ کے وہاں ملے (طِطُس ۳: ۱۲)۔ لیکن پیشتر اس کے کہ اس کی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جاتا وہ پھر گرفتار ہُوا اور بحیثیت قیدی اُسے رُوم میں لے آئے۔ پس شہید ہونے سے پہلے ۶۶ء یا ۶۷ء میں رُوم کی ایک تاریک کوٹھڑی سے پولس رسول نے تیمتھیس کو دُوسرا خط لکھا جس میں اُس نے بڑے زور سے درخواست کی کہ "میرے پاس جلد آنے کی کوشش کر" (۲-تیمتھیس ۴: ۹)۔

مذکورہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ان خطوط کا تاریخ وار سلسلہ یہ ہے ۱-تیمتھیس، طِطُس اور ۲-تیمتھیس۔ اب ہم اس ترتیب کے مطابق الگ الگ ان خطوط پر غور کریں گے۔

تیمتھیس

۱-تیمتھیس

جب پولس رسول پہلی مرتبہ لُسترہ میں گیا تو نوجوان تیمتھیس نے مسیح کو قبول کیا۔ جب وُہ دُوسری دفعہ وہاں پہنچا تو وہ پولس کا شاگرد اور سفر میں اس کا ساتھی منتخب ہُوا (اعمال ۱۶: ۱-۳)۔ اس حوالہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا باپ یونانی تھا۔ اور ۲-تیمتھیس ۱: ۵ اور ۳: ۱۵ سے ظاہر ہے کہ اس کی ماں ایک ایماندار یہودی خاتون تھی۔ پولس اور برنباس کی طرح (اعمال ۱۳: ۱-۳) اس کی بشارتی خدمت بھی پیشنگوئی کے مطابق تھی (۱-تیمتھیس ۱: ۱۸) اور پولس اس بات کا بھی ذکر کرتا ہے کہ اس وقت یا بعد میں اس پہ ہاتھ بھی رکھے گئے (۱-تیمتھیس ۴: ۱۴ و ۲-تیمتھیس ۱: ۶)۔ وہ "اچھا اقرار" جو پولس کے سامنے ہُوا (۱-تیمتھیس ۶: ۱۲) شاید اُسی وقت کیا گیا ہوگا یا یہ اُس کے بپتسمہ پانے کے وقت کے اقرار کی طرف اشارہ ہے۔

تجزیہ

باب ۱ تمہید۔ جھوٹے اُستادوں کی تعلیم کے پیشِ نظر وفاداری کی نصیحت جس میں

پولُس رسُول کی اپنی خدمت کا بھی ذکر ہے۔

باب ۲ کلیسیائی یا اجتماعی دُعا کی ہدایت اور کلیسیائی عبادت میں خواتین کی طرز و روش کا خاص ذکر۔

〃 ۳ مسیحی خدمت کی خصُوصیات۔

〃 ۴ بدعت پھیلانے والے اُستادوں کے خلاف اِنتباہ۔ تیمتھیُس کی شخصی زندگی کے متعلق پولُس کا مشورہ۔

〃 ۵ کلیسیا کے مختلف طبقہ کے لوگوں کی طرف تیمتھیُس کے روّیہ کے لئے ہدایات، خاص کر مسیحی بیواؤں کی طرف متوجہ ہونے کی تلقین۔

〃 ۶ آخری ہدایات اور نصیحتیں۔

مضامین

پولُس نے تیمتھیُس کو یہ خط اس لئے لکھا کہ اس کا ایمان زیادہ مستحکم ہو جائے، وہ اچھی لڑائی لڑتا رہے (۱: ۱۸ و ۱۹) اور کہ وہ جانے کہ خُدا کے گھر یعنی خُدا کی کلیسیا میں، جو حق کا ستون اور بنیاد ہے، کیونکر برتاؤ کرنا چاہئے (۳: ۱۵)۔ کلیسیائی عبادت کے انتظام، خدمت کے لئے مناسب لوگوں کا انتخاب، مسیحی بیواؤں کی دیکھ بھال اور کلیسیا کے شرکا کے مختلف طبقوں کی طرف اُس کے روّیہ کے لئے ہدایات۔ پھر بار بار وہ صحیح تعلیم اور پاکیزہ چال چلن کی ضرورت کی طرف متوجہ ہونے کے متعلق تفصیل سے لکھتا ہے۔ اِن حوالہ جات اور طِطُس کے پہلے باب سے صاف ظاہر ہے کہ نگہبان[1] (بشپ) اور بزرگ[2] (ایلڈر) سے ایک ہی شخص مُراد ہے۔ الفورڈ، لائٹ فٹ اور دُوسروں نے بیان کیا ہے کہ بشپ کے موجُودہ مفہوم کا نئے عہد نامہ میں کہیں ذکر نہیں۔

پولُس نے اس لئے بھی لکھا کہ تیمتھیُس کو ان جھوٹے اُستادوں سے خبردار کرے، جو افسس کی کلیسیا میں غلط تعلیم پھیلاتے اور تفرقے پیدا کرتے تھے (۱: ۳-۷ و ۴: ۱-۳ و ۶: ۳-۱۰ و ۲۰ و ۲۱)۔ یہ بدعت غالباً غناسطیت کی اِبتدائی صُورت تھی، جس کا ذکر کلسیوں کے خط میں آیا ہے۔ ضمناً یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ یہ خط پہلی صدی عیسوی میں معرضِ تحریر میں آیا تھا۔ اس خطرے کے پیشِ نظر تیمتھیُس کو لازم ہے کہ وہ وفاداری

1 Gk. "espiscopoi" 2 Gk. "presbuteroi"

سے خدمت کرے اور خوشخبری کی اس امانت کو حفاظت سے رکھے" (۶: ۲۰)۔ پولُس کے اس خط کے لکھنے کا ایک تیسرا مقصد بھی تھا۔ ایک مشکل اور بڑی ذمہ داری کی خدمت تیمتھیُس کے سپُرد ہوئی تھی۔ اس کی خاموش اور شرمیلی طبیعت کے لئے بڑی ضرورت تھی کہ اُس کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ ہمت بڑھانے اور حوصلہ افزائی کے لئے رسُول نے اُسے یہ خط لکھا (۱: ۱۸ و ۱۹ و ۴: ۱۲-۱۶ و ۶: ۱۱ و ۱۲ و ۲۰)۔

طِطُس

ہم طِطُس کے متعلق اطلاعات کے لئے طِطُس، ۲-کرنتھیوں اور گلتیوں کے خطُوط کے زیرِ احسان ہیں۔ اعمال کی کتاب میں اس کا نام نہیں آیا۔ وہ غیر یہُودی نسل سے تھا (گلتیوں ۲: ۳)۔ پولُس نے اُس کو مسیح کے گلہ میں شریک کیا (طِطُس ۱: ۴) اور مناسب وقت گزرنے پر بشارت کے کام میں اپنے رفقائے کار میں شریک کیا۔ اُسے تین مرتبہ پولُس کا ایلچی بنا کر کرنتھُس میں بھیجا گیا تا کہ اپنی نگرانی میں یروشلیم کے مسیحیوں کے لئے چندہ جمع کرائے (۲-کرنتھیوں ۸: ۶ و ۱۲: ۱۸)۔ یہ کام جس قدر مشکل تھا اُسی قدر نازک بھی تھا۔ پولُس کا اُسے اس کام پر مامُور کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اُس کی قابلیت اور استعداد پر بھروسہ کرتا تھا۔ اس کے بعد ہمیں اور کچھ معلُوم نہیں، ماسوا اس کے کہ اسی قبیل کا ایک سخت اور مشکل کام پیش آیا یعنی پولُس کے کریتے سے واپس آنے کے بعد اس کلیسیا کی نگرانی۔ پولُس نے یہ کام اُس کے سپُرد کیا۔ ان حالات میں خط سپُردِ قلم ہُوا۔ عہدِ جدید میں اس کا آخری ذکر ۲-تیمتھیُس ۴: ۱۰ میں آیا ہے۔

تجزیہ

باب ۱ تمہید۔ کریتے کی کلیسیا میں سرکش عنصر کی مَوجودگی کے پیشِ نظر بزرگوں کو مقرر کرنے کی ہدایات۔

〃 ۲ خاندانی زندگی میں مسیحی چال چلن کے بارے میں عملی نصیحت جو اس بنا پر دی جاتی تھی کہ انسان کی نجات خُدا کے فضل سے ہی ہے۔

〃 ۳ سیاسی اور معاشرتی زندگی کے متعلق نصیحتیں۔ بدعتی لوگوں کے خلاف انتباہ۔ شخصی سلام۔

CamScanner

مضامین

غالباً کریتے میں پولُس صرف تھوڑا عرصہ ٹھہرا۔ اُس نے طِطُس کو وہاں چھوڑا تاکہ وہ کام کو منظّم اور وسیع کرے (۱: ۵)۔ پس اِس خط کا مقصد یہ تھا کہ پولُس کریتے سے روانہ ہونے کے جلد بعد طِطُس کو وہاں کا کلیسیائی کام چلانے کا اختیار دے اور تنظیم کے لئے ہدایات جاری کرے، خاص کر اِس لئے کہ فضا ناخوشگوار تھی (۱: ۱۰-۱۶؛ ۳: ۹-۱۱)۔ گو اِس خط کا بیشتر حصّہ پاسبانی فرائض اور معاشرتی تعلقات پر مشتمل ہے لیکن اس میں تین مقامات میں اہم تعلیم کا ذکر ہے۔ ان میں خوشخبری کا خلاصہ دیا گیا ہے یعنی نجات اور تقدیس کی شان کی طرف ہماری توجہ کو مبذول کیا گیا ہے (۱: ۱-۳؛ ۲: ۱۱-۱۴؛ ۳: ۳-۷)۔

۲-تیمتھیُس

تجزیہ

باب	۱	تمہید۔ وفاداری اور حوصلہ مندی کے لئے پند و نصائح۔
"	۲	شخصی تربیت اور معاشرتی فرائض۔
"	۳	آنے والی برگشتگی۔ اُس کے پیشِ نظر اس امر کی ضرورت کہ الہامی نوشتوں سے وفاداری سے لپٹے رہیں۔
"	۴	تیمتھیُس کو آخری تاکید۔ کوچ کرنے سے پہلے کی پند و نصائح اور التماس۔

مضامین

جب پولُس نے تیمتھیُس کو دوسرا خط لکھا تو وہ پھر رُوم میں قید اور دلیری سے اپنے انجام کا منتظر تھا (۴: ۶-۸)۔ وہ تیمتھیُس کو تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جلد ہو سکے میرے پاس پہنچ جا اور میرا چوغہ (کیونکہ جاڑے کا موسم نزدیک تھا) اور کتابیں اور رَق کے طومار لیتا آ (۴: ۹-۱۳)۔ تمام خط مسیح اور اُس کی خوشخبری سے وفاداری کی پُرشوق التجا ہے۔ اور اس میں تعلیمی اور اخلاقی طرز کے خطروں سے آگاہ کیا

گیا ہے (۲: ۱۴-۳: ۹)۔

مُطالعہ کے لئے مضامین

۱- اعمال کی کتاب اور خطوط سے تیمتھیُس کی زندگی کا خاکہ کھینچئے۔

۲- تیمتھیُس اور طِطُس کی صفات کا موازنہ کیجئے۔ کن وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے تیمتھیُس کم سن تھا اور طِطُس کی طرح صاحبِ عزم نہیں تھا اور کہ پولُس اس کو خاص طور سے پیار کرتا تھا؟

۳- ان خطوط میں "یہ بات سچ ہے" کے الفاظ پانچ دفعہ آتے ہیں۔ جن باتوں کے متعلق یہ کہا گیا ہے اُن کا مطالعہ کیجئے (۱-تیمتھیُس ۱: ۱۵؛ ۳: ۱؛ ۴: ۹؛ ۲-تیمتھیُس ۲: ۱۱؛ طِطُس ۳: ۸)۔

۴- ان خطوط میں مذکور پولُس کے دوستوں کی ایک فہرست بنائیے اور ریفرنس بائبل کی مدد سے دیکھئے کہ دوسرے حوالہ جات میں ان کے بارے میں کیا کہا گیا ہے۔

۵- جھوٹی تعلیمات کے خلاف انتباہ کا مطالعہ کیجئے اور انہیں زمانۂ حال کی بدعتوں اور بُرائیوں پر عائد کیجئے۔

۶- مُطالعہ کے لئے ان الفاظ کو ڈھونڈئیے (۱) "منجّی اور نجات" (۲) "پہچان" (۳) "نیک کام یا اچھے کام" (۴) "صحیح" (۵) "دینداری" (۶) "سنجیدہ اور متّقی"۔

۷- ان خطوط میں دیئے ہوئے بیان سے ایک معیاری پاسبان اور کلیسیا کے ایک معیاری رُکن کی خوبیوں کا بیان کیجئے۔

۸- ان خطوط کے اہم تعلیمی حصّوں کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں خاص کر پولُس کے طرزِ بیان کی خصوصیت پر غور کیجئے۔ مثلاً ۱-تیمتھیُس ۲: ۳-۷؛ ۳: ۱۶؛ طِطُس ۲: ۱۱-۱۴؛ ۳: ۴-۷؛ ۲-تیمتھیُس ۱: ۹-۱۱؛ ۳: ۱۶-۱۷۔

۹- ان تینوں خطوں میں سے ہر ایک میں ہمارے خداوند کی آمدِ ثانی کے ذکر کا مطالعہ کیجئے۔ نیز زمانۂ حال کے اس نظریہ کا مقابلہ کیجئے کہ پولُس رسُول نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس عقیدے کو ترک کر دیا تھا۔

فلیمون

مُصنّف، سنِ تصنیف اور حالات

بلا شبہ پولُس رسُول نے یہ خط تحریر کیا ہے۔ اِس کے ہر ایک جُملے پر تواریخی حقیقت کی مُہر ثبت ہے۔ اِس خط کی صاف اور شگفتہ طرزِ تحریر ایسی ہے کہ کوئی شخص بھی اِس کے اصلی ہونے پر شک نہیں کر سکتا۔ خارجی ثبوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلیمون کا خط پولُس کے ابتدائی خطوط کی فہرستوں میں شامل تھا۔

جب پولُس نے اِس خط کو تحریر کیا، اُس وقت وہ مقیّد تھا (آیت ۱۰)۔ اُس نے اُسے رُوم سے (دیکھئے افسیوں صفحہ ۴۸۴) ۶۱ یا ۶۲ء کے قریب ارسال کیا تھا۔ اُس وقت وہ اپنے مقدمے کی عدالتی تحقیق کا مُنتظر تھا۔ اِس عرصہ میں وہ اُنیسمس سے ملا جو کہ پولُس کے کُلسّی نومرید فلیمون کا مفرور غلام تھا۔ اُنیسمس مسیحی ہو گیا اور پولُس نے مصمّم اِرادہ کر لیا کہ اُس کو پھر فلیمون کے پاس خط دے کر بھیجے۔ اِس طرح اُس نے فلیمون سے درخواست کی کہ اُنیسمس کو مُعاف کر دے۔

رُومی سلطنت کے کثیرُ التعداد باشندے غلام تھے۔ اُنہیں کوئی عدالتی حقوق حاصل نہ تھے۔ غلام بالکل اپنے آقا کے رحم و کرم پر تھا۔ اُسے یہ حق حاصل تھا کہ ایک نہایت معمُولی قصُور پر اُس کے کوڑے لگوائے، اُس کا کوئی عضو کٹوا دے، صلیب پر لٹکوائے یا جنگلی درندوں کے سامنے پھینک دے۔ یہ اکثریت خوفناک سزاؤں کی دہشت کے باعث مطیع و رام رہتی تھی۔

مضامین

پولُس نے فلیمون کو ایک شخصی مُعاملہ کے مُتعلّق یہ خط لکھا اور اِس لحاظ سے یہ آپ اپنی مثال ہے۔ یہ اپنی اِنکساری کی اِنتہا اور شخصی محبّت میں بے نظیر ہے۔

فلیمون، افیہ، ارخپس اور فلیمون کے گھر کی کلیسیا کو سلام دینے کے بعد رسُول فلیمون کے ایمان کے استحکام کے لئے خُدا کا شکر کرتا ہے۔ پھر وہ خط کے لکھنے کے مقصد کو بیان کرتا ہے، جس کے لئے وہ اُسے دلیری سے حُکم دے سکتا ہے، لیکن پھر